وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا
اور لوگوں پر خدا کا حق ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے
زُبْدَةُ الْمَنَاسِك مع عُمْدَةُ الْمَنَاسِك
نظر ثانی شدہ جدید ایڈیشن
ایک مستند مکمل اور جامع تصنیف مسائل حج کا بہترین
مُدلل و تشفی بخش مجموعہ
تالیف
عالم ربانی قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ
مع اضافات مفیدہ کثیرہ
از مولانا شیر محمد صاحب سندھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ ارشد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ
حسب ارشاد عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ
مکتبہ اشرفیہ ۳۶ محمد علی روڈ ممبئی ۳

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا

اور لوگوں پر خدا کا ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے

*

زُبدۃ المناسک مع عُمدۃ المناسک

نظر ثانی شدہ جدید ایڈیشن

ایک مستند، مکمل اور جامع تصنیف، مسائل حج کا بہترین مُدلّل و تشفی بخش مجموعہ

*

تالیف

عالم ربانی قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ

مع اضافاتِ مفیدہ کثیرہ

از مولانا شیر محمد صاحب سندھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ ارشد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ

حسب الارشاد عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مکتبہ اشرفیہ ۳۶ محمد علی روڈ بمبئی ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

عرضِ ناشر

حج اور عمرہ کے موضوع اور ان کے احکامات ضروریہ و مسائل تفصیلیہ پر مختلف زبانوں میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں، نیز نت نئے مسائل کے باعث حسبِ ضرورت مزید لکھی بھی جاتی رہیں گی، اردو میں اس موضوع پر ان گنت تالیفات وجود میں آئیں جن میں سے ہر ایک منفرد طرز اور مختلف معلومات پر مشتمل ہے مگر بیشتر کے مستند جامع اور رائج ہونے کا دعویٰ مشکل ہے۔ الحمد للہ پیشِ نظر تالیف کے مستند و جامع ہونے کے لئے اس کے مؤلف قطب الاقطاب فقیہ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی ذات گرامی کافی ہے، علاوہ ازیں امام مسائل حج حضرت مولانا شیر محمد سندھی رحمہ اللہ نے کتب قدیمہ و جدیدہ کو سامنے رکھکر اس کی بے نظیر محقق شرح لکھی، جس میں طویل تجربات سے حاصل شدہ مسئلوں کو یکجا کر کے اس کی جامعیت و رائعیت کو مستحکم کر دیا ہے۔

یہ اہم کتاب پہلے بھی حواشی کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اطراف عالم تک پہنچی اور اسے انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اپنی وفات سے کچھ قبل ہی حضرت مولانا شیر محمد صاحبؒ نے ایک بار پھر اس کی نظر ثانی اور تصحیح فرمائی اور مفید و ضروری حواشی کا مزید اضافہ کیا۔ کتاب کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن کی اشاعت گوناگوں وجوہ کی بنا پر عرصہ تک معرضِ التوا میں رہی۔ چند سال قبل اس کی نئی کتابت کا انتظام ہو گیا تھا لیکن اشاعت کی نوبت پھر بھی نہ آسکی۔

گذشتہ سال مولانا سید عبدالجبار شاہ صاحب (پسرِ حضرت مولانا شیر محمد صاحبؒ) اور پروفیسر قریشی محمد عمر صاحب نے بہ وساطت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب نور اللہ مرقدہ سے رجوع کیا اور فرمائش کی کہ اس کی اشاعت کا انتظام کرا دیں، حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ عنایت و محبت اس کارِ خیر

کو ہماری ایچ ایم سعید کمپنی کے سپرد فرمایا کہ اس کی اشاعت کا انتظام ہو جائے، جب ادارہ نے طباعت سے قبل احتیاطاً اس کی دوبارہ تصحیح شروع کرائی تو معلوم ہوا کہ کتابت کی بے شمار اغلاط رہ گئی ہیں۔ اور بالخصوص عربی عبارات میں بڑے سقم نظر آئے، بہر حال اطمینان کی خاطر اس کی دوبارہ تصحیح کرائی گئی جس میں کافی وقت صرف ہوا اور بحمد اللہ خاصی اغلاط کی تصحیح ہوگئی اب بھی ہو سکتا ہے کہ خدا نخواستہ کتابت کی بعض اغلاط رہ گئی ہوں، لہٰذا اہل علم حضرات سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ ادارہ کو ان اغلاط کی نشاندہی فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی بھی صحت کرادی جائے۔

نہایت ہی دکھ اور افسوس ہے کہ یہ کتاب حضرت ڈاکٹر صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات میں طبع نہ ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب کو بہترین جزا عطا فرمائے کہ یہ مبارک کتاب موصوفؒ ہی کے بموجبِ ارشاد زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی نیز اس تالیف کے مؤلفؒ، محشیؒ، پروفیسر قریشی ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدظلہ، مولانا عبد الجبار صاحب مدظلہ، مصححین، ناشرین کے علاوہ جملہ قارئین کرام پر اپنا خاص فضل فرمائے اور اس کو مقبول خواص و عوام اور حجاج کرام کے لئے مشعل راہ بنائے، تاکہ وہ کما حقہ اس سے استفادہ حاصل کر کے جملہ ارکان حج صحیح طور پر ادا کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

یکم ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
ادب منزل
پاکستان چوک کراچی

طالب دعا
محمد زکی عفی عنہ

فہرست زبدۃ المناسک

تمت بالخیر

عرض حال

مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جن کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، نے ایک رسالہ بنام "زبدۃ المناسک" جس میں حج کے ضروری مسائل تھے، لکھا جو کہ اپنی نوعیت کا واحد رسالہ تھا اس کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا شیر محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ ثم مہاجر مدنی نے بنام عمدۃ المناسک اس کی بے نظیر اور لا مثال شرح لکھی جس پر بڑے بڑے علماء کی تقاریظ موجود ہیں۔ بلکہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ مولانا شیر محمد صاحب کو مسائل حج میں امام مانتے تھے۔

غرض یہ کتاب ایک عرصہ سے بالکل نایاب تھی۔ گو اس سے قبل بھی اس کی اشاعت کراچی میں ہوئی تھی لیکن اس میں کتابت کی بے شمار غلطیاں تھیں۔ اسی اشاعت میں سے ایک نسخہ حضرت مولانا شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا گیا انہوں نے بدست خود اس کی تصحیح فرمائی اور کچھ زیادتی بھی فرمائی۔ یہ تصحیح شدہ نسخہ راقم کو بذریعہ مولانا انعام کریم صاحب مدظلہ مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ موصول ہوا۔ دیکھ کر اس کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حج کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن آج تک اتنی جامع اور مانع کتاب اردو زبان میں منظر عام پر نہیں

آئی ۔ جہاں تک اس کتاب کی ثقاہت اور مستند ہونے کا تعلق ہے وہ
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور دیگر علماء کی آراء سے
ظاہر ہے۔ ان سب باتوں کے بعد اب مسئلہ اشاعت کا تھا۔ چونکہ ایک طرف ہماری نا اہلی
تھی اور دوسری طرف حضرت مولانا شیر محمد صاحبؒ کی طرف دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا کہ چہ
نسبت خاک را بعالم پاک وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ کے
تحت بعض اکابرین علماء سے بھی مشورہ کیا گیا۔ بحمد اللہ انہوں نے بھی ہمارے اس
خیال سے جو کہ بعد میں عمل کی صورت میں تبدیل ہوگیا اتفاق فرمایا۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ
ہماری اس خدمت کو قبولیت کا شرف بخشیں اور معاونین حضرات کی اس سعی کو قبول فرمائے۔
اس جگہ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس مشکل ترین کام کو برادرم مولوی محمد اکرم صاحب مدرس
جامعہ اشرفیہ کی محنت و مشقت نے اور بھی آسان کر دیا۔ کتاب کی ترتیب و تالیف میں
انہوں نے بڑی جانفشانی سے کام کیا ہے۔

ناظرینِ کرام!

مؤدبانہ التماس ہے کہ جملہ متبرک مقامات پر احقر کو اور جملہ معاونین حضرات کو دعاءِ خیر
میں یاد رکھیں۔ نیز اگر کتابت یا ترتیب میں غلطی رہ گئی ہو تو مفید مشورہ بھی
عنایت فرماویں۔

محتاجِ دعاء

احقر حافظ **فضل الرحیم**

پیش لفظ

از فقیہ العصر حضرت العلامہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج وزیارت کے مسائل واحکام اور ان سے متعلقہ ضروریات کے سلسلہ میں علماء اُمّت نے ہر زمانے اور ہر زبان میں صدہا چھوٹی بڑی مفصّل کتابیں لکھی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب زُبدۃُ المناسک مع عمدۃ المناسک کو مختلف مقامات سے دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی سعادت احقر کو بھی بار بار حاصل ہوئی۔ اس وقت اردو زبان میں جتنی کتابیں مناسک حج کے متعلق میری نظر سے گزری ہیں میرے نزدیک یہ کتاب سب سے زیادہ مستند ومعتمد بھی ہے اور جامع بھی۔ مستند ومعتمد ہونے کے لیے تو فقیہ العصر ابوحنیفۂ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کا نام کافی ہے جو فقہ حنفی میں اپنے زمانے کے امام مانے گئے ہیں، انہی کی کتاب زبدۃ المناسک کو اس کتاب کا اصل متن قرار دے کر اس پر مزید اضافات حضرت مولانا شیر محمد صاحب سندھی گھوٹکی نے اس شان سے فرمائے کہ تقریباً پوری عمر کی تحقیق وتفتیش سے حاصل شدہ تحقیقات کو جو نہایت مستند نایاب کتابوں اور اکابر علماء کی صحبتوں سے حاصل فرمائی تھیں اس میں سپردِ قلم فرما دیا ہے۔ تحریر فقیہانہ انداز کی ہے۔ اس کا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ جس کتاب سے کوئی مسئلہ لیا گیا اُس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے۔

ضروری مسائل کی جامعیت اور مستند ہونے میں اس چیز نے اور بھی زیادہ مدد دی کہ حضرت مولانا شیر محمد صاحب دامت برکاتہم عرصہ آٹھ نو سال سے مدینہ طیبہ میں جوارِ مسجد نبوی کی سعادت سے مشرف ہیں اور تقریباً تمام سال ہی حج وعمرہ کیلئے

اطرافِ دُنیا سے آنے والے حجاج وزائرین کا رجوع ان کی طرف رہتا ہے اور بڑے بڑے اہلِ علم بھی اُن سے ان مسائل میں استفادہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کو بعافیت سلامت رکھیں اور ان کے افادات کو زیادہ نافع خلائق بنائیں۔

بہرحال میری قطعی رائے یہ ہے کہ آج کل احکامِ حج وغیرہ کے لیے اس سے زیادہ جامع اور مستند و معتبر کوئی کتاب اُردو میں معروف نہیں ہے یہ حجاج وزائرین کے لیے بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر فرمائیں۔

واللہ الموفق والمعین۔

دارالعلوم کراچی

۲۳ شوال ۱۳۸۱ھ

بندہ محمد شفیع عفی اللہ عنہ

مقدمہ زبدۃ المناسک

قطب عالم حضرۃ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

بعد حمد وصلوٰۃ کے عرض ہے کہ رسالہ زبدۃ المناسک بفرمائش اور امرار بعض احباب کے اور نفع مسلمان بھائیوں کے لیے تالیف کیا گیا اور اکثر مسائل اس میں درمختار کی شرح سے کہ رد المحتار علی الدر المختار اس کا نام ہے اور بنام شامی مشہور ہے لکھے گئے ہیں۔ خصوصاً اختلافات روایات میں اس کی تحقیق پر اعتماد کیا گیا اور مقدمہ اور خاتمہ فتح القدیر اور عالمگیری سے مُستفاد ہے تو اگر کہیں مخالف پائیں جلدی سے غلطی پر عمل نہ فرمائیں اور میں تو اپنے آپ کو غلطی سے بری نہیں کرتا کہ بھول چوک شیوۂ انسان ہے اور یہ عاجز تو بالکل سرتاپا غلطی سے بھرا ہے اور استعداد بھی چنداں نہیں رکھتا۔ پس اگر غلطی دیکھیں للہ اصلاح فرما دیں اور حق تعالےٰ حسب نیّت کے مؤلف اور فرمائش کرنے والوں اور اصلاح دینے والوں اور ناقل مسائل و منافع بڑھانے والے مع اس کے والدین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

واللہ الموفق والمعین وھو حسبی ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

(زبدۃ المناسک)

مقدمہ مؤلف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْخَلَائِقِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَاَحْبَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ عَدَدَ عِلْمِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ (زبدہ)

بعد حمد وصلوٰۃ کے حقیر پُر تقصیر شیر محمد ولد سید محمد عارف شاہ باشندہ گھوٹکی ضلع سکھر ملک سندھ پاکستان مغربی عرض کرتا ہے کہ اس سے پہلے یہ مناسک بنام قرۃ العینین موسوم تھا ۱۳۶۲ھ میں چھپ کر شائع بھی ہوگیا چونکہ بندہ ۱۳۶۲ھ میں حج کے ارادے سے حرمین میں حاضر ہوا اور پھر مدینۃ المنورہ میں نزیل ہوا چونکہ قرۃ العینین میں اعلیٰ حضرت قطب الاقطاب حضرت راس المحدثین مولانا شاہ رشید احمد صاحب قدس سرہٗ گنگوہی اعنی زبدۃ المناسک کو جو کہ مفید اور مقبول عوام وخواص ہے داخل کر کے اور کتابوں سے بھی مزید ضروری مسائل وکثیر الوقوع درج کیے گئے تھے۔ اب مدینہ طیبہ کی حاضری میں ۱۳۶۷ھ میں دوبارہ نظر کرنے سے اس میں کچھ ترمیم اور ضروری مسائل بعض حضرات علمائے کرام کے فرمانے سے بڑھائے بھی گئے ہیں اس کا نام اصلی زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک رکھا گیا جو پہلے قرۃ العینین کے نام سے شائع ہوا تھا اور اس کے بعد جو اس کا تکملہ بھی لکھا گیا تھا وہ بھی خان بہادر وجیہ الدین صاحب نے چھپوا کر شائع بھی کر دیا تھا وہ مسائل تکملہ کے بھی اب اس میں مندرج کر دیئے گئے ہیں کہ مجموعہ کتاب ایک ہو جاوے۔ دوسرا

یہ کہ جو مسائل یا مضمون اصل زبدۃ المناسک کے ہیں اُن کی آخر میں (زبدہ) لکھ دیا اور اس کے علاوہ
جہاں کسی اور کتاب سے مفید مسائل مل گئے وہاں اُن کتابوں کے نام لکھ دیئے گئے خصوصاً
(حیات القلوب فی زیارت المحبوب) مصنفہ محقق و محدث و فقیہ مخدوم محمد ہاشم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
ٹھٹوی سندھی سے جو کہ ۱۱۳۵ھ میں تصنیف ہوئی ہے آج کل نایاب ہے ۔ اور
غنیۃ الناسک مصنفہ مولانا حسن شاہ صاحب مہاجر مکی تلمیذ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ
اور لباب المناسک مصنفہ شیخ رحمۃ اللہ صاحب سندھی مہاجر مکی جو کہ علامہ
کمال الدین بن الہمام کے تلمیذ ہیں اور اس کی شرح المنسک المتوسط علامہ علی القاری
نے لکھی ہے جو کہ عرب و عجم میں مشہور و مقبول ہے اور منسک الکبیر جو کہ وہ بھی شیخ
رحمۃ اللہ سندھی کی تصنیف ہے ۔ اور فتاویٰ ہندیہ اور عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ اور
شامی اور علامہ آخون جان و ملا مرغینانی مہاجر حرمین کے مناسک سے ان کی
عبارتیں اور علمائے کرام سے سمجھ بوجھ کر درج کر دیئے ۔

پس ہر کتاب کے مسئلہ کے آخر میں اُس کا نام لکھ دیا گیا ہے ۔ اور کہیں اپنی
یادداشت سے بھی لکھا ہے تو وہاں (ناقل) کی علامت کر دی گئی ۔

واللہ الموفق والمعین وھو حسبی ونعم الوکیل ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

مدرسۃ العلوم شرعیہ
مدینہ منورہ

شیر محمد
(مدینہ طیبہ)

۱۳۷۷ھ – ۱۳۸۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل حج اور منکر و تارک کی مذمت

جاننا چاہیئے کہ حج دین کا پانچواں رُکن ہے۔ اور اعاظم طاعت اور
حضرت رب العٰلمین جلِّ ذکرہٗ کی عظیم عبادت ہے اور ثابت ہوا ہے کہ آدم علیہ السلام
سے لے کر حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک سب نبیوں نے
خانۂ کعبہ شریف کا حج کیا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ہودؑ اور
حضرت صالحؑ نے حج نہیں کیا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اُنہوں نے بھی کیا ہے۔
(حیات القلوب) حج اور عمرہ کے فضائل بہت ہیں اس لیے چند روایتوں پر
اکتفا کرتا ہوں۔

روایت ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے بیت الحرام کا حج کیا اور رفث و فسوق اس
میں نہ کیا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے بچہ پیدائش کے
وقت۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے (حیات) **مسئلہ** رفث سے
مُراد فحش باتیں کرنا ہے اور فسوق سے مراد حکم کی برخلافی ہے پس فحش باتیں
دو طرح کی ہیں۔ ایک وہ کہ اصل سے حرام ہیں یہ تو حج کی حالت میں اور زیادہ
حرام ہیں۔ دُوسری وہ کہ پہلے تو حلال ہوں جیسے اپنی بیوی سے جماع کی باتیں یا
لمس و بوس و کنار وغیرہ کرنا۔ پس یہ حج میں کرنا ناجائز ہیں۔ ایسے ہی حکم کی برخلافی
بھی دو قسم کی ہے ایک وہ کہ اصل سے حرام ہو جیسے کوئی گناہ کا کام کرنا یا

حج میں کرنا اور زیادہ حرام ہے دُوسرا وہ حکم جو پہلے تو منع نہ تھا لیکن خاص حج کے لیے منع کیا گیا ہے جیسے خوشبو لگانا اور بال منڈانا۔ اسی طرح جنگ و جدال اور جھگڑا وغیرہ کرنا یہ حج کی حالت میں منع ہیں (تفسیر بیان القرآن)

روایت[۲]: کی گئی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حاج اور معتمر اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دُعا قبول فرماتے ہیں اور استغفار کریں تو مغفرت فرماتے ہیں (روایت کیا ابن ماجہ نے سنن سے (حیات)

روایت[۳]: کی گئی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو باہر نکلے حج یا عمرہ یا جہاد کے مقصد سے اس کے بعد وہ راستے میں مرگیا تو بھی سبحانہ تعالیٰ اس کے واسطے جہاد و حج اور عمرہ کا اجر لکھوا تا ہے (شعب الایمان) (حیات)۔

روایت[۴]: کی گئی ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ جہاد صغیر اور کبیر اور ضعیف اور زن و مرد کا حج وعمرہ ہے روایت کیا اس کو نسائی نے (حیات)

روایت[۵]: کی گئی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا حج وعمرہ کے درمیان متابعت کرو اس لیے کہ وہ گناہوں کو ایسا دُور کرتے ہیں جس طرح آگ لوہے کی زنگار کو (ترمذی وغیرہ) (حیات)۔

فائدہ

پس جاننا چاہیئے کہ جب کسی شخص میں حج کے واجب ہونے کی شرطیں اور حج کے ادا کی شرطیں پائی جائیں تو اس پر اسی سال میں فی الفور حج فرض ہو جاتا ہے، اصح قول تھا نزدیک ہمارے اور قاضی خان اور صاحب کافی اور صاحب محیط اور صاحب بحر الرائق اور صاحب نہر فائق نے فرمایا ہے کہ اصح روایتیں امام ابو حنیفہؒ سے یہی

ہیں اور یہی قول امام ابو یوسفؒ اور امام مالک کا مشہور قول اور بہت ظاہر قول امام احمدؒ کا بھی یہی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حج فرض ہوتا ہے تاخیر سے۔ یہی قول امام محمدؒ اور یہی ہے ایک روایت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور یہی امام احمدؒ سے ہے۔ پس اس اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا جب کسی نے حج کی فرضیت کے شرائط پانے کے بعد پہلے سال میں حج نہ کیا بلکہ دو تین سال کے بعد حج کیا تو پہلے قول میں بہ سبب تاخیر گناہ گار ہوگا اور دُوسرے قول میں گناہ گار نہ ہوگا جبکہ مرنے سے پہلے خود کر لے اور اگر فوت ہو گیا حج کرنے سے پہلے باوجود حج پر جانے کی قُدرت کے اگرچہ وجوب کے بعد ایک سال ہی کے بعد مر گیا ہو تو بالاتفاق گناہ گار ہوگا (حیات القلوب)

مسئلہ۔ اختلاف فقط تاخیر کرنے سے گنہ گار ہونے میں تھا۔ باقی نفس واجب ہونے میں بالاتفاق وجوب ثابت ہے اس لیے وفات کے نزدیک با جماع حج کی وصیت کرنی واجب ہوگی اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر حج کے ادا کرنے میں باوجود واجب ہونے کے برسوں کے بعد حج کیا تو حج وقتی سے ادا ہوگا نہ قضا کما ذالک فی المنسک الکبیر (حیات)

مسئلہ: اگر کسی پر حج فرض ہُوا اور اُس کو نکاح کرنے کی بھی ضرورت پیش آگئی اور خوف کرتا ہے کہ اگر نکاح نہ کروں گا تو (نعوذُ باللہ) زنا میں مُبتلا ہو جاؤں گا تو اُس کو حج میں دیر کرنا جائز نہیں ہے اور مال کو نکاح کے کام میں خرچ کرنا روا نہیں ہے۔ یہ اُوپر کے پہلے قول کی بنا پر ہے جو کہ وجوب فی الفور کا تھا۔ البتہ اُس قول پر بھی نکاح میں خرچ کرنے کی اجازت اس شرط سے ہے کہ جس وقت میں اُس کے وطن کے لوگ حج کے لیے نکلتے ہیں اس پر اس وقت

سے پہلے حج فرض ہو چکا ہو اور اب نکاح میں صرف کرنا بھی اس وقت وجوب حج کے آنے سے پہلے جائز ہے۔ اگرچہ زنا کے ابتلاء کا خوف ہو یا نہ ہو۔ (حیات) جیسا کہ حج کے واجب ہونے کی چھٹی شرط وقت میں بیان ہوگا۔

مسئلہ۔ کسی شخص پر حج لازم ہوا اور اُس نے تاخیر نہ کی بلکہ اسی سال میں حج کرنے کو روانہ ہوا اور راستہ میں فوت ہو گیا تو اس پر حج کرانے کی وصیت کرنی لازم نہ ہوگی۔ کیونکہ اُس نے حج کے واجب ہونے کے بعد تاخیر نہیں کی۔ یہی فتح القدیر میں تجنیس سے نقل کیا ہے (حیات) اگرچہ بعد احرام قبل وقوف عرفہ کے مرا ہو کیونکہ اس کو وقت ادائے حج ملا ہی نہیں۔ بخلاف اس شخص کے جو پہلے سال کو حج فرض ہونے کے نہیں نکلا۔ بلکہ دوسرے یا تیسرے سال گیا ہو تو اس پر حج کرانے کی وصیت لازم ہوگی اس لیے کہ اُس پر حج فرض ہو چکا تھا اور باوجود امکان وقت ادا ملنے کے نہیں ادا کیا (ناقل)

مسئلہ۔ ایک شخص پر حج اور زکوٰۃ دونوں لازم ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد وہ مسکین ہو گیا۔ اس کے بعد اگر اس کو ایسا مال مل گیا جو جنس زکوٰۃ میں سے ہے، جیسے چاندی یا سونا یا اُونٹ، گائے، بھیڑ بکری وغیرہ تو پہلے اس مال کو زکوٰۃ میں خرچ کرے[ھ]

ھ وان وجد مالا وعليه زكوة وحج يحج به الا ان يكون المال من جنس ما يجب فيه الزكوٰة فيصرفه اليها ففى خزانة الاكمل من عليه زكوٰة ماله الف وحج وفى يده الف يصرفه الى الزكوٰة الا ان يكون الالف من غير مال الزكوٰة فتصرف الى الحج ان اصابها فى اوان الحج اما اذا اصابها فى غير اوانه فتصرف الى الزكوٰة اھ غنية ص۱۵

اور اگر مال اس جنس میں سے نہیں ہے تو دیکھا جاوے گا کہ اُس کے وطن والے لوگ جب حج کو جا کر مکہ معظمہ میں پہنچتے ہیں۔ وہ وقت ہے تو مال کو حج میں خرچ کرے۔ زکوٰۃ میں خرچ کرنا جائز نہ ہوگا اور اگر ابھی حج کے نکلنے کا وقت نہیں آیا تو مال زکوٰۃ میں خرچ کرے۔ یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔

(حیات)

تاریخ فرضیت حج

جاننا چاہیئے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے چھٹے سال ہجری میں حج فرض ہوا اور بعضوں نے کہا ہے پانچویں سال میں اور بعضوں نے نویں سال میں لیکن اول قول مشہور ہے اور وہی صحیح ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ پہلی اُمتوں پر بھی واجب تھا یا نہ؟ علامہ ابن خلیل نے کہا ہے کہ صحیح ہے کہ پہلی اُمتوں پر واجب نہ تھا مگر اس امتِ مرحومہ پر واجب ہوا۔ انتہی مگر مشروعیت حج کی مستمر یعنی ہمیشہ سے تھی پہلی اُمتوں پر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے بلکہ اس سے بھی پہلے کیونکہ ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام آدم کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال پہلے حج کرتے تھے جیسا کہ بحر العمیق میں تصریح ہے (حیات)

ایضاً اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ حج کیا ہے ہجرت فرمانے سے پہلے اور ایک مرتبہ ہجرت فرمانے کے بعد جو کہ حج الوداع کہلاتا ہے وہ سنہ ۱۰ھ میں واقع ہوا۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے دو یا تین مرتبہ حج کیا ہے۔ پس اس کلام پر نظر ہے بلکہ اس میں شک نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام سکونت مکہ مکرمہ میں مدینہ طیبہ

کی طرح ہجرت سے پہلے کوئی بھی حج ترک نہیں فرمایا۔ انتہی (حیات القلوب) اور کہتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل کتنی دفعہ عمرہ کیا۔ جاننا چاہیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد چار عمرے شمار کیے جاتے ہیں، پہلے تین تو ان میں سے ذی القعدہ میں ہوئے اور چوتھا ذی الحجہ میں ہوا اور پہلا عمرہ ان میں سے چھٹے سنہ ہجرت میں ہوا جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کا احرام باندھ کر آئے کفار مکہ نے منع کیا اور صلح ہوئی کہ آئندہ سال آکر عمرہ قضا فرمادیں۔ پس یہ عمرہ شروع کرنے کے اعتبار سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ ہی گنا گیا۔ اگرچہ پورا نہ ہوا اور ثانی عمرہ سنہ ساتویں ہجرت میں ہوا جو پہلے عمرہ کی قضا کی گئی اور تیسرا سنہ آٹھویں ہجرت میں ہوا جو کہ بعد فتح مکہ اور طائف کے جعرانہ سے احرام باندھ کر مکہ مبارکہ میں تشریف لائے اور عمرہ ادا فرمایا اور چوتھا عمرہ سنہ دسویں ہجرت میں حج کے ساتھ بجالایا کذا قال المحب الطبری فی صلاۃ سید البشر وشارح مختصر: ابن حجر مکی) اور نووی نے کہا ہے کہ ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار عمروں کے سوا تین اور عمرہ کیے ہیں۔ ایک اُن میں سے مہینہ رمضان میں ہوا جیسا کہ بیہقی نے روایت کیا ہے اور اُن میں سے ایک مہینہ شوال میں ہوا (کما رواہ ابو داؤد فی سننہ بسند صحیح) اور ایک انہیں سے مہینہ رجب میں ہوا (کما رواہ من الصحابۃ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲) اور علامہ عز الدین بن جماعہ نے اپنے منسک کبیر میں کہا ہے کہ رجب کے مہینہ میں عمرہ کرنا حضرت صدیق اکبرؓ اور عثمانؓ اور ابن عمر و عائشہ صدیقہ و جماعۃ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہوا ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ علامہ جعفر بوبکائیؒ (بوبک سندھ میں شہر ہے) نے عجالۃ الطالبین میں کہا

رکھنا۔ یہ اُن کی سہو ظاہر ہے (حیات القلوب) مخدوم ہاشم قدس سرہٗ۔ ہے کہ عمرہ رجب کے مہینہ میں کرنا جو مکہ مبارکہ میں معمول ہو گیا ہے کچھ اصل نہیں

تنبیہہ۔ ونقل بعضھم عن الملا علی فی رسالتہ المسماۃ

الادب فی رجب۔ ان کون العمرۃ فی رجب سنۃ بان فعلها

علیہ الصلوٰۃ والسلام او امر بها لم یثبت نعم روی ان ابن الزبیر

لما فرغ من تجدید بناء الکعبۃ قبیل سبعۃ وعشرین من رجب نحر ابلا

وذبح قرابین وامر اھل مکۃ ان یعتمروا حینئذ شکرا للہ تعالیٰ

علی ذالک ولا شك ان فعل الصحابۃ حجۃ وما رآہ المسلمون حسنا فھو

عند اللہ حسن فھذا وجہ تخصیص اھل مکۃ العمرۃ بشھر رجب

اہ ملخصا شامی ص۲۳۳ . مصری ۱۵۶ء جلد ۲

مسئلہ: جان لے کہ حج بیت اللہ کا فرض ہے اور ایک رُکن اسلام کا ہے فرضیت اس کی قرآن (مجید) سے ثابت ہے۔ اِس کی فرضیت سے مُنکر کافر ہوتا ہے۔

حدیث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو حج کرنا چاہے تو جلدی ادا کرے اور فرمایا کہ جو کوئی بغیر حج کیئے اس حالت میں مر جاوے کہ اس کے پاس اتنا سامان بھی تھا کہ مکہ معظمہ تک پہنچ سکتا تھا اور کسی مرض یا بادشاہ کی قید میں مُبتلا نہ تھا اس کے باوجود حج نہیں کیا تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا چاہے نصرانی ہو کر مرے۔ نجانا اللہ تعالےٰ وجمیع المسلمین (زبدہ)

مسئلہ: اس لیے چاہیئے کہ حج فرض ہونے کے بعد حج ادا کرنے میں تاخیر نہ کرے ورنہ گنہگار ہو گا (زُبدۃ المناسک)۔

حج فرض ہونے اور صحیح ہونے کی شرطیں

جاننا چاہیئے کہ بیت اللہ شریف کا حج کرنا فرض عین ہے مرد اور عورت پر اور حج کی فرضیت پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ اس لیے حج کا منکر کافر ہے۔ (حیات) مسئلہ:- اور ساری عمر میں ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے جس پر حج کے فرض ہونے کے شرائط پائے جائیں (حیات) مسئلہ ایک دفعہ سے زیادہ حج کرنا مستحب ہے (حیات)۔

مسئلہ حج اور عمرہ کبھی دوسری دفعہ کرنا بھی واجب ہو جاتا ہے جیسے حج یا عمرہ کی نذر ماننے سے اور اگر کسی نے نفل عمرہ کا احرام باندھا تو بھی شروع کرنے سے پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس کے احرام سے بفساد یا بسبب احصار وغیرہ باہر آیا تو اس کی قضا کرنی فرض ہو گئی (حیات) اسی طرح اگر آفاقی مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے ارادہ سے پانچوں میقاتوں میں سے کسی ایک میقات پر پہنچا تو اس پر بھی حج یا عمرہ دوسری دفعہ واجب ہو جائے گا اگرچہ اس سے پہلے حج یا عمرہ کر چکا ہو (حیات) مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ جو اونٹوں والے بدوی یا موٹر ڈرائیور حجاج کو مدینہ طیبہ لے جاتے ہیں، ان پر واپسی کے وقت میقات مدینہ طیبہ ذوالحلیفہ یا جحفہ سے مکہ مکرمہ کو آنے کی نیت رکھتے ہوئے ہم حنفیوں کے نزدیک حج یا عمرہ واجب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتے ہوں اس کے متعلق زیادہ تحقیق مواقیت سے بغیر احرام کے گزرنے کے بیان میں آئے گی (ناقل)

مسئلہ حج کے شرائط چار قسم کے ہیں:-

(۱) شرائط وجوب (۲) شرائط وجوب ادا (۳) شرائط صحت ادا (۴) شرائط واقع ہونا حج کے فرض میں سے ہے۔

پہلی قسم شرائط وجوب حج میں

جاننا چاہیئے کہ حج کے واجب ہونے کے شرائط وہ ہیں کہ جب کسی شخص میں وہ سب شرائط پائے جائیں گے تو اُس پر حج فرض ہو جاتا ہے اور اگر سب یا بعض شرائط نہ پائے گئے تو اُس پر حج فرض نہ ہوگا۔ نہ اُس کے اپنے نفس پر اور نہ اُس کے نائب پر اس قسم کے سات شرائط ہیں (حیات)

پہلی شرط اسلام یہ شرط خاص حج کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سب عبادات خواہ حج ہو، خواہ اس کے سوا ہو اور یہ شرط وجوب اور شرطِ صحت ادا اور شرط حج کا فرض سے واقع ہونے میں سے ہے پس کافر پر حج فرض نہ ہوگا اور اس کی طرف سے صحیح بھی نہ ہوگا۔ اگرچہ خود جاکر کرے یا کسی اور مسلمان کو بھیج کر کرائے (حیات)

دوسری شرط بلوغ یہ شرط حج کے واجب ہونے کی ہے اور حج فرض سے واقع ہونے کی بھی شرط ہے۔ پس نابالغ لڑکے پر حج فرض نہیں ہے، اگرچہ سمجھ دار ہو۔ اگر سمجھ دار لڑکے نے حج کیا ہو تو وہ نفل ہوگا اور اگر کوئی فعل ممنوع احرام کیا تو اس پر جنایت وغیرہ لازم نہ ہوگی اور نا سمجھ لڑکے کا حکم انشاء اللہ تعالےٰ چوتھے قسم کی شرطوں میں آئے گا۔ (لباب القلوب)۔

تیسری شرط عقل ہے یہ شرط حج کے واجب ہونے اور حج فرض سے واقع ہونے کی ہے اور اس کا حج کی صحت ادا کی شرط ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ پس مجنون اور معتوہ (یعنی یہ بھی جنون کی قسم ہے) پر حج واجب نہیں ہے اگر انھوں نے حج کیا تو وہ حج نفل ہوگا۔ اس شرط سے کہ اُن کی شروع حج صحیح ہوئی ہو۔ نیت و تلبیہ سے عقل کی حالت میں ورنہ نفل بھی نہ ہوگا۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ اور مولانا حنیف الدینؒ نے شرح المنسک المتوسط ملا رحمۃ اللہؒ سندھی میں لکھا ہے اور صاحب بحر عمیق نے لکھا ہے کہ مجنون کا حج اصلاً صحیح نہ ہوگا۔ اگر آپ اپنے نفس سے کیا ہو۔ اس لیے چاہیئے کہ مجنون کی طرف سے اس کا ولی حج کرے۔ پس اگر ولی کے حج کرنے کے بعد جنون چلا گیا تو وہ حج جو اس کی طرف سے ولی نے کیا تھا وہ مجنون کے فرض حج سے جائز نہ ہوگا۔ اس لیے کہ یہ مرض ہمیشہ رہنے والا نہ تھا اور اس پر عقل کی حالت میں حج فرض بھی نہ ہوا ہو۔ اگر یہ مرض ہمیشہ رہنے والا ہوتا اور اس پر جنون سے پہلے حج فرض ہو چکا ہوتا۔ اس کے بعد اگر اس کا ولی اس کی طرف سے حج کرتا تو مجنون کا فرض حج ساقط ہو جاتا اور سفیہ محجور[ف] یعنی بیوقوف

ف اما السفیہ المحجور علیہ علی قول مجیز الحجر علیہ ومن لا فهو کغیرہ من العقلاء فی وجوب الحج علیہ کبیر ص۲۲ وص۵ ایضا اما السفیہ فهو المبذر فی حکمہ کالعاقل فان اراد حجۃ الاسلام او عمرۃ الاسلام او کلیهما لا یمنع ولکن لا یدفع القاضی النفقۃ الیہ بل یدفع الی ثقۃ یرید الحج معہ حتی ینفق علیہ ما یکفیہ اھ (غنیۃ الناسک ص۲۰) وقولہ السفیہ قال علامۃ الشیخ عبد اللہ العفیف فی شرحہ علی منسک: السفہ خصلۃ تبعث الانسان علی العمل بمالہ بخلاف مقتضی العقل مع اختلالہ اھ (حباب ارشاد الباری ص۲۶)

کا حکم مثل عاقل کے ہے) (حیات) اور یہ جنون چلا گیا تو گویا یہ بیماری ہمیشہ[1] رہنے والی نہ تھی۔ اس لیے حج جائز نہ ہوا۔ ہاں اگر ہمیشہ رہنے والی بیماری کی حد تک پہنچ جاتا تو اس کا حکم تتمہ مسائل متفرقہ کے آخر میں آئے گا (ناقل)۔

چوتھی شرط حرّیت ہے: خواہ اصلی ہو خواہ عارضیہ یہ شرط حج کے واجب ہونے اور فرض سے واقع ہونے کی ہے اور حج کی صحت کی شرطوں میں سے بالاتفاق نہیں ہے۔ اس لیے مملوک پر حج واجب نہیں ہے۔ پس اگر غلام (شرعی) نے حج کیا تو اُس کا یہ حج نفلی ہوگا اگرچہ مالک کی اجازت سے کیا ہو۔ اس کے بعد اگر مالک نے اُس کو آزاد کر دیا اور پھر بسبب غنی ہونے کے اس پر حج فرض ہوا تو پہلا حج جو اُس نے غلامی کی حالت میں کیا تھا وہ اس کی طرف سے فرض حج میں شمار نہ ہوگا بلکہ دُوسرا حج کرنا لازم ہوگا (حیات)

پانچویں شرط استطاعت ہے: یعنی مالدار ہونا۔ یہ شرط حج کے واجب ہونے کی ہے نہ صحتِ ادا کی شرط ہے، نہ فرض سے واقع ہونے کی شرط ہے۔ پس اگر مسکین نے جا کر حج کر لیا اور حج فرض یا مطلق حج کی نیت کر لی تو اُس کا یہ حج اس کے فرض حج سے شمار ہو جائے گا۔ یعنی اگر اس کے بعد غنی مالدار ہو گیا تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض نہ ہوگا اور اگر مسکین نے نیت نفل حج یا نذر کی کر لی تو وہ حج نفل یا نذر سے ادا ہوگا اگر بعد میں مالدار ہوا تو دوسرا حج اس پر لازم ہوگا (حیات) اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق آگے ضروری

---

[1] تاسع عشر عقلهما وعقل وصي لكن لو وجب الحج على المجنون قبل طرء جنونه وامر وليه العاقل ان يحج عنه صح رد المحتار (غنيه) ص ۱۸۰

فائدہ کے مسائل میں آئے گی۔ مسئلہ۔ حج فرض ہوتا ہے اس مسلمان آزاد پر جو تندرست عاقل بالغ ہو اور سوار حوائج ضروریہ کے اتنا مال رکھے کہ سوار ہو کر چلا جائے اور چلا آئے اور جن لوگوں کا خرچہ اس کے ذمہ ہے آنے تک کا ان کو دے جائے (زبدہ) پس اتنا مال اس کے پاس نہیں ہے تو اس پر حج فرض نہیں (ناقل)

مسئلہ۔ اگر کسی کو مال اور سواری حاصل ہوئی بطریق ہبہ (یعنی کسی نے مال و سواری بخش دی) یا کرایہ پر لی تو اس پر حج فرض ہوگا اور بطریق اباحت یا عاریت کے ملنے پر (یعنی کسی نے فقط اس کو اجازت دی یا مانگ دی) تو حج فرض نہ ہوگا (حیات) کیوں کہ عاریت اور اباحت سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی اگرچہ بیٹا اپنے باپ کو مال اور سواری مباح کردے اس سے حج فرض نہ ہوگا۔ اگر کوئی حج کے لئے کسی کو مال بخشش کردے تو بھی اس ہبہ کا قبول کرنا واجب نہیں کیوں کہ شرط وجوب کا حاصل کرنا واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر دیئے ہوئے ہبہ کو قبول کرلیا تو حج واجب ہوجائے گا۔ اجمالاً (غنیۃ الناسک)

مسئلہ۔ اگر کسی کے پاس ایسا گھر ہے جس میں وہ نہیں رہتا تو اس کی قیمت اگر حج کے برابر ہوجاوے تو اسے بیچ کر حج کرنا اس پر لازم ہے (فتاویٰ ہندیہ)

یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ:

حج کے واجب ہونے کے لئے اتنا خرچہ ہونا چاہیئے کہ مکہ مکرمہ سے حج کرکے واپس گھر کو آسکے۔ مدینہ طیبہ کی زیارت تک کے لئے جانے کا خرچہ اگر نہ ہو تو بھی حج فرض ہوچکا مثلاً مکہ مکرمہ تک حج کے لئے دو سو روپیہ خرچ ہوتا ہے اور مدینہ طیبہ تک تین سو تو جس شخص کے پاس دو سو موجود ہوں تو اس پر حج فرض ہے اور حج کرنے میں تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا (ناقل)

مسئلہ۔ اگر دو شخص ایک اُونٹ پر اس طرح قادر ہوئے کہ ہر ایک باری باری سے سوار ہو۔ یعنی ایک منزل ایک سوار ہو اور ایک منزل دُوسرا یا ایک میل ایک سوار ہو اور ایک میل دُوسرا تو اس سے حج کی استطاعت ثابت نہ ہوگی اسی طرح اگر اتنا مال ہو کہ ایک منزل اُونٹ کرایہ کرے اور ایک منزل پیادہ چلے تو بھی مالدار نہ ہوگا اور اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ (ہندیہ) **مسئلہ**۔ اگر دونوں آدمی سارے سفر کی اس طرح قدرت رکھتے ہوں کہ ایک ہی اُونٹ پر دونوں اکٹھے سوار ہوں جیسے شغدف یا شبری وغیرہ میں بیٹھتے ہیں یا بغیر ان کے ایسے ہی سواری کی پیٹھ پر بیٹھیں تو حج فرض ہو جائے گا۔ لیکن جو آدمی بوڑھا ہو یا ایسا نازک ہے کہ اکیلے اُونٹ پر محمل پر سوار ہونے کے بغیر نہیں سوار ہو سکتا یا موٹر وغیرہ کے سوا سوار نہیں ہوتا بسبب نزاکت طبعی کے نہ فخر کے تو اُس کے لیے اس کے مناسب سواری وغیرہ کا خرچہ ہونا ضروری ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ یہ سواری کی شرط آفاقی کے لیے ہے یعنی جو آدمی عرفات سے شرعی سفر کی مسافت کی قدر دُور رہتا ہو پس مکہ مکرمہ کے رہنے والے اور جو عرفات سے شرعی سفر کی مسافت سے کم دُور رہتا ہو اُس کو سواری نہ ملے تو اُس پر حج فرض ہے۔ لیکن یہ حکم اُن لوگوں کے لیے ہے جو چلنے کی طاقت رکھتے ہوں اور اگر چلنے کی قدرت نہیں (یعنی بوڑھا یا اُمراد جو چلنے سے تھک کر بیتاب ہو جائیں، تو اُن کے لیے سواری بھی شرط ہے مثل آفاقی کے۔ البتہ خرچ کھانے پینے کا تو حسب وقت شرط ہے (حیات)۔

مسئلہ۔ اگر آفاقی فقیر میقات پر پہنچا تو اَب اس کو مکہ معظمہ کے باشندوں کا حکم ہے۔ لیکن خرچہ کھانے کا شرط ہے نہ سواری کا ہاں اگر چلنے سے عاجز ہے تو پھر سواری بھی شرط ہے (حیات) **مسئلہ**۔ اسی طرح اگر غنی آفاقی میقات پر

پہنچا۔ الخ، اس میں یہ بات ہے کہ مطلقاً میقات مراد نہیں ہے بلکہ جس سے عرفات قدرِ شرعی سفر کے ہو۔ جیسے میقات ذوالحلیفہ اور جحفہ یہ عرفات سے شرعی سفر پر بہت دُور واقع ہیں تو یہ حکم اُن پر نہ ہوگا اگرچہ چلنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ بلکہ یلملم اور قرن وغیرہ ایسے ہی جدہ کہ محاذ مواقیت پر قریب واقع ہے (ناقل)

ضروری فائدہ

مسئلہ۔ جس فقیر کے پاس نہ راہ خرچ ہے نہ سواری کے لیے کرایہ وغیرہ کی قدرت ہے تو اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے۔ مگر شوق و محبت کی وجہ سے گھر سے حج کی نیّت کر کے نکلا۔ جب میقات پر پہنچا اور وہاں سے حرم شریف کی حد میں جانے کا ارادہ کیا تو اس پر حج یا عمرہ کا احرام لازم ہو جائے گا۔ پھر جب مکّہ مکرمہ میں آ کر داخل ہوا اور کعبۃ اللہ شریف میں آ پہنچا تو اب اس پر فرضیت حج متعین ہو جاوے گی۔ بالاتفاق۔ اگرچہ احرام باندھ کر آیا ہو یا بغیر احرام کے آیا ہو۔ لیکن اس فقیر پر یہ فرضیت حج بالاتفاق تب ہوگی جب اشہر حج میں آ کر کعبۃ اللہ شریف میں پہنچا ہو اور ایام حج کا خرچہ کھانے کا بھی رکھتا ہو اور عرفات پر پیادہ جانے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ پس اگر کعبہ شریف میں حج کے مہینوں میں نہیں پہنچا تو سب علماء کے نزدیک مشہور اور راجح قول میں اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ کیونکہ حج کے واجب ہونے کے لیے

ے الآفاقی .... اذا اراد دخول الحرم یجب علیہ احرام احد النسکین وبدخولہ الی مکۃ ووصولہ الی الکعبۃ تعین علیہ فرضیۃ الحج سواٗ احرم بہ ام لا شرح اللباب ص۲۸

وقت بھی شرط ہے۔ چھٹی شرط میں اس کا بیان بھی آئے گا (حیات) **مسئلہ۔** جو فقیر
حج کے ایام سے پہلے مکہ معظمہ میں آیا ہوا اور وہاں ٹھہر گیا کہ اس پر حج کے مہینے شروع
ہو گئے تو اب مکیوں کے حکم میں ہو گیا اور اُس پر اُوپر کے شرط خرچہ اور سواری عرفات
سے بغیر حج فرض ہو گیا۔ اس کو چاہیئے کہ فرض حج کی نیت سے احرام باندھ کر ادا کرے
(ناقل) **مسئلہ۔** اسی طرح جو فقیر میقات پر آیا اور پہلے حج فرض نہ کیا ہوا اور عمرہ
کے سوا فقط حج کا احرام باندھے تو اس کو بھی چاہیئے کہ فرض کی نیت سے احرام باندھ
کر آئے (ناقل) **مسئلہ۔** جس فقیر نے پہلے فرض حج نہ کیا ہو وہ میقات سے نفل
حج کی نیت سے احرام باندھ کر کعبۃ اللہ شریف آ پہنچا تو اس پر حج فرض مقرر ہو گیا لیکن
اس سال میں تو یہ نفلی حج جو شروع کرنے سے لازم ہو گیا ہے پورا کرے۔ دوسرے
سال میں فرض حج ادا کرنا لازم ہو گا (غنیۃ الناسک)

مسئلہ۔ جس فقیر نے پہلے فرض حج نہیں ادا کیا، اس کو کسی نے اپنی طرف سے
حج بدل کے لیے نائب بنا کر بھیجا تو جب وہ فقیر کعبۃ اللہ شریف میں آ پہنچا تو بعض علماء
کے نزدیک اس پر اپنی طرف سے بھی حج فرض ہو جائے گا۔ جس طرح نفل حج کرنے
والے فقیر پر واجب ہوا تھا۔ پھر اس کو چاہیئے کہ مکہ مکرمہ میں رہ کر یا وطن میں آ
گیا تو دوسرے سال واپس جا کر فرض حج ادا کرے اور بعض علماء کے نزدیک
اس نائب فقیر پر حج فرض نہ ہو گا کیونکہ وہ دوسرے کی طرف سے احرام میں مشغول
ہے اور دوسرے کے خرچ سے گویا دوسرے کی قدرت سے آکر پہنچا ہے۔
بخلاف اس فقیر نفل حج کرنے والے کے کیونکہ وہ اپنی قدرت سے آکر پہنچا ہے۔
پس اختلاف سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جس فقیر نے فرض حج نہ کیا ہو اُس کو
حج بدل پر نہ بھیجنا چاہیئے۔ بلکہ دوسرے علماء کے نزدیک بھی اس کو بھیجنا مکروہ

ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تو اس کو نائب بنا کر حج کرانا جائز ہی نہیں۔ ان مسائل کی مزید تحقیق غنیۃ الناسک کے صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲ میں ہے۔ پس احتیاط اس میں ہے کہ حج بدل پر اس شخص کو بھیجا جاوے جو پہلے اپنی طرف سے فرض حج ادا کر چکا ہے۔

فائدہ

دوسری یاد رکھنے کے قابل بات یہ ہے کہ جس مسکین نے پہلے اپنا فرض حج نہ کیا ہو وہ اگر حج کرنے کو جائے تو اس کو چاہیئے کہ جب اپنے لیے حج کا احرام باندھے تو فرض حج کی نیت کرے تو بالاتفاق اس کا حج فرض ادا ہو جائیگا۔ اور دوسرا حج اس پر لازم نہ ہوگا اور فرض حج کی نیت کرنے سے امام شافعیؒ کے اختلاف سے بھی بچ جائے گا کیونکہ اُن کے نزدیک مطلق حج کی نیت کرنے سے حج فرض ادا نہیں ہوتا۔ اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مطلق حج کی نیت کرنے سے فرض حج ادا ہو جاتا ہے اور نفل حج کی نیت کرنے سے بالاتفاق فرض حج ادا نہیں ہوتا۔ اس میں ہی پرہیز ہے اور مُطلق نیت یہ کہ فقط حج کی نیت کرے۔ حج فرض و نفل مقرر نہ کرے پس مالدار یا مسکین کو چاہیئے کہ فرض حج کی نیت کرے جس صورت میں پہلے فرض حج نہ کیا ہو (ناقل) صاحب غنیۃ الناسک نے لکھا ہے کہ ان مسائل سے لوگ غافل ہیں۔ فقط واللہ اعلم (ناقل)

مسئلہ۔ جس شخص پر باوجود شرائط وجوب حج کے حج فرض ہو گیا تو اُس کی گردن سے حج ساقط نہیں ہوتا۔ اگرچہ اپنا مال خود خرچ کر کے مسکین ہو گیا ہو ایسے ہی کسی اور صورت چوری وغیرہ ہونے کی وجہ سے مال ختم ہو گیا ہو اور اسی طرح حج کے فرض ہو جانے کے بعد کسی شخص کی حج کرنے کی استطاعت نہ

رہی ہو، جیسے کسی پر حج تو شرطوں کے پائے جانے سے واجب ہو چکا تھا مثلاً اُس وقت میں آنکھوں والا تھا، اس کے بعد اندھا ہو گیا یا یہ کہ اُس وقت وہ تندرست تھا اور بعد میں بیمار ہو گیا تو اُن پر سے حج نہیں اُترتا۔ جب تک کہ خود آپ جاکر حج نہ کرے یا بصورت ہمیشہ رہنے والی بیماری کے نائب بھیج کر ادا کرائے (حیات)

مسئلہ۔ مسکین نے مسکینی کی حالت میں جاکر حج کر لیا اُس کے بعد غنی مال دار ہو گیا تو یہ پہلا کیا ہوا حج اُس کی طرف سے فرض میں شمار ہو گیا اور یہی حکم ان سب شخصوں کے لیے ہے جن پر حج واجب نہیں ہوا اور اُس عدم وجوب حج کے وقت میں جاکر حج کرلیں۔ مگر یہ چار **صغیر۔ غلام۔ مجنون۔ کافر**۔ اگر ان شخصوں نے حالت صغیری، غلامی، جنون اور کفر میں حج کیا اور اس کے بعد صغیر بالغ ہوا اور غلام آزاد ہوا، مجنون عاقل ہوا اور کافر مسلمان ہوا تو ان کے حق میں پہلا حج فرض سے شمار نہ ہوگا۔ بلکہ، صغیر، غلام اور مجنون کے حق میں نفل ہوگا بشرطیکہ شروع صحیح ہوئی ہو اور کافر کا نفل بھی نہ ہوگا۔ ایسا ہی بحر العمیق میں ہے (حیات القلوب)

مسئلہ۔ یہ جو کہا گیا تھا کہ فقیر نے فقر کی حالت میں حج کیا یا کسی اور نے جس پر حج فرض نہ تھا مگر حج کر لیا اور اس کے بعد فقیر غنی ہوا یا دوسرے پر پھر حج فرض ہوا تو پہلا حج ان کے فرض حج سے تب شمار ہوگا جبکہ انھوں نے پہلے حج کا احرام باندھنے کے وقت فرض حج یا مطلق حج کی نیّت کی ہو اور اگر نفل حج یا نذر وغیرہ کی نیت کی ہوگی تو وہ پہلے کیا ہوا حج اُن کے فرض حج سے شمار نہ ہوگا بلکہ دوسرا حج کرنا لازم ہوگا۔ یہی تصریح کی ہے مُلّا علی قاری وغیرہ نے۔ (حیات)

حج کے لیے ضروری اخراجات کا حکم

نفقہ حج حلال سے لے جاوے کہ حرام مال سے حج مقبول نہیں ہوتا بفتاوےٰ عالمگیری میں قاضی خان سے نقل کیا ہے کہ جو کوئی ارادہ حج کرے اور اس کے مال میں شبہ ہو تو وہ قرض لے کر حج کرے اور پھر اپنے اس مال سے قرض ادا کر دے۔ نیک ساتھی تلاش کرے تاکہ راہ میں مددگار رہے امورِ دین کا۔ اور رفیق اجنبی قریب سے بہتر ہے تاقطع رحم نہ ہو جائے اور اسباب کرایہ دار کو دکھا دے۔ زیادہ اس سے بدون اس کی اجازت کے نہ لادے اور زیادہ جانور پر زیادہ اس کی طاقت سے اسباب نہ رکھے اور اس کے گھاس دانہ سے غافل نہ رہے اور سفرِ حج کو نیتِ تجارت سے اور فخر اور ریا سے خالص کرے۔ اگر تجارت کر بھی لے تو بھی کچھ ڈر نہیں مگر ترکِ ادب ہے۔ (زبدہ ۵)

مسئلہ - اگر اصلی مقصود حج ہو اس طرح کہ تجارت کا سامان نہ ہو تو بھی ضرور حج پر جاتا ہے تو اس صورت میں اخلاص کے برخلاف نہیں ہے۔ اگر حج اور تجارت دونوں برابر ہوں تو بے شک اخلاص کے برخلاف اور مکروہ ہے اور اگر نیت سے بیوپار کرے کہ بیوپار کے نفع سے حج کا ضروری خرچ پورا ہو جائے گا اور اصلی مقصود حج ہے نہ تجارت تو پھر یہ تجارت بھی ثواب میں داخل ہے یہ مسئلہ تفسیر بیان القرآن میں: آیۃ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ پارہ سیقول میں ہے۔

---

۵ قولہ تعالیٰ: انما یتقبل اللہ من المتقین ولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یقبل الا طیبا (حیات القلوب ص ۳۵۱)

مسئلہ۔ حج کا خرچہ حلال مال سے لے جائے، حرام مال سے حج قبول نہیں ہوتا۔ اگرچہ فرضیت حج ساقط یعنی اتر جائے گی اور قیامت میں ترک حج کا عتاب نہ ہوگا۔ لیکن حج کے مقبول نہ ہونے سے آخرت کا ثواب نہ ہوگا۔ کیا یہ تھوڑی بات ہے۔ (حیات، بلکہ جہاں احادیث میں یہ آیا ہے کہ مقبول حج سے یہ گناہ صاف ہوتے ہیں اور یہ فضائل عطا ہوتے ہیں نامقبولیت سے ان سے محروم رہنا بہت بڑا خسارہ ہے (ناقل)

چھٹی شرط وقت ہے:

وقت سے مراد حج کے مہینے یعنی شوال اور ذیقعدہ اور دس روز ذوالحجہ کے ہیں یہ تو ان لوگوں کے لیے ہے جو مکہ مکرمہ سے اتنے قریب رہتے ہیں کہ وہاں کے لوگ اپنے وطن سے حج کے مہینوں میں نکل کر حج پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور جو لوگ اتنا دور رہتے ہیں کہ وہاں کے لوگ اپنے وطن سے حج کے مہینوں کے آنے سے پہلے جتنا وقت پہلے روانہ ہوکر مکہ مکرمہ میں حج پر پہنچ سکتے ہیں تو ان لوگوں کے لیے حج کے مہینوں سے پہلے کا وقت حج کے واجب ہونے کے لیے مقرر ہے بہ سبب دوری مسافت کے بس دونوں طائفوں کے لوگوں پر حج تب واجب ہوگا جب کہ اپنے وقت پر حج کے خرچہ اور سواری پر قادر ہوں اگر اپنے وقتوں سے پہلے یعنی طائفہ پہلا حج کے مہینہ سے پہلے اور طائفہ دوسرا اپنے شہر کے لوگوں کے نکلنے کے وقت سے پہلے موجودہ مال کو خرچ کر ڈالے، جیسے کسی چیز کے خریدنے یا شادی وغیرہ کرنے میں تو ان لوگوں پر حج واجب نہ ہوگا اصلاً۔ لیکن اپنے اوپر سے حج کو ٹالنے کی نیت سے مال خرچ کر دیا تو کراہت میں اختلاف ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مباح ہے۔ اور جو اپنے وقتوں میں

میں مال مذکور کے مالک ہوئے ہوں۔ آب ان کو خرچ کرنا سوائے حج کے دُوسرے کاموں میں جائز ہی نہیں۔ اگر خرچ کریں گے تو حج ساقط نہ ہو گا۔ باتفاق علماء البتہ خرچ کرنے سے گناہ گار ہونے میں یہ اختلاف ہے کہ جن علماء کے نزدیک وجوب علی الفور ہے، گناہ گار ہو گا اور جو تراخی کے قائل ہیں، اُن کے نزدیک گناہ گار نہ ہو گا۔ بشرطیکہ اپنی عمر میں خود ادا کرے۔ شرح المنسک المتوسط ملّا علی قاریؒ نقلاً عن البدائع وغیرہ (حیات)

مسئلہ۔ اگر مذکورہ وقت سے پہلے کافر مسلمان ہُوا یا صغیر بالغ ہُوا یا مجنون ہوشیار ہُوا یا غلام آزاد ہُوا اور اسی حالت میں غنی مالدار ہیں اور حج کے ادا کرنے پر تیار ہیں۔ اُس کے بعد اب تک اُن پر وہ وقت مذکورہ وجوب حج کا نہیں پہنچا کہ اُن پر وقت وفات اگر قریب ہُوا تو اب اُن پر حج کرانے کی وصیّت کرنی واجب نہ ہو گی۔ اس لیے کہ اُنھوں نے وجوب حج کا وقت نہیں پایا اور کوئی بھی عبادت وقت کے داخل ہونے سے پہلے واجب نہیں ہوتی۔ کیونکہ وقت شرطِ وجوب ہے۔ مشہور مرجح پر اگر وصیّت کی ترجیح ہو جائے گی (حیات) اور بعضوں کے نزدیک یہ وقت مذکور شرط وجوب ادائے حج ہے۔ اس قول کی بناء پر وصیّت کرنی لازم ہو گی لیکن یہ قول ضعیف ہے جیسا کہ مُلّا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہے (حیات)

ساتویں شرط بدن کا امراض وغیرہ سے سلامت ہونا

یہ شرط بھی حج کے وجوب کی ہے۔ صحیح قول پر صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ ہو المذہب اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ شرط وجوبِ ادا کی ہے (صحۃ قاضی خاں)

واختارہ ابن الہمام) اکثر علماء اس پر ہیں) پس پہلے قول پر اندھا اور جو ایک جگہ بیٹھا ہُوا ہو اور جس پر فالج پڑا ہو اور جس کے دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ یا دونوں پاؤں یا ایک پاؤں کٹے ہوں اور مریض پر مدّتِ مرض میں اور شیخ فانی جو سواری وغیرہ پر سوار نہ ہو سکتا ہو۔ سوائے بڑی تکلیف کے ان سب پر حج لازم نہ ہو گا نہ اُن کے نفس پر نہ نیابت سے اور حج کرانے کے لیے وصیت کرنا بھی لازم نہ ہو گی اگر چہ وہ خرچ و مال کے مالک ہوں اور دُوسرے قول میں حج خود کرانا اُس کے مال میں سے لازم ہو گا یعنی اپنی حیات میں نائب بھیج کر حج کرانا اس شرط سے کہ جب یہ معلوم ہو کہ یہ مرض ایسا دائمی ہے کہ موت تک رہے گا یا وفات کے نزدیک حج کرانے کی وصیت کرنی لازم ہو گی۔ یہ اختلاف بھی اُس شخص کے حق میں ہے جو زاد و راحلہ یعنی سفر خرچ اور کرایہ سواری پر عدم سلامتی بدن اور مرض کی حالت میں قادر ہُوا ہو اور اگر کوئی شخص سلامتی بدن و صحت میں اس خرچہ سواری کے کرایہ وغیرہ پر قادر ہُوا تھا۔ اس کے بعد یہ عذر لاحق ہوئے ہوں تو اس صورت میں بالاتفاق علماء اس پر حج واجب ہو گا کہ حج نیابت سے کرائے یا قریب وفات کے وصیت کر جائے (حیات)

مسئلہ۔ جس سال میں مالدار ہو اور حج کے وجوب کے شرائط پائے گئے لیکن اس سال میں باوجود حج کو جانے کے ارادہ رکھنے ہوئے اپنے وطن سے نکل کر روانہ ہُوا اور وقوفِ عرفات سے پہلے فوت ہو گیا تو حج کے پورے کرانے کی وصیت کرنی اُس پر لازم نہ ہو گی کیونکہ اس کو وقت ہی نہیں ملا۔

دُوسری قسم حج کے واجب ادا ہونے کے شرائط

وجوب ادائے حج کے شرائط اُن کو کہتے ہیں کہ حج کا واجب ہونا تو اُس پر موقوف نہ ہو۔ لیکن نفسِ حج کا ادا کرنا ان پر موقوف ہو۔ پس اگر کسی شخص پر اس قسم کے شرائط باوجود پہلی قسم کے پائے جائیں گے تو اُس کے اپنے نفس پر حج کا ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اگر اس قسم کی کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی باوجود اس کے کہ پہلی قسم کی اگر سب شرطیں پائی جائیں تو اُس کے اپنے نفس پر حج کا ادا کرنا واجب نہ ہوگا بلکہ اس پر ان باتوں میں سے ایک لازم ہوگی وہ یا تو اپنے لیے نائب بھیج کر حج کرائے (یہی افضل ہے) یا مرنے کے قریب اپنے مال سے حج کرانے کی وصیت کر دے اور یہ واجب ادا ہونے کے پانچ شرائط ہیں۔ (حیات)

پہلی شرط راستہ کا امن ہے: یعنی اپنی جان و مال کا چوروں اور لٹیروں اور مارنے والوں اور دشمنوں کے ظلم اور دریا میں غرق ہونے وغیرہ سے امن ہونا اور امن کے لیے امر غالب معتبر ہے۔ اگرچہ راستہ خشکی کا ہو یا دریا کا۔ پس اگر ان میں امن غالب ہو تو حج کرنا اپنے نفس پر لازم ہے۔ اگر قتل و ہلاکت کا خوف غالب ہو تو حج پر جانا واجب نہ ہوگا۔ بموجب صحیح قول کے اسی پر فتوےٰ ہے اور غنیہ میں کہا ہے وعلیہ الاعتماد۔ اور مُلّا علی قاری نے کہا ہے کہ اس کی مُراد یہ ہے کہ اُس کے اپنے نفس پر حج ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ اپنی طرف سے نائب بھیج کر حج کرائے۔ وہ بھی اس شرط سے کہ راستہ

کا خوف اُس کے مرنے کے قریب وقت تک رہے۔ یا وصیت حج کرانے
کی مرنے کے قریب وقت کر دے چونکہ راستہ کا امن وجوبِ ادا کی شرط
ہے۔ اصح قول میں نہ شرط وجوب کی انتہیٰ اور شیخ سندھی نے منسک کبیر میں کہا
ہے کہ تصحیح کی ہے قاضی خاں نے شرح جامع صغیر میں اور صاحب کافی نے
کافی میں اور سغنا بالفاد نے شرح ہدایہ میں کہ راستہ کا امن وجوب ادا کی
شرط میں سے ہے انتہیٰ رحمۃ ابن الہمام فی فتحہ لیکن صاحب بدایع نے کہا ہے کہ
صحیح یہ ہے کہ شرط وجوب کی ہے نہ شرط وجوب ادا انتہیٰ (حیات)

فائدہ

اس مسئلہ میں مشکل اس وقت پیش آئے گی جبکہ وہ شخص اس راستہ کا امن
حاصل ہونے سے پہلے فوت ہو جائے اور اگر راستہ کا امن حاصل ہونے
کے بعد اور باوجود وجوب حج کے شرائط پائے جانے کے فوت ہوا تو اس پر
وفات کے قریب وصیت کرنا بالاتفاق لازم ہو گی۔ یہ فتح اور کبیر میں ہے (حیات)

مسئلہ۔ راستہ کی سلامتی اور ہلاکت کے برابر ہونے کی صورت تو
فقہاء نے ذکر نہیں کی۔ اور منسک کبیر میں کہا ہے کہ ظاہر کلام اصحاب سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ مساوات کی صورت میں حج واجب نہ ہو گا انتہیٰ (حیات)

مسئلہ۔ اگر مکہ مکرمہ کے راستہ میں سمندر کا طوفان ہے اور خشکی
کا راستہ امن والا ہے تو حج واجب قطعاً ہو جائے گا اور اگر خشکی کا راستہ
امن والا نہیں ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ سمندر میں جہاز یا کشتی مل سکتے ہیں
تو اگر راستہ میں غالب سلامتی ہے تو حج واجب ہو جائے گا اور اگر غالب
ہلاکت ہے تو حج واجب نہ ہو گا۔ (کذا فی المنسک) یعنی اُس کے نفس پر

واجب نہ ہوگا۔ اگرچہ اُس کے اوپر واجب ہے کہ اپنی طرف سے نیابتاً حج کرائے یا وصیت کر دے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہ ہوگا نہ اُس کے نفس پر اور نہ اُس کے مال پر بناءً علی ما تقدم من القولین قریباً (حیات القلوب)

دوسری شرط قیدی نہ ہونا اور حاکم وقت کی طرف سے منع اور خوف نہ ہونا

یعنی جو لوگ حج کو جانا چاہیں تو ان کو حاکم وقت روکتا نہ ہو۔ یہ شرط وجوب ادا کی ہے۔ صحیح قول میں جو کہ ابن الہمام نے اختیار کیا ہے اور کفایہ نے کہا ہے کہ حاکم وقت سے خوف کرنے والا بمنزلہ مریض کے ہے بالواسطہ وجود مانع کے (حیات)

فائدہ

اور نقل کیا گیا ہے شمس الاسلامؒ سے کہ حاکم وقت اور ہر وہ اُمراء صاحبِ شان جو کہ بادشاہوں سے وابستہ ہونے کی وجہ سے محبوس ہیں۔ اس واسطے کہ اگر بادشاہ اپنی مملکت سے باہر نکل جائے گا تو ملک اُس کا خراب ہو جائے گا اور لوگوں میں فتنہ پیدا ہو گا اور غالب ہے کہ کوئی اُس کو قتل کر ڈالے اور یہ بھی غالب ہے کہ کوئی اور بادشاہ اپنے ملک سے راستہ نہ دے اس لیے فتنۂ عظیم کا سبب ہو کر دین و دُنیا میں عام مسلمانوں تک پھیل جائے۔ پس اگر یہ ذی شان لوگ اتنا مال رکھتے ہوں کہ جن لوگوں کے حقوق اُن کے ذمے ہوں۔ اُن سے زیادہ ہو تو اُن کے

مال پر حج لازم ہوگا نہ اُن کے نفس پر اھ (حیات) بشرطیکہ یہ احتمالات خوف یقینی و دائمی ہوں۔ فافہم (ناقل)

واجب ادا ہونے کی تیسری شرط عورت حرہ کے حق میں محرم امین یا زوج کا ہونا ہے۔ یہ شرط اس وقت ہے کہ عورت کے وطن اور مکہ مکرمہ کے درمیان شرعی سفر کی مسافت ہو۔ پس اگر شرعی سفر سے مسافت کم ہے تو اُس عورت کو بغیر موجودگی محرم یا اپنے شوہر کے بھی حج کے لیے جانا فرض ہے۔ کیونکہ عورت کو بغیر محرم اور شوہر کے قدرِ سفر سے کم مسافت میں سفر کرنا جائز ہے۔ ہاں اگر کسی فساد وغیرہ کا اندیشہ ہو تو پھر اس قدر سے کم میں بھی عورت کو سفر کرنا بغیر زوج یا محرم کے مکروہ ہے اور مُلّا علی قاری نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کے فساد کی وجہ سے اس قول پر فتوے دیا جاوے (حیات)۔

مسئلہ۔ حج کے سفر میں عورت کے ساتھ وہ محرم آدمی ہونا ضروری ہے جس سے اس عورت کو تا زندگی نکاح کرنا حرام ہو اور یہ حُرمت قرابت کے سبب سے ہو یا دُودھ پینے سے ہو۔ یا حُرمت مصاہرت نکاح یا نعوذ باللہ زنا کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو صحیح قول یہی ہے (کرخی اور صاحب ہدایہ نے باب الکراہتہ میں اسی طرح لکھا ہے) البتہ علّامہ قوام الدین شارح ہدایہ نے لکھا ہے کہ جو محرم زنا کے سبب سے ہو اس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس میں پرہیز ہے اسی لیے بعض علماء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے جیسے قدوری وغیرہ۔ پس محرم فاسق بے شرم اور صغیر لڑکے اور مجنون کیساتھ یا چند عورتیں اگرچہ نیک صالحہ ہی ہوں، آپس میں جمع ہوں، اُن سب کی رفاقت میں سفر کرنے کی ممانعت ہے۔ (حیات القلوب)۔

مسئلہ۔ محرم اور زوج پر عورت کے ساتھ حج پر جانے کے لیے جبر نہ کیا جائے گا۔ صحیح قول یہ ہے اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ زوج پر جبر کیا جائے گا نہ محرم پر (حیات القلوب)

مسئلہ۔ اگر عورت کا محرم نہ ہو تو اس پر نکاح کر کے شوہر کو ساتھ لیجانا واجب نہیں۔ اسی طرح بدایع اور قاضی خان وغیرہ میں ہے اور ایک روایت میں امام ابو حنیفہؒ سے آیا ہے کہ فرض حج کے لیے نکاح کرنا واجب ہوگا (حیات)، پس جو عورتیں بیوہ سوائے محرم کے حج کو جانا چاہیں تو مناسب ہے کہ کسی نیک صالح مرد سے نکاح کر کے ساتھ لے جائیں تاکہ اس اختلاف سے بچ کر حج مبرور سے مشرف ہو کر اجر دارین حاصل کریں۔ اس سفر میں بہت سی عورتیں نوجوان، بیاہوں وغیرہ کو بے گانوں سے میل رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ نہایت ہی خراب شرکت ہے۔

مسئلہ۔ محرم کے راستہ کا خرچ عورت پر اس وقت لازم ہے جبکہ وہ عورت کے ساتھ بغیر خرچہ لیے حج کو نہ چلے یہی صحیح ہے۔ ایسا ہی سراج وہاج میں ہے (حیات)

مسئلہ۔ خنثیٰ مشکل کے لیے بھی محرم کا ساتھ ہونا شرط ہے۔ اس حکم میں وہ عورت کے ساتھ برابر ہے (خنثیٰ مشکل وہ ہے جس میں مردانی اور زنانی دونوں

ـه (ولا یجب علیها) ای علی المرأة اذا لم یکن لها محرم ان تتزوج بمن یحج بها کذا فی البدائع و قاضی خان وغیرهما وعن ابی شجاع عن ابی حنیفة ان من لا محرم لها یجب علیها ان تتزوج بمن یحج معها ان موسر (وهل یجب علیها نفقة المحرم او الزوج) للباب ص۳۵

علامتیں ہوں (حیات)

مسئلہ۔ جب محرم موجود ہو تو عورت کو حج واجب کے لیے نکلنا ضروری ہے، اگرچہ شوہر اجازت نہ دے اور نفل حج کے واسطے بغیر اجازت شوہر کے نہ نکلے (ہندیہ)

مسئلہ۔ اگر عورت پر حج فرض نہیں اور محرم ساتھ ہے یا حج فرض ہے اور محرم ساتھ نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں شوہر اُس کو روک سکتا ہے۔ (عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ)

مسئلہ۔ جو لڑکی کہ حدِ شہوت کو پہنچ گئی ہے، وہ بمنزلہ بالغہ کے ہے، کیونکہ اُس کے ساتھ جماع کا قصد متصور ہو گا (عین الہدایہ)

واجب ادا ہونے کی چوتھی شرط: عورت کے حق میں عدت میں نہ ہونا ہے خواہ وہ عدت طلاق رجعی سے ہو یا بائن یا وفات یا فسخ سے (حیات)

مسئلہ۔ اگر عورت عدت میں تھی اور مالدار بھی تھی جبکہ اُس کے وطن کے لوگ جس وقت میں اپنے وطن سے نکل کر حج کو پہنچ سکتے ہیں تو اس عورت کے نفس پر حج کے لیے جانا واجب نہ ہو گا۔ مگر مرنے کے قریب ہو گئی تو اُس وقت مال سے حج کرانے کی وصیت کرنی واجب ہو گی۔ یہی اظہر ہے (حیات) اور باوجود عدت کے اگر جا کر حج کر لیا تو جائز ہو جائے گا لیکن گناہ گار ہو گی۔ [1]

---

[1] فان حجت وھی فی العدۃ جازت بالاتفاق وکانت عاصیۃ والعدۃ اقوی فی منع الخروج من عدم المحرم حتی منعت ما دون السفر فان لزمتھا فی السفر (غنیۃ اللباب وکبیر)۔

مسئلہ۔ عورت حج کو نکلی اس کے بعد عدت واقع ہوئی اور عورت مسافرہ ہے۔ پس اگر طلاق رجعی کی عدت ہے تو عورت اپنے شوہر سے جُدا نہ ہو اور شوہر کو افضل ہے کہ رجعت کرلے اور اگر طلاق بائن کی عدت ہے تو اجنبی کے حکم میں ہے (ہندیہ)

مسئلہ۔ اگر عدت راستہ میں کسی شہر کے اندر واقع ہوئی ہو اور وہاں سے مکہ مکرمہ تک تین دن کی مسافت ہے تو جب تک عدت پُوری نہ ہو جائے۔ تب تک اُس شہر سے نہ نکلے (ہندیہ) بشرطیکہ احرام نہ باندھا ہو، اگر احرام باندھ چکی تھی بصورت عدت طلاق محصرہ ہے۔ اگرچہ مکہ مکرمہ قریب ہو اور عدت موت میں اگر مکہ معظمہ تین منزل سے راستہ پر ہے اور محرم بھی ساتھ نہیں ہے تو بھی محصرہ ہے اور اگر مکہ معظمہ تین منزل سے کم پر ہے تو محصرہ نہیں ہے اگرچہ محرم ساتھ نہ ہو (دونوں عدتوں میں یہی فرق معلوم ہوتا ہے) واللہ اعلم

ـــہ ومنہ موت المحرم للمرأة فی الطریق او زوجها اذا کان بینها و بین مکة مسیرة سفر و بلدها اقل منها او اکثر لکن یمکنها المقام فی موضعها او قریب منہ والا فلا احصار فیما یظهر زد المحتار (غنیہ) ص۱۶۷ ایضاً (الثانی عشرۃ العدة) ای عدة الطلاق اذا اسبق حکم موت الزوج فلو اهلت بحجة الاسلام او غیرها فطلقها زوجها فوجب علیها العدة صارت محصرة وان کان لها محرم (وذالک لانها ممنوعة من الخروج عن بیتها ویجب علیها ان یکون فی محل طلاقها بیتها فیما وقع فی بعض النسخ من زیادة قید اذا کانت علی مسیرة سفر من مکة لیس فی موقعة فانها وان کانت بمکة وطلقها زوجها بعد احرامها لیس لها ان تخرج الی عرفة الا انها تتحلل بافعال العمرة حتی مات ان تتحلل بها بعد تحقق فوت الوقوف بها اللباب و شرحہ (ص۲۷۵ او غنیة)

اگرچہ مکہ معظمہ ہی میں ہو تو عرفات پر نہ جائے بلکہ عمرہ کے افعال بجالاکر احرام سے حلال ہو اور چاہے تو بعد فوت ہونے وقت وقوف عرفہ کے حلال ہو جائے۔ اس مسئلہ میں بہت ہی مشکل پیش آئے گی۔ جب کہ عورت کا زوج اُس کو طلاق دے دے اور مکہ مکرمہ میں ہی ہو تو عرفات پر نہ جائے۔ اس صورت میں دوسرے سال تک وہاں رہنا اور اگر گھر کو واپس آئے تو پھر واپس جاکر حج کرنا اور وہاں رہنے کی صورت میں سال بھر کا نفقہ موجود ہونا اور واپسی کے وقت رفاقت کا ہونا وغیرہ بہت سی مشکلات پیش آئیں گی تو یہ بھی اسی طرح معذور سمجھی جاوے جیسے بواری وغیرہ میں۔ جہاں اقامت مُشکل ہو تو مکہ مکرمہ کو چلے جانے کا جواز ہے۔ تو اب اس حالت میں عرفات پر حج کرنے کو جائے تو عذر ہو سکتا ہے۔ ورنہ اُس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر افعال عمرہ بجا لاکر حلال ہو گی تو پھر حج کے لیے قضا کرنی لازم ہو جائے گی۔ پھر اُس کے لیے وہاں رہنا یا واپس آنا نہایت دُشوار ہو گا۔ واللہ اعلم۔

کسی کتاب معتبر میں اس کے متعلق جواز کی گنجائش نظر سے گذری تھی۔ لیکن اب بہت تلاش کرنے سے نہیں ملی۔ غالباً کبیر میں ہی کہیں عبارت تھی۔ (ناقل)

محصرہ کے مسائل احصار کے بیان میں آئیں گے۔

تیسری قسم حج کی صحت ادا کی شرائط

اس کی چھ شرطیں ہیں :-

پہلی شرط: صحت ادائے حج میں سے اسلام ہے۔ پس کافر نے حج کیا تو وہ حج نہ فرض سے صحیح ہُوا نہ نفل سے ۔

دُوسری شرط : احرام ہے۔ پس بغیر احرام کے کوئی فعل حج کا صحیح نہ ہو گا ۔

تیسری شرط وقت ہے: پس طواف قدوم اور سعی کی اداء کے لیے وقت حج کے مہینے ہیں اور وقوف عرفات کے لیے وقت شروع ہوتا ہے۔ عرفہ کے روز یعنی نویں ذوالحج کے زوال آفتاب سے لیکر دسویں ذوالحج کی فجر کے ظاہر ہونے تک یعنی عید کی ساری رات وقت میں داخل ہے اور طواف زیارت۔ اور طواف وداع کے لیے دسویں ذی الحجہ کے دن ہونے سے ساری عمر تک وقت ہے۔ مگر طوافِ وداع کو طوافِ زیارت کے بعد کرے اگر اس سے پہلے طواف وداع کرے گا تب بھی وہ طواف زیارت سے شمار ہو گا اور طواف وداع دوسرا کرنا پڑے گا۔ پس جاننا چاہیئے کہ حج کے مہینوں سے پہلے طواف قدوم اور حج کی سعی کرنا جائز نہیں اور وقوف عرفات نویں ذوالحج کے زوال ہونے سے پہلے اور دسویں تاریخ عید کی فجر ظاہر ہونے کے بعد جائز نہیں مگر چاند میں اشتباہ ہونے کی ضرورت کی وجہ سے جائز ہے اور طواف زیارت اور طواف وداع ایام نحر کے شروع ہونے سے پہلے یعنی دسویں تاریخ کے صبح صادق ہونے سے پہلے جائز نہیں (حیات)

چوتھی شرط مکان ہے یس طواف کے لیے مکان مسجد الحرام ہے اور سعی کے
لیے مکان صفا اور مروہ کا بیچ ہے اور عرفات پر
وقوف کے لیے اور ظہر و عصر کی نماز کو ایک وقت میں جمع کرنے کے لیے مکان
عرفات کی ساری حد ہے اور مزدلفہ کے وقوف اور مغرب و عشاء کی نماز جمع کرنے
کے لیے مکان ساری حد مزدلفہ ہے اور رمی جمار کے لیے مکان منیٰ میں جگہیں مقرر
ہیں اور ہدی کے جانوروں کے ذبح کرنے کے لیے ساری حد حرم ہے۔ پس بغیر
ان مقرر شدہ مکانوں کے یہ کام کرنے صحیح نہ ہوں گے (حیات القلوب)۔

پانچویں شرط جماع کا حلال نہ ہونا یعنی احرام باندھنے کے بعد اور
عرفات کے وقوف کرنے سے پہلے
تک اگر کسی آدمی نے احرام باندھنے کے بعد عرفات پر وقوف کرنے سے پہلے
جماع کر لیا تو اس سال میں اُس کا یہ حج صحیح نہ ہوگا۔ دوسرے سال میں اس حج کی قضا
کرے اور اس سال میں فقط اس حج کے جو افعال ہیں ضرور پورا کرکے احرام سے حلال
ہو جائے۔ اگرچہ یہ حج فاسد ہو چکا ہے (حیات القلوب)

چھٹی شرط یہ ہے کہ جس حج کا اس سال میں احرام باندھ رہا ہے اسی
سال میں ہی ادا کرے۔ پس اگر کسی نے اس
سال میں احرام تو باندھا لیکن اس سال میں وقوف عرفات اس سے ترک ہو گیا
تو اب اس کو یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے سال میں اس احرام سے حج کرے۔
بلکہ لازم ہے کہ اس سال میں عمرہ کے افعال بجا لا کر احرام سے حلال ہو جائے
پھر دوسرے سال میں نیا احرام باندھ کر اس فوت شدہ حج کی قضا کرے
(حیات القلوب)۔

چوتھی قسم فرض حج صحیح ہونے کی شرطیں

اس کی نو شرطیں ہیں ان میں سے دو پہلی تو صحت ادا کی شرطوں میں سے ہیں کہ اُن کے نہ پائے جانے سے حج صحیح نہ ہوگا نہ فرض نہ نفل۔ باقی جو سات ہیں وہ شرط صحت وقوع حج فرض کی ہیں فقط پس اگر یہ نہ پائی جائیں گی تو حج فرض ادا نہ ہوگا۔ بلکہ نفل ہو گا (حیات)

پہلی شرط اسلام ہے اگر کافر نے حج کیا تو وہ حج نہ فرض سے ہوگا نہ نفل سے اگرچہ حج کرنے کے بعد مسلمان ہو جائے۔

دُوسری شرط اسلام پر باقی رہنا ہے موت تک ارتداد یعنی موت تک کافر نہ ہو جاوے۔ پس اگر مسلمان نے حج کیا اور اس کے بعد مُرتد (کافر) ہُوا (العیاذ باللہ من ذالک اللہ بچاوے اس سے) تو وہ حج اُس کا باطل ہوگیا نہ فرض رہا نہ نفل۔ اگرچہ اُس کے بعد توبہ کر کے پھر اسلام لائے (حیات) پھر اسلام لانے کے بعد اگر غنی ہُوا تو دوسرا حج لازم ہو گا۔ جو حج باطل ہو گیا وہ کافی نہیں (شامی باب مرتد و لباب)۔

تیسری شرط عقل۔ چوتھی بلوغ۔ پانچویں حرّیت (یعنی غلام نہ ہونا)

پس مجنون اور صغیر اور غلام کا حج فرض سے حج ادا نہ ہو گا۔ اگرچہ اپنا حج ادا کرنے کے بعد مجنون عقل والا ہُوا یا صغیر بالغ ہُوا اور غلام آزاد ہُوا ہو۔ یہ حج نفلی بھی تب صحیح ہوگا جب مجنون نہ کرنے احرام کے شروع کرنے کے وقت نیت و تلبیہ عقل رکھتے ہوئے کہی ہو اور صغیر سمجھ دار ہو۔ اگر مجنون شروع کرتے وقت عقل

والا نہ ہوگا اور بے سمجھ ہوگا تو اُن کا حج نہ فرض سے صحیح ہوگا نہ نفل سے (اسی طرح ہی منسک المتوسط و شرح ملا علی قاری میں ہے، (حیات القلوب)

یہ حکم اس وقت ہے جبکہ انہوں نے اپنا حج خود ادا کیا ہو۔ اگر اُن کی طرف سے اُن کے ولی نے حج کی نیت کی ہو تو اُس کا حکم آگے آتا ہے۔

مسئلہ۔ اگر مجنون ایسا ہے کہ جس پر عقل کی حالت میں حج فرض نہیں ہوا تو وہ مثل بے تمیز بچہ کے ہے اور اگر اس پر عقل کی حالت میں حج فرض ہو چکا تھا اور عقل کی حالت میں فرض حج کی نیت سے احرام بھی باندھ لیا ہو۔ اس کے بعد اُس پر جنون طاری ہوگیا ہو اور وہ خود حاجیوں کے ساتھ حج کے افعال بھی بجالائے جیسے وقوف عرفات اور طواف زیارت وغیرہ کیے اور جن افعالوں میں نیت کرنا شرط ہے اس کے ساتھیوں نے اُس کی طرف سے نیابتاً نیت بھی کر لی تو اُس کا حج فرض سے جائز ہو جائے گا (ناقل)

ولو احرم بحجة الاسلام عاقل عرض له الجنون ففعل به ما على الحاج من الوقوف وطواف الزيارة ونحو ذلك اجزاه والا فلا كذا في منسك ابن امير حاج وفتح القدير والكبير عن المنتقى ولو احرم وهو صحيح ثم اصاب به عته فقضى به اصحابه المناسك ووقفوا به فلبث بذلك سنين ثم افاق اجزاه ذالك عن حجة الاسلام (غنيه ص۴۲) ايضاً ولو احرم صحيح ثم جن فقضى به اصحابه المناسك ونووا عنه في الطواف به ثم افاق ولو بعد سنين اجزاه عن الفرض ويجوز النيابة عنه في نية الطواف للضرورة وان لم تجز في نفس الطواف لامكانه محمولاً فان طافوا به ولكنهم لم ينووا عنه لزمه الطواف بعد الافاقة (غنية الناسك ص۴۲)

مسئلہ۔ اگر نابالغ لڑکے نے حج کا احرام باندھا اس کے بعد عرفات پر رہنے سے پہلے بالغ ہُوا اور وہی احرام باقی رکھا تو یہ حج اُس کا نفل ہوگا اور اگر عرفات پر زوال ہونے سے پہلے لبیک لوٹائی یا بالغ ہونے کے بعد از سرِ نو احرام باندھ کر عرفات پر جا کر وقوف کیا تو بالاتفاق حج فرض سے ادا ہو جائے گا (شرح ملا علی) اسی طرح عرفات پر رہنے سے پہلے مجنون کو عقل آگئی یا کافر مسلمان ہُوا تو از سرِ نو احرام باندھ کر حج کریں (ہندیہ) اگر کافر نے بعد زوال کے وقوف عرفات کا کر بھی لیا ہو اس کے بعد مسلمان ہُوا اور وقت وقوف عرفہ باقی ہو پھر از سرِ نو احرام باندھ کر وقوف کر لیا تو اس کا حج فرض سے صحیح ہو جائے گا اور پہلا احرام اور وقوف صحیح نہیں ہُوا نہ فرض سے نہ نفل سے کیونکہ کفر کی وجہ سے اہلیت صحت عبادت کی نہ تھی (غنیہ)

مسئلہ۔ یہ چوتھی شرط بالغ ہونے کی حج کرانے والے کے اپنے حق میں ہے یعنی یا تو نابالغ خود اپنی طرف سے جا کر حج کرے یا وہ نابالغ اپنی طرف سے کسی بالغ یا لڑکے سمجھ دار نابالغ کو نائب بنا کر حج کو بھیجے تو یہ حج کرنے والے کی طرف سے فرض حج میں شمار نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی بالغ شخص کی طرف سے سمجھ دار نابالغ لڑکے کو نائب بنا کر حج کرایا جاوے تو اس بالغ بھیجنے والے کا حج فرض حج سے ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ نائب کے لیے بالغ ہونا شرط صحت حج نہیں ہے البتہ سمجھ دار لڑکا ہونا شرط ہے۔ اس کی تحقیق حج بدل کے بیان میں آئے گی (نائل)

چھٹی شرط خود جا کر حج کرنا یہ حکم اس کے لیے ہے جو حج پر خود جانے کی قدرت رکھتا ہو۔ پس باوجود جانے کے

قدرت رکھتے ہوئے کسی دوسرے آدمی کو بھیج کر حج کرائے گا تو اُس کا یہ حج فرض سے ادا نہ ہو گا بلکہ اُس کی طرف سے نفل ہو گا۔ اگرچہ نائب نے اُس کی طرف سے فرض حج کی نیت کی ہو۔ اگر بھیجنے والا حج پر جانے سے خود عاجز ہے تو اس صورت میں اس کا فرض حج نیابت سے ادا ہو گا۔ لیکن اس کے لیے بہت سی شرطیں ہیں جو کتاب کے آخر میں دُوسرے کی طرف سے حج کرانے کے بیان میں آئے گی۔ (حیات)

ساتویں شرط کسی دوسرے کی طرف سے حج کی نیت نہ کرنا | بہ نسبت نائب کے

ہے، پس اگر نائب نے اپنے آمر بھیجنے والے کی طرف سے فرض کی نیت سے حج کیا ہو تو حج نائب کی طرف فرض حج سے جائز نہ ہو گا۔ البتہ جس شخص کی طرف سے نیابتاً حج کیا ہے وہ اگر ساری عمر کی بیماری میں معذور رہا اور فرض حج کے لیے اس کو حکم بھی کیا تو اس صورت میں اس کی طرف سے فرض حج ادا ہو جائے گا اور اگر اس نے نہ حکم کیا تھا اور نہ ساری عمر کی بیماری میں معذور تھا تو اُس کی طرف سے فرض حج سے جائز نہ ہو گا۔ باقی نائب کی طرف سے ہر حال میں فرض حج سے ادا نہ ہو گا کیونکہ اس نے حج کی نیت دوسرے کی طرف سے کی تھی (حیات) (در اللباب[ہ]) اس مسئلہ کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہو گا کہ جب نائب اپنے بھیجنے والے آمر کے حکم کے خلاف کام

ہ اى قوله بالنسبة الى المامور يعنى اذا حج المامور عن الآمر ونوى الحج عن الآمر لا يقع عن فرض المامور وعليه حجة الاسلام بشروطه ان لم يحج اولا سواء قلنا يقع الحج عن الآمر كما هو ظاهر المذهب او عن المامور نفلا كما روى عن محمد على ما يأتى الخ ارشاد السارى ص۲۴ حاشيه على شرح على القارى۔

کرتا ہے تو اس وقت وہ حج نائب کا ہو جاتا ہے اور خرچ بھیجنے والے کو واپس کر دیتا ہے تو اس وقت یہ حج نائب کے حق میں نفل واقع ہو گا اس کے فرض حج سے واقع نہ ہو گا۔ خوب یاد رکھو۔ (ناقل)

آٹھویں شرط حج کے احرام باندھنے کے وقت میں نفل حج کی نیت نہ کرنا ہے پس اگر کسی نے حج کے احرام باندھنے کے وقت میں نفل حج کی نیت کی تو یہ حج نفل ہو جائے گا۔ اس سے فرض حج ادا نہ ہو گا۔ اگرچہ کرنے والا مسکین ہو یا غنی۔ البتہ یہ شرط نہیں ہے کہ فرض کی نیت صریح کرنے کے سوا فرض حج ادا نہ ہو گا۔ بلکہ مطلق حج کی نیت کرنے سے بھی ہم حنفیوں کے نزدیک فرض حج صحیح ہو جاتا ہے لیکن فرض حج کی نیت کرنا بہتر ہے۔ (حیات)

نویں شرط اس حج کو فاسد نہ کرنا ہے۔ پس اگر کسی نے عرفات پر رہنے سے پہلے جماع کر لیا۔ اس کے بعد باقی تمام افعال حج کے پورے کیے جیسے صحیح حج میں کیے جاتے ہیں تو اس صورت میں اس حج سے فرض حج ادا نہ ہو گا۔ جیسا کہ علامہ حنیف الدینؒ اور ملا علی قاریؒ کے کلام سے مناسک متوسط کی شرح میں ہے۔ ان سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ حج نفل سے واقع ہو گا۔ پس اس صورت میں فساد سے مراد وصف فرضیت کا فساد ہے نہ مطلقاً فساد۔ (کما لا یخفیٰ) پس لازم ہو گا کہ اس حج کو تمام کر دیا جائے۔ یعنی اس کی تکمیل کے لیے آئندہ سال میں اس فاسد حج کی قضا کرے۔ اگرچہ نفل حج کو فاسد کیا ہو۔ (حیات) زیادہ تحقیق فساد حج کے بیان میں آئے گی۔

سفرِ حج پر جانے والے کے لیے ضروری آداب

جاننا چاہیئے کہ جب ارادہ حج کا کرے تو مستحب ہے کہ اوّل استخارہ کرے، اس بات کا کہ کون سی راہ اور کن دنوں میں چلے (بحری جہاز میں جائے یا ہوائی جہاز میں) فلاں کی رفاقت میں جائے یا فلاں کی اور سوائے اس کے اس قسم کے اُمور میں استخارہ کرلے ورنہ حج کرنے میں ضرورت استخارہ کی نہیں ہے۔ چنانچہ مشہور ہے:

ع در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

یعنی اچھے کاموں میں استخارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ایسے ہی ترک ناجائز کام میں استخارہ نہ کرے۔ بلکہ اسی دم (ناجائز کام) چھوڑ دے اور توبہ کرے (زُبدۃُ المناسک)

طریقۂ استخارہ

یہ ہے کہ اوّل دو رکعت نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد للہ کے قُل یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری میں قُل ھُوَ اللہ پڑھنا اولیٰ ہے۔ بعد سلام کے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے۔ درود شریف پڑھ کر دعائے ماثورہ پڑھے وُہ دُعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَقَدِّرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ

وَاَمْرِفِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَحَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

پھر بعد استخارہ کے سب گناہوں سے توبہ کرے اور جو کچھ کسی کا حق کسی طرح کا اُس پر ہو اس کو اَدا کرے اور دشمنوں اور معاملہ داروں سے معافی کرائے اور جو عبادت فوت ہوگئی ہو قضا کرے اور اگر کوئی حق والا مَر گیا ہو تو اُس کے وارثوں کو دے دے اگر وارث معلوم نہ ہوں تو خیرات کرے تاکہ بَری رہے۔ حق بدنی ہو تو معاف کرائے جو وہ مَر گیا ہو تو اُس کے واسطے استغفار کرے (زبدہ)

آداب۔ اور راہ میں امورِ لایعنی، بے ہودہ اور ناجائز سے بچتا رہے اور بُردباری سے رہے اور غصہ سے بہت بچے اور تحمل بھی زیادہ کرتا رہے اور ذکر اللہ بہت کرتا رہے اور جتنا ہو سکے توشہ میں شرکت نہ کرے اور خریدِ اسبابِ سفر میں بدمعاملگی اور فریب نہ کرے (زبدہ) حج کے سامان اور خرچ اخراجات میں تنگی اور کنجوسی نہ کرے جو روپیہ حج میں خرچ ہوتا ہے اُس کا ثواب سو گنا یا اُس سے بھی زیادہ ملتا ہے (ناقل)

گھر سے سفر میں روانہ ہونے کے آداب

شروع سفر اوّل وقت روزِ جمعرات یا پیر کے دن کو

شروع مہینے میں بہتر ہے اور قریبوں اور احبابوں سے رخصت طلب کرے اور حقوق اور قصور معاف کرائے اور اُن سے دُعائے خیر چاہے اور رُخصت ہونے کے وقت یہ پڑھے: اَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا یُضِیْعُ وَدَائِعَہٗ اور جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کرے دو رکعت نفل پڑھے جب قریب دروازے کے آئے اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ پڑھے۔ جب گھر سے نکلے نہایت خوش و خرم ہو کر نکلے، غمگین اور پژمردہ ہو کر نہ نکلے اور

گھر سے نکلنے سے پہلے اور بعد میں کچھ صدقہ کرے اور آیۃ الکرسی پڑھے اور کہے:
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ
اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ
اَعُوْذُبِکَ مِنَ الضَّیْعَۃِ فِی السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ اَللّٰھُمَّ اقْبِضْ لَنَا الْاَرْضَ
وَھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ اور جب سوار ہو تو رکاب میں پاؤں دے کر بسم اللہ کہے جب
سوار ہو چکے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا
اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پڑھ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تین بار اللہ اکبر تین بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
ایک بار پڑھ کر کہے سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّا اَنْتَ اگر پہاڑ ٹیلے وغیرہ پر اونچے چڑھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ جب اونچے سے نیچے
اترے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے جنگل پر گذر ہو تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے
اور کشتی جہاز میں سوار ہو تو بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ
وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ
وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ پڑھے کہ اس کا پڑھنا
امان ہے غرق سے۔ اگر جانور بدخوئی کرے تو اس کے کان میں پڑھے اَفَغَیْرَ دِیْنِ
اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ
یُرْجَعُوْنَ اور جب کوئی شہر نظر پڑے کہ اس میں جانا ہو تو کہے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ
السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ
الشَّیٰطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا
نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا
فِیْھَا اور جب اس میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا

بِهَا تین بار اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا اور جب منزل پر ٹھہرے أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ کہے تو کوچ کرنے تک کوئی چیز ضرر نہ دے گی۔ انشاء اللہ جب شام ہو اور رات آجائے تو یوں کہے:- يَا أَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللهُ أَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا خَلَقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ وَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ أَسَدٍ وَّأَسْوَدَ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ اور صبح کو کہے سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَأَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللهِ مِنَ النَّارِ اور جس جگہ خوف یا وحشت ہو تو (سورۃ) لِإِيْلَافِ قُرَيْشٍ کا پڑھنا امان ہے ہر بلا سے۔

وَاللهُ أَعْلَمُ وَأَتَمُّ (زبدہ)

ضروری اور مفید مسائل

مسئلہ۔ اگر والدین میں سے کوئی ناراض ہو تو حج کو جانا مکروہ ہے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ باپ بیٹے کی خدمت کا محتاج ہو اور اگر وہ اس کی خدمت کا محتاج نہیں تو حج کے جانے میں مضائقہ نہیں اور اگر ماں باپ نہ ہوں تو دادوں اور دادیوں کا بھی یہی حکم ہے۔ (تعلیقات قاضی خاں عالمگیری) **مسئلہ۔** جس شخص پر قرض ہو اُس کو حج اور

ہذا فی الحج فرض اما نفل فطاعۃ الوالدین اولیٰ مطلقاً احتیاجا الی خدمتہ اولا کما صرح بہ فی الملتقۃ البحر وطوایح وکذا مدیون لا مال لہ یقضی بہ فانہ یکرہ لہ ان یخرج الی الحج والغزو الا باذن الغریم فان کان بالدین کفیل لا یخرج الا باذنہما وان تغیر ... فباذن الطالب وحدہ فتح۔ وفی الکبیر ہذا فی الدین الحال اما فی المؤجل فلہ ان یسافر قبل حلول الاجل وان بقی عنہ شئ قلیل ولیس للغریم منعہ ولا اخذ الکفیل فی قولہم جمیعا کما فی فتاویٰ قاضیخان ولکن مستحب ان لا یخرج حتی یوکل من یقضیہ عند حلولہ (زیدہ منسکہ) ... کبیر ...

ع کو جا سکتا ہے. اگرچہ اس کے پاس اس قدر مال نہ ہو کہ اپنے قرض کو ادا کرے لیکن قرضخواہوں سے اجازت حاصل کر کے جانا جائز ہے (عالمگیری) یہ حکم اس قرض کا ہے کہ قرض معجل یعنی جلدی ہی دینا ہو اور اگر مؤجل یعنی دیر میں دینا ہے تو اس کے ادا کرنے کے وقت مقرر آنے سے پہلے قرض خواہ کو روکنے کا حق حاصل نہیں ہے (غنیہ)

مواقیت احرام حج اور عمرہ کا بیان

جاننا چاہیئے جو جگہ کہ اس سے آگے (حل کی حد میں) بڑھنا، مکہ معظمہ کے جانیوالے کو بغیر احرام باندھے حرام ہے اس کو میقات کہتے ہیں سو ہندوستان (خواہ پاکستان وغیرہ بمبئی کراچی بندرگاہوں سے بحری راستہ خواہ خشکی کا راستہ ایران وغیرہ سے) جانے والوں کو یلملم (پہاڑی سے خواہ) اس کی سیدھ سے دریا یا خشکی) میں احرام باندھنا ہوتا ہے وہ جگہ (دریا میں تو) جہاز والے بتلا دیتے ہیں. بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ کپتان جہازوں کے اکثر کافر ہوتے ہیں تو اُن کا قول معتبر نہیں ہے. یہ تو صحیح لیکن بات تو یہ ہے کہ جہاں سمندر میں کپتان میقات کی خبر دیتے ہیں وہ ایسی جگہ ہے کہ اس سے آگے گزر کر اندر حدِ حل میں جانا ہی نہیں پڑتا اور نہ کہیں عین میقات یا محاذ سے تجاوز پایا جاتا ہے. بلکہ سمندر میں آفاق ہی میں آگے کو جہاز چلا جاتا ہے. بالفرض اگر کپتان مسلمان ہی ہوتا تو اس کی اطلاع سے فقط یہ بات معلوم ہوتی کہ اب ہم ملکِ یمن اور یلملم کی پہاڑی کی سیدھ سے سمندر میں آفاق ہی میں آگے جا رہے ہیں. اس سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ کسی عین میقات یا میقات

کے محاذ سے گزر کر حدِ حل میں متجاوز ہو رہے ہیں۔ یہ تو اس وقت ہو کہ جب میقاتین کے درمیان سے گزر کر ان کو پیٹھ پیچھے چھوڑ کر آگے حدِ حل میں داخل ہو۔ کیونکہ مواقیت یا محاذ سے آگے حدِ حل ہی شروع ہوتی ہے جس میں بغیر احرام جانا ممنوع ہے خوب سمجھو اس کے متعلق حوالے آگے آئیں گے اور خشکی کے راستے سے آنے والوں کو یمن کے ملک میں خود اسی پہاڑی یا اس کی سیدھ وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوتی ہے) اور جو لوگ مدینہ منورہ سے آتے ہیں وہ ذوالحلیفہ (جس کو عوام بیر علی کہتے ہیں) سے احرام باندھنا ہوتا ہے (زبدہ) یہاں پہلے ایک درخت تھا اب ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کا نام مسجد شجرہ ہے۔ مدینہ طیبہ سے چار یا چھ میل کے فاصلہ پر ہے (ناقل)

مسئلہ ۔ اگر کوئی مکہ مکرمہ کا جانے والا میقات یا اس کی سیدھ کی جگہ سے بغیر احرام باندھے آگے حل کی حد میں) بڑھ جاوے حج کو جاتا ہو یا اور ضرورت کو تو گنہگار ہو گا (زبدہ)

مسئلہ ۔ اور میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے بشرطیکہ بہ سبب بہت دن گزر جانے کے محظورات احرام میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہو اور محظورات احرام آئندہ بیان کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

مسئلہ ۔ اور جو کوئی خود میقات یا میقات اور حرم کی حد کے بیچ میں رہتا ہے تو اس کو مکہ مکرمہ میں جانا بدون احرام کے جائز ہے۔ مگر جو عمرہ یا حج کو جائے تو بغیر احرام جانا اس کو بھی حرام ہے، میقات اس کا مابین میقات اور حدِ حرم کے ہے (زبدۃ) اور جو لوگ ذوالحلیفہ اور جحفہ کے درمیان میں رہتے ہیں جیسے اہلِ بدر اور صفرا اور اہلِ خیف وغیرہ۔ ان کے لیے قولِ معتمد میں میقات جحفہ

ہے۔ پس ان لوگوں کو بغیر احرام باندھے جحفہ سے گزرنا جائز نہیں (حیات) ملسک کبیر میں لکھا ہے کہ جو دو میقاتوں کے درمیان تو رہتے ہیں لیکن ذوالحلیفہ کے قدیم راستے جو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اس سے باہر ہوں۔ جیسے بدر، صفراء تو یہ اہل ذوالحلیفہ کے نہیں اور جو قدیم راستہ کے اہل ہیں۔ جیسے عرج اور ابوا۔ چونکہ یہ ذوالحلیفہ کے طریق کے ہیں تو اُن کا حکم میقات کے اندر رہنے والوں کا ہے۔ پس صفراء اور بدر والے آفاقی ہیں۔ اس لیے یہ تمتع اور قران کر سکتے ہیں۔ اور عرج اور ابواء والے چونکہ ذوالحلیفہ کے اندر حدِ حل میں داخل ہیں تو اُن کا میقات حل ہے (ملتقیٰ) اور عراق کے باشندوں کے لیے ذاتِ عرق ہے اور شام کے رہنے والے کے لیے جحفہ ہے۔ یہ جحفہ پہلے زمانے میں ایک قریہ تھا جو کہ رابغ سے بعض منزل مکہ معظمہ کی طرف ہے۔ اب وہ جگہ ویران ہے اس لیے معلوم نہیں کہ کہاں ہے؟ اب جس نے رابغ سے احرام باندھا تو گویا اس نے میقات سے پہلے باندھا اور میقات سے پہلے احرام باندھنا بہتر ہے (حیات) اور نجد کے رہنے والوں کے لیے (قرن ہے اس کو قرن المنازل اور قرن الثعالب بھی کہتے ہیں۔ پس نجد یمن، نجد الحجاز، نجد التہامہ اور نجد الطائف ان سب ملکوں کے لیے میقاتِ احرام قرن ہے اور ہندوستان اور پاکستان سندھ وغیرہ کے رہنے

سے فی الکبیر و اھل داخل ذوالحلیفۃ کاھل سائر المواقیت فی عدم جواز التمتع لھم و اھل خیف والصفرا و بدر لیسوا من اھل داخل ذوالحلیفۃ علی ما یفھم من ظاھر کلامھم لانفصالھم عن طریق ذی الحلیفۃ القدیمۃ التی کان یسلکھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخلاف اھل الابوا والعرج لکونھم جادۃ ذوالحلیفۃ القدیمۃ انتھی ملخصۃ

والوں اور یمن کے باشندوں اور جو کہ میقاتِ یلملم سے گزر کر مکّہ مکرّمہ کو جاتے ہیں۔
اُن کے لیے میقاتِ احرام یلملم ہے جو پہلے گزرا۔ اس وقت میں اسی کو سعدیہ کہتے
ہیں جو کہ ایک پہاڑی ہے۔ مکّہ معظّمہ سے تیس میل پر تہامہ کے پہاڑوں میں سے
ہے (حیات) **مسئلہ**۔ یہ پانچ میقات ہیں جو کہ مکّہ مکرّمہ یا حدِ حرم میں آنے
والوں کو ان میقاتوں سے بغیر احرام باندھے آنا جائز نہیں (حیات)

مسئلہ۔ ان میقاتوں پر جب کوئی مکّہ مکرّمہ یا حرم میں جانے کے ارادہ
سے آئے تو اس کو افضل ہے کہ میقات کی اس طرف سے احرام باندھے جو کہ آفاق
کی طرف والا ہے۔ تاکہ احرام کی حالت میں سارے میقات پر سے گزر ہو، اگر
میقات کی حد پر جو کہ مکّہ مکرّمہ کی طرف ہے احرام باندھا تو بھی جائز ہے لیکن آگے
حل کی حد میں بغیر احرام تجاوز نہ کرے، مگر ذوالحلیفہ میں مدینہ طیبّہ کی طرف سے
احرام باندھنا افضل نہیں ہے۔ بلکہ میقات میں جو مسجد شجرہ ہے اُس میں سے باندھنا
افضل ہے۔ باتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کہ آنحضرت نے وہاں ہی سے احرام
باندھا تھا جیسا کہ تصریح کی ہے ابن حجر مکّیؒ نے تحفہ میں (حیات) باقی رہی یہ بات
کہ اکثر حاجی لوگ جب مدینہ طیبہ سے مکّہ مکرّمہ کو جاتے ہیں تو بعض مسجد نبوی سے
احرام باندھ لیتے ہیں اور بعض ذوالحلیفہ سے جا کر احرام باندھتے ہیں۔ اس میں بعض
علماء کہتے ہیں کہ مسجد نبویؐ سے افضل ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز و
افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جواز میں تو کلام ہی نہیں البتہ افضلیت میں کلام ہے
اور تقدیم افضلیت بھی مشروط ہے۔ اس بات پر جو محظورات احرام سے اپنے کو
بچا سکے اور بہت عرصہ احرام میں رہنے کی مشقّت برداشت کر سکے ورنہ مکروہ ہے۔
اور مدینہ طیبّہ سے احرام باندھنا تو گویا میقات سے ہی باندھنا ہوا بسبب قرب کے

اتنا دُور نہیں ہے کہ تقدیم جو موجبِ تکلیف و ثواب ہو۔ بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی میقات سے آفاق کی طرف سے احرام باندھے اور چونکہ لکھتے ہیں کہ جس میقات میں ماثورہ مسجد ہو تو پھر اس مسجد ہی سے احرام باندھنا افضل ہے نہ کہ آفاق کی طرف سے۔ اس لیے اور مواقیت سے ذوالحلیفہ کو مستثنیٰ کر کے مسجدِ شجرہ ہی سے احرام باندھنا افضل کہا گیا کہ یہ وہ مصلّٰی ہے جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تھا اور جو میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل لکھتے ہیں تو وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بلکہ اپنے گھر سے ہی افضل ہے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے شام اور بیت المقدس سے احرام باندھا ہے۔ اس لیے مشقت کی برداشت کی قید مشروط کی گئی اور محظوراتِ احرام سے بچنے پر قادر ہونا لکھا ورنہ مکروہ کہہ دیا گیا۔[۱]

---

[۱] عبارات متعلق احرام باندھنے مواقیت یا مواقیت سے مقدم وغیرہ کے (۱) مستحب است گزاردن این دو رکعت در مسجدے ماثورہ، اگر موجود باشد آن در مکانِ احرام تا حاصل گردد مرادرا زیارتِ برکت مکان (۲) افضل در حقِ کسیکہ مرور نماید بریں مواقیت خمسہ آنست کہ احرام بندد از اوّل میقات تا واقع گردد مرور او بر جمیع اجزاء میقات مع احرام الا ذوالحلیفہ کہ افضل مواضع احرام در وے مسجد شجرہ است کہ واقع ست در ذوالحلیفہ بسبب آنکہ احرام بستہ بود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم از ہمون مسجد آن باقی ست تا امروز کما صرح بہ ابن الحجر المکی فی تحفہ (حیات القلوب)

(۳) قولہ التقدیم علی المیقات افضل حتی قال بعض السلف من اتمام الحج الاحرام من دویرة اهله لکنہ مقید بمن یکون مامونا من وقوع فی محظورات احرام شرح اللباب ص۵۷

مسئلہ۔ جو شخص مکہ مکرمہ کے ارادہ سے اپنے ملک کے میقات کے سوا
کسی اور طرف کے میقات سے اگر گزرے تو وہاں سے احرام باندھ لے اپنے
وطن کے میقات پر جانا ضروری نہیں (عالمگیری)

مسئلہ۔ ایک آدمی مکہ معظمہ کو جانے کے ارادہ سے ایک میقات سے بغیر
احرام کے گزرا پھر دوسرے میقات پر جاکر وہاں سے احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔
اگرچہ یہ میقات بہ نسبت پہلے میقات کے مکہ مکرمہ سے قریب ہو یا برابر ہو۔
یہی ظاہر الروایت ہے[1]۔ لیکن ضرورت کے سوا ایسا نہ کرے بلکہ اپنے ہی میقات
سے (یعنی جس راستہ سے آرہا ہو اس میں جو آئے اس سے احرام باندھنا افضل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲ ویجوز قبلہ بل افضل بشرطہ شرح، قولہ بشرطہ وھو الامن
من ارتکاب المحظورات لما روی ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ احرم
من الشام وابن عمر احرم من بیت المقدس ومنع بعضھم تقدیمہ
کما یدل علیہ قول البخاری فی صحیحہ باب میقات اھل المدینۃ
ولا یھلوا قبل ذی الحلیفۃ قال شارحہ القسطلانی لانہ لم ینقل عن احد
ممن حج مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ احرم قبلھا۔ والظاھر ان
المصنف کان یری المنع من الاحرام قبل المیقات کذا فی الحباب
وقولہ ان المصنف یعنی الامام البخاریؒ اھ (ارشاد الساری الی علی القاری) ص۴۶

---

[1] فمن جاوز میقاتہ ثم عاد الی میقات ھو اقرب الی مکۃ من میقاتہ
فلم یحرم منہ سقط عنہ ذم المجاوزۃ فی ظاھر الروایۃ وھو الصحیح (کبیر)

ہے۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ بے ضرورت اپنا میقات چھوڑنا خلاف سنّت
کی وجہ سے مکروہ ہے) مگر یہ کراہت اس وقت ہے کہ جبکہ مکّہ مکرمہ کو جاتے
وقت اپنا میقات بے ضرورت چھوڑ کر دُوسرے میقات کو جائے اگر کسی ضرورت
اور غرض سے اور طرف کو جانا پڑے جیسے سندھ سے، بعض لوگ یمن سے، بعض
نجدِ طائف سے اور بعضے کویت بصرہ بغداد سے جیسے کہ اب اس زمانہ میں آتے ہیں
تو گویا ان کا اپنا میقات وہی ہے جو اس کے آنے کے راستہ میں آجاتا ہے یعنی اس کو
خواہ مخواہ چھوڑنا نہ چاہیئے۔ خوب سمجھ لو۔

مسئلہ۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ جس شخص کے راستہ میں دو میقات
پڑتے ہوں۔ چنانچہ مدینہ طیبّہ کے راستے میں ذوالحلیفہ اور جحفہ پڑتے ہیں پس
اگر ذوالحلیفہ سے گزر کر جحفہ سے احرام باندھے تو جائز ہے اور اس پر دم وغیرہ
لازم نہ ہوگا۔ لیکن یہ فعل مکروہ ہے اس لیے کہ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے
ذوالحلیفہ سے احرام باندھا ہے۔ پس مخالفت حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مکروہ ہے۔
یہ مذہب ہمارا ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک دم
لازم آئے گا (حیات) اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ۔ اگر دریا کا یا خشکی کا ایسا راستہ ہو کہ دو میقاتوں کے بیچ
سے ہو (اور جانے والے کو ان کے مابین محاذ سے آگے حدِّ حل میں) سے گزرنا
پڑے تو اُن میں سے جس سے مقابل ہونے کے وقت چاہے احرام باندھے لیکن
جو میقات مکّہ معظّمہ سے دُور ہو اس کے مقابل سے احرام باندھنا افضل ہے اور اگر
راستہ اس طرح کا ہو کہ کسی میقات کا مقابلہ نہ ہوتا ہو تو جب مکّہ مکرمہ دو منزل دُور
رہے تو وہاں سے احرام باندھے (عالمگیریہ)۔

مسئلہ۔ اور خاص طرح ان پانچوں میقاتوں کی جگہ سے احرام باندھنا واجب نہیں۔ بلکہ جہاں سے جانے کا راستہ ہو میقات یا میقات کا محاذ ہی آجائے اور اس محاذ سے آگے حدِ حل میں داخل ہونے سے پہلے (میقات یا محاذ میقات سے ہی احرام باندھنا واجب ہے (حیات القلوب) ص۵۵

فائدہ

ہندوستان خواہ پاکستان کے لوگ بمبئی یا کراچی سے جب سمندر کے راستے سے جہاز میں سوار ہو کر حج کو آتے ہیں تو اُن کو حقیقت میں خاص کسی میقات خواہ ان کی محاذ سے گذرنا نہیں ہوتا اور جہاز کا سمندر میں حدِ آفاق ہی میں سے گذر ہوتا ہے جو کہ یلملم سے بہت دور باہر باہر آگے آفاق ہی میں جانا ہوتا ہے اور یلملم اندر یمن تہامہ کے جبلوں میں سے مکہ مکرمہ کے قریب واقع ہے۔ اس لیے جہاز (خواہ کشتی کا) اگرچہ سمندر کے ساحل ہی سے ہوتا ہو۔ یلملم سے آگے حدِ حل میں بڑھ جانا ممکن ہی نہیں۔ اور یہ جو حج کے رسالوں میں لکھتے ہیں کہ اس صورت میں میقات کے محاذ کا ہم کو علم نہیں ہو سکتا اور چونکہ کپتان اکثر کافر ہوتے ہیں اور اُن کا قول معتبر نہیں۔ یہ اور بات ہے کیونکہ کافر کا قول اُس وقت غیر معتبر ہوگا جبکہ حجاج عین میقات یا اُس کے محاذ سے آگے حل کی طرف بڑھنے لگے اور اُن کو میقات یا محاذ معلوم نہ ہو اس وقت میں وہاں کے جاننے والے مسلمان کا قول معتبر ہوگا۔ یہاں تو عین میقات سے گذر ہونا نہیں پڑتا نہ محاذ سے بلکہ یقینی طرح سمندر میں جہاز والوں کی داہنی طرف بہت دور یمن کے

سہ ولعیان هذه) المواقیت فقط لیست بشرط ولمن الیح الاحرام قبلها (مل الواجب عینها اوحذوها ای محاذاتها ومقابلتها۔ للباب وشرحہ ص۵٦ وشر

ملک سے بھی آگے مکہ مکرمہ کے قریب دو منزل فاصلہ پر یلملم کی پہاڑی واقع ہے۔ اس کی خبر اگر کپتان جہاز دیتا ہے تو اس کے اطلاع دینے کے سوا بھی اس جگہ سے حجاج پر احرام باندھنا لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہاں کا تجاوز میقات معتبر نہیں ہے اگرچہ وہاں سے میقات کا آمنا سامنا ہونا صحیح طریق سے یقینی معلوم ہو جاوے اس لیے کہ مابین جہاز اور میقات کے بہت سی مسافت ہے وہ سب آفاق یعنی حلِ کبیر ہی میں داخل ہے اور اس محاذ سے آگے آفاق ہیں بڑھنا اور تجاوز نہ کہا جائے گا اور ممنوع و حرام تجاوز وہ ہے کہ میقات یا محاذ میقات سے بڑھ کر آگے حلِ صغیر میں جو کہ میقات اور حرم کے بیچ میں کی زمین ہے اس میں بلا احرام داخل ہو۔ اگر میقات سے پہلے احرام باندھنا ہو تو مثلاً عدن سے ہی باندھ لے۔ اس کے جواز میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ یہاں تو یہ عرض کرنا ہے کہ یہ محاذ آفاق کا معتبر نہیں ہے کیونکہ آگے بھی آفاق میں ہی جا رہا ہے نہ کہ حل میں۔ اور یہاں ہند و سندھ کے لوگوں کے لیے جو یلملم میقات مشہور ہو گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ پہلے زمانہ میں کشتیوں سے سمندر کے ساحل سے آتے تھے اور ساحل کے بندروں مثلاً مسقط و مکلا وغیرہ پر ٹھہرتے ہوئے ملک یمن کے قریب آکر اترتے تھے اور اس سے آگے جب یلملم پر آتے تھے تو وہاں سے احرام باندھتے تھے۔ اس زمانے میں یا ابھی خشکی کے راستہ سے یمن کی طرف سے جو لوگ آتے ہیں تو ابھی اسی طرح یلملم سے احرام باندھ کر آگے حل میں داخل ہوتے ہیں۔ پس سمندر کے راستہ پر آنے والوں پر جدّہ سے احرام باندھنا واجب ہوگا کیونکہ جدّہ کسی دو میقاتوں کے بیچ سے آگے حدِ حل میں داخل نہیں ہے بلکہ باہر آفاق کے طرف ہٹا ہوا ہے اور حل کی حد کچھ آگے مکہ مکرمہ کی طرف بحرہ اور جدہ کے قریب شروع ہوتی ہے۔

مسئلہ۔ جدہ اگرچہ خود میقاتِ معینہ میں سے نہیں اور نہ کسی میقات یا اُس کے محاذ کے اندر واقع ہے۔ پس جو حاجی بحری راستہ سے اُس طرف سے آئیں جو کسی میقاتِ معینہ یا اُس کے محاذ کے اندر حل میں داخل نہ ہوتا ہُوا آیا ہو جیسے یہ جہاز آتا ہے تو یہ لوگ جدّہ ہی سے احرام باندھ لیں کہ یہ مکہ مکرمہ سے دو منزل دُور ہے جیسا روایات سے معلوم ہو گا۔ (ناقل)

جاننا چاہیئے کہ مکہ مکرمہ کے چوگرد حدِ حرم ہے۔ اس حد کے باہر حل شروع ہوتی ہے۔ مواقیت تک پس ایک میقات سے دُوسرے میقات کے محاذ میں جو لکیریں نقشہ میں دیکھو گے یہ آفاق اور حل کے بیچ میں حدِ فاصل ہے۔ باہر آفاق اور اندر حل ہے پس باہر آفاق سے آنے والوں کو میقات یا اُن کے محاذ کی لکیروں سے اندر بلا احرام آنا حرام ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ سمندر میں آنے والے حاجیوں کا جہاز جب جدہ میں آکر لنگر ڈالتا ہے تو کسی بھی جگہ سے یلملم خواہ کسی اور میقات یا اس کے محاذ سے آگے نہیں گذرتا اور نہ سمندر کی خلیج کہیں مابین میقاتین یا اُن کے محاذ میں واقع ہے بلکہ سب مواقیت مع محاذ کے خشکی میں واقع ہیں۔ پس جہاز آفاق ہی میں آکر حدِ حل سے گویا باہر اُتارتا ہے تو اب ان حاجیوں پر اسی محاذ سے احرام باندھنا واجب ہو گا کہ یلملم اور جحفہ کے مابین محاذ کی لکیر ہے جو نقشہ سے ذیل میں معلوم ہو گی اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص عین میقات سے بلا احرام گذرا اور پھر محاذِ میقاتین پر آکر احرام باندھا تو جائز نہیں، اگرچہ محققین نے میقات اور محاذ سے احرام کے باندھنے میں فرق نہیں لکھا۔ لیکن یہاں تو جہاز والے نہ تو عین میقات یلملم سے گذرتے ہیں، نہ محاذ سے اندر حل میں کہیں داخل

ہوتے ہیں، اس لیے یہ اعتراض تو پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں

(۱) اگر یمن کے ملک سے کوئی شخص خشکی کے راستے سوار ہوا یا پیادہ یا موٹر اور یا ہوائی جہاز میں یلملم سے اوپر آفاق کی حد میں سے قرن المنازل سے بھی آگے بڑھتا ہوا ذات عرق سے یا دونوں کے مابین محاذ سے اندر حل میں جانا چاہیئے اور وہاں کے میقات یا محاذ سے احرام باندھ کر حل میں داخل ہو تو اس کو یلملم یا قرن المنازل سے جدہ آفاق کے محاذ میں آگے آفاق ہی میں بڑھنے کو تجاوز میقات نہ کہا جاوے گا۔

(۲) ایسا ہی اگر مدینہ منورہ کا آدمی ذوالحلیفہ سے اوپر باہر براستہ بلد آفاق ہی میں سے اگر جحفہ و رابغ پہونچا تو اس کو تجاوز میقات تصور نہ کیا جائے گا۔ ایسا ہی یلملم سے اوپر آفاق میں یمن سے حدِ حل سے باہر جدہ اور وہاں سے بھی آگے رابغ جحفہ سے اندر حل میں داخل ہونا چاہیئے۔ تو جن مواقیت یا اُن کے محاذات سے آگے ان صورتوں میں گزرتا گیا کہ وہ آفاق ہی کی حد میں آگے کو بڑھتا چلا گیا اور مواقیت وغیرہ اُن کے ایک جانب رہے اور یہ گویا آفاق ہی میں جا رہا تھا۔ اور وہاں سے جب حل میں جانے کا ارادہ کیا اور اُن کی حدود میں داخل ہو گا اس پر احرام باندھنا لازم ہو گا اور جن سے آگے کو بڑھتا چلا گیا یہ تجاوز آفاقی کا معتبر نہیں تھا۔ کیونکہ محاذ مابین مواقیت کی لکیروں سے اندر حل صغیر میں کا تجاوز معتبر ہے نہ کہ آفاق میں آگے کا۔ خوب سمجھ لو۔

ایسا ہی حل میں جو مابین حرم اور مواقیت کی بیچ میں کی زمین ہے، اس کے باشندوں کا میقات حل ہے۔ اگر حد حرم میں اندر بلا احرام جائیں گے تو ناجائز ہو گا۔ پس مثلاً تنعیم یا جعرانہ یا حدیبیہ کے باہر سے اُن کی سیدھ سے حل کی حد

میں آگے حل ہی میں بڑھتا ہوا چلا گیا تو یہ بھی تجاوز میقات نہ کہا جائے گا مگر جب حل سے حرم کی حد میں بلا احرام جائے گا تو یہ تجاوز متحقق ہوگا خوب سمجھو۔ اور یہ جو حاشیہ میں کبیری کی عبارت میں لکھا گیا ہے کہ والمراد فی عدم المحاذات انما هو بعد ما فی علم الشخص لا فی نفس الامر لان المواقیت تعم جہات مکۃ کلہا الخ ۔ یہ تو صحیح ہے کہ مکہ مکرمہ کی سب طرفوں سے آنے والوں کو ضرور

ہ مما فی النهاية والكفاية وغيرهما حيث قالوا كما علم ان البيت كما كان معظمة مشرفا جعل له حصن وهو مكة وحمى وهو الحرم وللحرم حرم وهو المواقيت انتهى. والظاهر ان المسجد مشتمل على البيت وحاوله من كل جهة ومكة مشتملة بهما والحرم مشتمل بالثلاثة ممتد من كل جهة الى حل الصغير المحيط بالحرم ولا شك ان الحرم غير مختص بالعلامات الموضوعة فى الطريق بل هو السطح الممتد من كل جهة قربا وبعدا ـ ولا يتوهم احد ان الحرم المكافات المتصلة بالعلامات فقط وكل عاقل يفهم ان الاماكن بين العلامات من ارض الحرام مثلاً من العلامة عند تنعيم الى العلامة عند حد كلها حرم لا تقتل صيده ولا يقطع شجره ثم الحل الصغير يتبدى من اطراف من الحرم كل جهة ينتهى الى المواقيت كانها مخمسة الشكل والحل الصغير بين الحرم والحل الكبير الذى هو جميع الآفاق بعض اجزاء الحل الصغير ولهذا يجوز تاخير الاحرام الى قريب حد الحرم كما يجوز لاهل الحل الصغير وقال اصحابنا.

کسی عین میقات پر سے گزرنا پڑے گا یا اُن کے محاذ سے آگے حد حل میں جانا ہوگا لیکن یہ یقینی بات ہے کہ جو بحری راستہ سے جدّہ میں آئے تو اس کو سمندر میں کہیں میقات یا اس کے محاذ سے نہیں گزرنا پڑتا جیسا کہ نقشہ میں معلوم ہوگا اس لیے

من المواقيت الى اوّل حد الحرم مكان واحد الا ان المواقيت لها احكام خاصة فى حق الآفاقى بان لا يجوزها بلا احرام لتعظيم البيت واجلاله كما فى اشاهد فتحصل من ذلك ان حرم الحرم اى المواقيت مثل الحرم محيط بما فى جوفه مثل الخطوط الممتدة بين النقاط فكما ان النقاط مواقيت فكذالك الخطوط بينهما والا لجاز الدخول الى الحرم بلا احرام من بين الميقاتين ويؤيد كون الكل حرم الحرم ما فى البحر العميق و امداد الفتاح وغيرهما مما قالوا فى حكمه كون المواقيت متفاوتة قربا وبعدا من انه اهبط الله الحجر الاسود من الجنة ووضع مكانه اضاء اطراف الحرم فكل مكان وصل اليه ضوءه صار ميقاتا انتهى من رسالة حج مصنفه مولانا آخون جان مرغینانی فیہا جر حرمین رحمۃ اللہ علیہ

ايضا واجمعوا المسلمون على ان الاحرام يجب من هذه المواقيت على من مر عليها ويجب بتركه منها دم ان تجاوز على قصد دخول مكة والتقديم على هذا المواقيت جائز بالاجماع واعيان هذه المواقيت لا يشترط بل الواجب عينها او حذوها باتفاق الاربعة والافضل ان يحرم من اول الميقات وهو الطرف الابعد من مكة حتى لا يمر بشيء مما يسمى ميقاتا غير محرم ولو احرم من الطرف الاقرب

باقی صفحہ ۱۷۱ پر

سب کتابوں میں یہی لکھتے ہیں کہ جس کو کسی میقات یا محاذ سے گزرنا نہ پڑے اور اس کو خود باوجود میقات یا محاذ کے ہوتے ہوئے ان کا علم نہ ہو تو وہ دو منزل مکہ مکرمہ سے آگے دور جگہ سے احرام باندھ لے پھر دلیل میں جدہ کی مثال دیگئی ہے کہ جب بحری راستہ سے کوئی جدہ میں آئے تو چونکہ جدہ مکہ مکرمہ سے دو منزل دور ہے اور اس سے آگے محاذ معلوم نہیں ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے بھی یہی فرمایا ہے امداد الفتاویٰ کے خاتمہ حصہ کے ص ۱۵۱ پر حضرت مہاجر مدنی کی تحریر درج ہے۔

مناسک علی قاری میں عبارت موجود ہے: وان لم یعلم المحاذاۃ فعلی مرحلتین

تقریباً الی مکۃ جاز باتفاق الاربعۃ وھذہ المواقیت لاھلھا ولکل من مربھا من غیر اھلھا ومن سلك غیر میقات براو بحراجتھد واحرم اذا حاذی میقاتا ومن حذوا لا بعد من المیقاتین اولی فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین من مکۃ والمراد فی عدم المحاذات انما ھو عدمھا فی علم الشخص لا فی نفس الامر لان المواقیت تعم جھات مکۃ کلھا فلا بد من محاذات احدھما فافھم (کبیر) ومن ترك میقاتہ وسلك من طریق آخر فمیقاتہ میقات اھل تلك الطریق ولا شیئ علیہ وفی البحر العمیق کل من جاوز میقاتہ من غیر احرام الیٰ میقات آخر جاز لان المیقات الذی صار الیہ میقات لہ ایضًا۔ ان لا یدخل من قصد الدخول الحرم اومکۃ حمی الحرم الذی ھو الحل الصغیر الذی بین الحرم والمواقیت بلا احرام سواء مر جمیع المواقیت حتی لا یصیر تارکا للتعظیم۔ فیاثم فان احرم من واحد منھا علی کثیر منھا۔ حصل واجب التعظیم المقصود فلا یاثم وان لم یحرم من واحد منھا حتی دخل الحل اخل بالتعظیم فیصیر آثما۔ واللہ اعلم (رسالہ علامہ اخون جان)

اور یہ ظاہر ہے کہ اہل ہند کے لیے یلملم کی محاذات کسی معتبر طریقہ سے نہیں معلوم ہوتی
لہٰذا جدہ بھی ان کے لیے میقات ہے۔ ۱۷ ر شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ تصدیق شدہ
حضرت ممدوح قدس سرہ۔

اسی طرح مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی کے اس مضمون میں جو اُن کے
سفر حجاز میں درج ہے وہ یہ ہے کہ: کہا جاتا ہے کہ یہ پہاڑی مکہ معظمہ سے تیس ۳۰ میل
جنوب میں واقع ہے اس کا موجودہ نام سعدیہ ہے (لیکن عربستان کے نقشہ میں دیکھا
گیا تو سعدیہ یلیلم سے جدہ کی طرف محاذ پر ایک پہاڑی ہے عین یلیلم نہیں جیسے
نقشہ میں ہے) پھر اس سے آگے وہ محاذ بحرہ اور جدہ سے اُوپر جدہ کی طرف
مائل ہو کر جحفہ (رابغ تک چلا جاتا ہے) پرانی کتابوں میں اسی کو اہلِ ہند کی
میقات لکھا چلا آتا ہے لیکن حال کے بعض ممتاز فاضلوں نے جنکی نظر فقہ کے ساتھ جغرافیہ پر بھی ہے
صاف صاف لکھدیا ہے کہ ہندی حاجیوں کیلئے بجائے یلملم کے مفروضہ میقات کے جدہ بلکہ چند میل بعد سے
احرام باندھنا جائز ہے۔ (صدق بابت ماہ مئی جون جولائی ۱۹۴۷ء)

ــہ یعنی (بحرہ اور جدہ) جو جدہ سے آگے مکہ مکرمہ کی طرف ایک منزل کہلاتی ہے۔ اس سے پہلے
اور جدہ کے قریب ہے۔ اور یلملم سے لیکر جحفہ و رابغ تک جو مابین میقاتین کے محاذ کی لکیر گزرتی ہے جس سے مکہ مکرمہ
کی طرف یہاں سے حدِ حل شروع ہوتی ہے حدیبیہ تک جا کر ختم ہوتی ہے آگے حدِ حرم ہے۔ باقی اس بحری طرف
کے سوا اور اطراف سے خشکی کا ایسا کوئی راستہ نہیں ہے کہ کسی میقات وغیرہ کا محاذ نہ ہو۔ اگرچہ کنے والے کے
علم میں نہ ہو اور بحری راستہ سے بمبئی کراچی وغیرہ خواہ خلیج فارس سے آنے والوں کو تو کہیں سے بھی کسی
عین میقات پر گزرنا پڑتا ہے اور نہ دو میقاتوں کے محاذ سے گزر کر آگے حل کی حد میں تجاوز کرنا پڑتا
ہے جو ممنوع کہا جاوے۔ بلکہ جدہ میں پہنچ کر جب آگے چند میل کے بعد وہ محاذ واقع ہے جو اسکی کچھ
علامت مشہور ظاہر نہیں ہیں اس لیے اس سے پہلے جدہ ہی سے احرام باندھنا ہونا ہے (ناقل) اھ

ان لوگوں کے میقات کے بیان میں جو خود میقات یا میقات حرم کے درمیان حد حل میں رہتے ہیں

اور جو مکہ مکرمہ شہر یا حرم کی حد میں رہتے ہیں : ان کی میقات کا بیان؛

مسئلہ - جو لوگ میقات یا میقات اور حرم کے حد کے درمیان حل کی

ص۱۲ سے آگے) اسی طرح رسالہ حقیقتِ حج میں مولوی منظور علی صاحب بن ثاقب نے بھی لکھا ہے جس پر بہت سے علماء کرام اور خصوصاً حضرت مولانا مدنی، مولانا سیّد حسین احمد صاحبؒ کی تصدیق ہے۔ لکھتے ہیں: (میقات یلملم پر ایک بحث) یلملم سے احرام باندھنے کا ایک اصلاح طلب مسئلہ ہے جس پر اس وقت تک کچھ غور نہیں کیا گیا۔ یمن کی طرف سے براستہ خشکی آنے والوں کے لیے مقام یلملم میقات ہے۔ جس کو جبلِ سعدیہ کہتے ہیں جو کہ مکہ مکرمہ سے ۳۶ میل جانب جنوب مشرق میں واقع ہے اور کنارہ سمندر سے اسی قدر دُور ہے۔ یہ مقام یمن والوں کے لیے تو بہتر ہے مگر جو ہندوستان یا جاوا سے براہِ سمندر آویں یا دیگر راستوں سے آنے والوں کے واسطے ہر جانب سے مقرر شُدہ میقات یا اُن کے درمیان سے احرام باندھنا چاہیئے۔ یہ تمام میقات خشکی کے راستہ پر ہیں۔ اگر کوئی خشکی کے راستہ سے جاوے تو وہ میقات کی حدود کے پہنچنے پر احرام باندھ سکتا ہے۔ ہندوستان والوں کو جہاز پر سمندر میں ایسے مقام پر احرام باندھنا پڑتا ہے جہاں سے نہ تو یلملم کی پہاڑی نظر آتی ہے اور نہ وہاں سے

زمین میں رہتی ہیں وہ جب حج یا عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ کو جائیں تو اُن
کے جانے والے راستے وطرف سے جو بھی جگہ درمیانِ میقات اور حدِ حرم کے ہے.
ساری حدِ حل ان کے احرام باندھنے کا میقات ہے جہاں سے بھی احرام باندھیں.
لیکن اُن کو اپنے گھر کے دروازے سے احرام باندھنا افضل ہے۔ (حیات).
مسئلہ۔ اگر حدِ حرم کے متصل آکر حل کی زمین سے احرام باندھ لیا، پھر
حرم میں داخل ہوا تو بھی جائز ہے (ہندیہ) **مسئلہ**۔ جو شخص آفاقی مثلاً اپنے میقات سے

بقیہ حاشیہ صـ ٦٣ :- کوئی بندرگاہ ہی قریب ہے۔ سیدھ کے معنی یہ نہیں ہیں جیسے کہ اس
وقت تک کی سیدھ لی جاتی ہے حالانکہ جہاز وہاں سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر ہوتا ہے۔
حدِ میقات یلملم سے جدہ سے (اندر آگئے) رابغ اور رابغ سے ذوالحلیفہ تک چلی گئی۔ انتہیٰ اس
حدِ محاذ کے اندر حل اور اس سے باہر کی طرف آفاق کہلاتا ہے اور سمندر میں یلملم کی پہاڑی کا
نظر آنا یا کسی بندرگاہ کا قریب ہونا ضروری نہیں کیونکہ جس طرف سے جہاز جاتا ہے وہ سمندر رہے اور
وہ آفاق ہے بالفرض اگر آفاق میں جاتے ہوئے میقات یا کوئی بندر نظر بھی آتا ہو اسمیں کیا ہے جبتک کہ
میقات کی محاذ سے اندر حدِ حل میں جانا نہ ہو اس سے پہلے آفاق میں کا محاذ معتبر نہیں جیسے
اُوپر مفصل مع حوالجات کے عرض کر دیا گیا۔ چونکہ ان حاجیوں کا جہاز جس راستہ سے
آرہا ہے وہ حقیقی محاذ میقات سے پیشتر جدہ میں اُتارتا ہے اور وہاں سے احرام باندھا
گیا تو وہ بھی گویا اس جگہ میقات یا محاذ میقات سے پہلے ہی اس کو میقات
کے بعد تصور کرنا خلاف تدبیر ہے اور میقات سے پہلے احرام باندھنا فی نفسہ جائز
ہے بلکہ بعض حالت میں افضل ہے۔ کلام تو اس بات میں ہے جس میں یہ بحث ہو رہی
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (ناقل)

مسافت حدودِ حرم
یلملم کیطرف مکہ مکرمہ سے و ثمنیہ لبن تک ۷ میل
عرفات کی طرف بطن عرنہ تک ۷ ”
عراق کی طرف ثمنیہ المقطع تک ۷ ”
جعرانہ کی طرف شعب عبداللہ بن خالد تک ۹ ”
جدہ کی طرف حدیبیہ تک ۱۰ ”
مدینہ منورہ کی طرف تنعیم تک ۳ ”
یمن
آفاق
جنوب
یلملم
نقشہ مواقیت مخمسۃ الشکل ہے
ارضِ حل
جدہ
مکہ مکرم
مسافت حدودِ حل
تنعیم سے ذوالحلیفہ تک تقریباً ۱۹۵ میل
” جحفہ ورابغ تک ۱۱۲ ”
حدیبیہ سے بحرہ اور حدہ سے کچھ مائل بطرف جدہ ۳۶ ”
اور ثنیہ سے یلملم تک
عرفات سے قرن المنازل تک ۲۹ ”
اور شعب عبداللہ بن خالد سے ذاتِ عرق تک تقریباً

گزرنے کے وقت یہ نیت کرے کہ جدہ پہنچ کر پہلے سیدھا مدینہ منورہ حرم سے باہر باہر مدینہ چلا جاؤں گا۔ اس نیت کی وجہ سے اپنے میقات سے احرام نہیں باندھا۔ اب جب حل وغیرہ یا جدہ ہی میں پہنچا اور مدینہ طیبہ جانے کا راستہ بند ہوگیا یا رفیقوں کی رفاقت کے سبب یا از خود جی میں خیال آیا کہ چلو پہلے مکہ مکرمہ ہی کو حاضر ہو جائیں تو اب اس کو وہاں جدہ وغیرہ ہی سے احرام باندھنا چاہیئے۔ اور کچھ دینا بھی لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ اپنے میقات سے سوا احرام کے گزرنے کے وقت مکہ مکرمہ یا حرمِ محترم میں جانے کی نیت نہ تھی اور نیت کا اعتبار میقات سے معتبر ہے۔ ہاں اگر میقات سے مکہ مکرمہ کی نیت تھی تو اب لازم تھا کہ مکہ مکرمہ کو چلا جاتا اور نیت نہیں بدل سکتا۔ خوب یاد رکھو۔

تنبیہ

مسئلہ۔ جو لوگ عین میقات یا محاذِ مواقیت پر رہتے ہیں اکثر کتابوں میں مشہور یہی ہے کہ ان کا میقات حل ہے۔ لیکن بعض محققینؒ نے مواقیت کے لیے بھی آفاق کا حکم دیا ہے اور اس میں احتیاط ہے کہ خود مواقیت والے یا جو لوگ مواقیت پہ آنے سے پہلے ہی فقط اُن مواقیت تک کسی اور غرض سے آئیں

مہ وما ینبغی ان یعلم ان مذہب الطحاوی من اصحابنا ان من کان فی نفس المیقات فہو فی حکم اہل الآفاق ونقل عن بعض العلماء ان من کان بین المیقات والحرم فحکمہ حکم اہل الآفاق۔ ایضاً وقد قال سعید بن جبیر لاحج لتارک الاحرام من المیقات وظاہرہ انہ جعلہ کالرکن والمشہور عند الجمہور انہ واجب ینجبر بدم ویمکن حمل کلامہ علی مذہب العامۃ ان یقال التقدیر لاحج کاملا۔ (شرح لباب ص۵۰)

اور پھر یہاں سے مکّہ مکرّمہ کو حاضر ہونے کی نیت سے حرم میں جانے کا ارادہ کریں تو اگرچہ یہ میقاتیوں کے حکم میں ہیں کہ ان کو حل سے احرام باندھنا جائز ہے۔ لیکن اس روایت کی وجہ سے بہتر یہ ہے کہ میقات ہی سے احرام باندھ کر جاویں۔

اب کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ حج کے بعد جو حاجی لوگ مدینہ طیبہ سے وطن کو جانے کے ارادے سے جدّہ میں آتے ہیں اس نیت سے کہ براستہ بحری جہاز یا ہوائی جہاز وغیرہ کے وطن کو جائیں گے۔ پس بوجہ فی الحال جہاز وغیرہ نہ ملنے کے جدّہ میں بہت روز قیام کرنے کے یہ خیال کرتے ہیں کہ یہاں بے کار کیوں پڑے ہیں۔ چلو مکّہ مکرّمہ ہی حاضر ہو کر عمرہ طواف اور بیت اللہ شریف میں نمازیں ادا کریں۔ اس وقت یہ گمان کرتے ہیں کہ جدّہ تو ہمارا میقات نہیں ہے احرام کہاں سے باندھیں۔ پس چونکہ یہ مدینہ طیبہ سے حج وغیرہ کی نیت کے بغیر محض اپنے وطن کو جانے کی غرض سے جدّہ میں آئے ہوئے ہیں، یعنی جدّہ میں نہ تو مکّہ مکرّمہ کے حاضر ہونے کی نیت سے آئے ہیں اور نہ خود جدّہ میں خاص کسی کام کے ارادہ سے آئے ہیں۔ اب فقط رہ گذری کی طرح آگے وطن کو جانے کے ارادہ سے جدّہ آئے ہیں۔ اس لیے یہ لوگ میقات یا حل والوں کے حکم میں نہیں ہیں کہ ان کا میقات حل ہو۔ مگر چونکہ یہ لوگ آفاق سے آئے ہوئے ہیں اور جدّہ میں بطریق مرور پہنچے ہیں کیونکہ وطن کو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اب یہاں سے مکّہ مکرّمہ یا حدِ حرم میں جائیں گے تو بغیر احرام نہیں جا سکتے کہ آفاقی ہیں اور ذوالحلیفہ اور جحفہ رابغ سے بغیر احرام گذرنے کی وجہ سے ان پر دم وغیرہ بھی کچھ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ مکّہ مکرّمہ اور حرم میں جانے کی نیت نہ تھی

مثلاً کوئی کراچی سے جہاز میں سوار ہو کر جدّہ میں اسی نیت سے آیا کہ باہر سے سیدھا مدینہ طیبہ جاؤں گا۔ خاص جدہ میں آنے کی نیت ہی نہ تھی، محض رہ گذری کی وجہ سے آنا ہوا اور پھر یہاں سے مکّہ معظمہ کو جانے کا ارادہ کیا تو اُس کو یہاں ہی سے احرام باندھنا پڑے گا کہ یہاں کے رہنے والے کے حکم میں داخل نہیں ہے کہ آگے حل سے احرام باندھے۔ خوب سمجھ لو۔

حرم شریف کی حد میں رہنے والوں کا میقات

مسئلہ۔ جو لوگ مکّہ مکرمہ کے شہر یا شہر سے باہر مگر حدِ حرم میں رہتے ہیں جیسے منیٰ وغیرہ۔ وہ اگر حج کا احرام باندھیں تو اُن کا میقات حدِ حرم ہے۔ لیکن مسجد الحرام یعنی بیت اللہ شریف سے احرام باندھنا افضل ہے (ہندیہ) حیاتُ القلوب میں ہے کہ اکمل مواقع مسجد مذکور میں محل حطیم ہے خصوصاً میزاب کے نیچے۔

مسئلہ۔ اور مکّہ مکرمہ خواہ ساری حدِ حرم میں رہنے والوں کا میقات احرام عمرہ کے لیے ساری حدِ حل ہے تاکہ عمرہ میں ایک قسم کا سفر حاصل ہو جاوے جو کہ سبب ہے تکلیف اور اجر زیادہ ہونے کا اور افضل جگہ ساری حدِ حل ہے عمرہ کے لیے مکیوں کے واسطے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تنعیم ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جعرانہ ہے۔ اس لیے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفسِ نفیس عمرہ کا احرام جعرانہ سے باندھا تھا اور تنعیم سے احرام باندھنے کا حکم عائشہ صدیقہؓ کے لیے فرمایا تھا۔ پس امام شافعیؒ کے نزدیک دلیل فعلی قوی ہے بہ نسبت قولی کے اور ہم حنفیوں کے نزدیک قولی دلیل زیادہ قوی ہے فعلی سے اور اس

کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جعرانہ سے احرام باندھا تھا وہ ارادہ و قصد سے نہ تھا۔ بلکہ بہ سبب مرور رہ گزری گئے تھا۔ بوقت واپسی (فتح) طائف کے پس تنعیم پر جعرانہ کی فضیلت لازم نہ آئے گی راس کے سوا روایت کیگئی بطریق مرسل محمد بن سیرین سے کہا کہ توقیت کی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کے لیے تنعیم کو (رواہ ابو داؤد فی المراسیل) اس سے بھی تنعیم کی افضلیت ہوئی (حیات القلوب)۔

تنعیم حدِ حرم سے باہر ہے حدِ حل میں مدینہ طیبہ کے راستے پر مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں دو مسجدیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نام سے مشہور ہیں۔ پس اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ دونوں مسجدوں میں سے وہ کون سی مسجد ہے جس میں سے خود حضرت عائشہؓ نے احرام باندھا تھا۔ ابن جریج اور مثنیٰ بن صباح سے نقل ہے کہ جو مسجد حد حرم کے نزدیک ہے اور مکہ مکرمہ کے لوگوں میں بھی یہی مشہور ہے (جیسا کہ ذکر کیا فاکہی نے) (حیات)

اور جعرانہ یہ ایک جگہ ہے۔ طائف کے راستہ میں مکہ معظمہ سے اٹھارہ میل دُور ہے۔ پس وہاں ایک مسجد ہے جو مکان ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کا۔ اور ایک دُوسری مسجد بھی ہے جو بہ نسبت مسجد جعرانہ کے مکہ مکرمہ سے قریب ہے وہ ایک شخص قریشی نے بنائی تھی۔ بعض لوگ اس مسجد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کا گمان کرتے ہیں۔ سو یہ گمان صحیح نہیں ہے اور تنعیم اور جعرانہ دونوں حد حرم سے باہر حد حل میں ہیں۔ (حیات القلوب)

فضائل جعرانہ کے یہ ہیں: وہاں ایک کنواں ہے جس کا پانی نہایت

عُمدہ ولطیف ہے۔ اس کا پانی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود پیا ہے۔ غایۃ الناسک میں لکھا ہے کہ اس پانی کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے کھودا ہے۔ پس خود پیا اور لوگوں کو پلایا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اپنے عصا کو گاڑا تو اُبل کر پانی نکلا۔ جندی نے ذکر کیا ہے کہ جعرانہ سے تین سو انبیاء نے عمرہ کیا ہے۔ انتہیٰ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ اس ناقل کو بھی ۱۳۴۷ھ میں چھ بار جعرانہ سے رمضان المبارک میں احرام عمرہ کے باندھنے کا شرف ہمرکابی مولانا حضرت شیخ اجل مولوی شفیع الدین مہاجر مکی خلیفہ ارشد حضرت شیخ العرب والعجم شاہ مولانا ومرشدنا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے اور ہمت دلانے سے بہ سواری موٹر نصیب ہوا اور اسی رمضان میں تنعیم سے بیس بار عمرہ کے احرام باندھنے کا شرف عنایت ہوا۔ اور پھر ۱۳۵۰ھ میں مع اہلیہ و بچوں کے ایک دفعہ جعرانہ سے اور ایک دو بار تنعیم سے بھی حاضری احرام کے لیے موقع ملا۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ اور پس ماندگان کو ہمت اور رغبت دلانے کی غرض سے درج کر دیا۔ اللہ تعالےٰ سب مومنین حجاج کو وہاں کی نعمتیں عطا فرما کر مغفرت فرمائے آمین (ناقل)

مسئلہ۔ پس اگر کوئی شخص حرم کا رہنے والا حج کا احرام حل سے جاکر باندھے گا یا عمرہ کا احرام حرم میں سے باندھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ پس اگر حج یا عمرہ کا کوئی کام شروع نہیں کیا کہ اپنے میقات پر یعنی حج کے لیے حرم میں جاکر اور عمرہ کے لیے حل میں جاکر تلبیہ کہی۔ اُس کے بعد حج یا عمرہ کے افعال پورے کر لیے تو ترکِ میقات کی وجہ سے جو دم لازم ہوا تھا وہ اُتر جائیگا

اور اگر اپنے میقات پر جا کر تلبیہ نہ کہی تو دم لازم رہے گا۔ (حیات)

فائدہ

یہ تین میقات احرام باندھنے کے جو بیان ہوئے، ایک آفاقیوں کا،
دُوسرا خود میقات پر یا حل میں رہنے والوں کا، تیسرا حرم کی حد مع مکہ مکرمہ میں
رہنے والوں کا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اصلی ان مکانوں کے رہنے والے ہوں
بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی بھی شخص ان جگہوں پر کسی شرعی طریق سے آیا ہو
پھر وہاں سے اگر حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرے گا تو اَب اس کے لیے بھی وہی
حکم ہوگا جو وہاں رہنے والوں کا حکم ہے۔ مثلاً کوئی آفاقی یا میقاتی آدمی کسی شرعی
طریقہ سے مکہ معظمہ کے شہر یا حدِ حرم میں آیا تو اب اُس کے لیے میقاتِ احرام
وہی ہیں جو مکہ مکرمہ والوں کا ہے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ کا رہنے والا اگر کسی کام
وغیرہ کے ارادے سے میقات سے بھی باہر آفاق میں چلا گیا یا حل کی حد میں
آیا تو اَب اس کے احرام کا میقات بھی وہی ہوگا جو وہاں کے رہنے والوں
کا ہے نہ کہ مکہ مکرمہ والوں کا۔

اَب جاننا چاہیئے کہ یہ قید جو لگائی گئی کہ (کوئی بھی شخص ان جگہوں
پر کسی شرعی طریق سے آیا ہو) یہ اس لیے ہے کہ اگر بغیر طریقہ شرعی کے آیا ہوگا تو
اَب وہاں کے رہنے والوں کے حکم میں نہ ہوگا بلکہ اپنے میقات پر جا کر وہاں سے
احرام باندھنا واجب ہوگا جیسے باہر آفاق کا رہنے والا۔ پانچویں میقات میں سے
کسی ایک ہی میقات سے مکہ معظمہ یا حدِ حرم میں جانے کی نیّت سے بغیر احرام
باندھے گذر کر مکہ مکرمہ یا حدِ حرم میں داخل ہُوا۔ اگرچہ حج یا عمرہ کی نیّت نہ رکھتا ہو
یا میقات کا رہنے والا آدمی احرام کے لیے حل کو چھوڑ کر حرم میں داخل ہُوا یا مکہ مکرمہ کا

رہنے والا حج کے احرام باندھنے کے لیے حرم سے باہر نکل کر حل وغیرہ میں آیا تو
ان سب صورتوں میں ان لوگوں پر وہاں کے رہنے والوں کا حکم نہ ہوگا کیونکہ وہ
شرعی طریق سے ان جگہوں پر نہیں آئے ہیں۔ اس لیے ان پر لازم ہے کہ واپس لوٹ
کر اپنے اپنے میقاتوں سے جاکر احرام باندھیں (حیات)

مسئلہ۔ اگر اپنے میقاتوں پر نہ گئے اور وہاں ہی سے احرام باندھ
لیا اور پھر اپنے میقات پر جاکر تجدید احرام اور تلبیہ بھی نہ کہی تو دم لازم ہوگا
بوجہ ترک واجب کے (ناقل)

حج کرنے کے تین طریقے ہیں

فائدہ: جان لے کہ حج تین طرح کیا جاتا ہے۔ ایک تو فقط حج اس
کو افراد کہتے ہیں اور اس حج کرنے والے کو مفرد کہتے ہیں۔ دوسرا قِران، کہ حج
اور عمرہ دونوں کو اکٹھا ایک احرام باندھ کر ادا کرے اور اس حاجی کو قارن
بولتے ہیں۔ تیسرا تمتع کہ اول عمرہ کو حج کے مہینوں میں ادا کرے پھر اسی سفر میں
گھر گئے بغیر اسی سال احرام حج کا باندھ کر حج کرے اور اس حاجی کو متمتع کہتے ہیں
اور فرض ذمّہ سے ادا ہو جاتا ہے۔ خواہ تینوں میں سے کسی طرح کرے۔ مگر
حنفیوں کے یہاں قران افضل ہے تمتع سے اور تمتع افضل ہے افراد سے۔
(اور ہر کسی کا بیان نیچے جدا لکھا جائے گا) (زبدہ)

حدودِ حرم کا بیان

اب سمجھ لیجئے کہ مکّہ مکرمہ کے گرد چاروں طرف حد بندی ہے
کہ حضرت جبرائیل نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ
الصلوٰۃ والسلام کو وہ مواقع دکھائے تھے اور حضرت ابراہیمؑ نے ان مواقع پر نشان
لگائے تھے۔ پھر حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم نے ان علامات کو از سرِ نو بنوایا

اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور پھر حضرت عثمان غنیؓ اور پھر حضرت معاویہؓ نے ان علامات کی تجدید کی اور یہ حد جدہ کی طرف سے دس میل ہے (یعنی جدّہ کے راستے میں مکّہ معظّمہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام حدیبیہ[1] کے پاس تھوڑا مکہ ہی کی طرف دو ستون علاماتِ حد حرم کے لیے بنے ہوئے ہیں اور کسی طرف تین میل اور کسی طرف سات اور نو میل ہے۔ (زبدة)

مسئلہ۔ پس اس حد کے اندر کا شکار مارنا اور ہری گھاس لکڑی توڑنا حرام ہے (زبدة) **مسئلہ۔** اور اس حد کے اندر کی زمین کو حرم کہتے ہیں واللہ اعلم۔

فائدہ

اور حدِ حرم مدینہ طیبہ کے راستہ پر تنعیم کے پاس ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے تین میل کا راستہ ہے اور یمن کے راستہ میں مکّہ معظّمہ سے سات میل کے فاصلہ پر ثنیۃ وضیاء لبن کے پاس ہے اور جعرانہ کے راستہ پر حدِ حرم شعبِ آل عبداللہ بن خالد کے پاس ہے۔ وہ مکّہ مکرّمہ سے نو میل دُور ہے اور حدِ حرم طائف کے راستہ عرفات کے پاس بطنِ عرنہ کے پاس ہے اور مکّہ مکرّمہ سے سات میل دُور ہے اور عراق کے راستہ سے حرم کی حد ثنیۃ جبل کے پاس ہے جو مکّہ مکرّمہ سے سات میل دُور ہے۔ جیسا قاضی ابوالفضل النودی کے ابیات میں منظوم ہے۔

وللحرم التحدید من ارض طیبه	ثلثة امیال اذا رمت اتقا نه
وسبعة امیال عراق وطائف	وجدة عشر ثم تسع جعر انه
ومن یمن سبع بتقدیم سنیها	وقد کملت فاشکر لربك احسانه

---

[1] اب اس مقام کا نام تنعیمی ہے

حدِ حرم کا شکار یا زمین حرم کی گھاس لکڑی کا حکم

مسئلہ۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ گھاس یا درخت حرم کی حد کا کاٹنا منع ہے۔ وہ اپنے جانوروں کو اپنے ارادے سے کھلانا بھی منع ہے (حیات)۔

مسئلہ۔ حدِ حرم کی گھاس اور سبز ترکاریاں اور درخت وغیرہ سب چار قسم کے ہیں۔ ایک[۱] وہ ہیں جن کو آدمی نے خود بویا ہے اور اسی قسم کی جنس سے ہیں۔ جو ان چیزوں کے بونے کی لوگوں میں عادت بھی ہے۔ جیسے گیہوں، جوار، چنے، بیگن، پیاز، خربوزہ، تربوز، کھجوریں، آم، توت اور انار وغیرہ۔ دُوسرے[۲] وہ ہیں کہ ان کو لوگوں نے اپنے ہاتھ سے بویا ہے، لیکن وہ اس قسم کے ہیں کہ لوگوں میں اُن کے بونے کی عادت نہیں ہے۔ وہ خود پیدا ہوتے ہیں جیسے اراک، ببول کا درخت اور تھوہڑ وغیرہ۔ اور تیسرے[۳] وہ ہیں جو کہ لوگوں کے بونے کے بغیر از خود جمے ہوں لیکن اسی قسم کے ہوں کہ اُن کے بونے کی لوگوں میں عادت ہو جو کہ پہلی قسم میں لکھے گئے ہیں۔ پس ان تینوں قسموں کے درخت وغیرہ کا کاٹنا جائز ہے۔

چوتھے[۴] وہ ہیں کہ ایک تو از خود جمے ہوں کسی آدمی نے اُن کو نہ بویا ہو۔ دُوسرے یہ کہ ان قسموں کے درختوں اور ترکاریوں کی جنس میں سے نہ ہوں جن کو لوگوں میں بونے کی عادت ہے جیسے تھوہڑ، ببول، اراک اور جنگل کے درخت اور گھاس وغیرہ (حیات)

مسئلہ۔ پس حرم کی حد کے ان چوتھی قسم کے درختوں وغیرہ کا کاٹنا اور

نفع لینا جائز نہیں ہے۔ بلکہ جزا لازم ہو گی، اگرچہ کاٹنے والا احرام والا ہو یا بغیر احرام کے ہو اور درخت بھی سارا کاٹے یا آدھا کسی طرح جائز نہیں۔ اگرچہ کسی کی ملک میں ہو (حیات)

مسئلہ۔ ہاں اگر خشک ہو گیا ہو تو پھر خشک درختوں اور گھاس کا کاٹنا جائز ہے کیونکہ وہ اب سوکھی لکڑی کے حکم میں ہے البتہ سبزاذخر جو کہ ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے اور مکہ معظمہ کے لوگ مکانوں کی چھتوں پر اور قبر کی لحد میں اور بعض لوگ مسجدوں میں ڈالتے ہیں۔ اس کا کاٹنا جائز ہے۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں اس کے کاٹنے کی اجازت ثابت ہے اور کھیتی کا کاٹنا بھی جائز ہے۔ (حیات) مسئلہ۔ حرم کی حد میں دریائی شکار مچھلی وغیرہ کا کرنا بھی جائز ہے۔ اس کی تحقیق جنایات کے بیان میں آئے گی۔ جہاں احرام میں اور حدِ حرم میں شکار کرنے کا حکم آتا ہے۔ مسئلہ۔ پس حرم کے اراک (جال کھبڑ) وغیرہ کا مسواک کاٹنا جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ اراک چوتھی قسم کے درختوں میں سے ہو اور خشک بھی نہ ہو گیا ہو (حیات) مسئلہ۔ میوہ دار درختوں کا کاٹنا جائز ہے (غنیہ صـ۱۲۳) اور ردالمحتار میں صریح لکھا ہے کہ میوہ دار درخت اگرچہ چوتھی قسم کے درختوں میں سے ہوں۔ جن کے بونے کی لوگوں کی عادت نہیں تو اس کا کاٹنا جائز ہے۔ کیونکہ جس صورت میں وہ میوہ دار ہیں تو گویا ان میوہ داروں کے حکم میں داخل ہیں جن کے بونے کی لوگوں میں عادت ہے (ناقل) واللہ اعلم

پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو اراک کا درخت میوہ پیلون میٹھالاتا ہے اس کا کاٹنا جائز ہے اور جو اراک دوسری قسم کا ہوتا ہے اس کے پتے بھی اور طرح کے ہوتے ہیں اور پیلون نہیں لاتا اور مسواک اکثر اس کے ہی

استعمال کئے جاتے ہیں وہ بالاتفاق ناجائز ہے (ناقل)

مسئلہ۔ جس شخص نے حرم کی حد سے باہر کوئی کبیرہ گناہ کیا جس کی وجہ سے اس پر شرعی حد قتل وغیرہ لازم آتی ہے جیسے زنا کیا یا شراب پی یا چوری کی یا کسی کو قتل کیا یا اسلام سے پھر کر مرتد ہوا (نعوذ باللہ منہا) پس اس قسم کے لوگوں میں سے کوئی گناہ کرکے اپنے بچاؤ کے لیے عاجز ہوکر حدِ حرم میں داخل ہوا تو اب نہ اُس کو دُرّے لگائے جائیں گے نہ قصاص میں قتل کیا جائیگا نہ ہاتھ کاٹا جائیگا اور نہ قید کیا جائیگا۔ جب تک کہ حرم کی حد میں رہے گا۔ قولہٗ تعالےٰ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا لیکن ان سے نہ بیع وشراء کی جائے، نہ روٹی پانی دی جائے، نہ رہنے کا مکان دیا جائے تاکہ تنگ ہوکر حدِ حرم سے باہر نکلے۔ جب حدِ حرم سے باہر نکلے تب اُس پر شرعی حدود جاری کی جائیں گی (حیات)

مسئلہ۔ اسی طرح کافر حربی حدِ حرم میں عاجز ہوکر آیا ہو تو اس کو بھی قتل نہ کیا جاوے گا۔ لیکن یہ حکم بھی اُس وقت ہے جبکہ کوئی کافر حدِ حرم میں غلبہ کرنے یا جنگ کرنے کی نیت سے نہ آیا ہو۔ اگر اس نیت سے آیا ہو۔ اگرچہ مسلمان فاجر ہی ہو تو اس کو حدِ حرم میں ہی قتل کیا جائے گا یا جو بھی سزا دی جائے گی (حیات)

مسئلہ۔ یہ جو اُوپر کہا گیا کہ جو حدِ حرم سے باہر گناہ کرکے اپنے بچاؤ کے لیے حدِ حرم میں داخل ہوا ہو تو سزا نہ دی جائے گی۔ یہ خاص اُن کے لیے ہے اگر اہل حدِ حرم میں کوئی گناہ کریگا تو اُس کو شرعی سزا ہر حال میں حرم ہی میں دی جائے گی (حیات) اور میقات سے سوا احرام کے حرم میں آنے یا حرم کی حد میں شکار کرنے یا درخت کاٹنے کی جو سزائیں لازم ہوتی ہیں اُن کا پورا بیان جنایات کے مسائل میں مفصل آئے گا۔ انشاء اللہ (ناقل)۔

احرام کے باندھنے کی وہ قسمیں جو مشروع ہیں

مسئلہ۔ جو عبادتیں بغیر احرام کے صحیح نہیں ہوتی ہیں وہ دو ہیں۔ ایک حج دوسرا عمرہ۔ پس ان عبادتوں کے لیے بعض احرام شرع میں جائز ہیں اور بعضے ممنوع ہیں۔ ان میں مشروع احرام چار طرح پر ہیں۔ پہلا قران دوسرا تمتع۔ تیسرا افراد حج۔ چوتھا افراد عمرہ۔ پس ان چاروں میں سے افضل پہلا ہے اس کے بعد دوسرا۔ اس کے بعد تیسرا۔ اس کے بعد چوتھا۔ یہ چار قسم تو مشروع احرام کی ہیں لیکن اتنا فرق ہے کہ قسم قران اور تمتع تو خاص آفاقیوں یعنی میقاتوں سے بھی باہر رہنے والوں کے لیے جائز ہیں اور قسم افراد حج یا عمرہ یہ سب کے لیے جائز ہیں آفاقی ہوں یا مکی یا میقاتوں اور حرم کے بیچ حل میں رہتے ہوں۔ (حیات)

مسئلہ۔ اور جو قسم احرام ممنوع ہیں وہ چھ ہیں۔ پہلا یہ کہ ایک ہی احرام میں دو یا تین یا اس سے بھی زیادہ حجوں کو اکٹھے نیت کر کے جمع کیا جاوے دوسرا یہ کہ ایک ہی احرام میں دو تین یا زیادہ عمرے جمع کئے جاویں۔ تیسرا حج کے احرام کے اوپر عمرہ کا احرام داخل کیا جاوے۔ یہ سب قسم ممنوع ہیں آفاقی ہو یا مکی ہو۔ یہ تیسری قسم آفاقی کے حق میں مکروہ تنزیہی ہے اور مکی اور میقاتی کے حق میں مکروہ تحریمی ہے (شرح لباب) چوتھا عمرہ کے احرام کے اوپر حج کا احرام داخل کرنا یہ خاص مکہ معظمہ اور میقات پر یا حل میں رہنے والوں کے حق میں ممنوع ہے۔

ان چاروں مشروعہ احراموں کی تفسیر یہ ہے:

افراد حج :- وہ ہے کہ حج کو اس کے دنوں میں ادا کرے اور اس سال میں عمرہ نہ کرے یا یہ کرے کہ حج تو کرے لیکن جب حج کے ایام گزر جائیں تب عمرہ کرے یا یہ کہ حج کے مہینوں کے آنے سے پہلے عمرہ کرے اور افراد بعمرہ یہ ہے کہ عمرہ منفرد ادا کرے اس طرح پر کہ جب عمرہ کو اشہر حج میں ادا کرے تو پھر اس سال حج نہ کرے یا یہ کہ حج تو کرے لیکن عمرہ کو اشہر حج سے پہلے کرے یا بعد میں کرے اور تمتّع یہ ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد حج ادا کرے اس شرط سے کہ دونوں اشہر حج میں ادا کئے جاویں. اور ایک ہی سفر ہو۔ حقیقتاً یا حکماً اس کی تحقیق تمتع کے بیان میں آئے گی اور قران یہ ہے کہ دونوں حج اور عمرہ کو ایک ہی احرام میں اکٹھے نیت کر کے اشہر حج میں ادا کرے اور بیچ میں احرام سے حلال نہ ہو۔ اس کی کیفیت بھی آگے قران کے بیان میں آئے گی (حیات)۔

حج کے فرضوں، واجبوں، سنتوں اور مستحبوں کا بیان

جاننا چاہیئے کہ حج کے فرض سات ہیں جن میں سے ایک شرط ہے اور دو رکن ہیں باقی مطلق ہیں۔ پہلا احرام ہے یہ حج کے لیے شرط ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنا بھی جائز ہے (بکراہت تحریمی) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رکن ہے۔ ان کے یہاں اشہر حج سے پہلے باندھنا جائز نہیں (حیات)

مسئلہ۔ احرام فقط حج کی نیت دل میں کرنے اور تلبیہ کہنے سے بندھ

جاتا ہے یا دہ کام کرے جو کہ بجائے تلبیہ کے مقرر ہے جیسے اُونٹ یا گائے کے گلے میں پٹہ ڈالے اور اُس کو ہانکتا ہُوا حج کے ارادے پر لے چلے تو احرام صحیح ہو جاتا ہے اگرچہ لبیک نہ کہی ہو (حیات و ہندیہ)

دُوسرا عرفات پر رہنا، تیسرا طوافِ زیارت کرنا۔ یہ دونوں بالاتفاق حج کے رکن ہیں۔ لیکن حنفیوں کے نزدیک طواف کے چار شوط رکن ہیں۔ باقی تین شوط واجب ہیں۔

چوتھا تینوں فرضوں میں باہم ترتیب کی رعایت کرنا بھی فرض ہے یعنی پہلے احرام اس کے بعد وقوفِ عرفات، اس کے بعد طوافِ زیارت۔ **پانچواں** طواف کی نیت کرنا۔ اگرچہ مطلق نیت ہی ہو اور نیتِ طواف کی صحت کی شرطوں میں سے ہے۔ خواہ طواف حج کا ہو یا کوئی اور ہو۔

چھٹا دونوں رکنوں کو اُن کے وقت میں اُدا کرنا۔ پس وقوفِ عرفات کا وقت عرفہ کے روز نویں ذی الحجہ کے دن سُورج کے زوال کے وقت سے لے کر دسویں ذی الحجہ کی فجر عید تک ہے۔ یعنی دسویں کی صبح صادق ہونے سے پہلے تک اور طوافِ زیارت کا وقت دسویں ذی الحجہ بروز عید کے صبح ہونے سے ساری عمر کے گزرنے تک ہے۔

ساتواں ان دونوں رکنوں کو اپنی جگہ پر ادا کرنا۔ پس وقوف کے لیے ساری زمین عرفات کی ہے ان سے باہر وقوف صحیح نہیں ہے اور طواف کرنے کی جگہ مسجد الحرام میں گرد کعبۃ اللہ ہے۔ باقی احرام کے لیے کوئی جگہ یا زمانہ مقرر نہیں۔ البتہ مکان کا مقرر ہونا واجب ہے اور زمان یعنی وقت مقرر ہونا سُنت ہے جو آگے اپنے محل پر بیان ہوں گے۔ (حیات)۔

مسئلہ - اور یہ بات بھی اوپر کے فرضوں میں سے سمجھی گئی ہے کہ احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفات تک جماع کرنا ترک کیا جاوے۔ اس لیے کہ جماع مفسدِ حج ہے اور مفسد کا ترک کرنا فرض ہے (حیات)

مسئلہ - اور فرائض کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو حج صحیح نہ ہوگا اور دَم وغیرہ دینے سے بھی کچھ نہ ہوگا۔ دُوسرے یہ کہ جب تک سب فرائض ادا نہ کیے جائیں گے تب تک احرام سے بالکل باہر نہیں آ سکتا۔ جیسا کہ بعد حلق کے اور طوافِ زیارت سے پہلے عورت سے جماع حلال نہیں ہے اگرچہ احرام کے اور لوازم سے حلال ہو گیا ہے (حیات)

فائدہ

اور عمرہ کے لیے احرام شرط ہے، اور اکثر اشواط طوافِ عمرہ کے رکن ہیں اور رعایت کرنا درمیان احرام عمرہ اور طواف اس کے اور طواف کرنا مکان مسجد الحرام میں فرض ہے لیکن عمرہ کے طواف کے لیے وقت مقرر نہیں ساری عمر اس کا وقت ہے (حیات)

حج کے واجبات کا بیان - ایکؔ یہ کہ میقات سے احرام باندھنا اس کی تفصیل جنایات کے بیان میں جہاں بلا احرام کے میقات سے گزرنے کے مسائل ہیں اُن میں آئے گی۔ دُوسراؔ صفا اور مروہ کے درمیان میں سعی کرنا یہ سعی حج کی ہو یا عمرہ کی اور امام شافعیؒ کے نزدیک رکن ہے۔ تیسراؔ عرفات پر وقوف (سورج کے ڈوبنے تک) لیکن یہ حکم اُن کے لیے ہے جو کہ حج کے دن عرفات پر وقوف کریں اور جو کوئی دسویں عید کی رات میں آ کر عرفات پر وقوف کرے تو تھوڑے وقت کے رہنے سے بھی فرض کے ساتھ واجب ادا ہو جائیگا (حیات)
چوتھاؔ عید کی رات مزدلفہ میں رہنا اگرچہ ایک ساعت ہو اس کو بیتوتہ مزدلفہ کہتے ہیں مگر اکثر حصہ رات کا رہنا سنت ہے (حیات از لباب مع شرح)۔

پس جس نے مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں اگر مزدلفہ میں پڑھ لیں تو یہ بیتوتہ کا وجوب اس سے ادا ہو گیا۔ لیکن ساری رات مزدلفہ میں فجر ہونے تک رہنا ہمارے نزدیک سُنّتِ مؤکدہ [1] ہے (غنیۃ الناسک ص۸۱)

پانچواں [5] دسویں کی صُبح ہونے کے بعد کچھ وقت کے لیے مزدلفہ میں رہنا۔ اس کو وقوفِ مزدلفہ کہتے ہیں۔ چھٹا [6] رمی جمار، ساتواں [7] قارن اور متمتع پر ذبح کرنا۔ آٹھواں سر کا حلق یا قصر کرنا۔ نواں [9] آفاقی کو طوافِ صدر کرنا۔ (حیات)

جاننا چاہیئے کہ حج کے واجبات بہت ہیں جو اپنی جگہ پر بیان کیے جائیں گے۔ جیسے طوافؔ اور سعیؔ اور حلقؔ اور رمیؔ اور احرامؔ وغیرہ میں جو جو واجبات ہوں گے وہاں لکھے جائیں گے ان کے سوا یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ جنایات کے بیان میں حج کے جس بھی کام کے چھوڑنے سے دم لازم ہوتا ہے وہ کام بھی واجب ہوتا ہے۔ (ناقل)

مسئلہ۔ واجب کا حکم یہ ہے کہ اس کے چھوڑنے سے حج تو جائز ہو جاتا ہے لیکن دَم دینا پڑتا ہے۔ اگرچہ عمداً ارادہ سے چھوڑے یا بھول، نسیان، خطا یا لاعلمی اور جہل کی وجہ سے چھوڑے پس ارادے سے چھوڑیگا تو گنہگار ہو گا اور دَم ادا کرنے

---

[1] واذا فرغ من الصلاتین یبیت تلک اللیلۃ بہا الی الصبح ویشغل بالدعاء بمثل ما دعاہ بعرفۃ ان تیسر وھذہ البیتوتۃ سنۃ ولیست لواجبۃ عندنا لما تشھد بہ سائر کتب المذھب وذکر فی اختلاف المسائل وجوابا عن ابی حنیفۃ کما سیأتی فی الجنایات وقد یوجہ ذٰلک بما مر من اختصاص جواز الصلوٰۃ بالمزدلفۃ واذا وجب اداء الصلوٰۃ بہا فقد وجب حصولہ بہا لیلاً لاداءِ الصلوٰۃ فی وقت العشاء ولا یقصد بالبیتوتۃ الا ھذا ای حصولہ بہا لیلاً ولو ساعۃ فیصح ما ذکر امکا۔ الکبیر

سے گناہ معاف نہ ہو گا جب تک کہ توبہ نہ کرے (حیات)

حج کی سُنتوں کا بیان

ایک طواف قدوم اُس پر سُنت ہے جو حاجی آفاقی ہو اور مفرد حج یا قران کا احرام باندھ کر آیا ہو۔ پس مکہ معظمہ اور میقات اور حل میں رہنے والوں پر اور جو آفاقی تمتع کرنے آیا ان سب پر یہ طواف قدوم سُنت نہیں ہے۔ دُوسرا جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو۔ اس میں رمل کرنا سُنت ہے۔ تیسرا امام کو تین خطبے پڑھنا ایک مکہ معظمہ میں ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو، دُوسرا عرفات پر حج کے دن بعد زوال اور ظہر کی نماز سے پہلے مسجد نمرہ میں، تیسرا منیٰ میں گیارہویں تاریخ کو۔ چوتھا سنت ہے کہ مکہ معظمہ سے آٹھویں تاریخ کو نماز صبح کے بعد عرفات پر جانے کے لیے منیٰ کیطرف جانا۔ پانچواں منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا، یعنی آٹھویں تاریخ کی ظہر اور عصر اور مغرب و عشاء اور نویں تاریخ کو فجر کی نماز۔ چھٹا حج کی رات منیٰ میں رہنا نہ مکہ معظمہ میں نہ عرفات پر۔

تنبیہ۔ اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں کہ سیدھے عرفات میں جا کر قیام کرتے ہیں یہ خلاف سُنت ہے (ناقل) ساتواں نویں تاریخ کو سُورج نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو جانا۔ آٹھواں عرفات پر وقوف کے لیے غسل کرنا۔ نواں مزدلفہ میں ساری رات رہنا۔ دسواں مزدلفہ سے سُورج نکلنے سے پہلے منیٰ کی طرف لوٹنا۔ گیارہواں۔ گیارہویں بارہویں کی رات اور تیرھویں کی رات اس شخص پر جو تیرھویں کی رمی کرنا چاہے تو یہ تینوں راتیں منیٰ میں رہنا سُنت ہے۔ بارہواں مکہ معظمہ کیطرف لوٹتے کیوقت محصّب میں رہنا، اگرچہ ایک ساعت ہو (حیات)

مسئلہ۔ یہ سُنتیں موکدہ ہیں، موکدہ سُنت اور بھی بہت ہیں جو اپنی اپنی جگہ بیان ہونگی (حیات)

مسئلہ۔ سُنتِ موکدہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا چھوڑنا مکروہ ہے اور نہایت بُرا ہے۔ بشرطیکہ ارادے سے چھوڑے ہوں، مگر دَم یا صدقہ وغیرہ نہیں دینا پڑتا (حیات)۔

حج کے مستحبات کا بیان

جاننا چاہیئے کہ حج کے مستحبات بیشمار ہیں اسلئے مختصر لکھے جاتے ہیں اور باقی اپنی جگہ پر آئیں گے۔ ایک مرد کو تلبیہ بلند آواز سے کہنا نہ عورت کو۔ دوسرا حج مفرد کرنے والے کو ذبح کرنا۔ تیسرا مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے لیئے غسل کرنا۔ چوتھا مزدلفہ میں آنے کے لیئے غسل کرنا۔ مکی ہو یا غیر مکی۔ پانچواں عرفات میں جبلِ رحمت کے نزدیک رہنا یعنی اس جگہ پر رہنا جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کرنے کی جگہ تھی جسکی پہچان عرفات کے بیان میں آئیگی۔ چھٹا عرفات پر امام کے ساتھ ظہر اور عصر کو اکٹھے وقت میں پڑھنا۔ ان نمازوں کو ایک وقت میں اکٹھے کر کے پڑھنے کے لیے کچھ شرطیں ہیں جو عرفات کے بیان میں آئیں گی۔

ساتواں مستحب تلبیہ کی کثرت اور عرفات پر کثرت سے دُعا کرنا۔ آٹھواں عرفات پر امام کی پشت کے پیچھے وقوف کرنا۔ آجکل یہ مشکل ہے۔ نواں مزدلفہ میں عید کے روز فجر کے وقت مشعر الحرام میں وقوف کرنا۔ اگرچہ سارا مزدلفہ وقوف کا محل ہے جس سے وجوبِ وقوف ادا ہو جاتا ہے مگر اس جگہ پر مستحب ہے۔ دسواں فجر کی نماز بھی مشعر الحرام میں جا کر پڑھنا۔ یہ جگہ مزدلفہ میں مشہور ہے۔ اب اس پر منارے بنے ہوئے ہیں اور رات کو مناروں پر بجلی کی روشنی رہتی ہے۔

گیارہواں مزدلفہ میں فجر کی نماز جا کر پڑھنا اندھیرے میں۔ بارہواں منیٰ میں پہنچتے ہی دسویں کے روز سورج نکلنے کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی کرنا۔ صبح صادق ہونے کے بعد اور سورج نکلنے سے پہلے بھی جائز ہے مگر اچھا نہیں کہ بلا عذر مستحب کو ترک کیا جائے اور بھی بہت سے مستحب ہیں۔

مسئلہ مستحب کا حکم یہ ہے کہ اُن کے کرنے والے کو زیادہ اجر ملتا ہے۔ مگر سُنتِ موکدہ سے کم ہے اور اس کے چھوڑنے سے وہ ثواب نہیں ملتا لیکن کراہت واساءت وغیرہ لازم نہیں ہوتی۔ بخلاف سُنتِ موکدہ کے کہ اس کے چھوڑنے سے کراہت واساءت لازم ہوتی ہے لیکن کوئی فدیہ دینا نہیں پڑتا۔ (حیات)

مواقیت سے احرام کے متعلق ضروری تنبیہہ

(جس میں اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں)

وہ یہ کہ جو لوگ میقات سے باہر رہنے والے ہیں جیسے کراچی یا بمبئے سے حج کے ارادے سے روانہ ہوتے ہیں، لیکن ان کا ارادہ یہ ہے کہ جدہ سے خشکی کے راستے سے موٹر یا اُونٹوں پر یا ینبوع اور رابغ سے کشتی وغیرہ میں سوار ہو کر پہلے مدینہ طیبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہو کر واپسی کے وقت ذوالحلیفہ میقات مدینہ طیبہ سے حج کا احرام باندھ کر حج کرنا چاہیں تو جائز ہے کہ یہ لوگ اپنے وطن کے میقات یلملم ہو یا کسی اور راستہ سے اور میقات سے گزرنا پڑے تو وہ ان میقاتوں سے احرام نہ باندھیں اور بلا احرام میقات سے گزرنے سے دَم وغیرہ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ اپنے میقات سے گزرنے کے وقت نہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں نہ حرم محترم میں داخل ہونے کا، بلکہ فی الحال حرم شریف کی حد سے باہر راستہ سے سیدھا مدینہ طیبہ کی حاضری کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (ناقل)

مسئلہ۔ اگر کسی نے میقات سے گزرنے کے وقت مکہ معظمہ کو جانے کے ارادے سے احرام باندھ لیا پھر جب جدہ میں پہنچا اور وہاں اپنے رفیقوں وغیرہ کو مدینہ طیبہ جاتے ہوئے دیکھ کر رفاقت کی سہولت کی وجہ سے ان کو نہ چھوڑ سکے تو اگر مکہ معظمہ کو جانے میں سخت تکلیف وغیرہ پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو تو اولیٰ ہے کہ مکہ مکرمہ کو چلا جاوے آج کل تو بہت سہولت ہے روڈ بنا ہوا ہے اور موٹریں گھنٹہ بھر میں پہنچا دیتی ہیں اور اگر کوئی رفیقوں کا محتاج ہے جیسے عورت یا بوڑھا ضعیف آدمی تو اس کو احرام کی حالت ہی میں مدینہ طیبہ چلا جانا مباح ہے اور باوجود جوان ہمت والا ہونے کے مکہ مکرمہ کو نہ جائے تو اُس کو اِس حالت میں

مدینہ منورہ جانا مکروہ ہے اور اگر پھر بھی چلے جائیں تو ان سب کو چاہیئے کہ احرام ہی کی حالت میں چلے جائیں۔ اگر کوئی محظور احرام ہو جائے تو جنایت بھی لازم ہوگی اور ناجائز کام کرنے سے بچتے رہیں اور احرام کی حالت میں مدینہ طیبہ کو چلے جائیں تو کوئی جنایت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ کوئی احرام کا ناجائز کام نہ کر بیٹھے۔

مسئلہ۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اپنے میقات سے احرام تو باندھ لیتے ہیں پھر جدہ سے بعض حاجیوں کو مدینہ طیبہ جاتے ہوئے دیکھ کر احرام والے لوگ احرام کھول کر کپڑے پہن کر مدینہ طیبہ کو چلے جاتے ہیں۔ ایسا کرنا منع ہے پھر مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت وہاں سے دوبارہ احرام باندھ کر مکہ معظمہ کو آتے ہیں۔ ایسی حالت میں اُن کو ایسا کرنا نہ چاہیئے تھا بلکہ یہ کرنا تھا کہ فقط وہ سلے کپڑے وغیرہ اُتار کر دو چادریں اوڑھ لیتے اور یہ خیال کرتے کہ ہم اس پہلے ہی احرام میں ہیں تجدید نیت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب وہ اپنے میقات سے ایک دفعہ احرام باندھ کر چلے تھے پھر یہ جو احرام میں کپڑے وغیرہ پہن لیے تو اس سے اس پہلے احرام سے نہیں نکل سکتے اگرچہ نکلنے کی نیت بھی کر لی ہو۔ وہ پہلا احرام باقی ہے البتہ ان کپڑے پہننے سے جنایت لازم ہوگی اس کے بعد اپنے کو احرام سے باہر ہونا سمجھ کر اور کوئی احرام کا منع کیا ہوا کام کر لیا تو اُس کی دوسری جنایت لازم نہ ہوگی۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ جس نے احرام کے چھوڑنے کی نیت سے جو کپڑے پہن لیے ہوں اُس پر ایک دم ہے۔ اور قارن ہے تو فقط دو دَم لازم ہوں گے۔ کیونکہ جب اُس نے احرام کے چھوڑنے کی نیت سے کپڑے پہن لیے تو اب دوبارہ منافی احرام کام کرنے کے وقت اس گمان سے کیے ہیں کہ اپنے کو احرام سے باہر سمجھتا تھا، اگرچہ یہ گمان اُس کا غلط ہے اس لیے فقط کپڑے پہننے یا اور کام احرام کا منافی کرنے سے احرام سے نہیں نکل سکتے جب تک کہ

حج یا عمرہ کے افعال بجالا کر حلال نہ ہوں اور ہم حنفیوں کے نزدیک ایسی حالت میں ان بہت سے کام منافی احرام کرنے سے ایک جنایت کا لازم ہونا بھی اس وقت ہے جبکہ احرام کے چھوڑنے سے جو کپڑے پہن لیے تھے اس کے بعد لاعلمی کی وجہ سے یہ بھی جانتا ہو کہ میں اس احرام کو چھوڑ کر باہر نکل چکا ہوں اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس چھوڑنے سے میں احرام سے باہر نہیں ہو گیا یا یہ تردد ہو کہ احرام سے باہر ہو گیا یا نہ۔ یا مسئلہ کا حکم بھول گیا تو اُس کی یہ نیت چھوڑنے کی معتبر نہ ہوگی اور جتنے دفعہ ممنوع کام احرام کے کریگا سب کی جنایت لازم ہوگی۔ (احبابؓ)ع

مزید تحقیق متعلق مسئلہ مذکور

باقی یہ صورت رہی کہ جب مدینہ طیبہ سے واپسی ہو پھر دوبارہ احرام حج کا باندھا گیا تو اس سے جمع بین النسکین یعنی دو حجوں کے احرام کو اکٹھے کرنے کی وجہ سے

ع اذا فعلها على قصد رفض الاحرام فان المحرم اذا نوى رفض احرام فجعل يصنع ما يصنعه حلال من لبس الثياب والطيب والحلق والجماع و قتل الصيد فعليه دم واحد بجميع ما ارتكب ولو فعل كل المحظورات ولا يخرج بذلك القصد من الاحرام وعليه ان يعود لما كان محرما سواء نوى الرفض قبل الوقوف او بعده الا ان الاحرام يفسد بالجماع قبله و مع هذا يجب عليه ان يعود كما كان حراما ثم نية الرفض انما تعتبر فى اتحاد الجزاء ممن زعم انه يخرج منه لهذا القصد لجهله مسئلة عدم الخروج۔ واما من علم انه لا يخرج منه بهذا القصد فانما لا تعتبر وكذا ينبغى ان لا تعتبر منه اذا كان شاكا فى المسئلة او ناسيا لها لباب و شرحه (غنیۃ الناسک ص۱۲۹)

دونوں حج لازم ہو جائیں گے یا نہ ؟ اس کے متعلق بعض حضرات نے دو حج لازم ہونے کو فرمایا۔ لیکن محققین نے تحقیق کی کہ اس صورت میں دو حج لازم نہ ہوں گے بلکہ وہی پہلا حج ایک لازم ہوا اور دوسرا احرام جو باندھا گیا وہ عین اوّل احرام ہے کیونکہ اس شخص نے اب اس احرام میں دوسرے حج کی نیت نہیں کی بلکہ اسی حج کی نیت کر رہا ہے جو احرام اوّل سے اس پر لازم ہوا تھا اس لیے کہ احرام ثانی سے عود الی الاولیٰ کی نیت کرنے سے بالاتفاق حج ثانی لازم نہیں ہوتا اور امام صاحب کے نزدیک ثانی حج اس وقت لازم ہوتا ہے کہ احرام اوّل باقی سمجھ کر اس کے علاوہ دوسرے حج کی نیت سے احرام باندھے اور اس صورت میں ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ جو جاہل جدّہ سے احرام توڑ کر مدینہ طیبہ کی واپسی کے وقت دوبارہ احرام کی نیت کرتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ پہلا احرام چھوڑنے سے چھوٹ چکا۔ پھر اسی احرام کے لوٹانے کی نیت سے دوبارہ احرام باندھتا ہے گویا اسی پہلے حج کی طرف عود کرتا ہے۔ جیسے بجاوزِ میقات کے بعد احرام باندھ کر پھر میقات پر لوٹ کر احرام کو دُہراتا ہے یا لبیک کہتا تو اسی پہلے کو لوٹاتا ہے نہ یہ کہ پہلے کے علاوہ یہ دوسرا باندھتا ہے اور اُوپر کی صورت میں فقط کپڑے وغیرہ پہننے سے اگرچہ حج کے چھوڑنے کی نیت ہی کی ہو تو بھی احرام نہیں چھوٹتا۔ محض اپنے جہل کی وجہ سے اپنے کو احرام سے نکلا ہوا جان لیا تھا اور اس پر جرم لازم ہوا وہ اُن کپڑے وغیرہ پہننے کی وجہ سے ہوا جو کہ محظور احرام تھا اور احرام پہلا باقی ہے۔[ے]

ے قال فی اللباب مع شرحہ للقاری ص۲۶۳ (ولو اھل الفائت حجۃ اخریٰ) قبل الفراغ من الاولیٰ فان کان منوی بہ قضاء باقی ص۸۸ پر

افرادِ حج کے طریقے کا بیان

جاننا چاہیئے کہ حج افراد اس کو کہتے ہیں کہ فقط حج کرے اور حج کے مہینوں میں عمرہ نہ کرے۔ اگر حج کے مہینوں کے آنے سے پہلے یا بعد میں عمرہ کر لیا تو بھی حج مفرد ہوگا (ناقل) اور یہ بھی جان لیں کہ حج میں تین چیزیں فرض ہیں۔ ایک احرام باندھنا دوسرا وقوف اور تیسرا طوافِ زیارت۔ اور حج کے واجب یہ ہیں:۔ وقوفِ مزدلفہ اور صفا و مروہ کے بیچ میں دوڑنا اور رمی جمار اور طوافِ صدر باہر والوں کو۔ اور سر کے بال منڈوانا یا کتروانا اور قارن اور متمتع کو ذبح کرنا اور سوا ان کے جن کے چھوڑنے سے ذبح کرنا واجب ہوتا ہے وہ بھی واجب ہے۔ باقی ضمن مسائل میں معلوم ہوں گے اور جس کا ترک مکروہ ہے وہ سنت ہے۔ (زبدۃ المناسک) فرض واجب سنتیں اوپر بالتفصیل بیان ہو چکیں۔

الفائتۃ فھی ھی) ای بعینھا (ولا یلزم بھذا الاھلال شئی) ای سوی التی ھو فیھا فیتحلل بالطواف والسعی کما لو لم یھل بہ (و نیتہ) ای ای بالثانیۃ (لغو) ای باھلالہ (حجۃ اخری یرفضھا) ای الحجۃ (و یحل بافعال العمرۃ) لما تقدم معہ ما فیہ من الخلاف (و علیہ قضاء الحجتین وعمرۃ و دم) ای عند ابی حنیفۃ خلافا لھما لما تقدم عنھما قال فی منسک الکبیر ولو احرمت تطوعا ثم حللھا فاحرمت ھکذا مرارا ولو عشرین فصاعدا ثم حجت من عامھا اجزاھا عن کل التحلیلات تلک الحجۃ الواحدۃ ولا عمرۃ علیھا ولو لم یحج بعد التحلیلات الا من قابل فعلیھا لکل تحلیل عمرۃ (کبیر) اور رفض ہونے سے ایک دم لازم ہوتا ہے۔ ثم ان نقضت احدھما لزمہ دم الرفض وقضاء الحج المرفوض ای احدھما فعلیھا دم الجمع

افرادِ حج کے احرام کا طریقہ

مسئلہ - جب مفرد حج کا احرام باندھے تو اس کا طریقۂ احرام یہ ہے کہ اوّل
وضو کرے اور غسل کرے تو اولیٰ ہے (زبدة) حیات القلوب اور شرح متوسط اور
غنیۃ الناسک میں احرام کے لیے غسل کو سنّت لکھا ہے، اگرچہ حیض یا نفاس والی عورت
ہو کیونکہ یہ غسل ستھرائی حاصل کرنے کے لیے ہے اس لیے اگر پانی نہ ہو تو اس کے
بجائے تیمم کرنے سے یہ سُنّت ادا نہ ہوگی کیونکہ تیمم سے صفائی حاصل نہیں ہوتی
(حیات) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک سُنّت یہ ہے کہ احرام طہارت پر باندھا جائے۔
یہ سُنّت تو غسل سے عجز کے وقت وضو سے عجز کی حالت میں تیمم سے حاصل ہو جائیگی
اور ایک سُنّت یہ ہے کہ احرام کے وقت صفائی اور ستھرائی بدن کی حاصل کی جائے یہ بغیر
غسل کئے حاصل نہ ہوگی اس لیے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ یہ غسل مسنون ہے اور
سب اہلِ احرام پر مرد ہوں یا عورت ۔ اگرچہ حائضہ و نفساء[سہ] ہو یا صغیر ہو۔

مسئلہ - پس غسل کے بجائے وضو کرنا درحقیقت ادارِ سُنّت صفائی کے
قائم مقام نہ ہوگا ۔ مگر بجائے جواز ادائے دو رکعت احرام کے قائم ہوگا۔ ایسا ہی
تیمم کا حکم ہے (حیات) **مسئلہ** - اور مستحب ہے کہ ناخن اور لبیں اور بال زیر ناف
بھی دُور کرے اور جو سر منڈانے کی عادت ہو تو سر بھی منڈائے ورنہ کنگھی سے
درست کرلے (زبدة) حیات القلوب میں شرح اللباب مُلّا علی قاریؒ سے نقل کیا ہے
کہ سر نہ منڈوائے تاکہ منیٰ میں جاکر حلق کرائے یہ بال بھی ثواب میں وزن ہونگے

[سہ] یعنی نفاس والی ہو ۔

پس چاہیئے کہ اگر سر پر بال ہوں تو نہ منڈائے تاکہ قیامت کے روز میزان اعمال میں وزن میں ہوں علہ (حیات از شرح منسک و شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری) مسئلہ۔ غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ اگر ذوالحجہ شروع ہونے کے بعد اول عشرہ میں احرام باندھے اور اضحیہ بھی کرنی ہو تو مستحب یہ ہے کہ بال اور ناخن وغیرہ نہ لے جب تک کہ اضحیہ نہ کرے۔ علہ

علہ واذا اراد ان یحرم مستحب ان یقص شاربہ) ولم یذکر حلق راسہ لان المستحب ھو ابقاء شعرہ لوقت الخروج من احرام بحلقہ تثقیلا للمیزان اجرہ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ لم یکونوا یحلقون رؤسھم الا بعد فراغھم من مناسکھم غیر ما وقع لسیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولا عبرۃ لما یفعلہ العامۃ من اھل مکۃ وغیرھم من حلق رؤسھم عند قصد احرامھم ولو کان مدۃ احرامھم یسیرۃ (اللباب وشرحہ ص۲۷)

ہ ای امام شبابہ اعتناء لقولہ ومن ثم عادیت راسی وھو رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم وجہہ لما شاب انفی شعر الرأس کما صرح بہ المحب الطبری فی ریاضتہ واللہ اعلم

فقیر ابراھیم عفی عنہ ابن حضرۃ مخدوم محمد ہاشمی محشی حیات اشرب اور مخدوم محمد ہاشم صاحب نے لکھا ہے۔ پس فعل حضرت علی کرم وجہہ چون مخالف ست بفعل آن حضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم وسائر صحابہ لاجرم محمول باشد بر جواز نہ بر سنت (ابیات)

ارشاد ساری میں ابن نجیم سے لکھتے ہیں مستحب حلق للراس لمن اعتادہ او ارادہ والا فلتسریحہ اھ چونکہ اسمیں اختلاف ہے کہ حلق کرے یا نہ اسلئے حضرت گنگوہی نے بھی یہ قید لگادی کہ جسکو عادت ہو پس بہتر ہے جسکے سر پر بال ہوں اسکو مستحب ہے کہ نہ منڈائے۔

علہ لما فی صحیح مسلم قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشرۃ واراد بعضکم ان یضحی فلا یاخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا والنھی للتنزیہ فخلافہ خلاف الاولیٰ ولا کراھتہ فیہ وتمامہ فی المرقات (غنیۃ ص ۱)۔

مسئلہ۔ اور مجامعت بھی کرے اگر زوجہ ساتھ ہو اور کوئی عذر بھی نہ ہو۔

مسئلہ۔ بعد غسل یا وضو کے تہ بند ناف سے گھٹنوں تک باندھے اور چادر اوڑھے اور چادر تہ بند کو رستی یا تکمہ گھنڈی سے باندھے تو کچھ بھی صدقہ نہیں مگر اچھا نہیں (زبدۃ) مسئلہ۔ اور چادر اوڑھنا داہنا مونڈھا کھول کر اور چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے لاکر بائیں مونڈھے پر ڈالنا کہ اس کو اضطباع کہتے ہیں۔ یہاں نہیں ہے بلکہ بطریق معمول اوڑھے اور سر کو اور منہ کو نہ ڈھانکے (زبدۃ) عالمگیری میں جو خزانۃ المفتیین سے لکھا ہے کہ اضطباع یہاں بھی کیا جاوے۔ یہ صحیح نہیں، صحیح وہی ہے جو زبدۃ المناسک میں لکھا ہے۔ علامہ شامی اور شرح اللباب میں ملّا علی قاریؒ اور حیات القلوب اور غنیۃ الناسک میں بھی یہی تحقیق ہے کہ اضطباع فقط طواف کی سنت ہے نہ احرام کی (ناقل)

مسئلہ۔ اور سنت ہے کہ وہ کپڑے نئے یا دُھلے ہوئے پاک سفید ہوں اگر ایک کپڑے میں یا تین میں یا سیاہ کپڑے میں مثلاً احرام باندھ لے تو بھی جائز ہے (زبدۃ) مثلاً دو چادریں اوڑھ لے۔

مسئلہ۔ اور مستحب ہے کہ خوشبو لگائے بدن اور کپڑوں کو مگر کپڑوں کو ایسی خوشبو کہ بعد لگانے کے عین[1] خوشبو کا باقی رہے نہ لگائے اور بدن کو سب قسم کی خوشبو لگانی جائز ہے (زبدۃ)

مسئلہ۔ مستحب ہے کہ دو چادریں بیچ میں سلی ہوئی نہ ہوں۔ اگر کسی مسکین وغیرہ نے تنگدستی کے ٹکڑے آپس میں ملا کر چادر بنالی ہو تو بھی احرام جائز ہے لیکن باوجود قدرت بے سلے کپڑے کے ایسا کرنا افضل نہیں ہے (حیات)

---

[1] یعنی اثر۔

احرام کے نفل کے مسائل

مسئلہ۔ پھر سنت ہے کہ دو رکعت نفل پڑھے۔ اگر وقت مکروہ نہ ہو (زبدہ) یعنی صبح ہونے سے لیکر سورج نکلنے کے بعد تک جب سورج ایک نیزہ برابر اوپر نہ آجاوے اور عصر کی نماز کے بعد مغرب تک نفل کا وقت مکروہ ہے ایسا ہی جب سورج سر کے اوپر آجائے تو جائز ہی نہیں۔ (ناقل)

مسئلہ۔ (احرام کے نفل کی) پہلی رکعت میں بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھنا اولیٰ ہے ورنہ جو سورت چاہے وہی پڑھ لے (زبدہ) قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ میں شرک وکفر سے بے زاری کرنا ہے اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھنے میں اللہ تعالےٰ کی توحید کا اقرار کرنا ہے۔ پس احرام کے شروع میں توحید کے لفظوں سے مشرف ہونا بہتر ہے۔ (حیات)

مسئلہ۔ اور مستحب ہے کہ اس نفل میں نیت کرے سُنّتِ احرام کی تاکہ پائے فضل تمام ورنہ مطلق نیت بھی کافی ہو جائے گی (حیات) تحقیق مفید اہلِ علم کے لیے

مسئلہ۔ گذاردن این ہر دو رکعت سنت (احرام) ست چوں وقت مکروہ نباشد۔ اما اگر وقت مکروہ باشد چنانکہ وقت طلوعِ شمس یا غروب یا استوا یا بعد صلوٰۃ الفجر والعصر ترک کند ایں دو رکعت را واحرام بند دبغیر آنہا زیراکہ مکروہ است گذاردن ایں دو رکعت درآں وقت نزدِ ما وہم چنیں است۔ نزدِ شافعیؒ کما صرح بہ النووی فی منسک الاوسط ابن حجر المکی فی مختصر الایضاح زیراکہ سبب دو رکعت احرام متاخرست ازانہا کذا قال شارح مختصر الایضاح من الشافعیہ۔

مسئلہ۔ نماز فریضہ قائم نمی شود مقام نماز احرام زیراکہ نماز احرام صلوٰۃِ مستقلہ

سنت مثل نمازِ استخارہ پس منادی نہ گردد ۔ درضمنِ غیرِ خود بخلاف تحیۃ المسجد و شکر الوضوء کہ
قائم می شود نمازِ فرضیہ مقامِ آنہا زیراکہ نیست برائے اینہا نمازے علیحدہ کذا قال علی
القاری نا قلاعن الحجۃ و علامہ مُرشدی گفتہ کہ در قولِ علی قاری نظر ست بلکہ قایم می شود
نمازِ فریضہ از مقامِ نمازِ احرام اھ و شیخ عبدالحق در شرح مشکوٰۃ در ذکرِ صلوٰۃ استخارہ گفتہ است کہ
سنتِ راتبہ قائم می شود مقامِ نمازِ استخارہ و حاجت نیست کہ دو رکعت جدا باستقلال بہمیں نیت
بگذارد و اگر جدا گذارد اولیٰ و افضل بود اھ و ظاہر آنست کہ حکم نمازِ احرام در ایں حکم نیز
مثل استخارہ بود کما یستفادہ مما تقدم عن علی قاری (حیات القلوب مخدوم صاحب محمد ہاشم
قدس سرہٗ سندھی ٹھٹوی) **مسئلہ**۔ احرام کے دوگانہ پڑھنے کے وقت احرام کی چادر
سے سر اور دونوں مونڈھوں کو ڈھانک لے کیونکہ نماز میں سر اور مونڈھے کھولنا غیر محرم
کو مکروہ ہے۔ ہاں جب احرام باندھ چکے تو پھر کسی نماز میں سر نہ ڈھانکے باقی مونڈھے
تو پھر بھی ڈھکے رکھے (حیات) **مسئلہ**۔ بعد سلام کے سر کھول کر یہ کہے :۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَ اَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی
پھر حج کی نیت سے تلبیہ کہے اور ایک بار ذکر کہنا کوئی ذکر ہو احرام زبانی میں فرض
ہے (زبدۃ) جیسے نماز میں تکبیر تحریمہ ہے۔ پس اگر کوئی سوائے تلبیہ کے فقط ایک دفعہ سبحان اللہ یا
الحمد للہ یا لا الٰہ الا اللہ کہے تو احرام ہو جائے گا مگر خلافِ سُنّت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (ناقل)
مسئلہ۔ تلبیہ ماثورہ کہنا سنت ہے وہ یہ ہے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ
لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔ اس میں
کوئی لفظ کم کرنا مکروہ ہے اور زیادہ کرنا لفظ ماثورہ کا اول آخر میں مستحب ہے۔ جیسا یہ پڑھنا
لَبَّیْکَ اِلٰہَ الْخَلْقِ لَبَّیْکَ یا یہ پڑھا جائے۔ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ بِیَدَیْکَ
وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ۔ اور اگر لفظ ماثورہ اول آخر میں بڑھائے۔ تو بھی جائز ہے۔
مگر بیچ میں داخل نہ کرے (زبدۃ)

مسئلہ۔ پس احرام کے لیے ایک بار تلبیہ کہنا فرض ہے اور تین بار سُنّت ہے۔ (حیات) یا مستحب ہے (زبدۃ) **مسئلہ۔** اور بہتر ہے کہ اس پہلی تلبیہ کے بعد اس عبادت کا بھی ذکر کرے جس کا احرام باندھا ہے مثلاً کہے لَبَّیْکَ بِحَجَّۃٍ یا لَبَّیْکَ بِعُمْرَۃٍ اور اگر قران کا احرام ہے تو کہے لَبَّیْکَ بِعُمْرَۃٍ وَحَجَّۃٍ (حیات) **مسئلہ۔** اور تلبیہ باٰواز بلند کہنا مستحب ہے مگر بہت چیخنا نہ چاہیئے اور مسجد میں ایسا بلند نہ کہے کہ نمازیوں کو تشویش ہو۔ (زبدۃ)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَفْضَلُ الْحَجِّ اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ ...... یعنی افضل حج وہ ہے جس میں آواز بلند کرنا اور خون بہانا ہے۔ یہ دونوں کام حج میں قابلِ اہتمام ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ حتی المقدور قران یا تمتع کا احرام باندھا جائے کہ ان دونوں میں دمِ شکر ذبح کرنا ہوتا ہے (حیات) اور مخدوم صاحب محمد ہاشم سندھی قدس سرہ نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ اگر مفرد بھی ذبح کرے تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

شیخ علی قاری نے فرمایا ہے کہ معتمد قول یہ ہے کہ مردوں کو تلبیہ بلند آواز سے کہنا سنت ہے نہ کہ مستحب اس لیے آہستہ کہنے سے اسات ہے لیکن آہستہ کہنے سے کچھ چیز دینا لازم نہ ہوگی اور صلوٰۃ شریف وغیرہ سب آہستہ پڑھے (حیات) **مسئلہ۔** اور تلبیہ کہے تو تین بار پے در پے آہستہ کہنا مستحب ہے کہ بیچ میں کلام نہ کرے۔ اگر کوئی سلام علیک کرے تو جواب دیدے مگر بہتر ہے کہ تلبیہ ختم کر کے جواب سلام دیا جائے بشرطیکہ سلام کہنے والا چلا نہ جائے (حیات) مگر اس حال میں تلبیہ کہنے والے پر سلام کرنا مکروہ ہے (زبدۃ)[عہ]

عہ ای موالاۃ بالمتابعۃ من غیر فصل بینہما (ولا یقطعہما بکلام) ای اجنبی عن التلبیۃ [illegible] رد السلام فی خلالہا جاز یعنی وجاز ان لا یرد فی خلالہا بل یؤخر حتی یرد بعد فراغہا ان لم [illegible] الجواب بالتاخیر عنہا (ویکرہ لغیرہ ان یسلم علیہ) ای حال تلبیتہ ... بستحق الجواب حینئذ الاظہر نعم ولا ینبغی ان یخل ای یوقع اخلالا بشیء من [illegible]

مسئلہ۔ اور تین بار تلبیہ کہہ کر آہستہ درود شریف پڑھکر دعا مانگے جو چاہے مگر یہ دعا ماثورہ ہے:
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ (زبدۃ) اور درود
شریف افضل یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

مسئلہ۔ وقت تغیر حالات کے جیسا کہ سوار ہونا اور اُترنا اور سواری کو
کہیں پھیرنا یا اُونچی جگہ چڑھنا نشیب میں آنا اور جب فجر ہوا اور جب آنکھ کھلے اور بعد نماز کے
کے فرض نماز ہو یا نفل یا جب کسی قافلہ سے ملاقات ہو اور ہر حال میں تلبیہ مستحب موکد ہے
اور کثرت تلبیہ کی جس قدر ہو افضل ہے (زبدۃ) مسئلہ۔ ایام تشریق ہوں تو نماز فرض کے
بعد پہلے ایک بار تکبیر تشریق کہے اس کے بعد تلبیہ کہے (ناقل) اُوپر کے مسائل تو آفاقی حاجی
کے بیان ہوئے آگے جو مکہ مکرمہ سے احرام باندھ کر حج کرے وہ اس طرح کرے۔

مکہ معظمہ سے احرام باندھنے کا طریقہ

مسئلہ۔ جو شخص مکہ معظمہ سے حج کا احرام باندھے تو اس کا طریقہ یہ ہے
کہ غسل کرکے مسجد الحرام میں داخل ہو کر پہلے بیت اللہ شریف کا طواف تحیۃ المسجد کی نیت سے
کرے اس کے بعد دوگانہ طواف مقام ابراہیم کے پاس آکر پڑھے پھر بہتر ہے کہ حطیم میں
میزاب کے نیچے دوگانہ نفل احرام پڑھ کر اُٹھنے سے پہلے نیت احرام اور تلبیہ کہے (حیات)

مسئلہ۔ حیات القلوب میں شرح اللباب سے لکھا ہے کہ جس حاجی نے
پہلے فرض حج نہ کیا ہو اگرچہ وہ مسکین ہو تو اُس کو چاہیئے کہ حج کے احرام کے وقت
نیت کرنے میں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ الْفَرْضَ کہے کیونکہ جس پر پہلے حج فرض

ہو چکا ہو یا مسکین پر مالدار نہ ہونے کی وجہ سے حج فرض نہ ہو چکا ہو۔ اگر وہ مطلق نیت حج کی کرے گا یعنی فرض حج کی کھول کر نیت نہ کرے گا اور اس کے بعد مسکین مالدار ہوا تو ہم حنفیوں کے نزدیک اگرچہ مطلق نیت کرنے سے بھی فرض حج ہر طرح صحیح ہو جائیگا دوسری بار اس پر مالدار ہونے سے حج کرنا لازم نہ ہو گا۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک مطلق نیت سے کیا ہوا حج اس کے فرض حج سے صحیح نہ ہو گا۔ اگرچہ مالدار ہو یا مسکین اس لیے اُن کے نزدیک دُوسرا حج کرنا لازم ہو گا۔ پس اس اختلاف سے بچنے کے لیے چاہیئے کہ غنی یا مسکین فرض حج کی صحیح نیت کر لیں تاکہ بالاتفاق فرض حج ادا ہو جائے (رحمۃ)

مسئلہ۔ اور جس نے نفل حج کی نیت کی تو بالاتفاق اس سے فرض حج ساقط نہ ہو گا۔ اگرچہ غنی ہی ہو اور مسکین جب کہ مکہ مکرمہ میں پہنچ گیا تو گویا اس کو حج کی استطاعت حاصل ہو گئی اور اس پر حج متعین فرض ہو گیا اگر احرام میں نفل حج کی نیت کرلی ہے تو اس سال یہ نفل حج ہو گیا اور فرض حج اس سے ساقط نہ ہو گا۔ بعد میں واجب ہونے حج کے لیے غنی ہونا شرط نہیں۔ کیونکہ جب مکہ معظمہ میں وقت پر پہنچنے سے اس پر فرض ہو چکا تو اب پھر فرض حج کرنا اس پر لازم ہے زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی اُوپر پانچویں شرط وجوبِ حج کے ضروری فائدے میں قابلِ دید ہے (ناقل) از حیات وغنیتہ۔

البتہ اس مسئلہ میں اتنا فرق ہے کہ غنی جب میقات پر پہنچ گیا اور آگے سواری وغیرہ نہ ملے تو اس کو نفل کی نیت کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ حج فرض اس کے ذمہ ہے۔ بخلاف مسکین کے کہ جب وہ میقات پر پہنچا تو مکہ معظمہ کو جانے کے لیے اس پر احد نسکین حج یا عمرہ کا احرام باندھنا لازم ہے۔ پس اگر نفل حج کا احرام باندھ لیا تو اس کو جائز ہے لیکن دُوسرے سال فرض حج

کرنا لازم ہوگا۔ علہ مسئلہ۔ اگر دل میں تو نیت فرض حج کی کر لی ہو مگر زبان پر اللّٰھمّ
أُرِیْدُ العُمْرَۃَ کہہ دیا تو جس کی نیت دل میں کی ہے وہ معتبر ہے اور جو زبان سے نکل گیا
وہ معتبر نہیں (حیات) ایسا ہی اگر دل میں فرض حج کی نیت کی اور زبان سے نفل نکل گیا تو یہ حج
فرض سے صحیح ہوگا۔ (ناقل)

الحاصل جب تلبیہ حج کی نیت سے کہا تو احرام بندھ جاتا ہے اور یہ پہلا فرض حج
کا ہے جیسے تکبیر تحریمہ نماز میں (زبدۃ) یعنی نیت و تلبیہ دونوں احرام کے لیے ضروری بفرض
ہیں جیسے نماز میں نیت اور تکبیر تحریمہ دونوں ضروری ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک تلبیہ
سنت ہے۔ ضروری نہیں ہے (حیات) مسئلہ۔ اور فرض احرام میں فقط ذکر بہ نیت حج ہے۔
(جیسا اوپر گزرا) اور سلے کپڑے کا نکالنا اور دوگانہ اور خوشبو لگانا احرام کی نیت کرنے سے
پہلے) وغیرہ اشیاء (میں سے بعض) سنت یا مستحب یا واجب ہیں (زبدۃ)

علہ بخلاف المتنفل لنفسہ لانہ اذا وصل الی المیقات صار قادرا بقدرۃ نفسہ وان
کان سفرہ تطوعا ابتداء کذا فی المنحۃ و رد المختار فی الحج عن الغیر و
کذا الغنی الآفاقی اذا عدم الرکوب بعد وصولہ الی المیقات متعین علیہ ان لا ینوی
بحجتہ نفل لیقع عن حجۃ الاسلام فلو نوی نفلا یکرہ تحریما وعلیہ حج من قابل
شرح وغیرہ) والفقیر الآفاقی اذا وصل الی المیقات لا یجب علیہ انما یجب علیہ
احرام احد النسکین لقصد مکۃ فان کان متنفلا لنفسہ جاز ان ینوی بحجتہ
نفلا من غیر کراھۃ ولو نوی فرضا یسقط عنہ ثم اذا دخل مکۃ
بان صار منہا علی اقل من مسافۃ سفر صار قادرا علی الحج فوجب
علیہ فیمضی فیما احرم بہ وعلیہ الحج من قابل (فیض)

مسئلہ۔ اور اگر بچہ غیر عاقل کی طرف سے احرام باندھے تو اُس کے کپڑے اُتار کر تہہ بند چادر پہنا کر اُس کی طرف سے (اُس کا ولی) لبیک کہے اور محظورات احرام سے بچہ کو بچاتا رہے اگرچہ بچہ سے کچھ محظور ہو گیا ہو تو کچھ دینا نہیں آتا نہ بچہ کو نہ ولی کو (زبدۃ)

عورتوں کے احرام کا طریقہ اور اُن کاموں کی تفصیل جو مردوں سے مُختلف ہیں

عورتوں کے احرام میں مردوں سے بارہ^۱۲ احکام میں مخالفت ہے۔ **پہلا** یہ کہ عورتوں کو احرام باندھنے کے بعد سِلے ہوئے کپڑے عادت کی طرح پہننے کی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ خوشبودار چیز جیسے زعفران وغیرہ سے رنگے ہوئے نہ ہوں۔ کیونکہ خوشبو کی ممانعت مرد اور عورت کے حق میں برابر ہے۔ **دُوسرا** عورت کو سَر ڈھانکنا منع نہیں بلکہ کھولنا سر کا ستر کی وجہ سے منع ہے پس اگر مُنہ ڈھانکے گی تو جنایت لازم ہو گی۔ کیونکہ عورت کے مُنہ میں احرام ہے (حیات) **مسئلہ**۔ عورت بُرقعہ کے اندر ایسی چیز کی آڑ دے لے جس کی وجہ سے بُرقع کا کپڑا مُنہ کو نہ لگے تو اس طرح کا بُرقع کرنا بُوڑھی عورت کو جس میں فتنہ کا خوف نہ ہو مستحب ہے اور جوان عورت کو پردہ کرنا واجب ہے۔ پس اس کو احرام میں اس طرح بُرقع کے اندر آڑ دے کر پہننا بھی واجب ہے (حیات) **تیسرا** عورت کو تلبیہ میں آواز بلند نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ آہستہ کہے البتہ غیر محرم آدمی موجود نہ ہو تو کہہ سکتی ہے۔ **چوتھا** عورت کو طواف میں رمل نہ کرنا۔ **پانچواں** اضطباع نہ کرنا۔ رمل اور اضطباع کی کیفیت طواف کے بیان میں آئے گی۔ **چھٹا** عورتوں کو مردوں کی کثرت کے وقت استلام نہ کرنا۔ **ساتواں** عورتوں کو مقام

ابراہیم کے پاس دوگانہ پڑھنے کے لیے مردوں کی کثرت کے وقت نہ جانا بلکہ حرم میں کسی اور جگہ میں جاکر پڑھیں۔ **آٹھواں**۔ عورتوں کو صفا و مروہ کی سعی کرنے کے وقت دو سبز میلوں کے بیچ میں نہ دوڑنا۔ **نواں**۔ صفا مروہ کی سیڑھیوں پر مردوں کے ہجوم میں اُوپر نہ چڑھنا **دسواں**۔ عورت کو احرام سے حلال ہونے کے وقت سر نہ منڈانا بلکہ کتروانا بقدر انملہ انگشت کے چاہیئے۔ **گیارہواں** عورتوں کو ایام نحر میں بوجہ عذر حیض یا نفاس کے طواف زیارت نہ کر سکنے اور بعد گذرنے ایام نحر کے طواف کرنے سے دَم تاخیر کا لازم نہ ہونا۔ **بارہواں**۔ اسی طرح اگر عورت حیض و نفاس والی ہو اور اس کے رفیق وطن کو تیار ہو کر نکلیں اور عورت کو طواف وداع کرنے کے لیے وقت نہ مل سکے تو اس کے ترک سے دَم لازم نہ ہوگا۔ (حیات)

تنبیہ

حیض۔ نفاس کی قید سے یہ مسئلہ معلوم ہُوا کہ دو مسئلے عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں مگر بدائع میں ہے کہ عذر کی وجہ سے ترک واجب کی صورت میں کچھ لازم نہیں ہوتا اور اُوپر کے دو مسئلے مردوں سے چونکہ واقع نہیں ہو سکتے تو یہ تخصیص ٹھیک نہیں معلوم ہوتی (شرح اللباب ص۹۷ احرام مرأۃ) البتہ تخصیص کا بیان اس وجہ سے کیا ہوگا کہ ان دونوں عذروں کا تدارک ممکن نہیں ہے بخلاف اور امراض وغیرہ کے کیونکہ ان میں اپنے کو اُٹھوا کر بھی طواف کرایا جا سکتا ہے تو اس اعتبار سے تخصیص صحیح ہے واللہ اعلم بالصواب (ناقل) اور یہ طریقہ (جو بیان ہُوا) زبانی احرام کا ہے اور یہ ہی بہتر ہے اور احرام فعلی کا طریقہ کتابوں میں لکھا ہے۔ یہاں لکھنا ضروری نہیں۔ (زبدۃ)۔

جو کام احرام میں کرنا منع ہیں اُن کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۔ **مسئلہ** ۔ الغرض جب احرام بندھ گیا تو جماع اور لوازم جماع جیسے بوس وکنار وغیرہ اور ذکر جماع کا سامنے عورتوں کے اور نافرمانی خداوند تعالیٰ کی اور جھگڑا لڑائی اور قتل کرنا خشکی کے شکار کا اور اشارہ یا دلالت سے شکاری کو بتانا اور اعانت شکار کی جیسے چھری یا نیزہ پکڑا دینا اور خوشبو لگانا اور ناخن اور بال کٹوانا اور سر یا منہ کو ڈھانکنا سارا یا تھوڑا یہ سب باتیں ترک کرے (زبدۃ)

مسئلہ ۔ اور خوشبو کا یا خوشبودار میوہ کا سونگھنا مکروہ ہے اور اگر ناک پر ہاتھ رکھے تو کچھ ڈر نہیں اور تکیہ پر سر رکھنا اور رخسار کا رکھنا درست ہے مگر اوندھا ہو کر تکیہ پر پیشانی رکھنا مکروہ ہے (زبدۃ)

ایک قابلِ غور بات

(برائے علماء)

اس مسئلہ میں جو کچھ لکھا گیا کہ خوشبودار میوہ کا سونگھنا مکروہ ہے۔ اس پر اکثر حضرات کو یہ شبہ پڑتا ہے کہ جب خوشبودار میوہ کے سونگھنے سے کراہت لازم ہوتی ہے تو پھر اس کے کھانے سے تو ضرور جنایت لازم ہونی چاہیئے جیسے خود خوشبو کے سونگھنے کی کراہت کا حکم ہے تو خوشبو کے کھانے میں سب کتابوں میں جنایت لازم ہونا لکھتے ہیں مگر کسی کتاب میں صریح یا کنایۃً نہیں لکھا کہ خوشبودار میوہ کا کھانا محظور احرام ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جو چیزیں فقہاء نے خوشبو میں داخل وشمار کی ہیں ۔ اگر ان میں سے کسی میوہ دار

درخت یا بیل وغیرہ کو بھی شمار کرتے تو اُن کا میوہ بھی مخطورات میں سمجھا جاتا لیکن یہ قیاس
جی کو نہیں لگتا کیونکہ مناسک میں یہ لکھتے ہیں کہ جو شئے خود خوشبو کہلاتی ہے جیسے مشک،
کافور، عنبر، گل گلاب، زعفران حنا، ریحان، خطمی، دارچینی، الائچی، لونگ اور
بنفشہ وغیرہ۔ ان کا استعمال ہر طرح ممنوع ہے۔ اگرچہ دوا کی طرح آنکھ میں لگائے اور
جو خود خوشبو نہیں ہیں لیکن اس میں خوشبو بنائی جاتی ہے اور خوشبو کی طرح کام میں استعمال
کی جاتی ہے اور دوا میں بھی کام میں لائی جاتی ہے۔ جیسے زیتون اور تِل کا تیل۔ تو ان
میں استعمال کا اعتبار ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ جو فواکہ میوہ جات پھل ہیں جیسے
سیب، کیلا، امرود، خربوزہ، آم، ناشپاتی انگور، انار ہر ملک میں اور بھی بہت
سے مختلف قسم کے میوے پیدا ہوتے ہیں اور بعض پھلوں میں سے خوشبو بھی آتی ہے
جیسے خربوزہ عمدہ میٹھا اور کیلا امرود اور بعض آم جیسے مالٹا، سنگترہ، نارنگی، سیب
لیکن فقہا نے پھل دار درختوں کو یا اُن کے میوہ کو خوشبو کی چیزوں میں نہیں گنا نہ اُن میں کا
حکم لگایا ہے۔ باقی یہ شُبہ رہا کہ پھر خوشبودار میوہ کے سُونگھنے کو جو مکروہ لکھا گیا اُس کی
وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حقیقت میں خوشبو کو چونکہ اکثر لگانے یا سُونگھنے میں استعمال کیا
جاتا ہے تو اُن کا حکم لکھا ہے کہ جو چیز خود خوشبو کہلاتی ہے اس کا کھانا وغیرہ ہر طرح
کا استعمال ممنوع ہے اور کسی طعام وغیرہ میں پکا کر کھانے میں اس کو منع نہیں لکھا اگرچہ
اُن سے خوشبو بھی آتی ہو اور جو خود خوشبو کی چیز نہیں اگر بغیر خوشبو کی طرح استعمال کرے تو
اس کو خوشبو کا حکم دیا ہے۔ جیسے تِل کا تیل۔ مگر جس چیز میں سے خوشبو آتی ہو اگرچہ
وہ چیزیں ان خوشبو کی چیزوں میں شمار نہ ہوں اس کے کھانے اور دُوسرے کام
میں لگانا جائز ہُوا لیکن اس کی خوشبو کو سُونگھنے کو مکروہ لکھا تاکہ خوشبو سے تلذذ حاصل
نہ ہو۔ اس لیے اس اعتبار سے گویا سُونگھنا بھی ممنوع ہے اگرچہ وہ چیز خوشبو میں

داخل نہیں ہے۔ اس لیے فقہاءؒ نے کسی پھل یا اُن کے کسی درخت کو خوشبو میں شمار ہی نہیں کیا کیونکہ مطلق خوشبو مراد نہیں لی گئی، وہی خوشبوئیں ہیں جو شمار کی گئی ہیں۔ پس فواکہات کا کھانا کہیں منع نہیں لکھا گیا تو شبہ و قیاس نہیں چل سکتا اور فواکہ کو کہیں طیب میں شمار ہی نہیں کیا تو یہ کراہتہ گویا اس اعتبار سے ہے کہ جس خوشبو کو سونگھنا بھی مکروہ لکھا اگرچہ فی نفسہٖ وہ چیز خوشبو میں شمار کی گئی ہو۔ اگر خود خوشبو جن کو خوشبو میں گنا گیا ہے اس میں سے میوہ پیدا ہوتا ہو تو پھر کھانے کی ممانعت بھی نکل سکتی ہے۔ لیکن لباب کی عبارت سے ایسا ہی سب مناسکوں سے فقط سونگھنے کی منع کا حکم معلوم ہوتا ہے نہ کھانے کا۔

فلا یجب بشئی بشم الطیب، والفواکہ الطیبۃ وان کان ای الشم مکروھا اذا قصد بہ اثم (لعدم الالصاق) صفہ۲۰ شرح اللباب۔ الفواکہ الطیب

یعنی وہ میوہ جس سے طیب آتی ہو اُس کے سُونگھنے کو مکروہ کہا، کھانے کی ممانعت سے یہ عبارت بالکل ساقط ہے۔ پس فقط وہ میوہ جس میں سے خوشبو آوے تو وہی عرض ہے اور پیش کیا گیا واللہ اعلم بالصواب۔ اہل علم اس میں نظر فرماویں (ناقل)

مسئلہ۔ اور سر پر کپڑا رکھنا ڈھانکنے کے حکم میں ہے اور گٹھی کپڑوں کی (جو کہ سخت بندھی ہوئی ہو) یا خوانچہ سر پر رکھنا جائز ہے (زبدۃ) کعبۃ اللہ کے پردے کے نیچے آئے، اگر سر یا چہرے کو پردہ لگے تو مکروہ ہے ورنہ کچھ ڈر نہیں (زبدۃ)

مسئلہ۔ سر اور داڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے، صابن اور اشنان سے دھونا جائز ہے (زبدۃ) البتہ وہ صابن جن میں خوشبو ملی ہوتی ہے اُن سے نہ دھوئے (ناقل)

مسئلہ۔ آنکھوں کے پڑبال چنوانے جائز ہیں (زبدۃ) **مسئلہ** اور سِلے ہوئے کپڑے جیسے کرتہ پاجامہ اور عمامہ اور ٹوپی اور موزہ نہ پہنے (زبدۃ)

مسئلہ۔ اور سِلا ہُوا کپڑا غیر معمول طرح سے پہننے مثلاً کرتہ کو چادر کی طرح

اوڑھ لے جائز ہے مگر ترک اولیٰ ہے (لبدۃ) اس طرح کہ نہ بٹیرے لگائے نہ
آستینوں میں ہاتھ ڈالے۔ اگر ہاتھ نہ ڈالے لیکن فقط بٹیرے لگائے یا ہاتھ تو ڈالے
مگر بٹیرے نہ لگائے تو منع ہے اور جزا لازم ہوگی۔ بعض ناواقف آدمی کرتہ کی ایک
آستین میں ایک ہاتھ داخل کر کے کندھوں پر کرتا پہنتے ہیں۔ ملا علی قاری نے فرمایا ہے کہ
ایک ہاتھ آستین میں ڈالنے سے بھی دونوں ہاتھ کے ڈالنے کے حکم میں ہے (حیات)
ایسا ہی عبا اور چوغہ کو بغیر آستین میں دونوں یا ایک ہاتھ ڈالے فقط کندھوں پر ڈالنا
مکروہ ہے (حیات اللباب)[علہ] **مسئلہ**۔ اگر جوتا نہ ہو تو موزہ کو وسط قدم پر سے کاٹ
کر پہنے (لبدۃ) اس طرح پر کہ پیر کی پشت کی ہڈی کھلی رہے مع اوپر کے دونوں ٹخنوں
کے (ناقل) **مسئلہ**۔ مرد کو اپنے ہاتھوں میں دستانہ مخیط چرمی خواہ کپڑے کے
ہاتھوں کی وضع پر بنے ہوئے پہننا بھی حرام ہیں۔ مگر کپڑے سے جیسا رومال وغیرہ
لپیٹ لے یا چادر میں ڈھانک لے تو مباح ہے (حیات)
مسئلہ۔ عورت کو دستانہ یا جراب زیور وغیرہ مباح ہیں مگر ترک افضل ہے
کیونکہ احرام میں خوش لباس زینت کے لیے کرنا مناسب نہیں (ناقل)
مسئلہ۔ احرام والے کو موزہ اور جراب پہننا جائز نہیں اگرچہ ایک پیر میں پہنے
اسی طرح ہر وہ مخیط چیز جو پیر میں ساق سے لے کر پیر کے نصف میں اوپر ابھری ہوئی ہڈی
تک چھپ جائے تو ناجائز ہے کیونکہ پیر کا ساق سے لے کر بیچ کی ہڈی سے نیچے تک مخیط
کپڑے یا چمڑے وغیرہ چیز سے کھلا رکھنا واجب ہے بخلاف غیر مخیط کے مثل رومال وغیرہ

[علہ] ولو القی القباء والعباء ونحوهما کالجبة علی منکبیه من غیر ادخال یدیه فی کمیه والظاهر ان ادخال احدهما. فی مکروهات احرام اللباب) ص۸۲

سے ڈھانکنا جائز ہے (ناقل)

ضروری انتباہ

اکثر عوام خواص میں یہ مشہور ہے کہ فقط پیر کی بیچ کی ہڈی کھلی رکھنا ضروری ہے یہ بالکل غلط ہے۔ مگر وضو میں جو دو کعبین دھونے واجب ہیں اُن کے اُوپر سے لے کر پیر کی بیچ کی ہڈی سے بھی کچھ نیچے تک کاٹنا چاہیئے کہ اچھی طرح پیر کی ہڈی سے نیچے سے اُوپر دونوں ٹخنوں تک مع اطرافِ پیر اور ایڑی کے موزہ وغیرہ سے خالی رہے اور مثل جوتی کے رہ جائے[۱] (ناقل)

مسئلہ: اور جو کپڑا خوشبودار چیز میں رنگا ہُوا ہو اس کا پہننا جائز نہیں۔ مگر جو دھوڈالے کہ خوشبو نہ رہے تو جائز ہے (زبدۃ)

مسئلہ اور حمام میں چلا جانا جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ میل کچیل دُور نہ کرے نہ گرم پانی سے نہ سرد پانی سے۔ اگر نہائے تو طہارت یا خنکی کی نیت سے ہی نہائے۔ (زبدۃ)۔

---

[۱] الذی فی الحدیث و لیقطعهما حتی یکونا اسفل من الکعب وهو افصح مما هدا ابن کمال والمراد قطعهما بحیث یصیر الکعبان وما فوقهما من الساق مکشوفا لا تقطع موضع الکعبین فقط کما لا یخفی (ردالمحتار ص۲۲۲) ایضا لو کان الکرش الهندی یستر العقب وما فوقه مما یحاذی الکعب ینبغی ان لا یجوز لبسه لانه لم یکن اسفل من الکعبین فی کل جانب وهو الظاهر من النص و لعله محل النص علی قطع الخفین حتی یکونا کالنعلین من جانب الموخر والله سبحانه و تعالیٰ اعلم ایضا او لبس کل شئی فی رجله یواری الکعب۔ (لباب غنیۃ الناسک ص۴۵)

مسئلہ۔ پانی میں غوطہ لگانا مباح ہے کیونکہ پانی ساتر نہیں یعنی اس سے سر کا ڈھکنا نہ سمجھا جاوے گا (حیات وغنیہ) **مسئلہ۔** سر اور داڑھی کے بالوں اور سارے بدن کو صابون وغیرہ ایسی چیزوں سے میل کچیل دور کرنا مکروہ ہے اور احرام کی چادروں کو پاک وصاف کرنے کے لیے دھونا جائز ہے اور جوں مارنے کے لیے منع ہے اور زینت کے لیے مکروہ ہے (حیات)

حدیث شریف میں آیا ہے الحاج الشعث التفل اس سے ثابت ہوا کہ کامل حاجی وہی ہے جس کے بال بکھرے ہوئے اور چرک آلودہ ہوں۔ (حیات) پس جتنا ہوسکے زیب وزینت نہ کرے۔

مسئلہ۔ جو شخص احرام کی حالت میں مر جاوے اس کی تجہیز وتکفین مثل غیر محرم کے کی جاوے اس کا سر ڈھانکا جاوے اور کافور اور خوشبو وغیرہ لگائی جائے (ناقل)

مسئلہ۔ اور خیمہ اور کجاوہ کے نیچے سایہ میں آنا جائز ہے، مگر سر اور چہرے کو نہ لگے جو لگے گا تو وہ مکروہ ہوگا (زبدۃ) **مسئلہ۔** اور ہمیانی اور کمر بند باندھنی اور ہتھیار لگانا اور انگشتری پہننی اور سرمہ بے خوشبو کا لگانا جائز ہے (زبدۃ) ہمیانی اگرچہ تہ بند کے اوپر باندھی جاوے یا نیچے مگر تہ بند کی حفاظت کا ارادہ نہ کرے بلکہ تہ بند معمولی طور پر مضبوط باندھے کہ اگر ہمیانی کو کھولا جاوے تو چادر تہ بند کی بندھی رہے اُن کے سہارے پر نہ ہو، اگر ہمیانی کو تہ بند کی حفاظت کے لیے باندھیگا رسّی وغیرہ کی طرح تو مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (حیات) [علہ]

علہ وشد الهميان فی وسطه سواء کانت النفقة له او لغیره وسواء کان فوق الازار او تحته لانه لم یقصد به حفظ الازار بخلاف ما اذا شد ازاره بحبل مثلاً کما قدمنا۔ (غنیۃ الناسک ص۴۸)

اکثر لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

مسئلہ۔ اور خوشبو کے سُرمہ کا ایک دو دفعہ لگانے میں صدقہ دینا ہوتا ہے اور زیادہ میں ذبح کرنا آتا ہے (زبدۃ) اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ جو لکھتے ہیں کہ اگر بہت لگایا تو دَم ہے اور تھوڑا لگایا تو صدقہ دینا ہوگا۔ اس بہت اور تھوڑے کی مُراد لینے میں بعض کہتے ہیں خوشبو زیادہ ہو یا تھوڑی ہو اور بعض فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس میں عام قاعدہ کے خلاف ہے، لیکن خود اس فعل میں کثرت و قلت کا اعتبار ہے۔ یعنی اگر بہت لگایا تو دم اور تھوڑا لگایا تو صدقہ دینا پڑے گا۔ اسی قول کو محققین نے صحیح لکھا ہے[1] (نائل)

مسئلہ۔ اور احرام باندھنے کے وقت جو خوشبو لگانا بدن اور کپڑوں کو مستحب ہے یہ احرام کی نیت کرنے سے پہلے لگانا چاہیئے۔ (حیات)

مسئلہ۔ اور جس خوشبو کا اثر لگانے کے بعد باقی رہے وہ خوشبو بدن کو لگانا جائز تو ہے مگر افضل نہیں ہے بلکہ بہتر ہے کہ ایسی خوشبو بدن اور سر اور داڑھی کو لگائے جس کا اثر باقی نہ رہے تاکہ امام محمدؒ کے خلاف سے بھی بچ جائے کیونکہ وہ ایسی

---

[1] وان اکتحل بکحل فیہ طیب فعلیہ صدقۃ الا ان یکون کثیرا فعلیہ دم کذا فی المبسوط وجامع الفقہ۔ قال فی الفتح یقید تفسیر المراد بقولہ الا ان یکون کثیرا ان الکثرۃ فی الفعل لا فی نفس الطیب المخالط، فلا یلزم بمرۃ واحدۃ وان کان الطیب کثیرا فی الکحل وفسر لا سبیجابی فی شرح الطحاوی وصاحب الخزانۃ وغیرھما الکثرۃ بالمراد فقالوا ان فعل ذلک مرارا فعلیہ دم وھو مروی عن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منسک کبیر اعلم ص ۲۲۹

[2] ایضا ولو اکتحل الکحل لیس فیہ طیب فلا باس بہ وان کان فیہ طیب فعلیہ صدقۃ الا ان یکون مرارا کثیرۃ فدم کذا فی کافی الحاکم والمحیط فلا یلزم الدم بمرۃ او مرتین وان کان الطیب کثیرا فی الکحل لان المعتبر الکثرۃ فی الفعل لا فی نفس الطیب المخالط وتفصیلہ فی المنسک قال ان الکحل فما کان من مرۃ غیر فی الکفارۃ فتح غنیہ ص ۱۳۳

خوشبو لگانا جائز نہیں رکھتے۔ پس بہتر ہے کہ بدن کو مُشک سے خوشبودار کرے کہ وہ
اطیب الطیب ہے اور اس کو گلاب یا صاف پانی میں ملا کر لگائے تاکہ اس کا اثر
باقی نہ رہے۔ مگر ایسی خوشبو جس کا اثر احرام باندھنے کے بعد تک رہے کپڑوں کو لگانا
صحیح قول میں جائز ہی نہیں (حیات) اس منع کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اگر کسی وقت احرام
باندھنے کے بعد وہ کپڑا اُتار دیا اور دوبارہ پھر بدن پر اوڑھا جائے گا تو جنایت
لازم ہوگی۔ جیسا احرام والے کو احرام کی حالت میں خوشبو لگانے سے لازم آتی ہے
(حیات) **مسئلہ**۔ مگر وہ خوشبو جس کا اثر بعد احرام باندھنے کے باقی نہیں رہتا وہ
بالاتفاق نیت احرام کرنے سے پہلے بدن خواہ کپڑے کو لگانا جائز ہے (حیات)۔
مسئلہ۔ اگر ضرورت کی وجہ سے خوشبودار سُرمہ لگایا تو اس کے کفارہ دینے میں وہی
اختیار ہے کہ فدیہ دے یا روزہ وغیرہ رکھے جو عذر کی وجہ سے اختیار ہے جو باب
جنایت میں معلوم ہوگا (غنیۃ ص ۱۳۳) **مسئلہ** اور سُنّت کی نیّت اور نظر کی قوت کیلئے
سوا خوشبو ملائے سُرمہ لگانا جائز ہے۔ زینت کی نیّت سے مکروہ ہے۔ باقی خوشبودار
ہر طرح منع ہے اور مسواک کرنا ہر حالت میں سُنّت ہے اور آئینہ دیکھنا مباح ہے (حیات)
مسئلہ۔ حقنہ اور فصد کرانے اور پچھنے لگانے میں اگر بال مونڈنے نہ پڑیں،
اور داڑھ نکالنا اور عضو کا باندھنا جائز ہے **مسئلہ** اور پچھنے میں بال مونڈے تو
دم دینا اور سر کھجلانا جائز ہے۔ مگر جو خوف بال ٹوٹنے یا جوں گرنے کا ہو تو بہ نرمی
کھجلائے (زبدۃ) **مسئلہ**۔ نکاح کرنا اپنا یا دُوسرے کا نکاح کرانا، بطریق
اصالت یا نیابت جائز ہے۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے (حیات و غنیہ)
لیکن وطی یا دَواعی وطی وہ نہ کرنی پڑے گی باقی زیادہ تفصیل ان مسائل کی
جنایات کے بیان میں آئے گی۔

مکّہ معظّمہ میں داخل ہونے کا بیانؑ

مسئلہ۔ جاننا چاہیئے کہ جو آدمی حج کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کو سُنّتِ موکدہ ہے کہ عرفات پر وقوف کرنے سے پہلے مکّہ معظّمہ میں آکر داخل ہو اسلیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اس میں ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا، باہر باہر سے پہلے عرفات پر چلا جائیگا تو سُنّت کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی سُنتوں کا ترک لازم آئے گا جیسے ساتویں ذی الحجہ کے خطبہ میں موجود رہنا اور باہر سے آنیوالے کو طوافِ قدوم کرنا اور مکّہ معظّمہ سے ہوکر منٰی کی طرف نکلنا اور پانچ نمازیں اسمیں پڑھنا۔ البتہ یہ کراہت کا حکم اس وقت ہوگا جبکہ سوا ضرورت کے ایسا کرے گا، اگر ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا جیسے وقت کی تنگی کے سبب سے پہلے سیدھا عرفات پر چلا گیا تو مکروہ نہیں (حیات)

مسئلہ (اپنے میقات سے جب حج کا احرام باندھ کر روانہ ہُوا) پھر جب حدِ حرم میں داخل ہو تو اگر ہو سکے تو برہنہ پا ہوکر پیدل ہولیوے کہ مستحب ہے اور سکینہ و وقار کے ساتھ کثرتِ استغفار اور دُعا کرتا چلے (زبدۃ) اگر حدِ حرم سے پیادہ پا نہ چل سکے تو ذی طوی ایک مقام ہے مکّہ معظّمہ سے باہر حدِ حرم میں، اس سے چلے ورنہ شہر مکّہ مکرمہ سے پہلے پیادہ پا ہولے بلکہ جوتا نکال کر برہنہ پا ہوکر اکثر انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سابقین برہنہ پا ہوکر آتے تھے (حیات)

مسئلہ۔ پھر جب مکّہ معظّمہ میں داخل ہو تو ذِنکو داخل ہونا اور حجون یعنی گورستان مکّہ مکرمہ کی راہ سے جس کو باب المعلیٰ کہتے ہیں داخل ہونا مستحب ہے (زبدۃ) لیکن آج کل مشکل ہے کہ موٹروں کے تابع ہونا پڑتا ہے۔ اسباب وغیرہ ساتھ ہوتا ہے۔ پس ایسی حالت میں مستحب کا ترک مباح ہے (ناقل)۔

مسئلہ۔ اور واسطے دخول مکہ کے غسل کرنا سنت ہے (زبدۃ) مسئلہ۔ نکلنا مکہ مکرمہ سے باب السفلی سے مستحب ہے (زبدۃ) مسئلہ۔ پس مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر اپنے اسباب کا بندوبست کر کے اوّل مسجد الحرام میں آوے اور باب السلام سے مسجد میں داخل ہونا مستحب ہے۔ تلبیہ کہتا ہُوا اور تواضع اور خشوع کے ساتھ بزرگی مکان مکرّم کی دھیان کیے ہوئے داخل ہو۔ پہلے داہنا پاؤں داخل کرے اور یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ عَلَیْنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ۔

اور درود شریف پڑھے (زبدۃ) مسئلہ۔ جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین دفعہ کہے اور وقت دیکھنے بیت اللہ شریف کے دُعا مانگے کہ یہ وقت مستجاب ہے۔ (زبدۃ)

مسئلہ۔ اور وقت مشاہدہ بیت اللہ شریف کے ہاتھ اُٹھانے بعض روایات حدیث سے ثابت ہیں۔ چنانچہ فتح القدیر[علہ] میں منقول ہے۔ پس چاہیئے کہ رفع یدین یہاں بھی سُنّت ہو (زبدۃ) اور اس وقت میں ذکر درود شریف کا اور دُعائے ماثورہ اولےٰ ہے اور وہ یہ ہے :-

---

علہ وانما یرفع القادم یدیہ عند رؤیتہ البیت للدعولانہ ثبت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا رأ البیت رفع یدیہ وقال اللھم زدھذا البیت الی قولہ و برا واستحبہ المحققون من اھل المذھب منھم الکرمانی و البصروری و ابن الھمام وعلی القاری وھومذھب الشافعی واحمد رضی اللہ عنھم وقال فی المرقات و اما خبر الترمذی وحسنہ عن جابر بنفیہ فالجواب ان المثبت مقدم علی النافی وتمام فیہ غنیۃ مناسک ص۸۵

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَعْظِيْمًا وَّتَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّزِدْ مَنْ حَجَّهٗ اَوِاعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّتَعْظِيْمًا وَّبِرًّا۔

خواہ اور دُعا جو چاہے پڑھے کہ یہاں یا اور کہیں مواقع حج میں کوئی دُعا موکد نہیں جس میں خوب خشوع ہو پڑھے (زبدۃ) رویت بیت اللہ شریف کے وقت دُعا میں ہاتھ اُٹھانے میں ہمارے حنفیوں میں اختلاف ہے۔ مخدوم محمد ہاشم صاحب نے حیات القلوب میں فرمایا ہے کہ ہاتھ نہ اُٹھائے جائیں۔ بیت اللہ شریف کی رویت کے وقت اور نہ دُعا مانگنے کے وقت بلکہ رفع یدین کرنا اس وقت میں وارد نہیں ہُوا نقل ہے حضرت جابرؓ سے کہ یہ فعل یہودیوں کا ہے لہٰذا علامہ سروجی نے شرح ہدایہ میں کہا ہے کہ مذہب یہ ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ پس معلوم ہُوا کہ جو کرمانی نے اپنے مناسک میں بیت اللہ شریف کی رویت کے وقت رفع یدین کرنے کا استحباب نقل کیا ہے وہ مذہب کیخلاف ہے۔ انتہیٰ (حیات) اسی طرح مولانا رحمۃ اللہ سندھی کے منسک الکبیر اور متوسط میں ہے اور مُلّا علی قاری نے شرح میں لکھا ہے کہ کرمانی اور بصروی کا مستحب لکھنا مطلق دُعا پر قیاس کرنے کی وجہ سے ہے لیکن سُنّت کی متابعت یہ ہے کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے وہاں ہاتھ اُٹھائے اور جہاں نہیں ثابت ہے وہاں نہ اُٹھانے چاہئیں۔ حضرۃ مولانا خلیل احمد قدس سرہ مہاجر مدنی نے بذل المجہود میں اسکی تحقیق فرمائی ہے اور چونکہ مسئلہ اختلافی ہے اس لیے اقوال کو جمع فرمایا ہے۔[۱]

---

[۱] قال فی اللباب ولا یرفع یدیہ عند رؤیتہ البیت وقیل یرفع قال القاری فی شرحہ ای لا یرفع ولو حال دعائہ لانہ لم یذکر فی المشاہیر من اصحابنا کالقدوری والہدایۃ والکافی والبدائع الخ شرح ص۶۶ بل قال السروجی المذہب ترکہ وصرح الطحاوی بہ انہ یکرہ عند ائمتنا الثلاثۃ

مسئلہ۔ پھر مسجد میں اگر اول طواف کرے جبکہ اندیشہ قضاء نماز فرض کا یا فوت جماعت کا یا وتر یا سنت موکدہ کا نہ ہو (اگرچہ پہلی ہوں یا پچھلی یا نماز جنازہ) اگر ان میں سے کسی کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو پہلے ادا کرے بعد اس کے طواف کرے (زبدۃ)

مسئلہ۔ مسجد الحرام میں داخل ہونے کے وقت نفل تحیۃ المسجد کی نہ پڑھے اور زائدہ سنتیں بھی نہ پڑھے جیسے نفل ضحیٰ اور اشراق والتہجد۔ بلکہ طواف کرے کیونکہ اس مسجد کی تحیۃ کے لیے طواف ہے نہ نفل نماز۔ مگر یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کو مسجد میں آتے ہی کوئی طواف کرنا ہو۔ جیسے طواف قدوم یا طواف زیارت یا طواف عمرہ یا کسی نفلی طواف ہی کے لیے مسجد میں حاضر ہو۔ اگر مسجد میں فقط بیٹھنے کے لیے آئے تو دو رکعت نفل تحیۃ المسجد پڑھ لے (حیات وغنیہ ص۵۲)

اصل قانون اس مسئلہ کا یہ ہے کہ مکہ معظمہ کا رہنے والا ہو یا باہر سے کوئی آوے بشرطیکہ اس پر کوئی طواف وغیرہ کرنا لازم نہ ہو۔ مثلاً باہر سے تو آیا لیکن احرام نہیں جیسے حل وغیرہ کے لیے آیا یا ایسا محرم ہے کہ طواف قدوم وغیرہ کر چکا ہو ایسا ہی معتمر طواف عمرہ کر کے اگرچہ احرام سے حلال نہ ہوا ہو اور مکہ مکرمہ میں رہتا ہو۔

ص۱۰۹ سے آگے۔ شامی ص۲) وبہ صرح وکلام الطحاوی وشرح معانی الآثار صریح انہ یکرہ عند ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد ونقل عن جابر رضی اللہ عنہ ان ذلک من فعل الیھود (شرح اللباب ومنسک الکبیر (بذل المجھود شرح ابوداؤد) ص۳ بل اعتمد لاھلی ما اسند الشافعی۔ ولنا ان الواقدی روی ھذا الحدیث عن ابن عباس ولم یذکر فیہ رفع الیدین والواقدی ثقۃ عند علمائنا وارشاد الساری سنی ملا علی قاری ص۸۲

پس اگر طواف کرنے کی نیت سے مسجد الحرام میں آئے اس وقت اس مسجد کی تحیۃ طواف ہے اور اگر طواف کرنے کی نیت نہ ہو تو پھر اس مسجد کی تحیۃ بھی نفل نماز ہے جیسا اور مسجدوں کا حکم ہے۔ ہم حنفیوں کا مذہب یہ ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ حکم خاص وہاں کے رہنے والوں کے لیے ہے اور باہر والوں کے لیے ہر حال میں اس مسجد کے لیے طواف ہی معین ہے[1]۔ (غنیۃ المناسک ص۴۲)

---

[1] (ولا تشغل بتحية المسجد) لان تحية هذا المسجد الشريف هو الطواف لمن عليه الطواف اواراده بخلاف من لم يرده أو أراد . ان يجلس فلا يجلس حتى يصلى ركعتين تحية المسجد الا ان يكون الوقت مكروها للصلاة (ولا بشيئ آخر) اى من السنن الزائدة كصلاة الضحى والاشراق والتهجد (الا ان يكون عليه فائتة) من الفروض اى هو صاحب ترتيب (او) كان (يخاف فوت المكتوبة) اى نفسا (والوتر) اى فوته (وسنة راتبة) اى من السنن الموكدة القبلية والبعدية (اوفوت الجماعة) اى فى المكتوبة وكذا جماعة الجنازة (فيقدم كل ذلك على الطواف) اى الطواف التحية وغيرها (اللباب وشرحه ص۸۸) فى غنية المناسك . او الوتر والسنة الراتبة اوخاف فوت الجماعة الا ولى فى المكتوبة اوصلوٰة الجنازة

فيقدم كل ذلك على الطواف ثم يطوف ص۵۱ ايضا اذا دخل المسجد الحرام وهو يريد الطواف فتحية الطواف وان كان لا يريد الطواف فتحية الصلاة كبقية المساجد هذا عندنا وعليه الشافعية وقال المالكية هذا فى حق المقيم خاصة واما الآفاقى فتحية الطواف مطلقا (غنية ص۴۲)

مسئلہ۔ جو شخص محرم ہو یا حلال ہو اس پر کوئی طواف فرض ہو یا واجب یا منت جیسے طوافِ زیارت یا طوافِ عمرہ یا طواف قدوم یا وداع اور مسجد میں آتے ہی ان میں سے جو اُن پر لازم تھا کر لیا تو قائم مقام تحیۃ کے ہو جائیگا۔ یعنی طواف تحیۃ بھی گویا ادا ہو گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو طواف کے ارادہ سے نہ آیا اور آتے ہی فرض نماز میں شامل ہو گیا تو اس سے نماز تحیۃ المسجد کا نفل بھی ادا ہو گیا (ناقل) (حیات ص ۱۲۲ ۔ اللباب ص ۸۹ غنیۃ ص ۵۱، ۵۲)۔

طواف کرنے کے طریقہ کا بیان

مسئلہ۔ اور طریقہ طواف یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے سامنے جسطرف حجرِ اسود ہے۔ اس طرح کھڑا ہو کہ داہنا مونڈھا اس کا حجرِ اسود کے اس کنارہ کے مقابل ہو جو رکن یمانی کی طرف ہے اور سارا حجرِ اسود اس کے داہنی طرف رہے (زبدۃ)۔

مسئلہ۔ حجرِ اسود کے کنارے سے رکن یمانی کی طرف زیادہ ہٹ کر نہ کھڑا ہو جیسے کہ اکثر جاہل لوگ دونوں رکنوں کے بیچ میں کھڑے ہوتے ہیں یہ مکروہ ہے اور اجماعِ اُمّت کے خلاف ہے (حیات)

مسئلہ۔ طواف کی نیت اس طرح کرے:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَطُوْفَ بِهٰذَا الْبَيْتِ الْحَرَامِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ فَيَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ

مسئلہ۔ اور افضل یہ ہے کہ جمع کرے نیت کو قلب اور زبان سے یعنی دل میں کہہ دے کہ اے اللہ تعالےٰ! میں نے نیت کی اس بیت اللہ شریف کے سات شوطوں طواف کی خاص واسطے اللہ کے تو اس کو آسان کر مجھ پر اور قبول

فرما اور نیت کے وقت جس قسم کا طواف کرنا ہو مثلاً طوافِ قدوم یا طوافِ زیارت یا صدر یا طواف عمرہ وغیرہ کے تو اس کا نام لینا متعین کرنے کے لیے زیادہ بہتر ہے (حیات)

مسئلہ۔ پھر نیتِ طواف کرکے داہنی طرف کو ذرا چلے ایسا کہ حجر اسود کے بالکل مقابل ہو جاوے (زبدۃ)

مسئلہ۔ اور جان لے کہ طواف کی نیت دل میں کرنی فرض ہے اگر بغیر نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد سات بار پھر جاوے تو طواف معتبر نہ ہوگا۔ (زبدۃ)

مسئلہ۔ پس سامنے حجرِ اسود کے کھڑا ہو کر ہاتھ اُٹھا کر جیسا نماز میں اُٹھاتے ہیں یہ تکبیر و تہلیل کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (زبدہ)

مسئلہ۔ اور ہاتھ اُٹھانے تکبیر سے پہلے اور استقبال حجرِ اسود سے پہلے بدعت ہے بلکہ بعد استقبال کے تکبیر کے ساتھ اٹھائے (زبدۃ) یہ پہلے اُٹھانا سب اماموں کے نزدیک بدعت ہے بعضے معلّم وہاں حجاج کو طواف کرانے کے وقت نیّت و استقبال حجرِ اسود سے پہلے ہاتھ اُٹھواتے ہیں۔ ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر کسی نے نیّت کرنے میں دیر کی پس تکبیر کہنے کے ساتھ نیّت کر لی تو چونکہ بوقت تکبیر ہاتھ اُٹھائے کھڑا ہوگا اس لیے جائز ہے لیکن ایسا کرنا بہتر نہیں (حیات)

مسئلہ۔ پھر تکبیر تہلیل کے بعد، ہاتھ چھوڑ کر استلام کرے یعنی دونوں کف دست حجرِ اسود پر رکھ کر منہ اپنا دونوں ہاتھوں کے بیچ میں رکھ کر نرمی بوسہ دے۔ چٹخارے نہ بھرنے چاہئیں اور بعض کے نزدیک سر رکھنا حجر اسود پر بعد بوسہ کے بھی آیا ہے۔ پھر

دوسرا بوسہ پھر تیسرا بوسہ پھر تیسرا سجدہ کرنا بھی مستحب ہے (زبدۃ)

مسئلہ۔ ایک ہاتھ سے استلام نہ کرے کہ یہ متکبّروں کی عادت ہے (حیات)

مسئلہ۔ اور استلام سُنّت ہے مگر جو بسبب اژدہام کے دھکم دھکا ہونا اور کسی کو ایذا دینا ہو تو ترک کر دے کیونکہ ترک ایذا واجب ہے۔ (زبدۃ) **مسئلہ**۔ اور جو اسطرح استلام نہ کر سکے تو فقط دونوں ہاتھ ہی حجرِ اسود پر رکھدے۔ اگر دونوں ہاتھ نہ رکھ سکے تو ایک ہاتھ رکھدے مگر ایک ہاتھ رکھنے میں داہنا ہاتھ رکھنا اولیٰ ہے۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر اپنے ہاتھ کو بوسہ دے لے (زبدۃ)

مسئلہ۔ جو ہاتھ بھی نہ رکھ سکے تو لکڑی یا کسی اور چیز سے حجرِ اسود کو چُھو کر اس چیز کو بوسہ دے۔ اگر بسبب ہجوم کے یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر کفِ دست دونوں ہاتھ کے حجرِ اسود کی طرف اور پُشت ہاتھوں کی چہرے کی طرف کرے گویا کہ حجرِ اسود پر رکھے ہیں اور تکبیر و تہلیل جو بیان ہوئی پڑھ کر پھر ہاتھوں کو بوسہ دے لے (زبدۃ) یہ جو کہا گیا کہ دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر) کانوں تک سے یہ مراد نہیں کہ اس استلام میں جو ہاتھ اُٹھائے جاویں وہ بھی افتتاحی تکبیر کی طرح کانوں تک ہوں بلکہ مُراد یہ ہے کہ یہ بھی کانوں کے محاذ سے نیچے ہوں اور تکبیر کے اشارہ اور استلام کے اشارہ میں یہ امتیاز ہے کہ تکبیر افتتاح میں نماز کی طرح اُٹھائے جاتے ہیں اور استلام کے لیے حجرِ اسود کیطرف سیدھے کئے جاویں اور پیٹھ ہاتھوں کی مُنہ کی طرف کرے۔ اسی لیے تو کہا کہ کف دست حجرِ اسود کی طرف کرے گویا اس پر رکھے ہیں۔ خوب سمجھ لو۔[عہ]

عہ وفعل ما ذکرنا من الاذکار و رفع الیدین حذاء اذنیه عند التکبیر ثم ارسالهما ثم رفع یدیه حذاء اذنیه وجعل ظاهر کفیه الی وجهه وباطنهما نحو الحجر مشیرا بهما الیه کانه واضعهما علیه وقبلهما بعد الاشارة وهذا الرفع للاشارة لا للتکبیر ذکره فی الکبیر ولا یشیر بالفم ولا برأسه الی القبلة ان تعذر التقبیل (غنیہ ص۵۲)

مسئلہ۔ حجر اسود کو استلام کرتے وقت ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے میں یہ خیال رہے کہ جو گول حلقہ چاندی کا حجر اسود پر چڑھا ہوا ہے اس کو ہاتھ نہ لگے اور نہ بوسہ دے کیونکہ اس سے چاندی کا استعمال لازم آئے گا یہ ممنوع ہے[1] (غنیۃ)

مسئلہ۔ گاہے حجر اسود کو خوشبو عطر[2] وغیرہ لگا لیتے ہیں۔ اس وقت احرام والے کو حجر اسود پر منہ اور ہاتھ نہ رکھنا چاہیئے۔ کسی اور چیز سے حجر اسود کا استلام کرے کیونکہ احرام والے کو خوشبو سے بچنا چاہیئے (حیات)

تنبیہ۔ بعض متکبرین جب حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو پہلے حجر اسود کو رومال سے پونچھ کر بعد میں بوسہ دیتے ہیں کیونکہ طواف کرنے والوں کے بوسہ دینے سے اس پر رال وغیرہ ہونٹوں کی لگنے کا احتمال ہے اس سے نفرت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ ایک تو تھوڑا وقت پہلے وقفہ ہونے سے موالات اشواط طواف میں تاخیر ہوتی ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ حجر اسود کو یمین اللہ فی ارضہ[3] کہا گیا ہے اور اس سے مصافحہ کرنا عبادت ہے۔ شرح اللباب میں لکھا ہے کہ استلام حجر اسود کے وقت دونوں ہاتھ رکھدے نہ ایک ہاتھ جو متکبرین کا طریقہ ہے۔

حکایت۔ حضرت مولانا شفیع الدین صاحب جو کہ حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے مہاجر مکی تھے۔ مکہ معظمہ میں

---

[1] استلام ویجتنب عند الحجر عن استعمال ما ھناک من طوق فضۃ رکبوھا حول الحجر الاسود (غنیۃ ص۵۴)۔

[2] فان لم یستطع لزحمۃ او تکون الحجر ملطخا بالطیب وھو محرم الخ (غنیۃ ص۵۳)۔ [3] ولما نقل ان الحجر یمین اللہ فی ارضہ یصافح بہ عبادہ والمصافحۃ بالیمین الخ (غنیۃ ص۵۴)۔

علاوہ حرم شریف میں فرمایا کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کا یہ فرمان
آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز متبرک شے کو لگ جائے
وہ بھی متبرک ہو جاتی ہے پھر یہ لوگ اس سے کیوں نفرت کرتے ہیں۔ اس لیے ایسا نہ
کرنا چاہیئے بلکہ عاشق ہو کر بلا تاخیر بوسہ دینے کے لیے جھک پڑے۔ جو چیز محبوب کی
طرف منسوب ہو اسکے بوسہ دینے میں تامل اور سوچ بچار کرنا نہایت بے ادبی اور قبیح ہے۔

پائے سگ بوسیدہ مجنوں خلق گفتہ ایں چہ سود
گفت وے در کوئے لیلےٰ گاہ گاہے رفتہ بود (ناقل)

فائدہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب حجر اسود کا طواف کرنے کو آئے اور بوسہ
دیا تو کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے
اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ تجھکو بوسہ دیتے ہیں تو تجھکو کبھی بوسہ
نہ دیتا (رواہ البخاری و مسلم (عینی) ابو داؤد باب تقبیل الحجر) اس سے جاہلوں اور
بُت پرستوں کا وہم دُور کیا کہ کوئی اس کو نافع وضار مثل بت پرستوں کے اعتقاد نہ کرے۔
ورنہ اس میں اسرار الٰہی ودیعت ہیں اور مصنف ابن ابی شیبہ نے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ایسا ہی قول حجر اسود کو کہنا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مثل قول
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روایت کئے ہیں (عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ
نے اپنے اس قول سے یہ بات ظاہر کر دی کہ مسلمان حجر اسود کو معبود نہیں سمجھتے کیونکہ معبود تو
وہی ہوتا ہے جو نفع و ضرر کا مالک ہو۔ حیات المسلمین کے صفحہ روح ہفدہم مصنفہ حضرۃ
مرشدی قدس سرہ تھانوی میں ہے۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حجرِ اسود کی طرف رُخ کیا پھر اپنے دونوں لب مبارک ایسی حالت میں رکھے کہ بڑی دیر تک روتے رہے پھر جو نگاہ پھیری تو دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عمر! اس مقام پر آنسو بہائے جاتے ہیں (ابن ماجہ وابن خزیمہ وحاکم وبیہقی) محبوب کی نشانی کو پیار کرتے ہوئے رونا صرف عشق سے ہو سکتا ہے۔ پس حج کا تعلق عشق سے ہونا اس حدیث سے ثابت ہوا (حیات المسلمین، ناقل)

مسئلہ۔ بعد استلام کے واجب ہے کہ داہنی طرف کو دروازے کی چلے کہ بیت اللہ بائیں مونڈھے کی طرف رہے اور واجب ہے کہ حطیم کو بھی طواف میں لے لے۔ حطیم اور بیت اللہ کے بیچ سے ہو کر نہ نکلے کیونکہ حطیم بھی بیت اللہ میں داخل ہے۔ (زبدۃ)

مسئلہ۔ اگر بیچ سے ہو کر نکلے گا تو کافی نہ ہو گا بلکہ اعادہ طواف کا کرنا پڑے گا۔ اگر فقط حطیم کو ہی سات بار طواف کر لیگا تو بھی جبر نقصان ہو جائیگا (زبدۃ) لیکن اولیٰ یہ ہے کہ سارے طواف کو لوٹا لے۔ سبب اختلاف سے بچنے کے۔ کیونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ طواف جائز ہی نہیں ہوا اصلاً۔ پس ان کے نزدیک فقط حطیم سے اعادہ کرنے سے جبر نقصان نہ ہو گا (حیات)

مسئلہ۔ اگر فقط حطیم ہی سے طواف کا اعادہ کرے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ کعبہ کے رکن عراقی کی طرف اپنا بایاں مونڈھا کر کے کھڑا ہو پس سُنّت کے طریقے کا خیال رکھتے ہوئے حطیم سے باہر حطیم کا طواف کرے رکن شامی تک۔ پھر ہر شوط کے لیے رکن عراقی پر سے آکر شروع کرے اور لوٹنے کے وقت کا آنا طواف میں شمار نہ ہو گا۔ کعبہ اور حطیم کے بیچ سے نہ آنا چاہیئے کیونکہ اپنے مقصود کے لیے راستہ بنانا مناسب نہیں مگر تبرک کی نیّت سے حطیم میں داخل ہو تو بہتر ہے (حیات)

مسئلہ۔ جب طواف کرتے ہوئے رکن یمانی پر آئے کہ جنوب کی طرف کا

کونا ہے تو اس کو بھی استلام کرے کہ مستحب ہے[۱] اور استلام رکن یمانی کا یہ ہے کہ فقط دونوں ہاتھ یا داہنا ہاتھ اس کو لگائے اور بایاں ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا اور سجدہ کرنا یہاں نہیں چاہیئے۔ ہجوم میں اشارہ کرنا بھی یہاں نہیں چاہیئے اور سوا ان دو جگہ کے استلام اور کسی کونہ یا دیوار کا کرنا مکروہ ہے (زبدة) مخدوم محمد ہاشم صاحب نے لکھا ہے کہ ان دو رکنوں کے سوا رکن عراقی اور رکن شامی کو کسی طرح کا استلام اگرچہ اشارہ سے ہو بدعت مکروہ ہے۔ باتفاق چاروں اماموں کے ایسا ہی ملّا علی قاریؒ نے شرح منسک المتوسط میں لکھا ہے (حیات)

مسئلہ۔ جاننا چاہیئے کہ ساری مسجد الحرام کے اندر بیت اللہ شریف کا طواف کرنا جائز ہے۔ بیت کے قریب ہو یا بعید۔ کیونکہ طواف کی صحت کے لیے جو مکان شرط ہے وہ حول کعبہ ہے پس اگرچہ ستون یا زمزم کی پشت کی طرف سے طواف کرے یا مسجد کی سقف مرتفع (اوپر چھت پر) سے کرے یہ فقط جواز کی صورت ہے مگر بیت اللہ شریف کے نزدیک مطاف میں جہاں گرد کعبہ سنگ مرمر سفید سے فرش لگا ہوا ہے اس جگہ پر طواف کرنا افضل ہے۔ (حیات)

مسئلہ۔ مسجد الحرام سے باہر طواف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ طواف تو مسجد کا ہوا نہ کعبہ کا۔ (حیات)

مسئلہ۔ ہوائی جہاز جس مقام کی فضا میں گزرے اسی مقام کا حکم رکھتا ہے اس لیے اگر بعد زوال یوم عرفہ کے فضائے عرفات پر گزرے تو محرم کا حج ہو جائیگا۔ اسی طرح طواف بھی فضائے کعبہ کے گرد پھرنے سے ادا ہو جائیگا۔ ایسا ہی شکار اگر اڑتے ہوئے جہاز میں ساتھ ہو تو اسکو حد حرم کی محاذات میں گزرنے

---

[۱] (ویستحب استلام الرکن الیمانی فی کل شوط (اللباب ص۹۳)

کے وقت چھوڑنا شکار کا واجب ہوگا اسی طرح دُوسرے احکام کا حکم ہوگا (ناقل از لغات انگریزی علماء)

مسئلہ۔ پس جب گرد (کعبہ) پھر کر حجرِ اسود پر آئے پھر استلام کرے جیسا اُوپر مذکور ہُوا یعنی بسم اللہ اللہ اکبر تکبیر کہہ کر حجرِ اسود پر ہاتھ رکھ کر بوسہ دے۔ لیکن ہاتھ اُٹھانے پہلی دفعہ میں ہیں پھر ہاتھ نہ اُٹھائے۔ چنانچہ فتح القدیر میں تحقیق کیا ہے (زبدۃ) اور مُلّا رحمۃ اللہ صاحبؒ سندھی نے منسک کبیر میں آثار نقل کئے ہیں جو کہ رفع یدین ہر شوط میں کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لیے مُلّا علی قاری نے فرمایا ہے کہ گاہے رفع یدین کیے جائیں گاہے نہ کیے جائیں تاکہ دونوں قولوں پر عمل ہو۔ واللہ اعلم (حیات) کیونکہ حجرِ اسود کے ہر شوط میں استلام کرنا بعض سُنّت کہتے ہیں اور بعضوں کے نزدیک فقط اوّل اور آخر میں سُنّت ہے بیچ میں مستحب ہے (حیات)

مسئلہ۔ طواف میں جب کسی شوط کو پُورا کر کے استلام کرنے میں حجرِ اسود کے پاس کثرت طواف کرنے والوں کی وجہ سے جگہ نہ ملے تو جگہ ملنے اور ہجوم کے کم ہونے کے انتظار میں وہاں نہ ٹھہرے بلکہ ہاتھ یا لکڑی وغیرہ یا اشارہ سے استلام کر کے چلا جائے۔ کیونکہ طواف کے اشواط میں موالات سُنّت ہے بلا بدل اور استلام حجر سُنّت ہے مع البدل (یعنی اس کا بدل اشارہ وغیرہ ہے) باقی طواف کے اوّل اور آخر میں استلام کے لیے ٹھہر جائے جب کم ہو تو کرے (حیات) البتہ موسم حج میں کثرت حجاج کے وقت ہجوم کم نہیں ہوتا اور کئی گھنٹوں تک فرجہ نہیں ملتا اور خاص کر بعض طواف حج کے موقت بھی ہوتے ہیں یا عذر سے جلدی سے کرنے پڑتے ہیں تو اس حالت میں اشارہ وغیرہ سے استلام کر کے طواف شروع کر دے اور ختم کر دے اور بہت سے وقت کی تاخیر کرنا بھی قابلِ برداشت نہیں ہو سکتا تو عفو ہے (ناقل)

مسئلہ۔ بعض متکبّر اور عاصی لوگ باوجود حجرِ اسود کو بوسہ دینے کی قُدرت

بھی فقط ہاتھ سے اشارہ کرکے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں اس کا اعتبار نہیں ہے اور عوام
بوسہ وغیرہ دینے کی قدرت نہ ہو تو فقط سر کا اشارہ دینا بجائے ہاتھ کے اشارہ کے شمار
نہ ہوگا جب تک کہ ہاتھ سے اشارہ نہ کرے (حیات[۱])

مسئلہ۔ اور اس ایک دفعہ حجر اسود سے حجر اسود تک پھر آنیکو شوط کہتے ہیں (زبدۃ)

مسئلہ۔ اگر کوئی بائیں طرف طواف کرے یا طواف کرنے میں چہرہ یا پیٹھ بیت اللہ شریف
کی طرف کرکے طواف کرے یا شروع طواف سوا حجر اسود سے کرے تو جبتک مکہ معظمہ میں ہے اعادہ
طواف کا کرنا چاہیئے (اگر گھر کو چلا آیا اور اعادہ نہیں کیا تو دم واجب ہوگا (زبدۃ[۲])۔

مسئلہ۔ اور شروع طواف حجر اسود سے کرنا واجب ہے اگرچہ کسی جز و حجر اسود
سے ہو مگر سارا بدن حجر اسود پر سے گزارنا جیسا طریق طواف میں ذکر ہوا مستحب ہے
الحاصل سات شوط کرے (زبدۃ) البتہ عامۃ المشائخ نے ابتدا حجر سے سنت کہا ہے۔
اس لیے اس کے ترک سے اس روایت کے بموجب دم لازم نہیں لکھتے (غنیۃ و حیات)
پس طواف کرنے والے کو چاہیئے کہ طواف اسی طریق سے شروع کرے کہ حجر اسود
کو اپنے مونڈھے میں رکھ کر نیت کرے تو اس اختلاف سے بچ جائے گا۔ اگر
رکن یمانی کی طرف زیادہ ہوکر شروع کرے گا تو پھر یہ ابتداء حجر پر اُنے سے

---

[۱] ولا یشیر بالفم ولا براسہ الی القبلۃ ان تعذر (التقبیل (غنیہ ص۵۹)

[۲] ولو خرج من الطواف او من السعی الی الجنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی لو کان ذلک بعد اتیان اکثرہ ولو استانف لا شئی علیہ فلا یلزمہ اتمام الاول لان ھذا الاستیناف للاکمال بالموالاۃ بین الاشواط ویستحب الاستیناف فی الطواف اذا کان ذلک قبل اتیان الاکثر غنیہ ص۶۸

شروع ہو گی اور زیادتی ممنوع ہو گی (ناقل) **مسئلہ** اور بعد ساتویں شوط کے پھر آٹھواں استلام کرے اور یہ استلام سنت موکدہ ہے (زبدۃ) یعنی پہلا استلام اور آٹھواں ختم طواف پر تو باتفاق سنت موکدہ ہیں اور بیچ والے مختلف فیہ ہیں جیسا اوپر گزرا (ناقل)

مسئلہ۔ اگر کوئی جان بوجھ کر آٹھواں شوط کرلے تو چھ شوط اور ملا کر سات پورے کرنے واجب ہوں گے اور ساتویں کے شبہ میں کیا ہو تو کچھ حرج نہیں (زبدۃ)

مسئلہ۔ اگر طواف فرض اور طواف واجب کرنے کی گنتی میں اشواط کے شبہ ہو جاوے تو از سر نو شروع کرنا چاہیئے۔ بخلاف نماز کے کہ غلبۂ ظن پر بنا ہوتی ہے (زبدۃ) غنیۃ المناسک اور تحریر المختار میں لکھا ہے کہ جس شوط میں شک ہو اس کا اعادہ کیا جائے نہ کہ کل طواف کو لوٹایا جائے اور بحر الرائق میں بھی یہی لکھا ہے[عله] (ناقل)

عله قال فی الغنیۃ ولو شك فی طواف الرکن اعادہ ولو شك فی عدد اشواط اعاد الشوط الذی شك فیہ وما فی اللباب ولو شك فی اعداد اشواط الرکن اعادہ۔ قال فی التحریر المختار ای اعاد الشوط الذی شك فیہ ولیس المراد انہ یعید الطواف کلہ کما یظہر اھ وکذا ما فی البحر لو شك فی ارکان الحج قال عامۃ المشائخ یؤدی ثانیا اھ ای یؤدی ما شك فیہ طوافا کان او شوطا فلا یخالف ظاهر الروایۃ ص۵۵ الثالث الابتداء من الحجر الاسود علی ما فی المنہاج عن الوجیز ومال الیہ فی الفتح وجزم بہ فی البحر والنہر والتنویر والدر ومراقی الفلاح حتی قال فی الدر ولو ابتدأ من غیر الحجر اعادہ (آگے وسیلہ پر ہے) مادام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم اھ فتامل وظاهر الروایۃ انہ سنۃ یکرہ ترکہا و علیہ عامۃ المشائخ وصححہ فی اللباب فلو افتتحہ من غیرہ کرہ ولا شئ علیہ (غنیۃ ۵۹)

مسئلہ: اگر طواف کرتے وقت اقامت فرض کی ہو جاوے اور خوف رکعت کے چھوٹ جانے کا ہو تو طواف کو چھوڑ کر نماز پڑھ لے پھر اسی جگہ اگر طواف کو پورا کر دے۔ ایسا ہی اگر وضو ٹوٹ جائے یا جنازہ کی نماز کو چلا جائے تو پھر آکر وہیں سے تمام کرے مگر چار شوط سے کم کر کے گیا ہو تو از سر نو شروع کرنا افضل ہے۔ اگر چار شوط کے بعد گیا ہے تو وہیں سے باقی پورے کر لے اور بدون حاجت طواف کرتے ہوئے چلا جانا مکروہ ہے۔ اگر چلا گیا تو آکر باقی شوط کر لے (زبدہ) مگر غنیۃ المناسک میں لکھا ہے کہ اگر طواف یا سعی کو بغیر عذر کے چھوڑ کر گیا ہو تو طواف ہو خواہ سعی لوٹانا مستحب ہے۔ اگرچہ چار شوط کرنے سے پہلے چلا گیا ہو یا بعد میں کیونکہ اُس نے یہ کام بوجہ مکروہ کیا ہے[1] (نائل)

مسئلہ: اور صفا مروہ کی سعی کرتے ہوئے اگر چلا جائے تو اس کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ جو بضرورت نماز یا وضو یا جنازہ وغیرہ گیا ہو تو جائز ہے اور جو بیجا ضرورت گیا تو مکروہ ہے مگر ہر حال میں باقی کو پورا کرے (زبدۃ) مگر غنیۃ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی طواف یا سعی میں سے جنازہ کی نماز باجماعت فرض یا وضو کرنے کے لیے چار شوط پورے کرنے کے بعد گیا ہو تو اس صورت میں طواف ہو خواہ سعی ہو وہاں سے بنا کرے جہاں سے گیا ہے۔ یعنی باقی تین شوط پورے کرے البتہ

---

[1] واذا حضرت الجنازة والمكتوبة في اثناء الشوط ينبغي ان يتمه اذا خاف فوت الركعة مع الامام واذا عاد للبناء هل يبني من محل انصرافه او يبتدئ الشوط من الحجر واذا خرج من الطواف او من السعي بغير عذر ثم عاد يستحب الاستئناف سواء كان ذلك قبل اتيان اكثره او بعده لانه فعله على وجه مكروه الخ (غنیہ صہ ۹۸)

اگر طواف کرنے والا تین شوط کر کے گیا ہے تو اس کو طواف کا از سر نو لوٹانا مستحب ہے بخلاف سعی کرنے والے کے کہ وہ بنا کرے (غنیۃ ص۶۸ غنیۃ کی یہ عبارت اُوپر لکھی گئی ہے)۔

مسئلہ۔ اگر شوط کے بیچ میں فرض نماز کی اقامت ہوئی یا جنازہ حاضر ہُوا تو اگر امام کے ساتھ رکعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو بہتر ہے کہ شوط کو پُورا کر کے جماعت میں شامل ہو اور اگر فوت ہونے رکعت کا ڈر ہو تو شوط کے بیچ میں سے چلا جائے پھر جب آئے تو جہاں سے شوط کو چھوڑ کر چلا گیا تھا وہاں سے بناء کرے یا جز اُوسے ہی وہ شوط شروع کرے (غنیۃ ص۶۸ یہ عبارت بھی اُوپر لکھی گئی ہے)۔

مسئلہ۔ سعی کے چار پھیروں سے پہلے اگر بغیر عذر کے زیادہ فاصلہ کیا تو سعی کو لوٹانا مستحب ہے۔ ورنہ بناء کرے بخلاف طواف کے اس میں عذر سے بھی لوٹانا مستحب ہے کیونکہ سعی کا تکرار غیر مشروع ہے (غنیۃ ص[علہ]) ان سب صورتوں میں سعی ہو خواہ طواف صحیح ہو جائیں گے جزاء وغیرہ دینی نہ پڑیگی مگر جہاں جسقدر کراہت لکھی ہوگی وہ اسارت لازم ہوگی اس لیے چاہیئے کہ کراہت کی صورت سے بچتا رہے (ناقل)

مسئلہ۔ طواف کرنا کسی وقت میں مکروہ نہیں اگرچہ وہ اوقات ہوں جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر جس وقت خطبہ شروع ہو خصوصاً جمعہ کے خطبہ کے وقت طواف شروع کرنا مکروہ ہے ایسا ہی اقامت فرض کے وقت طواف شروع کرنا مکروہ ہے (حیات)۔

علہ واستانفہ لو فرقہ تفریقا کثیرا من غیر عذر والا فیبنی بخلاف الطواف فانہ یستحب استئنافہ مطلقا لان تکرار السعی غیر مشروع بخلاف الطواف الا انہ اذا کان معذورا انما یستحب استئنافہ اذا کان قبل اتیان اکثرہ غنیہ ص۶۷

مسئلہ۔ کھانا اور بیع و شرار حالت طواف میں مکروہ ہے اور پینا مباح ہے، اور سعی میں کھانا پینا مباح اور بیع (و شراء) مکروہ ہے۔ (زبدۃ)

مسئلہ۔ بغیر کسی عذر کے جوتی پہن کر طواف کرنا مکروہ ہے۔ مگر فقط موزہ پہن کر کرے تو جائز ہے۔ چونکہ مسجد میں جوتا پہن کر آنا مطلقاً مکروہ ہے بقولہ تعالے فاخلع نعلیک[1] اور بدائع میں ہے کہ جوتی پہن کر طواف کرنا ترک ادب ہے اگرچہ پاک ہو ورنہ مکروہ ہے[علہ]۔ جیسا کہ فتاویٰ السراجی وغیرہ میں تصریح کی ہے۔ (حیات القلوب صـ۱۷۳)۔

البتہ گرمی کے موسم میں چونکہ پتھر بہت گرم ہو جاتے ہیں اگرچہ مطاف کے مفروش پتھر مرمر کے زیادہ گرم نہیں ہوتے لیکن نازک آدمی کو اس کی برداشت نہیں ہو سکتی تو پاک سپاٹے جو بالکل پتلے چمڑے کے وہاں عرب لوگ حرم میں دفع گرمی کے لیے پہنتے ہیں جو راستے وغیرہ میں گھومنے کے قابل نہیں ہوتے وہ پہن کر طواف کیا جاوے۔ یہ سپاٹے احرام والے کے بھی مناسب ہیں۔ بخلاف موزہ کے پس ان نازک لوگوں کے لیے ترک ادب کے لیے یہ عذر ہے (ناقل)۔

مسئلہ۔ اور طواف اور سعی میں ذکر اولیٰ ہے اور تذکرہ مسائل اور تلاوت

علہ (والطواف متنعلاً) ای لا متخففا لترک الادب، استناداً من قوله تعالیٰ فاخلع نعلیک الا لضرورة التعب۔ اللباب وشرح۔ صـ۱۱۳ ایضاً ویطوف فی نعل اوخف ان کانا طاهرین والا فیکره لکن فی النعلین الطاهرین ترک الادب کماذکره فی البدائع لانه محمول علی حال عدم العذر شرح اللباب صـ۱۱۳ وغنیۃ صـ۷۹)

قرآن جائز ہے (لیکن آواز بلند کرنا طواف میں، اگرچہ قرآن پڑھے یا ذکر ہو یا دُعائیں مکروہ ہے) اور طواف کرتے ہوئے تلبیہ نہ کہے (زبدۃ) چونکہ تلبیہ بلند آواز سے کہنا مشروع ہے۔ اس لیے طواف میں نہ کہنا فرمایا۔ ورنہ احرام کی حالت میں جو طواف کئے جاویں جیسے طواف قدوم یا نفلی طواف تو ان میں تلبیہ پڑھ سکتا ہے۔ لیکن آواز سے نہ ہو کہ طواف کرنے والوں کو تشویش ہو (ناقل)۔

مگر اذکار ماثورہ پڑھنا حالتِ طواف میں افضل ہے اور قرآن یا تلبیہ وغیرہ جو بھی پڑھے بلند آواز نہ کرے تاکہ لوگوں کو تشویش نہ ہو۔ (حیات)

مسئلہ۔ اور اذکار ماثورہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے درمیان رکن یمانی اور رکن اسود کے کہے ہیں وہ یہ ہیں: رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اور درمیان رکن اسود اور حطیم کے بھی یہ پڑھا ہے اور طواف میں یہ دُعا بھی آئی ہے: اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِي بِمَا رَزَقْتَنِي وَبَارِكْ لِي فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِّي بِخَيْرٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور حالتِ طواف میں دُعا قبول ہوتی ہے (زبدۃ)۔

مسئلہ۔ کعبۃ اللہ شریف کے نزدیک جتنا ہو سکے طواف کرنا افضل ہے مگر اس میں اتنا خیال رہے کہ شاذ روان کے اُوپر سے نہ کوئی عضو اور نہ کوئی بدن کا کپڑا گزرے۔ یہ شاذروان کعبۃ اللہ کی تین طرف کی دیوار کو سوائے حطیم کی طرف کے ایک ذراع کے برابر پشتی کی طرح بنائی ہوئی ہے (حیات)۔ اگرچہ یہ شاذ روان ہم حنفیوں کے نزدیک کعبۃ اللہ سے باہر ہے مگر امام شافعیؒ و امام مالکؒ کے نزدیک کعبۃ اللہ میں داخل ہے اس لیے ان کے نزدیک طواف کرنے

والے کا کوئی عضو یا کپڑا اس پر گھوم جائے گا تو اس عضو کی قدر طواف میں نقصان رہیگا۔ پس اس اختلاف سے بچنے کے لیے ہم حنفیوں کو مستحب ہے کہ شاذروان سے ذرا فاصلہ سے طواف کیا جائے (حیات)

مسئلہ۔ غنیۃ المناسک میں لکھا ہے کہ جس وقت حجر اسود کو استلام کرنے میں بوسہ دیا جاتا ہے تو اس وقت استلام کرنے والے کا سر اور ہاتھ کعبہ کے جزو کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس کو لازم ہے کہ بوسہ دینے کے وقت اپنے پاؤں کو اس جگہ پر خوب جمائے رکھے جب تک کہ استلام سے فارغ نہ ہو لے (پس جب فارغ ہو تو جیسے پاؤں پر سیدھا کھڑا ہو کر اپنی داہنی طرف طواف کو چلے) اگر بوسہ دینے کے وقت پاؤں کعبۃ اللہ کے دروازہ کی طرف اپنی جگہ سے چل گئے۔ اگرچہ ایک بالشت کی قدر سے بھی کم چھوڑ کر آگے ہو لیے اور اس کے بعد طواف شروع کیا تو گویا اس کے طواف میں اس قدر نقصان آگیا۔ پس اگرچہ ہم حنفیوں کے نزدیک اس مقدار سے طواف باطل نہیں ہوتا۔ لیکن مکروہ تحریمی ہے اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک وہ مقدار طواف باطل ہو گیا (غنیہ) صلا۔

مسئلہ۔ عورتوں کو بھی افضل ہے کہ کعبۃ اللہ کے نزدیک طواف کریں۔ لیکن جس وقت طواف میں مردوں کی کثرت ہو تو عورتوں کو مطاف کے کنارے پر طواف کرنا افضل ہے (حیات)۔

مسئلہ۔ اگر مردوں کے مساس اور ہجوم میں فتنہ کا خوف ہو تو اس صورت میں عورتوں کو مطاف کے کنارہ پر طواف کرنا واجب ہو گا۔ اس کی زیادہ تحقیق آگے بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کے بیان میں آئے گی۔ (ناقل)

مسئلہ۔ طواف کی حالت میں دُعا مانگنے میں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ اس

لیے کہ طواف کی دُعا میں ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں ہے (شرح اللباب)

مسئلہ۔ طواف کی حالت میں نماز کی طرح ہاتھ نہ باندھے جائیں بلکہ ایسے چھوڑ دیئے جائیں جیسے چلنے میں چھوڑے جاتے ہیں (حیات)

مسئلہ۔ طواف میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے محاذی ہونے سے طواف میں نقصان نہیں آتا۔ مگر جتنا ہو سکے غیر محرموں کی محاذات یعنی برابر ہونے سے بچتی رہیں۔ (حیات)۔

مسئلہ۔ جو عورتیں باہر مردوں میں نہیں آتیں ان کو مسجد میں آنا اور طواف کرنا رات کو مستحب ہے۔ (حیات)

مسئلہ۔ طواف کی حالت میں جو بھی ذکر یا دُعا پڑھے جائز ہے۔ کیونکہ طواف میں خاص طرح کا ذکر یا دُعا ثابت نہیں ہے مگر یہ دُعائیں رَبَّنَا اٰتِنَا اور اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ ثابت ہے اور یہی افضل ہیں۔ مگر طواف میں ذکر اور دُعا آہستہ پڑھنا بہتر ہے (حیات)

مسئلہ۔ اور طواف کے بیچ میں یا کسی رکن کے پاس یا کسی اور جگہ ٹھہر کر کچھ دُعائیں وغیرہ پڑھنا نہ چاہئیں کیونکہ طواف کے اشواط میں موالات ہونا چاہیئے اور موالات سے مُراد عرفیہ ہے پس تھوڑا فاصلہ کسی ضرورت سے ہو جائے تو حرج نہیں ہے (حیات)۔

مسئلہ۔ شافعی مذہب کا امام یا کوئی اور بعد نماز کے دُعا مانگتا ہے تو بعضے عامی لوگ دُعا سُنتے ہی طواف کے بیچ میں ٹھہر کر اُن کے ساتھ دُعا میں شامل ہو کر آمین آمین کہنا شروع کرتے ہیں ایسا کرنا مکروہ ہے واسطے ترک ہونے موالات کے (حیات عن القاری)

طواف کے بعد دُوگانہ نفل کا بیان

مسئلہ۔ جب ساتوں شوط طواف کر چکے تو مقام ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت نفل ادا کرے۔ اگر اضطباع ہے تو مونڈھے ڈھانک لے کر کُھلے رکھنا مکروہ ہے۔ اگر دو رکعت سے زیادہ پڑھے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن بہتر ہے کہ دو سے زیادہ نہ پڑھے۔ اگر سعی کرنی ہو تاکہ اس میں تاخیر نہ ہو اور سوار اور حجاج کو تنگی نہ ہو (غنیۃ) علہ

اور بعد اُس کے دُعا آدم علیہ السّلام (پڑھنا) مُستحب ہے وہ یہ ہے:-

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَنْ یُّصِیْبَنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَہٗ عَلَیَّ فَارْضِنِیْ بِمَا قَسَمْتَہٗ لِیْ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

مسئلہ۔ اور یہ دوگانہ طواف بعد ہر طواف کے خواہ طواف فرض ہو یا نفل واجب ہوتا ہے (زبدۃ) اگر چار شوط کر کے چھوڑ دیا تو بھی دوگانہ واجب ہُوا (غنیۃ)

مسئلہ۔ اور خلف مقامی یعنی ایسی جگہ پڑھنا کہ مقام ابراہیم درمیان مصلّی اور بیت اللہ کے ہو مستحب ہے اور یہ افضل مواقع ہے۔

مسئلہ۔ یہ دُوگانہ پڑھنا خاص نہیں کیا گیا کسی مکان یا زمان سے مگر مستحب مؤکدہ ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھا جاوے۔ بواسطے قول حق سبحانہ و تعالٰے (واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی) کے اور روایت کیگئی ہے حضرت

علہ ولو صلاھا مضطبعا یکرہ لکشف منکبہ۔ ولو صلی اکثر من الرکعتین لا باس بہ (کبیر) لکن الاولی ترکہ لتاخیر السعی۔ (غنیہ) صلـ۵

جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہا آئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم کے پاس طواف کے بعد اور کیا مقام کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان اور ادا کیا دوگانہ نماز۔

(روایت کیا بخاری اور مسلم نے)

مسئلہ۔ اور مقام ابراہیم کے پیچھے ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس پر عادتاً عرفاً یہ بات صادق آئی کہ مقام کے پیچھے قریب پڑھ رہا ہے نہ بعید پر۔ پس اہل عرف علماء نے مقام کے پیچھے قریب پڑھ رہا ہے نہ بعید پر۔ پس اہلِ عرف علماء کرام نے مقام کے پیچھے ہونے کے لیے تخصیص کی ہے۔ اس قدر کہ جہاں تک سنگِ مرمر سے فرش لگا ہوا ہے۔ پس اگر کوئی شخص آخر مسجد میں مقام کے پیچھے دوگانہ پڑھے گا تو اس کو مقام کے پیچھے ہونے کی فضیلت حاصل نہ ہو گی۔ باتفاق علماء عظام (حیات) اور اگر ایک یا دو صف کا فرجہ ہو تو مضائقہ نہیں[علہ]۔ اس کے بعد مقام ابراہیم کے اطراف میں پھر بیت کے اندر، پھر حطیم میں میزاب کے نیچے، پھر حطیم میں قریب میزاب کے پھر اور باقی حطیم میں پھر قریب بیت اللہ شریف کے اور اطراف میں پھر ساری مسجد الحرام میں پھر سارا حرم برابر ہے اور حرم سے باہر مکروہ ہے مگر ادا ہو جاتا ہے (زبدہ)۔

علہ ومن الواجبات رکعتا الطواف ویستحب مؤکدا ادائہما خلف المقام والمراد بہ ما یصدق علیہ ذلك عادتا وعرفا القرب وحدہ العرف بما ھو مفروش من حجارۃ الرخام وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ اذا اراد ان یرکع خلف الامام جعل بینہ وبین المقام صفا اوصفین اورجلا او رجلین رواہ عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وافضل اماکن ادائہما خلف المقام ثم ما حولہ قریب منہا یشیر الیہ من التبعیضیۃ فی الآیۃ الشریفۃ کون الخلف افضل لاختیارہ الحضرۃ المنیفۃ۔ شرح۔ غنیۃ المناسک صہ ۶۲-۶۱)

مسئلہ۔ اور قل یا اور قل ہو اللہ اس دوگانہ میں پڑھنا مستحب ہے (زبدہ)

فائدہ

جاننا چاہیئے کہ مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جو کہ مسجد الحرام میں کعبہ کے سامنے رکھا گیا ہے جس کا طول دس بالشت ہے اور عرض سات بالشت اور زمین سے اُونچا بقدر ایک ہاتھ کے ہے اور اس پر اثر قدم حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ہے جو کہ اس پتھر میں ہیں جبکہ اس پر چڑھ کر کعبہ کی بنا کرتے تھے یا جبکہ لوگوں کو حج کے لیے بلاتے تھے۔ پس ہر دو قدم کا نقش ہے اس میں چاندی بھر کر پوشیدہ کیا گیا ہے باقی جو عمق قدمین کا چاندی کے اُوپر ہے وہ مقدار آٹھ انگشت کے ہے اور تحفہ میں شیخ ابن حجر مکی نے کہا ہے کہ یہ پتھر ملائکہ جنت سے لائے تھے، حضرت ابراہیم خلیل علی نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسلام کے لیے کہ اس پر چڑھ کر کعبہ کی بنا کرتے تھے اور اسی ساعت میں نیچے اور اُوپر ہو جاتا تھا جبکہ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام سے پتھر لیتے تھے۔

اس کے بعد بہت زمانہ تک کعبہ کے نزدیک باقی رہا اور کثرت دشمنوں اور خصومت والوں کے پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ تک۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اُٹھا کر اس جگہ پر رکھا جہاں اَب معروف ہے وہو الاصح۔ اگرچہ بعضے لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے اس جگہ پر جہاں زمانہ حضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں کہاں تھا۔ اھ افادہ ابن حجر اور ملا رحمۃ اللہ سندھی نے مناسک کبیر میں کہا ہے کہ روایت کی ہے علامہ ازرقی نے بروایت متعددہ کے کہ مقام جاہلیت کے زمانہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور عمر رضی اللہ عنہما تک اسی جگہ پر تھا جہاں اَب ہے مگر جس وقت کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت بڑا سیلاب آیا اور پانی نے بہا کر اس کو اسفل مکہ میں چھوڑا۔ پس لوگوں نے اسکو اُٹھا کر کعبہ کے پہلو میں لا رکھا۔

پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہاں سے اُٹھا کر قدیم جگہ پر رکھا۔

اس کو بہت سے علماء نے ذکر کیا ہے اور جو صاحب بحر نے کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیت اللہ شریف کے ساتھ ملا ہُوا رکھا تھا اور تاخیر جو کی گئی وہ اُن پر بعد زمان۔ پس اس میں نظر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی سند نہیں اھ یہ ہے زیادۃ السندی اور بہر دو تقدیر جائے موجودہ جہاں مقام ہے یہی مصلّٰی لوگوں کے لیے۔ فیتدبر (حیات القلوب) اور مزید تحقیق غنیۃ الناسک میں ہے ص۵۷ پر [عـلـہ]

عـلـہ تنبیہ نقل الازرقی عن جمیع السلف ان موضع المقام الاٰن ھو موضع الجاھلیۃ وفی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما ثم ذھب بہ السیل فی خلافۃ عمر فجعلہ فی وجہ الکعبۃ حتی قدم عمر فردہ بمحضر من الناس وقول مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ انہٗ کان فی عھدہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ملصقاً بالبیت اعترضہ المحب الطبری بان سیاق حدیث جابر الطویل ماروی عنہٗ یشھد الاول فی الکبیر قال الحافظ ابن حجر فی شرح البخاری و قد روی الازرقی فی اخبار مکۃ باسانید صحیحۃ ان المقام کان فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فی الموضع الذی ھو فیہ الاٰن حتی جاء سیل فی خلافۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فاحتملہ حتی وجد باسفل مکۃ فاتی بہ فربط باستار الکعبۃ حتی قدم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فاستثبت امرہ حتی تحقق موضعہ الاول فاعادہ الیہ حتی استقر ثم الی الاٰن وایا کان فالاٰیۃ توجب انہ این وجد فھو المصلی (غنیۃ الناسک ص۵۷)

مسئلہ۔ اور طواف ہر وقت جائز ہے اگرچہ وقت مکروہ ہو مگر یہ دوگانہ اس وقت نہ پڑھے بلکہ صبر کرے جب وقت مکروہ نکل جائے تب اس دوگانہ کو پڑھ لے (زبدہ)

انتباہ

شیخ علی قاریؒ نے شرح اللباب میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ بات پیدا کی ہے کہ طواف کے بعد نفل کا وقت مکروہ ہوتا ہے تو لوگ مقام ابراہیم کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں یا وہاں ہی۔ بیت اللہ شریف کی طرف مُنہ کر کے دُعائیں مانگتے ہیں بس اس طریقے کے بنانے کا سُنّت سے کچھ اصل نہیں اور نہ فقہاء اُمت اور نہ ہر چہار اماموں سے کوئی روایت ہے (حیات) چونکہ اور مذاہب میں ان اوقات میں نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے اس لیے شوافع وغیرہ کے لوگ ان وقتوں میں اِن اوقات میں بھی نوافل پڑھتے ہیں اس لیے اس جگہ کو محبوس اور روک کر رکھنا نہ چاہیئے۔ بلکہ سارے حرم میں کسی اور جگہ بلا تعین و تخصیص کے بیٹھ کر ذکر اور دعاؤں میں مشغول ہوں تو کچھ حرج نہیں اگرچہ دُوسرا طواف ہی شروع کر دے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے لوگ خُود دوگانہ نفل طواف پڑھنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے کی جگہ پر اور زیادہ نوافل پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر بعد فراغت نفلوں کے بھی اور دُعاؤں وغیرہ میں اِس جگہ پر کافی دیر لگاتے ہیں۔ خصوصاً حج کے موسم میں جبکہ کثرت سے طواف کرنے والے وہاں دوگانہ پڑھنے آتے ہیں تو چاہیئے کہ جو دوگانہ یہاں پڑھنا افضل ہے اس کے بعد زیادہ دیر نہ لگانا چاہیئے تاکہ اور حجاج کو بھی سہولت کا موقعہ مل سکے (ہدایت)۔

مسئلہ۔ اور اس دوگانہ کو طواف سے متصل پڑھنا چاہیئے۔ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ مگر بعذر کراہت وقت۔ پس اگر بعد عصر کے طواف کیا تو فرض مغرب کا پڑھ کر اوّل دوگانہ طواف پڑھ کر سنّت مغرب بعد اس کے پڑھے (زبدہ)

مسئلہ۔ اگر وقت مکروہ میں دوگانہ طواف پڑھ لیا تو بکراہتہ جائز ہو گیا مگر بعد گذرنے وقت مکروہ کے اعادہ بہتر ہے۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ اور جو عین طلوع آفتاب یا زوال میں یا غروب کے وقت پڑھے تو معتبر نہیں پھر پڑھنا واجب ہے (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اور دو طواف جمع کرنا بدون فصل دوگانہ کے مکروہ ہے۔ ہاں اگر وقت مکروہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ پھر جب وقت مکروہ گذرے تو ہر طواف کے بدلے دو رکعت ادا کرے (زبدہ)

مسئلہ۔ اگر طواف کرنے کے بعد نفل پڑھنا بھول گیا اور دُوسرا طواف شروع کر دیا تب نفل یاد آئے تو اب اگر ایک شوط طواف کا پُورا نہ کیا ہو تو طواف چھوڑ کر جائے اور نفل دوگانہ پڑھ لے تاکہ سُنّت کا طریقہ حاصل ہو اور اگر ایک شوط طواف پُورا کر دیا تو اب طواف کو نہ چھوڑے۔ [عله] (حیات)

عله (طاف) کاملا (ونسی رکعتی الطواف ولم یتذکر الا بعد شروعه فی طواف آخر فان کان) ای تذکر (قبل تمام شوطه رفضه) ای ترکه وقطعه لتحصیل سنه الموالاة (وبعد اتمام) ای اتمام شوطه الذی بمنزلة رکعة (لا) ای لا یرفضه (بل یتم طوافه الذی شرع فیه) ای کما لو تذکره بعد شوطین بالاول (وعلیه لکل اسبوع رکعتان) ای اتفاقا الخ۔ اللباب وشرح ص۱۱۳،۱۱۲

تنبیہ

مسئلہ۔ مخدوم محمد ہاشم صاحب کی بیاض میں لکھا ہے کہ مقام ابراہیم کو نہ بوسہ دے نہ استلام کرے ان باتوں سے بچنا چاہیئے کیونکہ یہ باتیں گمراہوں نے پیدا کی ہیں اور حیات القلوب میں فرمایا ہے کہ علامہ نووی نے ایضاح میں اور ابن حجر مکی نے توضیح

تنبیہ: قال ابن الملقن رحمہ الله تعالیٰ فی شرح العمدة لا یشرع التقبیل الا للحجر الاسود والمصحف ولا یدی الصالحین من العلماء وغیرهم وللقادمین من السفر بشرط ان لا یکون امرد ولا امراءة محرمة ولوجوه الموتی الصالحین ومن نطق بعلم اوحکمة ینتفع بها وکل ذلک ثبت فی الاحادیث الصحیحة وفعل السلف۔ فاما تقبیل الاحجار والقبور والجدر والستور وایدی الظلمة والفسقة واستلام ذلک جمیعه فلا یجوز ولو کانت احجار الکعبة اوقبره الشریف واجدار حجرته او ستورهما او صخرة بیت المقدس فان التقبیل والاستلام ونحوهما تعظیم والتعظیم خاص بالله تعالیٰ فلا یجوز الا فیما اذن فیه اوقوله الا للحجر الاسود ای وکذا عتبة الکعبة بعد طواف الصدر عندنا و کذلک الرکن الیمانی علی روایة محمد رحمہ الله کذا فی حاشیة الشلبی وفی مناسک النووی ولا یقبل مقام ابراهیم ولا یستلمه فانه بدعة اھ۔

(غنیة الناسک، ص ۶۸-۶۷)

میں فرمایا ہے کہ مقام ابراہیم کو نہ استلام کیا جاوے نہ ہاتھ سے چھونا چاہیئے اور نہ بوسہ دیا جائے کہ مکروہ ہے اور یہ منع فقط مقام ابراہیم کے لیے نہیں ہے بلکہ سب پتھروں کے لیے ہے جو پتھر مکہ معظمہ میں ہوں یا کسی اور جگہ کے ہوں۔ قاضی عز الدین ابن جماعہ شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ یہی قول ہے ابن زبیر اور جماعت سلف کا اور یہی رائے مذہب امام مالکؒ اور تصریح مذہب امام احمد حنبلؒ کی ہے۔

(حیات فصل دوم باب تیرھواں)۔

اسی طرح ابن ملقن رحمتہ اللہ علیہ نے شرح العمدہ میں فرمایا ہے کہ حجر اسود اور مصحف شریف کے سوا تقبیل یعنی چومنا مشروع نہیں ہے۔ پس پتھروں اور قبروں اور دیواروں اور ستونوں وغیرہ ان سب کو استلام جائز نہیں ہے۔ اگرچہ کعبہ کے پتھر ہوں یا قبر شریف اور دیوار حجرہ شریف کی ہو یا استوانہ (حجرہ شریفہ یا مسجد النبویؐ وغیرہ کے) ہوں۔ کیونکہ تقبیل و استلام تعظیم کے لیے ہوا کرتے ہیں اور یہ تعظیم خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ پس جہاں شرعاً اجازت نہیں ہے وہاں یہ کام کرنے جائز نہیں ہیں (غنیۃ الناسک ص۶۷ [عہ])۔ **مسئلہ**۔ پھر دوگانہ طواف پڑھکر مستحب ہے کہ چاہ زمزم کے پاس جاکر آب زمزم پیئے اور دعا کرے کہ یہ مقام اجابت ہے (زبدہ)

مسئلہ۔ پھر وہاں سے حجر اسود اور باب کے بیچ دیوار کو کہ اس کا نام ملتزم ہے لپٹ کر دعا کرے کہ یہ بھی مقام اجابت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اول ملتزم کے پاس آئے پھر دوگانہ طواف پڑھے پھر زمزم کے پاس جائے اور یہ طریقہ سہل اور افضل لکھا ہے۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ یہ ملتزم کے پاس آنا اور زمزم کا پانی پینا سب طوافوں کے بعد مستحب ہے۔ اگرچہ طواف حج یا عمرہ کا ہو یا کوئی اور ہو۔ (حیات)۔

عہ حاشیہ ص۱۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ملتزم پر التزام کا طریقہ یہ ہے

کہ دروازہ کعبۃ اللہ اور حجر اسود کے درمیان کی دیوار کعبہ پر اپنے دونوں ہاتھ سر کے اُوپر سیدھے کر کے بچھا دے اور اپنا سینہ اور شکم بھی دیوار سے ملادے اور گاہے داہنا رُخسارہ گاہے بایاں رُخسارہ گاہے مُنہ کو دیوار پر رکھے اور نہایت خشوع و خضوع سے دُعا مانگے جو دُعا پسند آئے اور کعبہ شریف کے غلاف کو بھی چپٹے اور روئے۔ (حیات)

زمزم کے پانی پینے کی ترتیب

یہ ہے کہ کعبۃ اللہ کی طرف مُنہ کر کے اُٹھ کر کھڑا ہو اور داہنے ہاتھ میں لیکر پیئے اور بائیں ہاتھ سے پینا مکروہ ہے اور تین سانس میں پیئے اور ہر دفع کے شروع میں بسم اللہ کہے اور سانس لینے میں الحمد للہ کہنا مستحب ہے (حیات)۔

مسئلہ۔ زمزم سے پیٹ کو خوب بھر لے حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق کی علامت یہ ہے کہ وہ زمزم سے پیٹ نہیں بھرتے (حیات)۔

مسئلہ۔ اور مستحب ہے کہ زمزم کے کنوئیں میں نظر کر کے دیکھے کیونکہ زمزم میں دیکھنے سے گناہ ساقط ہوتے ہیں اسلئے کہ زمزم کو دیکھنا عبادت ہے (قربت کی نیت ہو نہ عادت کی طرح دیکھے) **روایت**[1] کی فاکہی نے بہ سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حیات)۔

---

[1] النظر الی زمزم عبادۃ رواہ الفاکہی بسندہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور غنیہ میں ہے۔ والنظر فی زمزم عبادۃ اذا قصد بہ للقربۃ لا علی طریق العادۃ کما فی النظر الی الکعبۃ۔ غنیہ ص۷۵۔

مسئلہ۔ زمزم کے پانی سے غسل کرنا اور وضو کرنا بہتر نہیں ہے اگر پاک بدن والا برکت حاصل کرنے کی نیت سے نہائے یا وضو کرے تو جائز ہے۔ محققین نے لکھا ہے کہ بے وضو کو وضو کرنا بلا کراہیت جائز ہے اور جنبی کو غسل کرنا چاہئے لیکن استنجا کرنا یا بدن اور کپڑے سے حقیقی نجاست دُور کرنا حرام و مکروہ ہے۔

(غنیۃ الناسک ص۲۵)۔

مسئلہ۔ اور (یہ جو باہر سے آتے ہی طواف کیا گیا) اس طواف کا نام طواف قدوم ہے کہ یہ باہر والوں کو سُنّت مؤکدہ ہے اور جو مکہ معظمہ میں یا میقات پر رہتے ہیں یا (حل میں) ان کو سُنّت نہیں اور جو عمرہ کرنے کو آئے اس پر بھی طواف قدوم نہیں ہے۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ پس جو مفرد (حج کرنے والے) نے آکر طواف کیا مگر طواف قدوم کی نیت نہیں کی مطلق طواف کی نیت کر لی تو طواف قدوم ہی ہو گا اس نیت سے کچھ نہیں ہو گا۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ اگر عمرہ کرنے والا ہے تو وہ طواف عمرہ سے اَدا ہو گا اور اگر حج کے احرام والا میقات پر حل یا مکہ میں رہنے والا ہے اور یہ طواف حج کے مہینوں میں کریں گے اور اگر آفاقی ہے اور اشہر حج سے پہلے طواف کریں گے تو ان سب کا یہ طواف مستحب سے واقع ہو گا۔ (حیات)

طواف قدوم کی سُنّت کی صحت کا وقت

مسئلہ۔ اس طواف کا وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے وقوف عرفہ تک ہے۔ اگر وقوفِ عرفہ شروع کر لیا تو وقت اُس کا فوت ہو گیا (زبدہ) یعنی

طواف قدوم کی سُنّت کی صحت ادا کا وقت اشہر حج میں مکہ معظمہ کے شہر میں احرام سے داخل ہونے سے لے کر عرفات پر وقوف شروع کرنے تک ہے۔ اگر اشہر حج کو شروع ہونے سے پہلے مثلاً رمضان میں مکہ معظمہ آیا پھر تاخیر کر کے اشہر حج میں وقوف عرفہ سے پہلے طواف قدوم کیا تو سُنّت ادا ہو جائے گی اور اگر اشہر حج سے پہلے طواف قدوم کیا تو آفاقی پر اعادہ اس کا اشہر حج آنے کے بعد مُستحب موکدہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہ لوٹائے۔ (حیات)

مسئلہ۔ اور افضل وقت یہ ہے کہ مکّہ معظمہ میں داخل ہوتے ہی کر لے یعنی جب اشہر حج میں مکہ مکرمہ میں آئے بلا تاخیر طواف کر لے اگر کوئی عذر نہ ہو زائل (حیات) اور قارن پر بھی طواف قدوم سُنّت ہے جس کا بیان قران میں آئے گا۔

سعی اور اضطباع اور رمل کا بیان

مسئلہ۔ اب جان لے کہ سعی صفا مروہ (حج میں) واجب ہے اور افضل یوں ہے کہ سعی بعد طواف زیارت کے کرے اور اگر طواف قدوم کے ساتھ کر لے تو بھی جائز ہے۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ مفرد حج والے کو اور متمتع کو حج کی سعی طواف زیارت کے بعد کرنا افضل ہے البتہ مفرد حج والے کو اختیار ہے کہ بعد طواف قدوم کے سعی کر لے اور متمتع کو ہر حال میں بعد طواف زیارت کے افضل ہے (حیات)

مسئلہ۔ اگر متمتع حج کا احرام باندھ کر۔ مکّہ مکرمہ سے منیٰ کو جانے سے پہلے کوئی نفل طواف کر کے حج کی سعی کر لے تو جائز ہو جائے گی۔ (حیات)

اس مسئلہ کا قانون یہ ہے کہ جس کو طواف قدوم کرنا سُنّت نہیں ہے اس کو

سعی ہر حال میں بعد طواف زیارت کے کرنا افضل ہے۔ اس لیے کہ مکہ کے رہنے والے اور متمتع جو مکہ معظمہ سے حج کا احرام باندھے۔ یہ لوگ طواف زیارت کے بعد سعی کریں کہ ان پر طواف قدوم سُنّت نہیں ہے[1] (غنیہ) ص۵۵۔

مسئلہ۔ (پس جس کو) بعد طواف قدوم کے (یا کسی نفل طواف کے) سعی حج کرنی منظور ہو تو ذرا پہلے طواف قدوم شروع کرنے سے اضطباع اور پہلے تین شوط میں رمل بھی کرے۔ (زبدہ)

کیفیّت اضطباع اور رمل کی

مسئلہ۔ اضطباع کی کیفیّت یہ ہے کہ جو چادر اوڑھی جاتی ہے اسکو ایک طرف کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال دے۔ (نائل)

مسئلہ۔ اور رمل یہ ہے کہ چلنے میں جھپٹ کر جلدی اور زور سے قدم اُٹھائے اور قدم نزدیک نزدیک رکھے اور مونڈھوں کو خُوب ہلاتا جائے (زبدہ) مونڈھے اس طرح ہلائے جس طرح بہادر میدان میں ہلاتا ہے نہ یہ کہ مونڈھوں کو کدا دے اور قدم زور سے اُٹھائے اور نزدیک نزدیک رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ قدم آگے کو زیادہ نہ بڑھائے تاکہ شوط میں بہت قدم شمار ہوں دوڑے نہیں جیسے سعی میں میلین کے بیچ میں تھوڑا دوڑنا پڑتا ہے (حیات)۔

مسئلہ۔ رمل اور اضطباع جس طواف کے بعد سعی کرنی ہے اس طواف

---

[1] والافضل تاخیرہ الی وقتہ الاصلی خصوصا لمن لا یوجد له طواف القدوم من المتمتع والمحرم من المکة۔ غنیہ ص۵۵

میں سُنّت ہے اور جس طواف کے بعد سعی نہیں اُس میں سُنّت نہیں (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اگر بہ سبب ہجوم کے رمل نہ کر سکے تو صبر کرے (طواف شروع نہ کرے) جب جگہ ملے تب طواف کرے اور جو ایک دو شوط کرنے کے بعد انبوہ ہو جائے تو رمل کو ترک کر دے اور بے رمل پورا کر لے تاکہ تفریق اشواط نہ ہو۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ اگر رمل بھول گیا جو ایک شوط کے بعد یاد آیا تو دو شوط میں رمل کرلے اگر دو شوط کے بعد یاد آوے تو ایک شوط میں کرلے۔ اگر تین شوط کر چکا اور پھر یاد آیا تو رمل نہ کرے۔ کیونکہ جس طرح تین شوط اوّل میں رمل سُنّت ہے چار آخر میں ترک رمل بھی سُنّت ہے۔ اگر کوئی ساتوں شوط میں رمل کرے تو بہ سبب ترکِ سُنّت کے مکروہ ہے (زبدہ) اور اضطباع ساتوں شوطوں میں ہی سُنّت ہے۔ (ناقل)۔

مسئلہ۔ اور بعد فراغ طواف کے اضطباع موقوف کرے اور دوگانہ طواف مونڈھے ڈھانک کر پڑھے۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ اور اضطباع سوا اس جگہ کے اور کہیں مسنون نہیں (زبدہ) یعنی حج کے جس طواف کے بعد سعی ہونی ہو اور احرام بھی ہو جیسا طواف قدوم یا حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو جانے کے وقت کوئی طواف کر کے سعی کرے اور عمرہ کے طواف میں ہر حال میں سُنّت ہے (ناقل)۔

سعی کی شرطوں کا بیان

مسئلہ۔ اور جان لے کہ سعی تابع طواف کے ہے اور شرط صحت سعی کی مقدم ہونا طواف کا ہے (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اگر کوئی سعی کو طواف سے پہلے کریگا تو سعی معتبر نہ ہوگی۔ بعد طواف کے اعادہ سعی کا واجب ہے۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ اور سعی بعد طواف کے فوراً واجب نہیں۔ مگر اتصال سعی کا طواف کے ساتھ سُنّت ہے اگر بہ سبب عذر کے یا تکان کے ٹھہر جائیں تو کچھ ڈر نہیں ورنہ تاخیر مکروہ ہوگی (زبدہ) اگر ایک شوط ایک دن میں کیا اور دُوسرا شوط دُوسرے دن ایسے ہی ساتوں شوط سات دن میں کئے تو سعی ہوگئی کیونکہ موالات طواف کے ساتھ اور اشواط و اجزاء اشواط سعی میں شرط نہیں بلکہ سُنّت ہے پس اگر بغیر عذر کے ایسا کیا تو لوٹانا مستحب ہے۔ لیکن یہ تاخیر اس قدر نہ ہو کہ بیچ میں وقوف عرفہ کر لے اگر وقوف کر لیا اس کے بعد سعی کرے تو سعی صحیح نہ ہوگی اور طواف زیارت کے بعد پھر کرنی پڑے گی [1]

مسئلہ۔ سعی کرنا بعد طواف کامل کے یا اکثر شوط کے شرط ہے اور طواف اگرچہ کوئی نفل ہی ہو مثلاً کسی متمتع آفاقی یا خود مکی نے حج کا احرام باندھ کر سعی حج کو طواف زیارت سے پہلے اژدھام خلق کے خوف کے باعث کرنا چاہا پس کوئی طواف نفلی کر کے اس کے بعد حج کی سعی کرے تو جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ مکی پر طواف قدوم نہیں ہے (حیات) اور اس طواف میں اضطباع اور رمل دونوں کرنے ہوں گے کیونکہ اس کے بعد سعی کرنی ہے۔ (ناقل)

---

[1] ولا یشترط الموالات بین الاشواط واجزاء بل سنة فلو فرق السعی تفریقا کثیرا کان سعی کل یوم شوطا او اقل لم یبطل سعیه ویستحب ان یستانف ان فعله من غیر عذر (منسک) ع لکن یشترط ان لا یتخلل بینهما رکن فلو طاف للقدوم ولم یسع ثم وقف بعرفة ثم اراد ان یسعی بعد طواف القدوم لم یجز ذلک بل یسعی بعد طواف الافاضة (کبیر منیہ ص۶۸)

مسئلہ۔ نیت کرنا سعی میں سنت ہے شرط نہیں۔ اگر کسی نے مابین صفا و مروہ کے (باوجود شرائط مذکورہ کے سوا نیت سعی کے) ایسے دوڑا۔ یا کسی کے خوف سے بھاگا سعی جائز ہو جائے گی۔ بشرطیکہ حدود[علہ] صفا و مروہ کے اندر ہو۔ کیونکہ حدود کے اندر کرنا شرط ہے ایسا ہی وقوف عرفہ اور مزدلفہ اور رمی جمار و حلق میں نیت شرط نہیں ہے (حیات)۔

مسئلہ۔ یہ بھی سعی کی صحت کی شرط ہے کہ سعی کرنے سے پہلے احرام باندھ

علہ صفا و مروہ تک تو طول ہے باقی عرض پینتیس ذراع ہیں جو کچھ مسجد الحرام میں آگیا ہے۔ منحۃ الخالق علی بحر الرائق میں ہے۔

(مهمه) ذكر الشيخ عبد الرحمن المرشدي في شرحه على الكنز ان مسافة ما بين الصفا والمروة سبع مائة وخمسون ذراعا فعليه عدة المسعى خمسة الاف ومائتان وخمسون ذراعا اه وفي الشمسي سبع مائة وستة وستون ذراعا واما عرض المسعى فحكى العلامة الشيخ قطب الدين الحنفي في تاريخه نقلا عن تاريخ الفاكهي انه خمسة وثلاثون ذراعا ثم قال وههنا اشكال عظيم ما رأيت احدا تعرض وهو ان السعي بين الصفا والمروة من الامور التعبدية في ذلك المكان المخصوص وعلى ما ذكر الثقات ادخل ذلك المسعى في الحرم الشريف وحول ذلك المسعى الى دار ابن عباس ما تقدم والمكان الذي يسعى فيه الآن لا يتحقق انه من عرض السعي الذي سعى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم او غيره فكيف يصح السعي فيه وقد حول عن محله ولعل الجواب ان المسعى كان عريضا وبنيت تلك الدور بعد ذلك في عرض القديم فهدمها المهدي وادخل بعضها في المسجد الحرام وترك البعض ولم يحول تحويلا كلا والا لانكره علماء الدين من الائمة المجتهدين۔ اه (ناقل)

چکا ہو۔ لیکن سعی کرتے وقت احرام کا ہونا اس میں یہ بات ہے کہ اگر سعی حج کی وقوف عرفات سے پہلے کرنا چاہے تو احرام حج کا ہونا شرط ہے۔ بغیر احرام کے جائز نہیں۔ جیسے طواف قدوم یا کسی نفلی طواف کے بعد کرے تو احرام باندھ کر اُوپر کی طرح سعی کرے (حیات)۔

مسئلہ۔ اگر عرفات کے وقوف کے بعد سعی کرے یعنی طواف زیارت کے بعد کرنا چاہے تو احرام کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ سُنّت ہے کہ پہلے منیٰ میں جب حلق کرکے احرام سے حلال ہو اس کے بعد طواف زیارت کے بعد سعی کرے کیونکہ طواف زیارت سے پہلے حلق کرنا سُنّت ہے۔ جب حلق کیا تو احرام سے حلال ہو گیا اگرچہ طواف زیارت کرنے سے پہلے جماع حلال نہیں ہوتا۔ (حیات)

مسئلہ۔ اگر سعی عمرہ کی ہے تو اس کے لیے احرام ہونا شرط نہیں ہے۔ لیکن واجب ہے۔ پس اگر عمرہ کے طواف کے بعد حلق کیا پھر اس کے بعد سعی کی تو دَم لازم ہوگا مگر سعی ہو جائے گی۔ (حیات)

حج کی سعی کی صحت کے لیے وقت بھی شرط ہے

مسئلہ۔ حج کی سعی کی صحت کا شرط وقت بھی ہے۔ وہ اشہر حج ہیں کیونکہ سعی بھی حج کے واجبات میں سے ہے لیکن اشہر حج سے پہلے کرنا صحیح نہیں اور اگر اشہر حج کے بعد کی گئی تو جائز ہے مثلاً کسی نے طواف زیارت کے بعد بلکہ ایام نحر کے بھی بعد سعی کی تو جائز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہے (حیات)

اسی طرح کسی عورت کو رمی جمرۃ العقبہ کے بعد عید کے روز حیض آگیا پھر ایام نحر کے بھی بعد پاک ہو کر طواف زیارت کیا اور اس کے پیچھے سعی کی تو جائز ہو جائے گی اور عورت پر اس عذر کی وجہ سے طواف زیارت کو ایام نحر سے

تاخیر کرنے سے دَم وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگا۔ اگر طواف زیارت کرنے کے بعد حیض آگیا تو اَب سعی کرسکتی ہے کہ اس میں پاکی شرط نہیں۔ (ناقل)

مسئلہ۔ اور یہ بھی سعی کی صحت کی شرطوں میں سے ہے کہ صفا و مروہ کے بیچ میں جو مسافت ہے وہ اکثر قطع کرے پس اگر ایک حصّہ چلا اور مثلاً دو حصّہ چھوڑ دیا تو صحیح نہ ہوگی (حیات)۔

مسئلہ۔ سعی کا اصل وقت ایام نحر میں بعد طواف زیارت کے ہے ان کے بعد مکروہ ہے اور طواف قدوم کے بعد حجاج کی سہولت کے لیے خصوصاً بوڑھوں، ضعیفوں اور عورتوں کے لیے تجویز کی گئی ہے۔ مگر قارن کو بعد طواف قدوم کے افضل ہے بمتابعت فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے اور اشہر حج سے پہلے اصلاً صحیح نہیں ہے۔ (حیات)

انتباہ ضروری

اسوقت میں حکومت سعودیہ نے مسعیٰ کو مسقف بنایا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ مسعیٰ کو عرض میں چوڑا کیا گیا ہے۔ مدینہ طیبہ کے ایک مولوی صاحب جو کہ مکہ مکرّمہ کو جارہے تھے۔ مَیں نے ان کو ذمّہ دار بنایا کہ مسعیٰ کے عرض کو اپنے ہاتھوں سے ناپ لینا کہ کتنے ذراع عرض ہے اُنھوں نے آکر کہا کہ مَیں نے اچھی طرح فکر سے ذراع سے ناپا تو پینتیس ۳۵ ذراع ہوئے زیادہ نہیں ہے اور وہ کونہ حرم کی دیوار کا جو مشہور ہے کہ مسعیٰ کے ارض میں مہدی کی بنا میں آگیا تھا اَب وہ بھی توڑ کر مسعیٰ کے ارض میں آگیا ہے۔ اس لیے دیکھنے والوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ ارضِ مسعیٰ فراخ کر دیا گیا ہے اور مسعیٰ کے بیچ میں ایک دیوار بھی قائم کی گئی ہے کہ ایک طرف سے آنے والے اور دُوسری طرف سے جانے والے سعی کریں۔

پس اگر ارض کے فراخ ہونے کا اب بھی شبہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ جو طرفدار ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا ہے یعنی صفا سے مروہ کیطرف جانے والے کے داہنے مونڈھے کو ہے نہ حرم کی طرف والا۔ کیونکہ اگر فراخی ہوئی بھی ہو تو ضرور اس طرف سے ہوئی ہوگی جس طرف جبل ابو قبیس واقع ہے۔ تو وہ سعی کرنے والا بیچ کی دیوار جو مسعی میں آنے جانے والوں کے درمیان حائل ہے۔ اس کی طرف مائل ہو کر سعی کرے تاکہ اصلی ارض سے باہر سعی واقع نہ ہو جاوے احتیاطاً (ناقل) پھر معلوم ہوا کہ حرم کی طرف سے جو مروہ کے قریب دو دکانیں تھیں ان کے توڑنے کے بعد اس طرف سے بھی ارض مسعی فراخ ہوئی ہے تو بہتر ہے کہ دونوں اطراف سے بیچ کی دیوار کی طرف ہو کر سعی کی جائے۔

مسئلہ ۔ سعی کے چار شوط فرض ہیں۔ اگر تین شوط کرے گا تو جائز نہیں اور اپنے سر خود سعی کرنا بھی فرض ہے (البتہ کسی کی طرف سے کوئی نیابتہً حج کرتا ہو تو اس وقت نیابت صحیح ہو جائیگی۔ جیسے اور افعال حج نیابت سے ادا ہو جاتے ہیں) باقی سعی کے واجبات اور سنتیں اس کی ترتیب میں بیان ہوں گی۔ (حیات)

مسئلہ ۔ اپنے پاؤں سے چل کر سعی کرنا بھی واجب ہے اگر عذر کی وجہ سے سوار ہو کر یا کسی انسان کے کندھے پر چڑھ کر سعی کی تو کچھ دینا نہیں آتا۔ البتہ بلا عذر کرنے سے دم لازم ہوگا (حیات) **مسئلہ** ۔ صفا و مروہ کے درمیان ساری مسافت قطع کرنا بھی واجب ہے تاکہ دونوں پاؤں کی ایڑیاں صفا مروہ سے مل جائیں۔ (حیات)

سعی کرنے کی ترتیب کا بیان

مسئلہ ۔ الحاصل جب آب زمزم پی کر سعی کو جانا چاہے تو حجر اسود پر جاکر

ایک استلام اور کرے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو مذکور ہوا کہے اور یہ استلام نواں جب مستحب ہے کہ بعد طواف کے سعی کرے جیسا رمل اور اضطباع ہے (زبدہ)۔

مسئلہ۔ پھر باب صفا سے مسجد سے باہر نکلے کہ اس باب سے فخرِ عالم جناب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے چاہے اور دروازہ سے جائے (زبدہ) لیکن مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالے اور کہے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

مسئلہ۔ پس اوّل صفا پر اتنا چڑھے کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آ سکے۔ (یہ سُنّت ہے) پس بیت کی طرف مُستقبل کھڑا ہو کر (سُنّت ہے کہ سعی کی نیّت دل میں کرے اور زبان سے افضل ہے) اسطرح کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ بِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ ۔

پھر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کو مونڈھوں تک اُٹھائے جیسا دُعا میں اُٹھاتے ہیں اور تکبیر و تہلیل با آوازِ بلند اور درُود شریف آہستہ پڑھے اور دُعا میں خوب جہد کرے کہ مقامِ اجابت ہے یہ فقرہ ماثورہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ (زبدہ)

مسئلہ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھ کر دُعا کی اور پھر دوبارہ پڑھ کر دُعا کی، پھر تیسری بار پڑھ کر دُعا کی اور یوں بھی روایت میں ہے کہ تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ فرما کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ایک بار فرمایا۔ اسی طرح سات بار تکرار فرمائی تو کلمہ شریف سات بار، اور اللہ اکبر اکیس ۲۱ بار ہوا اور ان (تکبیرات و تہلیلات کے بعد) دُعا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفا پر یہ ہے:-

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَاِنِّیْ اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَا تَنْزِعَهٗ حَتّٰی تَتَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ ۔

اور سوا اس کے جو دُعا چاہے کرے اور تلبیہ بھی کہتا رہے اور دیر تک ٹھہرا رہے (زبدہ) اگر ازدحام کی وجہ سے تنگی ہو تو تاخیر زیادہ نہ کرے (ناقل)۔

مُفید مسئلہ۔ یہ جو اُوپر کہا گیا کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر و تہلیل کہہ کر دُعا فرمائی اور تین بار تکرار فرمائی ۔ جاننا چاہیئے کہ ہاتھ تو اس طرح اُٹھائے جاویں جس طرح دُعا میں اُٹھائے جاتے ہیں ۔ پس تکبیرات اور کلمات کے بعد یہ دُعا مانگے ۔ پھر تکبیرات وغیرہ کا اعادہ کر کے دُعا مانگے ۔ اسی طرح تین بار تکرار تو کرے مگر رفع یدین کا بقاء وہی ایک ہی ہو ۔ ہر بار ہاتھوں کو اُٹھانا اور پھر چھوڑنا اور دوبارہ اُٹھانا جیسا ناواقف مُعلّم انجان حاجیوں کو ہر تکبیر و دُعا میں، ہاتھ اُٹھواتے اور چھڑواتے ہیں اور وہ مُعلّم ہاتھ بھی نماز کی تکبیر کی طرح کانوں تک اُٹھواتے ہیں اس طرح نہ کرنا چاہیئے بلکہ ہاتھ دُعا کی طرح اُٹھائے جائیں ۔ خلاصہ یہ کہ ہاتھ تو دُعا کی طرح اُٹھائے رہے چھوڑے نہیں فقط تکبیرات اور دُعا کو تو تین بار لوٹا دے ایک ایک دفعہ میں ہاتھوں کو چھوڑنا اور پھر اُٹھانا نہ چاہیئے کیونکہ یہ سُنّت کے خلاف ہے (حیات القلوب اور مناسک اللباب و شرح مُلّا علی قاری[۱])۔

---

[۱] ویرفع یدیه حذو منکبیه جاعلا بطنهما نحو السماء کما للدعاء ای کما یرفعهما لمطلق الدعا فی سائر الامکنة والازمنة علی طبق ما وردت به السنة لا کما یفعله الجهلة خصوصا معلمی الغرباء من رفع اید یهم الی اذانهم ثم ارسالها ثلاثا فهو

مسئلہ پھر ذکر کرتا ہوا اپنی چال مروہ کی طرف چلے اور درمیان صفا و مروہ کے یہ دعا ماثورہ ہے۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ۔ چاہے اور کچھ پڑھے اور یہ بھی مقام اجابت ہے۔ (زبدہ)

تنبیہہ

یہ جو اُوپر کہا کہ تلبیہہ بھی کہے یہ سعی میں اُس وقت کہنا چاہیئے کہ جب حج کی سعی کو طواف قدوم کے بعد کیا جاوے یا آٹھویں ذی الحج کو احرام حج کا باندھ کر کوئی نفل طواف کر کے حج کی سعی کرے کیونکہ تلبیہہ احرام میں ہونے کی حالت میں تو کہی جاتی ہے مگر جبتک کہ اُس کے بند کرنے کا وقت نہ آئے۔ پس عمرہ کے طواف شروع کرنے سے تلبیہہ بند کی جاتی ہے اور حج میں دسویں ذی الحج کے دن پہلی رمی جمرۃ العقبہ کے ساتھ بند کی جاتی ہے اس لیے عمرہ کی سعی میں اور حج کی سعی جو طواف زیارت کے بعد کیجائے تو اُن میں تلبیہہ نہ کہی جاوے۔ اگرچہ رمی کے بعد سر نہ منڈایا ہو۔ (حیات)

مسئلہ (صفا سے چلکر) جب بقدر چھ گز کے فاصلہ پر اس میل سے رہے جو مسجد کے کونہ پر لگا ہُوا ہے تو نشیب میں صفا مروہ کے دوڑ کر چلے مگر بیچ کی راس دوڑے جب دونوں میلوں سے تجاوز کر جائے تو پھر اپنی چال چلنے لگے (زبدہ)۔

مسئلہ جیسے میل سے پہلے چھ گز دوڑ کر چلا تھا ایسا ہی بہتر ہے کہ دُوسرے میل سے چھ گز آگے کو دوڑنا چھوڑ دے۔ یعنی پہلے میل سے چھ گز پہلے دوڑنا شروع کرے اور دُوسرے سے گزر کر چھ گز کے بعد دوڑنا چھوڑے (حیات)۔

(صـ۱۲۷ سے آگے) مع تكبيرة فان السنة الثلثة بخلافه فيرفع يديه من غير ارسال اليه (فيحمد لله تبارك الله وتعالى ويثنى عليه ويكبر ثلاثا) فيه للثلاثة من الحمد والثناء والتكبير دون الرفع معها كما توهمه العبارة اه (اللباب مع شرح صـ۱۱۶)

مسئلہ۔ اگر کوئی کسی عذر سے جانور پر سوار ہو کر سعی کرے تو اپنے جانور کو میلوں
کے درمیان زیادہ چلائے (حیات)۔

مسئلہ۔ اگر ہجوم کی وجہ سے میلوں کے بیچ میں دوڑنے سے خلق کو یا اپنے
نفس کو ایذا ہو تو دوڑنا سنت نہیں۔ جہاں فرجہ ملے وہاں دوڑ لے۔ ورنہ اپنے آپ کو
دوڑنے کی طرح حرکت دیتا چلے (حیات)۔

مسئلہ۔ اور یہ دوڑنا میلوں کے بیچ میں سعی کے سب شوطوں میں سنت ہے
بخلاف رمل طواف کے کہ وہ فقط طواف کے تین اول شوطوں میں سنت ہے اگر راہ صفا
سے مروہ تک دوڑ کر چلا تو واجب ادا ہوا مگر ترک سنت کیا (زبدہ)۔

مسئلہ۔ پھر مروہ پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف (منہ کر کے) کھڑا ہو تھوڑا
سا داہنی جانب کو مائل ہو کر تاکہ خوب استقبال ہو۔ ورنہ یہاں بیت اللہ بسبب
عمارات کے نظر نہیں آتا۔ پس جیسا صفا پر ذکر اور دعا ہاتھ اٹھا کر کیا تھا ویسا ہی مروہ پر
کرے کہ یہ بھی محل اجابت ہے اور صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ پھر مروہ پر سے اتر کر اپنی چال چلے اور میلوں کے درمیان
دوڑے پھر اپنی چال چل کر صفا پر چڑھے اور ذکر اور دعا جیسا بیان ہوا کرے اور
یہ مروہ سے صفا تک دوسرا شوط ہوا اسی طرح سات شوط کرے کہ شروع سعی
صفا سے اور تمام مروہ پر ہو اور ذکر اور دعا ہر دفعہ خوب کرتا رہے (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شروع سعی مروہ سے کرے تو پہلا شوط مروہ سے صفا
تک کا معتبر نہ ہوگا۔ بلکہ شروع صفا سے گنا جائے گا اور ایک شوط اور کرنا ہوگا۔
تاکہ پورے سات ہو جائیں۔

مسئلہ۔ پھر بعد سعی کے دو رکعت نفل مسجد الحرام میں آکر پڑھے کہ مستحب ہے۔

حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کنارہ پر مطاف کے (یعنی جہاں بیت اللہ کے گرد طواف کیا جاتا ہے (بمحاذات حجر اسود) یہ دوگانہ پڑھا ہے (زبدہ) اور بعض روایت میں متصل باب عمرہ کے اندر مسجد میں بھی پڑھنا آیا ہے (حیات، اللباب) پس اس روایت میں بوڑھوں، ضعیفوں وغیرہ خصوصاً عورتوں کے لیے بہت سہولت ہے (ناقل)[عله]

مسئلہ۔ اور جان لے کہ بہت سے درجے صفا اور مروہ کے بر سبب زمین کے چڑھ جانے کے دَب گئے ہیں اور (صفا کے) جو درجے اَب موجود ہیں۔ ان کے تو پہلے ہی درجے پر کھڑے ہونے سے بیت اللہ کا نظر آنا ممکن ہے۔ پس اَب تو کئی درجوں پر چڑھنا ضروری نہیں جیسا جاہل کرتے ہیں کہ چڑھتے چڑھتے دیوار تک جاملتے ہیں کہ یہ خلافِ سُنّت ہے۔ پہلے درجہ پر کھڑا ہونا کافی ہے (زبدہ) البتہ ہجوم کی وجہ سے تنگی ہو اور آنیوالوں کی کثرت کی وجہ سے پہلے درجہ پر کھڑے ہو کر دُعائیں وغیرہ پڑھنے کو جگہ نہ ملے تو اُس کے اُوپر کے ایک دو درجوں پر چڑھنے میں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا (ناقل)

مسئلہ۔ سعی میں طہارت جنابت وحیض سے سُنّت ہے اور وضو مستحب ہے ایسا ہی بدن اور کپڑے کی پاکی نجاست حقیقی سے بھی مستحب ہے اور جس طواف کے بعد

عله لما روی المطلب بن ابی وداعة قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم حین فرغ من سبعه جاء حتی حاذی الرکن فصلی رکعتین فی حاشیة المطاف ولیس بینه وبین الطائفین احد رواه احمد وابن ماجه وابن حبان وقال فی روایة رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی حذو الرکن الاسود والرجال والنساء یمرون بین یدیه ما بینهم وبینه سترة وعنه انه رآه علیه الصلوٰة والسلام یصلی مما یلی باب بنی سهم وهو الذی یقال له الیوم باب العمرة لکن علی هذا لا یکون حذو الرکن الاسود والله اعلم بحقیقة الحال صـ۱۲۲ شرح اللباب

سعی کرنی ہو وہ طواف جنابت وحیض سے پاک ہو کر کرنا یہ سعی کے واجبات میں سے ہے اور اس طواف کو وضو سے کرنا یہ سعی کی سُنتوں میں سے ہے (غنیہ نافہم ص۱۰۱)۔

مسئلہ: مسجد الحرام میں نماز پڑھتے کے آگے کو جانے سے منع نہ کریں خواہ طواف والا آگے کو جائے یا غیر طائف (زبدہ) چونکہ نمازی کے آگے کعبہ حاضر ہے تو سترہ کی ضرورت نہیں۔ (ناقل) [۱]

---

[۱] وقال ثم رأیت فی البحر العمیق حکی عزالدین بن جماعۃ عن مشکلات الآثار للطحاوی ان المرور بین یدی المصلی بحضرۃ الکعبۃ یجوز اھ قلت وھذا فرع غریب للحفظ (شامی کبیر) وفی رد المحتار تنبیہ ذکر فی حاشیۃ المدنی لا یمنع المار داخل الکعبۃ وخلف المقام وحاشیۃ المطاف وکذا فی منسک الشیخ عبد الحق الآبادی مہاجر مکی، ارشاد الساری ص۱۰۲

مگر چونکہ پہلے زمانہ میں مسجد الحرام وسیع نہ تھی اور اس پر اکبر مساجد کا حکم صادق نہ آتا تھا اور طواف کرنے والے یا غیر طائف نمازی کے آگے سے گذرتے تھے وہ بھی سجدہ کی جگہ سے دُور ہو تو ان کو منع نہ تھا کہ کعبۃ اللہ نمازی کے آگے حاضر ہے اور سجدہ کی جگہ سے اندر تو ممانعت عام ہی تھی۔ اگرچہ اکبر مساجد ہوں تو بھی مخدوم صاحب کی حیات القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کی جگہ کے اندر گزرنا ممنوع ہے اگرچہ مسجد بڑی ہو اور سجدہ کی جگہ سے دُور سے گزرنا یہ چھوٹی مسجد میں بھی منع ہے مسجد الحرام کے آگے کعبہ موجود ہے۔ ماشاءاللہ اب تو مسجد الحرام خواہ مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ہی وسیع ہیں اس لیے ان میں دُور سے گزرنا تو جائز معلوم ہوتا ہے مگر سجدہ سے اندر کی جگہ سے نمازی کے گزرنا اگرچہ اکبر مساجد ہی ہوں منع ہے اس میں اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں۔ (ناقل)

کعبۃ اللہ شریف کے اندر داخل ہونیکا بیان

مسئلہ۔ داخلی بیت اللہ کے اندر مستحب ہے (مرد ہو یا عورت) جبکہ آپکو یا غیروں کو ایذا دینی نہ پڑے اور رشوت بھی دینی نہ ہو جیسا دربان کو دیتے ہیں (زبدہ)[1]

---

[1] وفی قرۃ العیون وھل یجوز لبنی شیبۃ اخذ الاجرۃ لفتح باب الکعبۃ قال الطبری لاخلاف بین الائمۃ فی تحریم ذلک وانہ اشنع البدع واقبح الفواحش واما ما یتصدق علیھم من البر والصدقۃ علی وجہ البر بلا شرط فلھم اخذ ذلک وفی الشرح ویحرم اخذ الاجرۃ ممن یدخل البیت او یقصد زیارۃ مقام ابراھیم بلا خلاف بین علماء الاسلام وائمۃ الانام کما صرح بہ فی البحر الزاخر وغیرہ قال فی رد المحتار وقد صرحوا بان ما حرم اخذہ حرم دفعہ الا للضرورۃ ولا ھنا لان دخول البیت لیس من مناسک الحج۔ غنیۃ الناسک ص۲۹۴

مسئلہ۔ عورتوں کو بیت اللہ میں داخل ہونا اس وقت ہے جبکہ مردوں سے علیحدہ ہو کر اندر جائیں۔ اگر مردوں سے مل کر داخل ہوں گی تو مکروہ ہے۔ روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کہ جب عورتیں کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کے ارادے سے آتی تھیں تو ٹھہر جاتی تھیں تاکہ مرد کعبۃ اللہ سے نکل جائیں تب عورتیں داخل ہوں (رواہ البخاری مطولا، حیات) نہایت افسوس ہوتا ہے کہ اب حکومتِ سعودیہ میں دربان کعبہ مرد اور عورتوں کو اکٹھے بیت اللہ میں داخل کراتے ہیں اور وہ بھی اُجرت پر اس کا انسداد حکومت کے ذمہ ہے (ناقل) الحاصل مفرد (بالحج) بعد فراغت طواف اور سعی کے احرام باندھے ہوئے مکہ مکرمہ میں رہے اور جس قدر طواف نفل چاہے کیا کرے کہ باہر والوں کے حق میں طواف نفل نماز سے بہتر ہے اور مکہ والوں کو خاص موسم حج میں نفل نماز طواف سے بہتر ہے کہ غرباء حجاج کو مزاحم نہ ہوں (زبدہ)۔

مسئلہ۔ دوران طواف نفلی میں اضطباع اور رمل اور بعد دوگانہ کے استلام نہ کرے کہ یہ تینوں اس طواف میں ہیں کہ بعد اس کے سعی ہو اور سعی بعد طواف نفل کے (مسنون) نہیں ہوتی اور متمتع حج کے احرام باندھنے کے بعد اگر کرلے تو جائز ہو جاتی ہے مگر خود سعی نفل بھی نہیں ہوا کرتی بلکہ حج کی سعی ایک ہی ہے جو کہ (حج میں) واجب ہے (زبدہ) یعنی نہ تو سعی کرنی نفل ہے اور نہ ہر نفل طواف کے ساتھ کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ سعی حج میں ایک ہی ہے جو واجب ہے اس کو اگر حج کے احرام باندھنے کے بعد طواف زیارت سے پہلے کرنی ہو تو وہ نفل طواف مع اضطباع و رمل کر کے اس کے بعد سعی کر سکتا ہے جیسا اُوپر گزرا خوب سمجھ لو۔ (ناقل)۔

مکّہ معظمہ سے منیٰ اور عرفات کی طرف جانے کا بیان

مسئلہ - اور ساتویں ذی الحجہ کو بعد نماز ظہر کے امام ایک خطبہ بدون جلسہ پڑھتا ہے کہ اس میں مسائلِ حج کی تلقین کرتا ہے یہ خطبہ بھی مسنون ہے (زبدہ) یہ پہلا خطبہ حج کا ہے (ناقل) -

مسئلہ - پھر آٹھویں کو بعد طلوع آفتاب کے منیٰ میں کہ ایک فرسخ مکّہ مکرّمہ سے ہے جائے اور رات کو منیٰ میں رہے کہ سُنّت ہے (زبدہ) اور منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھے آٹھویں کی ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء اور حج کے روز صبح کی نماز جملہ پانچ ہوئیں۔ اگر حج کی رات مکّہ مکرّمہ میں یا عرفات پر جاکر رہا تو مکروہ ہے۔ (ناقل)

مسئلہ - پھر نویں کو نمازِ فجر اسفار کے وقت میں منیٰ میں پڑھ کر بعد طلوع آفتاب (جبکہ دھوپ جبلِ ثبیر پر پھیل جائے اور یہ جبل جمرۃ العقبہ کی پیٹھ سے لے کر مسجد خیف کی محاذات یعنی سامنے سے آگے عرفات کی طرف جاتا ہے۔ جو آدمی منیٰ سے عرفات کو جائے تو وہ جبل اس کے بائیں طرف ہوتا ہے اور مسجد خیف داہنی طرف -

ضب کی راہ سے تلبیہ اور تکبیر کہتا ہوا عرفات کو جائے اور ضب پہاڑی کا نام ہے کہ مسجد خیف سے جو منیٰ میں ہے متصل ہے (زبدہ) پس اس پہاڑی کو اپنے داہنی طرف کر کے عرفات کو چلا جائے نہ بائیں طرف جبل ثبیر کے پہلو میں سے جائے (ناقل)

مسئلہ - اگر منیٰ سے کوئی فجر ہونے سے پہلے یا سورج نکلنے سے پہلے یا نماز فجر سے پہلے عرفات کو جائے گا تو جائز ہے لیکن اساءۃ ہے (حیات) البتہ آجکل بہت تنگی کی وجہ سے موٹروں کی تابع میں مجبور ہو کر جانا پڑے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے

جیسے ہجوم میں اور مشقتوں کے چھوڑنے میں اوپر پڑھ چکے ہو۔ البتہ جو پیدل یا اونٹوں پر اپنے اختیار میں جانیوالے ہوں اُن کو خلافِ سُنّت نہ کرنا چاہیئے ۔

مسئلہ۔ اگر کوئی آدمی آٹھویں تاریخ سُورج نکلنے کے بعد مکّہ معظمہ سے منیٰ کو نہ گیا بلکہ زوال کے بعد گیا مگر ظہر کی نماز جاکر منیٰ میں پڑھ لی تو بھی مستحب حاصل ہوگیا۔ کیونکہ ظہر منیٰ میں پڑھنا مستحب ہے (حیات)۔

مسئلہ۔ اگر آٹھویں تاریخ جمعہ کا روز ہو تو چاہیئے کہ زوال سے پہلے منیٰ کو چلا جائے اگر زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے سے پہلے جائیگا تو مکروہ ہے بلکہ جمعہ مکّہ مکرمہ میں پڑھکر پھر منیٰ کو جائے مگر کوشش کرکے زوال سے پہلے ہی منیٰ کو چلا جانا چاہیئے۔ (حیات)

یہ مسئلہ مقیم حاجی کے حق میں معلوم ہوتا ہے۔ اگر حاجی مسافر ہے تو اس کو بھی بہتر تو یہ ہے کہ زوال سے پہلے چلا جاوے اگر بعد زوال کے جاکر ظہر منیٰ میں پڑھ لی تو بھی ان کو گنجائش ہے کیونکہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہوتا اور منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا سُنّت ہیں اس لیے وہ نہ چھوڑے[عله] : (ناقل) ۔

مسئلہ۔ آٹھویں کو عرفات پر گیا تو ترک سُنّت ہوگا۔ کیونکہ پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنی اور رات کو وہاں رہنا سُنّت ہے (زبدہ)

مسئلہ۔ مکّہ مکرمہ سے منیٰ اور عرفات اور مزدلفہ کو سوار ہوکر جانے سے

عله وفي التجنيس الرجل اذا اراده السفر يوم الجمعة لا باس به اذا خرج من العمران قبل خروج وقت الظهر لان الوجوب باخر الوقت وآخر الوقت هو مسافر فلم تجب عليه صلوٰة الجمعة اه كذا في الحباب (ارشاد الساري الى شرح العلى القاري) ص١١١ ۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو حاجی پہلے سے مسافر ہے وہ جاسکتا ہے۔ اگرچہ بعد زوال کے جاتے (ناقل)

پاپیادہ جانا مستحب ہے (حیات)۔

وقوف عرفات کا بیان

جاننا چاہیئے کہ عرفات وہ جگہ ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کا آپس میں جدا ہونے کے بعد یہاں آکر ملنا اور تعارف ہوا تھا۔

مسئلہ۔ اور عرفات میں جہاں چاہے ٹھہرے مگر لوگوں سے الگ اور راہ (کے بیچ) میں نہ ٹھہرے اور جبلِ رحمت کے پاس ٹھہرنا افضل ہے (زبدہ) اس سے مراد موقف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

مسئلہ۔ اور عرفات تمام موقف (ٹھہرنے) کی جگہ ہے مگر بطن عرنہ کہ ایک وادی ہے جو مسجد عرفہ یعنی نمرہ سے مغرب کی طرف ہے کہ اگر دیوار غربی مسجد کی گرے تو اسی وادی میں گرے اور یہ حرم کا ٹکڑا ہے حد عرفات سے خارج ہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ بطن عرنہ نہ تو عرفات میں داخل ہے اور نہ حرم میں سے ہے بلکہ دونوں کے بیچ میں حد فاصل ہے[1]۔ (غنیہ صہ) پس اگر اس وادی میں کسی نے وقوف کیا تو اس کا معتبر نہ ہوگا (زبدہ)

حدودِ عرفات۔ پہلی حد عرفات منتہی ہوتی ہے۔ اس بڑے راستے کے پاس جو مشرق کی طرف جاتا ہے۔ دوسری منتہی ہوتی ہے ان جبلوں کے پاس جو زمین عرفات کے سوا ہیں اور تیسری حد منتہی ہوتی ہے ان باغچوں کے پاس جو کہ قریۂ عرفات کے متصل ہیں اور یہ قریہ اس شخص کے بائیں طرف ہوگا جو کہ عرفات کی زمین میں مستقبل

---

[1] وعرنة واد بحذاء عرفات مما یلی مكة ممتد یمینا و شمالا لیست من عرفة ولا من الحرم بل حد فاصل بینهما (غنیہ) صہ۔

کعبہ کے کھڑا ہو اور چوتھی حد منتہی ہوتی ہے وادی عُرنہ پر ہوتی ہے (حیات) اب حکومت سعودیہ نے وادی عرفات پر نشان لگوا دیئے ہیں تاکہ ہر حاجی اُن کو پہچان کر حدود کے اندر وقوف کریں (ناقل) اور عرفات ساری حل کی زمین میں داخل ہے کیونکہ حد حرم منتہی ہوتی ہے۔ مسجد نمرہ کے پاس اور عرفات مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے (حیات)

مسئلہ۔ پس عرفات میں جاکر دُعا اور درُود اور ذکر و تلبیہ بکثرت کرتا رہے (زبدہ)

مسئلہ۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ زوال سے پہلے تو عرفات کی حد سے باہر اور مسجد نمرہ کے نزدیک جاکر رہے جس طرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ (اس کی تصریح ابن الہمام ورشید الدین وغیرہما نے کی ہے) وہاں دُعا و استغفار اپنے والدین اور مشائخ و اقارب اور فقہاء و جمیع مسلمین اور مسلمات احیاء و اموات کے لیے کرتا رہے (حیات) اور جو حد عرفات سے باہر آکر رہا ہے اور جمع صلوٰتین کے لیے آنا چاہے اس کو چاہیئے کہ طہارت حاصل کرکے زوال کے قریب مسجد نمرہ میں پہنچ جاوے اور جو پہلے حد عرفات پر نزول کر چکا ہو تو وہ زوال سے پہلے ہی وہاں سے نکل آوے جمع صلوٰتین کے واسطے۔ اس لیے کہ اگر بعد زوال جبکہ اس پر وقوف عرفات متحقق ہو گیا اس کے بعد جمع کے لیے آیا تو یہ سُنّت کے خلاف ہے وقوف عرفات کو گویا بیچ میں قطع کیا۔ (حیات)

مسئلہ۔ جب دن ڈھلے (بلکہ کچھ پہلے) وضو کرے اور غسل کرے تو افضل ہے پھر بلا تاخیر مسجد میں آجائے (زبدہ) بلکہ بہتر ہے کہ وضو یا غسل وغیرہ زوال سے پہلے کرکے فارغ ہو رہے تاکہ جمع صلوٰتین کے ساتھ ہی کمال وقوف کا حاصل ہو (حیات)

مسئلہ۔ پس امام المسلمین یا اس کا نائب پہلے دو خطبہ پڑھے درمیان میں جلسہ کرے جیسا کہ جمعہ میں ہے اور خطبہ سُنّت ہے فرض نہیں اگرچہ سننا واجب ہے اور

جمع صلوٰتین کیلئے شہر اسحت بھی نہیں (عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ) اور یہ خطبہ حج کا دُوسرا ہے۔

مسئلہ۔ امام کے ساتھ ظہر و عصر کو ایک اذان و دو تکبیر کے ساتھ ظہر کے وقت اکٹھا پڑھے اور بیچ میں ظہر اور عصر کے کچھ نہ پڑھے دو رکعت سُنت بھی ترک کرے۔ مگر تکبیرات تشریق کہہ لے اور بعد عصر کے بھی سُنت نفل نہ پڑھے مگر جو امام بعد ظہر کے عصر میں تاخیر کرے تو مقتدی کو نفلیں پڑھنی جائز ہیں (زبدہ) لیکن امام کو بے ضرورت جمع میں تاخیر کرنا مکروہ ہے (ناقل)۔

ظہر اور عصر دونوں کو عرفات میں ظہر کے وقت میں ایک ساتھ پڑھنے کی شرطوں کا بیان

مسئلہ۔ اور اسی طرح جمع کرنے ظہر و عصر میں چند شرطیں ضروری ہیں (وہ یہ ہیں) (۱) عرفات اور (۲) نویں ذی الحجہ اور (۳) امام یا نائب اس کا اور (۴) دونوں نمازوں میں احرام ہونا اور (۵) ظہر کا عصر پر مقدم ہونا۔ اگر ایک شرط ان شرائط میں سے نہ ہو تو جمع کرنا جائز نہیں۔ (زبدہ) پس دونوں نمازوں میں احرام نہ ہو یا ایک میں ہو دُوسری میں نہ ہو تو جائز نہیں۔ (حیات)

مسئلہ۔ اور دونوں کو امام یا اُس کے نائب کے پیچھے جماعت سے پڑھنا اور وقت بھی ایک ظہر کا ہونا۔ پس اگر امام اور اُس کے نائب کے سوا کسی اور کے پیچھے اقتدار کرے گا یا ظہر کے وقت نکلنے کے بعد عصر کے وقت میں جمع کریگا تو یہ جمع صحیح نہیں ہے۔ (حیات)

مسئلہ۔ اگر سلطان یا نائب اس کا عرفات پر حاضر نہ ہوا اسلیئے سب لوگوں نے آپس میں اتفاق کر کے کسی ایک کو امامت کے لیے مقرر کیا تو بھی ظہر اور عصر کا جمع کرنا

جائز ہو جائے گا بوجہ تعذر استیذان کے جیسا کہ جمعہ میں جائز ہے (کذا ذکرہ العلامۃ الحلبی میاں)
لیکن جمعہ کے قائم مقام کرنے میں جماعت مسلمین بجائے سلطان یا نائب اسکے تب ہوگی
جبکہ مصر میں سلطان یا نائب موجود نہ ہو نہ کہ قریہ میں خوب سمجھو (ناقل)

مسئلہ۔ کوئی مقتدی مسجد نمرہ میں آیا اور امام اس سے پہلے ظہر پڑھ چکا ہو
تو اب اُس کو جائز نہیں کہ اسی ظہر کے وقت میں امام کے پیچھے اقتدا کر کے عصر کو
جماعت سے پڑھے بلکہ اس کو چاہیئے کہ ظہر علیحدہ پڑھ کر جا کے وقوف کرے
پھر جب عصر کا وقت آئے تب پڑھے۔ اگر عصر کے وقت کوئی رفیق مل جائے تو
اس عصر میں اپنی جماعت کر لیں تو بہتر ہے۔ یہ اس لیے کہ اس کو ایک وقت ظہر
میں امام حج کے ساتھ مسجد نمرہ میں دونوں نمازوں میں ظہر کے وقت میں جماعت نہیں
مل سکی کہ جو شرط جمع ہے۔ (حیات)

مسئلہ۔ اگر مسبوق نے سلطان یا نائب کے پیچھے ہر دو نمازوں میں ایک
ایک رکعت یا زیادہ پائیں تو اس کی جمع جائز ہو جائے گی۔ مثلاً ظہر کی نماز کی ایک آخری
رکعت ملی پھر اس مسبوق کو عصر کی نماز میں سے بھی ایک رکعت جماعت سے ملی تو اس
کی جمع صحیح ہو گئی۔ اگر ایک رکعت بھی نہ ملی تو جمع صحیح نہ ہوئی۔ پس چاہیئے کہ عصر کو اپنے
وقت داخل ہونے کے بعد پڑھے (حیات) مگر غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ اگرچہ دونوں
نمازوں میں سے ہر ایک نماز کا کچھ جزو ہی مل جاوے تو جمع صحیح ہے۔ ایسا ہی شامی اور
شرح اللباب اور بحر الرائق میں لکھا ہے[علہ]۔ واللہ اعلم (ناقل)

علہ ولو ادرك ركعة من كل واحدة من الصلوتين مع الامام بان ادرك
ركعة من الظهر ثم قام الامام و دخل فى العصر فقام الرجل لقضى ما
فاته من الظهر فلما فرغ منه دخل فى صلوة الامام العصر وادرك

مسئلہ۔ اکثر حاجی لوگ جو عرفات پر جاکر رہتے ہیں اور مسجد نمرہ میں جاکر امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز جمع کرنے کے لیے نہ جاسکیں تو ان کو چاہیئے کہ عرفات پر جہاں ٹھہرے ہوں وہاں آپس میں مل کر ظہر کو اپنے وقت میں اور عصر کو اسکے وقت داخل ہونے کے بعد جُدا جُدا اوقات میں جماعت سے پڑھیں جیسا گزرا۔ (ناقل)

مسئلہ۔ مسجد نمرہ میں جو امام جمع صلوتین کراتا ہے ہمارے نزدیک یہ جمع سُنّت ہے اور بعضوں کے نزدیک مستحب ہے (حیات) پس اگر کسی ضرورت کی وجہ سے جیسے کوئی بوڑھا آدمی یا سامان وغیرہ کی کثرت وحفاظت کی غرض سے یا عیال واطفال ساتھ ہوں ان کو نہ چھوڑ سکنے کی وجہ سے نہ جاسکے تو مضائقہ نہیں لیکن بلا وجہ جمع کو نہ چھوڑے بشرطیکہ امام مقیم ہو یا شرعی سفر کی وجہ سے مسافر ہو۔

مسئلہ۔ ہمارے نزدیک مقیم ہو یا مسافر دونوں کو جمع صلوتین یہاں پر جائز ہیں۔ بخلاف امام شافعیؒ کے کہ وہ مسافر کو جائز فرماتے ہیں اور مقیم کو ناجائز اور مُسافر کے لیے عام فرماتے ہیں کہ عرفات پر یا غیر عرفات پر۔

مسئلہ۔ اگر امام مقیم ہو تو چار رکعتیں پُوری پڑھے اور جو مقتدی مسافر ہو تو وہ بھی چار ہی پُوری کریں اور اگر امام مسافر ہو تو دو رکعتیں پڑھے اور جو مقتدی مقیم ہوں تو بعد سلام امام کے اپنی نماز پُوری کرلیں اور آخر رکعتوں میں قراءۃ بھی نہ پڑھیں۔ (غنیہ) صــ۸۰۔

شيئًا من كل واحدة من الصلوتين مع الامام جاز له تقديم بلا خلاف (کبیر) اور غنیہ میں ہے۔ ولو ادرك مع الامام ركعة من كل واحدة من الصلوتين او شيئًا منها جاز (جوهره صـ۱۸۱)۔

تنبیہہ

اور ہمارے نزدیک ایسے امام کے پیچھے اقتدار نہ کریں جو باوجود مقیم ہونے کے بھی شرعی سفر سے کم مسافت پر قصر کرتا ہو۔ پس جو لوگ مکہ مکرمہ میں حج سے پہلے اگر پندرہ روز رہ کر مقیم ہو چکے ہوں یا خود مکہ مکرمہ کے باشندے ہوں بلکہ جو شرعی طرح مسافر ہی ہوں تو اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں جو باوجود مقیم ہونے کے عرفات پر قصر کرتا ہے۔

پس ان حاجیوں کو چاہیئے کہ مقیم ہوں یا مسافر آپس میں ملکر عرفات پر ہر نماز کو ظہر خواہ عصر کو ان کے وقت پر جماعت کر کے پڑھیں دونوں کو ایک وقت ظہر میں جمع کر کے نہ پڑھیں اگر اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لی ہو تو پھر ان نمازوں کو اپنے وقت پر لوٹا کر پڑھیں (غنیہ)

مسئلہ۔ ہمارے نزدیک قصر مسافر پر ہے اور جمع صلوٰتیں مسافر ہو یا مقیم سب پر حج کی نسک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جمع مسافر پر ہے۔ حاجی ہو یا غیر حاجی اور امام مالکؒ کے نزدیک خود قصر نسک ہے۔ پس ایسے امام کے پیچھے اگر عرفات پر مسجد نمرہ میں نماز پڑھ لی تو لوٹائی جاوے نہ لوٹانے سے فرض سر پر لازم رہے گا اس جمع میں جو ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے وہ آگے مزدلفہ کے بیان میں ہے۔

عہ۔ فان کان الامام مقیما اتم الصلوٰۃ واتم معہ المسافرون وان کان مسافرا قصر واتم المقیمون بلا قرأۃ فاذا سلم قال لهم اتموا صلوٰتکم یا اهل مکة فانا قوم سفر۔ ولا یجوز للمقیم ان یقصر الصلوٰۃ ولا للمسافر ان یقتدی به ان قصر۔ وقال مالك رحمه الله تعالیٰ لیقصر المقیم و یقتدی بالمسافر فهو قصر نسك ص۹۷ ایضًا۔ هذا الجمع سنة اتفاقا وهو للنسك عندنا فیستوی فیه المقیم والمسافر۔ قال الشافعی رحمه الله تعالیٰ انه للسفر یختص بالمسافر (غنیہ ص۸۱)

مسئلہ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ایک ہی وقت عشاء میں جمع کرنا واجب ہے (حیات) **مسئلہ** ۔ اگر حج جمعہ کے دن واقع ہو تو نماز جمعہ عرفات پر صحیح نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ مصر (شہر) نہیں ہے دراصل اور بہ سبب اجتماع خلق کے بھی اس کی شہریت متحقق نہ ہوگی بہ سبب نہ ہونے مکانات وغیرہ اسلیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس روز نماز جمعہ عرفات پر نہ پڑھی تھی جو کہ حج الوداع کے روز واقع ہوا تھا ۔ (حیات) [علہ]

علہ اولا یصح اداء الجمعۃ بعرفۃ) ای لکونہا غیر مصر ولا یتمصر بجمع الخلق فیہا لعدم البیوت والمساکن بخلاف منی فانہا وان کانت قریۃ لایجوز الجمعۃ بہا فی غیر موسم الحج عندنا علی خلاف ما سیاتی بیانہ (اللباب وشرح ص۱۳۲) ایضاً (ویجمّع) بتشدید المیم ای یصلی الجمعۃ خلافاً لمحمد (بمنیٰ) ای ایام الموسم اذا کان فیہ امیر مکۃ) ای وحدہ (او الحجاز) ای ممن الشامل لمکۃ اشریف حفظہ اللہ ووفقہ لما یرضاہ او الخلیفۃ ای سلطان بنفسہ واما امیر الموسم ای کامراء محامل الحج (فلیس لہ ذلک) ای التجمیع اتفاقا (الا اذا استعمل علی مکۃ) ای وان لم یستعمل علیہما کذا فی الکبیر) وفیہ بحث حیث لم یظہر الفرق بین کونہ اہل من اہل مکۃ او من غیرہم واللہ سبحانہ اعلم ۔ ثم فی شرح المنیۃ للحلبی انہ لایصلی بہا العید اتفاقا للاشتغال عنہ بامور الحج انتہی وارد بالاتفاق الاجماع اذ خلاف فی المسئلۃ بین علماء الامۃ (اللباب وشرح ص۱۵۷)

ایضاً واذا وافق الجمع یوم الجمعۃ لایصلی یوم الجمعۃ لعرفۃ اتفاقا صرح بہ غیر واحد (کبیر)

مسئلہ۔ منیٰ میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ منیٰ اگرچہ دراصل مصر نہیں ہے مگر بہ سبب اجتماع خلق اور موجود ہونے مکانات وغیرہ کے مصر ہو جاتا ہے موسم حج میں ایسا ہی ابن جماعہ نے اپنے منسک میں کہا ہے کہ عرفات پر جمعہ ادا نہ کیا جائے باتفاق چاروں اماموں کے (حیات)

مسئلہ۔ البتہ ان شرائط سے مقام منیٰ میں جمعہ پڑھنا جائز ہے نہ ہمیشہ وہ اس شرط سے کہ ان حاجیوں کے مجمع پر جو منیٰ میں مجتمع ہو کر جمعہ پڑھیں وہ شخص سردار ہو جو صوبۂ حجاز کا حاکم ہو اور خالی حج کرانے کے واسطے کوئی شخص سردار نہ کیا گیا ہو پس خلیفۃ الاسلام خود مسافر طور پر یا شرعی مقیم ہو کر یہاں موجود ہو تب جائز ہے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ نے کہا ہے کہ منیٰ میں جمعہ نہیں ہے کیونکہ منیٰ ایک چھوٹا گاؤں ہے اس لیے عید البقر وغیرہ نہیں پڑھی جاتی۔ پس شیخین کے نزدیک منیٰ میں مکانات بنے ہوئے ہیں۔ صرف آدمیوں اور حاکم و عالم کی

(ص ۱۶۲ سے آگے) آگے وہ حکایت ہے جو ہارون رشید کے سامنے امام ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ کا مناظرہ مشہور ہے۔ اگرچہ یہ حکایت صحیح نہیں کہ امام ابو یوسفؒ بوادی میں جمعہ کو جائز رکھتے تھے۔

وماحكت المالكية ان الرشيد رحمه الله تعالى جمع مالكا و ابا يوسف رحمهما الله تعالى سأل ابو يوسف مالكا عن اقامة الجمعة لعرفة فقال مالك لا يجوز لانه عليه الصلوٰة والسلام لم يصلها فى حجة الوداع فقال ابو يوسف قد صلاها لانه خطب خطبتين وصلى بعدهما ركعتين فقال اجهر بالقرءة كما يجهر بالجمعة فسكت ابو يوسف وسلم فلا اصل له لان ابا يوسف لا يرى الجمعة فى القرى فكيف كان يراها فى البوادى وماحكى القرطبى عن ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله جواز الجمعة

عرفات فهو غلط (غنية الناسك ملخصاً وكبيرى وشرح اللباب)

حاجت رہی وہ بھی موسم حج کے ایام میں ہو جاتے ہیں تو وہ مصر ہو جاتا ہے۔ باقی اس موسم کے سوا تو بالاتفاق منیٰ میں جمعہ جائز نہیں ہے (عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ)۔

مسئلہ۔ منیٰ میں عید سب کے نزدیک نہ پڑھی جائے گی کیونکہ منیٰ میں ان ایام میں بہت سے مناسک حج کے کرنے پڑتے ہیں اس لیے تخفیف کی گئی ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک اصل عدم شہریت کی وجہ نہیں ہے (عین الہدایہ) اس کے متعلق مسائل آگے اوقات صحت طواف زیارت میں ہے کہ جو مکہ سے عرفات پر جانیوالے کے حق میں نمازوں کو قصر کرنے کے قائل ہیں وہ منیٰ میں جمعہ نہیں پڑھتے اور اُوپر حج کے مستحبات میں دو نمازوں کے جمع کی تفصیل دیکھی جاوے۔

مسئلہ۔ مخدوم محمد ہاشم صاحب نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے سفر السعادت میں کہا ہے کہ یہ عامی لوگ جمعہ کے دن حج کو حج اکبر کہتے ہیں، یہ کچھ چیز نہیں قرآن مجید میں جو حج اکبر آیا ہے اس سے حج مراد ہے مطلقاً بمقابلہ حج اصغر کے کہ وہ عمرہ ہے مگر جمعہ کے دن حج کا شرف وفضل ثابت ہے بہ سبب شرف زمان ومکان اور موافقت حج پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ حجۃ الوداع جمعہ کے دن واقع ہوا تھا اور بھی بہت سے فضائل ہیں۔ جمعہ کے روز حج واقع ہوئے ہیں۔ پس اگر کسی کو بروز جمعہ حج نصیب ہو تو بڑی غنیمت ونعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مومنین کو یہ دولت عطا فرمائے آمین۔ باقی حج اکبر سے شہرت دینا یہ کسی سے منقول نہیں محض عامی لوگوں کی ایجاد ہے (ناقل)۔

وقوف عرفات کی ترتیب کا بیان

مسئلہ۔ پھر مسجد نمرہ سے نکل کر موقف میں آئے امام کو سوار ہونا اور لوگوں

کو امام کے اس پاس پیادہ ہونا افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اوروں کو بھی سوار ہونا بہتر ہے مگر آج کل نہایت ہی کثرت حجاج اور سواریوں کا بھی مختلف طرح کا بندوبست ہو گیا ہے موٹریں وغیرہ جن کی وجہ سے امام کے اس پاس ہونا ناممکن ہے اور ایسا بھی بہت تکلیف و ایذا اور رہنے کے مکان کا بھول جانا وغیرہ کا اندیشہ غالب ہے اس لیے یہ عمل ترک ہو گیا ہے۔

مسئلہ۔ اور جبلِ رحمت کے پاس قریب امام کے جہاں تک ہو سکے بہتر ہے (زبدہ)

مسئلہ۔ جبلِ رحمت کے اوپر چڑھنا جیسا کہ عوام کرتے ہیں کچھ اصل نہیں رکھتا بلکہ سوا موقف النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اور سب عرفات برابر ہے۔ اس جبل کو اور عرفات پر ترجیح دینا خطائے ظاہر ہے اور مخالفت سُنّت ہے[1] (غنیۃ)

مسئلہ۔ اور مستقبل قبلہ کھڑا ہونا اور نیت کرنی وقوف کی اور کھڑا رہنا شرط اور واجب نہیں ہے مگر مستحب ہے اگر بیٹھا ہی رہے جب بھی وقوف ہو گیا کیونکہ موقف میں ہونا چاہیئے اگرچہ سوتا ہوا موقف کو چلا آوے یا زبردستی کوئی لیجائے اگرچہ نہ جانے کہ یہ موقف ہے۔ پاک ہو یا ناپاک ہو۔ یا دوڑتا ہوا موقف سے گزر جائے سب صورتوں میں وقوف معتبر ہو جاتا ہے اور فرض ادا ہو جاتا ہے (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اگرچہ کسی سواری جانور کی یا پالکی وغیرہ یا ریل گاڑی اور موٹر میں عرفات سے گزرے تو بھی وقوف جائز ہو جائے گا۔ (ناقل)

مسئلہ۔ لیکن اس میں بعض علماء کا اختلاف رائے ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی محرم بالحج مثلاً ہوائی جہاز میں سوار ہو کر اُڑا جا رہا ہو اور عرفات کی محاذ سے بعد

---

[1] ما اشتهر عند العوام من الاعتناء بالوقوف على جبل رحمت وترجيحهم له على غيره من ارض عرفات فخطأ ظاهر مخالف للسنة الخ غنية الناسك ص ۸۶)

زوال بروز عرفہ اگر گزرے تو اُس شخص کا وقوف صحیح ہو جائیگا یا نہیں۔ پس بعض کہتے ہیں کہ ہوائی جہاز پر سے گزرنے سے یہ وقوف میں محسوب و شمار نہ ہوگا کیونکہ جس چیز پر سوار ہے اس کا استقرار زمین عرفات پر نہیں ہے اور استقرار زمین پر ہونا صحت وقوف کی شرط ہے اور بعض حضرات کی غالب رائے یہ ہے کہ وقوف صحیح ہو جائیگا جیسے کہ مناسکوں میں باب الصید میں لکھتے ہیں کہ حدِ حرم کی ہَوا کا حکم بھی حرم کے حکم میں ہے مثلاً ہَوا میں اُڑتا ہُوا پرندہ اگر کوئی پکڑے تو وہ بھی حرام ہے اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ پکڑنے والا تو زمین حرم میں ہوگا تو پھر وہ شکار بھی حرم کا ہی شمار ہوگا اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر پکڑنے والا بھی مثلاً ہوائی جہاز میں جا رہا ہو تو فضاء حرم میں وہ شکار بھی گویا حرم ہی کا گنا جائے گا۔ ازاں سوا ریا استقرار علی الارض کا شرط ہونا کسی نے نہیں لکھا پس چونکہ اس روز میں اللہ تعالےٰ کی رحمت واسعہ کا نزول ہے اسلئے عرفات کی محاذات میں آسمان تک جو گزرے مع شرائط صحت وقوف صحیح و جائز ہو جائیگا۔ مثلاً کسی محرم حاجی کو ہوائی جہاز میں قید کر کے لے جا رہے ہوں اور وقوف کی صحت کا وقت ہو تو صحیح ہو جائیگا۔ واللہ اعلم۔ اور کچھ صید کے بیان میں بھی آئے گا۔ (ناقل)

حکایت۔ حضرت مولانا محب الدین صاحب مہاجر مکی خلیفہ حضرت شیخ العرب والعجم شاہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کی ۱۳۳۸ھ میں یہ عاجز بھی ہادینا مولانا شاہ خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی معیت میں منیٰ میں جمرہ عقبہ کی رمی سے فراغت کے بعد کوچہ میں آرہے تھے تو مولانا محب الدین صاحب رمی کے لیے جارہے تھے مولانا خلیل احمد صاحب سے شوق و ذوق سے معانقہ و مصافحہ کر کے فرمایا کہ میں نے جو دُعا کی تو معلوم ہُوا کہ آج سب بخشے گئے۔ یہ حضرت بہت ہی اہلِ کشف تھے۔ اس سے بھی معلوم ہُوا کہ نہایت وسیع رحمت کے نزول کا دن ہے اللہ تعالےٰ نے سب حجاج کی مغفرت فرمائے۔ (ناقل)

مسئلہ۔ مسجد نمرہ جس کو مسجد ابراہیم خلیل بھی کہتے ہیں۔ علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں وقوف کرنا صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں یہ اختلاف ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ مسجد عرفات کی حد میں داخل ہے اور بعض کے نزدیک عرفات کی حد سے باہر ہے۔ اس لیے یہاں وقوف کرنا نہ چاہیئے باقی یہ شُبہ کرنا کہ پھر یہاں ظہر اور عصر کا جمع کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ کیونکہ ان کے جمع کے لیے بھی حد عرفات میں ہونا شرط ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایک تو بعضوں کے نزدیک مسجد عرفات کی حد میں داخل ہے دُوسری قوی دلیل یہ ہے کہ وقوف خاص عرفات کی حد میں ہونا قطعی نص سے ثابت ہے اور ظہر اور عصر کا جمع کرنا اس مسجد میں ہی ثابت ہے۔ پس چونکہ مسجد بعضوں کے نزدیک عرفات کی حد سے باہر ہے تو احتیاط یہ ہوئی کہ وقوف مسجد میں نہ کیا جاوے جسطرح نماز حطیم کی طرف مُنہ کر کے نہیں پڑھی جاتی حالانکہ وہ بھی کعبہ ہے۔ (غنیہ)۔

مسئلہ۔ افضل واکمل مردوں کے حق میں یہ ہے کہ کوشش کر کے اس جگہ پر جا کر وقوف کریں جہاں پر رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم نے وقوف فرمایا تھا۔ وہ جگہ جبلِ رحمت کے قریب ہے اس کی علامت آج کل یہ ہے کہ اس میں بڑے بڑے پتھر سیاہ فرش کی طرح بچھے ہوئے ہیں اور وہ جگہ ساری زمین عرفات سے مرتفع ہے جو کہ جبل رحمت اور بنائے مربع کے درمیان میں ہے اس طرح پر کہ اگر وہاں وقوف کرنیوالا اُٹھ کر قبلہ رُو کھڑا ہو تو جبلِ رحمت اسکی داہنی طرف قدرے مُنہ کی طرف مائل ہوگا اور وہ بنائے مربع اُس کے بائیں طرف کچھ پُشت کی طرف مائل ہوگی یعنی وہ جگہ بناء مربع کے اس طرح متصل ہے کہ بناء مربع اور وہ جگہ گویا ایک ہی ہیں بعض حاجیوں

؎ فلا یتادی ما ثبت فرضیتہ بنص قطعی وھو الوقوف بعرفۃ احتیاطًا کما قالوا فی استقبال الحطیم بل اولی الخ (غنیہ صا۸۴)۔

کو یہ اشتباہ ہو جاتا ہے کہ ان دونوں میں سے کون سی جگہ موقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پس وہ جگہ ہے جو جبل رحمت کی طرف والی ہے۔ اور بناء مربع ان کے پیچھے ہے اگرچہ دیکھنے میں دونوں آپس میں ملی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اس کو مسجد الصخرات کہتے ہیں۔ اسی جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اکر کھڑی ہوتی تھی۔ اب جہاں امام جبل رحمۃ کی چوٹی سے کچھ نیچے قیام کرتا ہے وہ جگہ مسجد صخرات میں وقوف کرنیوالے کی داہنی طرف قدرے منہ کی طرف مائل ہے چونکہ امام کے کھڑے ہونیوالی جگہ اوپر جبل پر ہے کثرت حجاج کیوقت امام کو اکثر دیکھ سکیں اس وجہ سے وہ تبدیل کردی گئی ہو۔ واللہ اعلم۔ ۱۳۴۷ھ میں میں نے خود حاضر ہو کر وقوف کا شرف حاصل کیا اور تحقیق کی تو اوپر کی علامت پائی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ پھر ۱۳۶۶ھ میں بھی موقف النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی مسجد صخرات میں وقوف کی نعمت حاصل ہوئی۔ البتہ اس حاضری میں مزید علامت اس کی پہچان کی یہ معلوم ہوئی اس لیے لکھتا ہوں کہ کسی ہمت والے و خوش نصیب حاجی کو حاضر ہونے میں سہولت ہو۔ وہ یہ کہ جبل رحمت کے بالکل قریب نشیب سے اوپر چڑھائی پر نہر

علہ وبقرب جبل الرحمۃ افضل المواقف موقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو الفجوة المستعلیة المشرفة علی ارض عرفات وهذه الفجوة هی الصخرات السود الکبار المفروشة التی خلف موقف الامام الیوم عن یساره بقلیل بنی علیها المسجد الیوم یسمی مسجد الصخرات وجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطن ناقة الی الصخرات وجبل المشاة بین یدیه واستقبل القبلة فوقف الامام علی ناقة عند الصخرات السود او یقرب منها بحسب الامکان الخ۔ غنیہ ص۸۲) ایضا وان یقف عند الصخرات السود موقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان تعذر علیه یقف بقرب منه بحسب الامکان۔ غنیہ ص۸۶

زمینہ کے کنارے پر اگر جب چڑھے تو جبل کی طرف پشت کرکے اسکو ذرا بائیں طرف رکھ کر مشرق کی طرف نہر کے کنارے پر کچھ چلے تو اپنے داہنے ہاتھ پر نہر کے نشیب میں ایک چہار دیواری محراب کے ساتھ احاطہ غیر مسقف ملے گی اور دیوار غالباً نصف قد آدم کے ہے۔ یہی وہ مسجد صخرات ہے اس کے ساتھ متصل پیچھے جو ہے وہ بنائے مربع کہلاتی ہے۔ مطلب یہ کہ ان دونوں میں سے جو قبلہ کی طرف ہے اور اُسکے سامنے جبل رحمت ہے وہ مسجد صخرات ہے اور اس کے پیچھے والی بناء مربع ہے۔ اس دفعہ مسجد صخرات میں جو بڑے بڑے کالے پتھر مفروش تھے اُن پر زیادہ کنکریٹ ڈالی ہوئی نظر آئی اور پیچھے بناء مربع میں وہ پتھر نظر آرہے تھے اور مسجد صخرات کے محراب کے سامنے باہر ایک درخت بڑ کا بھی سایہ دار نظر آیا۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالےٰ سب مومنین کو یہ دولت مع مغفرت نصیب فرمائے۔

مسئلہ۔ پس وقوف عرفہ کا سواری پر افضل ہے اگر میسر ہو ورنہ کھڑے ہو کر وقوف کرے اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر ہی کرے۔[علہ]

لقولہ تعالےٰ۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (پ۴)

سواء عذر کے وقوف میں لیٹنا مکروہ ہے (غنیہ) حضرت مولانا شفیع الدین صاحب مکی خلیفہ ارشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب شیخ العرب والعجم نے فرمایا کہ مولانا مولوی سید حسن شاہ صاحب مہاجر مکی جو کہ مصنف غنیۃ الناسک کے ہیں ایسے ہمت والے تھے کہ زوال سے غروب شرعی تک روبقبلہ کھڑے ہو کر دھوپ میں وقوف عرفہ کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ ہم کم ہمتوں کو بھی مع اخلاص ایسی توفیق وہمت عطا فرمائے آمین (ناقل) **مسئلہ۔** پس مسجد صخرات میں یا اسکے قریب جہاں ممکن ہو حد عرفات میں قبلہ رو کھڑے ہو کر وقوف کرے

علہ و جاز قاعدا و یکرہ الاضطجاع الا من عذر (غنیہ ص۸۲)

اس طرح پر کہ جبلِ رحمت اس کے داہنے طرف ذرا مُنہ کی طرف مائل ہو پھر ہاتھ اُٹھائے اور تکبیرات اور تہلیلات میں مشغول ہو (غنیہ) **مسئلہ**۔ پس امام باآواز بلند غیر مفرط تکبیر کہے اور ذکر و دُعا خفیہ کرنا اولیٰ ہے اور تعلیم مناسک کرے اور لوگ قریب امام کے پیچھے اس کے مُستقبل قبلہ رُو ہو کر بخشوع سُنیں اور روئیں اور دُعا خوب جہد سے کریں کہ محل اجابت ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور روزہ نہ رکھنا یہاں اولیٰ ہے روزہ رکھنے سے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور تلاوت قرآن شریف اور درود شریف اور تکبیر و تہلیل اور استغفار اور تلبیہ وغیرہ اذکار بہت کریں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کریں کہ پھر تدارک اس دن کا ممکن نہیں اور گریہ وزاری اور استغفار میں ہرگز قصور نہ کریں بلکہ اس دن میں کلام مباح سے بھی اجتناب اور حذر کریں (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور فخرِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم نے عرفات پر یہ دُعا پڑھی ہے :-

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير اللهم اجعل في قلبي نورا و في سمعي نورا و في بصري نورا۔ اللهم اشرح لي صدري ويسر امري۔ واعوذبك من وساوس الصدر وشتات الامور وفتنة القبر۔ اللهم اني اعوذبك من ما يلج في الليل وشر ما يلج في النهار وشر ما تهب به الرياح لبيك اللهم لبيك انما الخير خير الاخرة (زبدہ)

مسئلہ۔ اور ایک روایت ہے کہ دستِ مبارک اُٹھا کر اللہ اکبر و للّٰہ الحمد تین بار فرما کر یہ پڑھا:۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ بِالْهُدٰى وَنَقِّنِيْ بِالتَّقْوٰى وَاغْفِرْلِيْ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى۔

پھر ہاتھ چھوڑ کر جتنی دیر میں الحمد للہ پڑھیں پھر ہاتھ اُٹھا کر یہی فرمایا اور پھر ہاتھ چھوڑے بقدر الحمد کے پس اس طرح کرتا رہے اور ہاتھ اُٹھانا اس جگہ بھی دُعا کی طرح ہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ الغرض غروب کے غروب تک وہیں رہنا واجب ہے۔ اگر قبل غروب آفتاب کے حدود عرفہ سے نکل گئے تو دم واجب ہوگا مگر جو قبل غروب آفتاب (حد عرفہ) میں واپس چلا آئے تو

دم ساقط ہوجاتا ہے اگر غروب کے بعد واپس لوٹا تو دم ساقط نہیں ہوتا۔ (زبدہ)

مسئلہ۔ عرفات پر دعاؤں وغیرہ کے بیچ میں تلبیہ کا تکرار کرتا رہے اور تلبیہ میں آواز بلند کرے اور اذکار اور دعاؤں کو خفیہ پڑھنا افضل ہے لِقَوْلِہٖ تعالیٰ اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً۔ (حیات) عرفات پر کوشش سے روئے تاکہ آنکھوں سے قطرے آنسو کے ٹپکنے لگیں۔ یہ دلیل ہے اجابت اور علامت سعادت کی اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنائے اور تضرع و کثرت دعا کرے (حیات) مسئلہ۔ عرفات پر کثرت مخلوق کو دیکھ کر محشر کے دن کا تصور و خیال کرے کہ یہ اس کا نمونہ ہے۔ (حیات)۔

وقوفِ عرفات کے صحیح ہونے کے شرائط

مسئلہ۔ وقوف عرفہ کی صحت کی تین شرطیں ہیں۔ ایک تقدیم احرام حج۔ پس بغیر احرام حج کے وقوف صحیح نہ ہوگا اگرچہ عمرہ کا احرام ہو تو بھی صحیح نہیں ہے۔ دوسرا ساری حد عرفات میں وقوف جائز ہے۔ مگر وادی بطن عرفہ میں صحیح نہیں ہے سب اماموں کے نزدیک (حیات) اور حدود عرفات اوپر لکھے گئے ہیں مسئلہ۔ حدود عرفات سے باہر وقوف صحیح نہ ہوگا۔ اگرچہ عرفات سے باہر ارادہ یا خطا بھول سے یا جہل (نہ جاننے سے) وقوف کرے (حیات) تیسرا وقت نویں ذوالحجہ کے دن زوال آفتاب سے لیکر دسویں کی صبح ہونے سے پہلے تک ہے (حیات)۔

واجبات وقوف عرفہ۔ مسئلہ۔ واجب وقوف کا فقط ایک ہے وہ یہ کہ ابتدا از زوال سے شروع کرے تاکہ سورج غروب ہو کر جزو قلیل رات کی متحقق ہو اور یہ ابتدائی زوال سے اس شخص کے لیے ہے جس نے زوال ہی کے ساتھ وقوف شروع کیا ہو اور جس نے مثلاً عصر سے شروع کیا ہو تو اسکو عصر سے لیکر غروب کے بعد تک واجب ہے۔ (حیات) اصل زوال سے شروع کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے (حیات)۔

لیکن باوجود وہاں عرفات کے قریب رہنے کے زوال سے شروع کرنے میں تاخیر کرنا بڑی غفلت و محرومی ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ پس اگر غروب تک تاخیر نہ کی غروب سے پہلے ہی عرفات سے تجاوز کیا تو دم لازم ہوگا۔ اگر غروب سے پہلے حد عرفات میں لوٹ آیا پھر بعد غروب کے نکلا تو دم ساقط ہو جائیگا (حیات) یہی صحیح ہے اگر بعد غروب کے لوٹا تو دم متعین لازم ہوگیا (حیات) **مسئلہ**۔ جس صورت میں وقوف کے شروع کرنے کے بعد اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کچھ وقت کے لیے حد عرفہ سے باہر چلا گیا تھا اور پھر سورج کے غروب ہونے سے پہلے ہی عرفہ میں لوٹ آیا تھا تو بھی ترک واجب کے جنایت لازم ہونے چاہیئے تھی۔ بوجہ ترک استداد کے یعنی زوال سے غروب تک یکایک رہنا نہ پایا گیا۔ لیکن قبل غروب لوٹ آنیسے وہ جزا ساقط ہوگئی کیونکہ یکایک رہنے کا وجوب بعد غروب کے نکلنے کے لیے مقصود تھا اور جب قبل غروب کے پھر عرفات میں لوٹ آیا اور رہا یہاں تک کہ بعد غروب کے نکلا تو مقصود پا یا گیا اور جو اسکے سبب سے واجب ہوا تھا وہ بھی ساقط ہو گیا (غنیہ)[عله] **مسئلہ**۔ اور یہ وقوف میں غروب تک امتداد یعنی یکایک رہنا اس پر ہے جو نویں تاریخ کے دن میں وقوف کو آیا ہو اور جو غروب کے بعد دسویں کی رات میں وقوف کو آئے تو وہ فقط لحظہ کی مقدار وقوف کرے۔ اگرچہ بطریق مرور رہ گزری کے گزر جائے تو واجب (فرض) ادا ہو جائیگا اور کچھ دینا بھی لازم نہ ہوگا (حیات) البتہ تھوڑی مدت حضور دل سے دعاء و استغفار وغیرہ کرکے

عله وان جاوز قبل الغروب عليه دم اماما كان اوغيره لوكان يخاف الزحام لنحو عجز او مرض اوكانت امرأة تخاف الزحام فان لم يعد اوعاد بعد الغروب لايسقط عنه الدم فى ظاهر الرواية وعليه الجمهور ... وان عاد قبله فدفع بعد الغروب فالصحيح انه يسقط لان الواجب مقصود النفر بعد الغروب ووجوب المد كى يقع النفر كذالك وقد وجد المقصود فسقط ما وجب له وتمامه فى الفتح

جلد واپس ہو کر قبل فجر ہونے کے وقوف مزدلفہ کا حاصل کرے (نافل)۔

وقوف عرفہ کی سنتیں یہ ہیں:۔ ایک وقوف کے لیے غسل کرنا۔ دُوسرا امام کو مسجد نمرہ میں خطبہ پڑھنا۔ تیسرا وہ خطبہ بعد زوال اور ظہر کی نماز سے پہلے پڑھنا۔ چوتھا ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرنا مع شرطوں کے پانچواں بعد فراغت جمع صلواتین کے بلا تاخیر عرفات پر وقوف کے لیے آنا۔ چھٹا بعد غروب امام کے ساتھ عرفات سے نکلنا (یہ آج کل مشکل ہے) ساتواں بعد غروب اور رات کے داخل ہونے سے فوراً وقوف کو چھوڑنا اگر امام اس میں تاخیر کرے (حیات)۔

مستحبات وقوف عرفہ۔ ایک تو تلبیہ اور ذکر اور دُعا و استغفار تضرع اور خشوع یعنی دل کے حضور عاجزی و انکساری سے خوب کرے اور اپنی اُمید کو قبولیت دُعا کے لیے محکم کرے۔ دُوسرا وقوف کرنا امام کے نزدیک اگر بغیر ایذا حاصل ہو۔ خصوصاً مسجد صغیرہ میں تیسرا سوار ہو کر وقوف کرنا اگر میسر ہو ورنہ کھڑے ہو کر وغیرہ۔ چوتھا لوگوں کے ساتھ وقوف کرنا۔ پانچواں قبلہ رُو ہو کر وقوف کرنا۔ چھٹا زوال سے پہلے وقوف کے لیے تیار رہنا۔ ساتواں وقوف کی نیت کرنا۔ آٹھواں دُعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھانا۔ نواں دُعا کا تین بار تکرار کرنا۔ دسواں شروع دُعا میں حمد و صلوٰۃ اور ختم میں بھی حمد و صلوٰۃ اور آمین کہنا یہ تینوں مطلق دُعا کے لیے مستحب ہیں۔ گیارہواں طہارت ظاہر و باطن کی کرنا۔ بارھواں روزہ نہ رکھنا حج کے دن جسکو مشقت نہ ہو کیونکہ وارد ہوا ہے کہ روزہ عرفہ کا کفارہ ہے دو سال کا یعنی سال گذشتہ و سال آئندہ کا (رواہ مسلم عن ابی قتادہؓ) اور جسکو طاقت نہ ہو تو اس کو نہ رکھنا مستحب ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن روزہ نہ رکھا تعلیم جواز اور دفع حرج اُمت کے لیے بھی حکم ہے۔ آٹھویں تاریخ کے دن روزہ رکھنے کا۔ تیرھواں دُھوپ سایہ نہ کرنا اگر عذر نہ ہو۔ چودھواں جھگڑا جدال مباح شتر بانوں (مزدوروں)

اور رفیقوں کے ساتھ ترک کرنا۔ پندرہواں اعمال خیر بہت کرنا۔ وقوف کے وقت میں کھانا کھلانا پانی پلانا فقراء پر تصدق کرنا اور ہمسایوں وغیرہ سے احسان کرنا اور سب اچھے کام کرنا۔

محرمات و مکروہاتِ وقوف کا بیان

وقوف میں جس محرم کے ارتکاب سے گناہ اور دَم لازم ہوتا ہے وہ فقط ایک ہی ہے وہ یہ کہ حد عرفات سے سُورج کے غروب ہونے سے پہلے نکلے۔

مکروہاتِ وقوف۔ ایک تو جمع صلوتین کے بعد وقوف کو جانے میں تاخیر کرنا۔ دُوسرا کسی راستہ میں وقوف کے لیے اُترنا۔ تیسرا امام کو خطبہ زوال سے پہلے پڑھنا۔ چوتھا غفلت اور سوائے حضور قلب کے وقوف کرنا۔ پانچواں بعد غروب بے ضرورت وہاں تاخیر کرنا۔ چھٹا مغرب اور عشاء کی نماز عرفات پر یا کسی دُوسری جگہ سوائے مزدلفہ کے پڑھنا۔ ملّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ نمازیں مزدلفہ کے سوائے دُوسری جگہ پڑھنا تو حرام ہے کیونکہ ان کی جگہ مزدلفہ میں واجب ہے۔ مگر جبکہ ان کا تدارک مزدلفہ میں لَوٹا کر پڑھنے سے ممکن ہے پس اس سبب سے ان کو مکروہات میں شمار کیا۔ ساتواں عرفات سے واپسی کے وقت راستہ میں اسطرح تیز چلنا کہ دُوسروں کو ایذا ہو (حیات) مگر موٹروں کے چلنے سے بہت سے نقصانات بھی ہوتے ہیں کہ بعض حاجی ان کے نیچے آکر مرے ہیں۔ لیکن اب راستے چونکہ وسیع بن گئے ہیں اور بعض لوگ خود بھی بے فکری سے موٹروں کے راستہ پر چلتے ہیں ورنہ پیادوں اور اُونٹوں والوں کے لیے تو خاص راستہ ہے (ناقل)

عرفات سے مزدلفہ کیطرف لوٹنے کے مسائل کا بیان

پس مزدلفہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت آدمؑ کا حضرت حوّاؑ سے ازدلاف ہوا تھا۔

(یعنی مقاربت) اور یہاں ہی حضرت آدم علیہ السلام کا آتشدان تھا (شامی و حیات)

مسئلہ۔ پس بعد غروب آفتاب کے اس راہ سے کہ دو پہاڑوں کے بیچ میں ہے امام کیساتھ مزدلفہ کو جائے۔ سکینہ اور وقار سے اگر جگہ فراخ ہو تو ذرا جلد چلے تاکہ کسی کو ایذا نہ ہو۔ (اگر ایذا ہو تو ممنوع ہے اور ایذا نہ ہونے کے وقت جلد چلنا بہتر ہے) اور یہ دو پہاڑ مزدلفہ اور عرفات کے بیچ میں ہیں (جنکو مازمین کہتے ہیں) اور مزدلفہ مسجد عرفہ سے تین میل ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور مزدلفہ منیٰ سے مشرق کی طرف تین میل پر واقع ہے۔ مزدلفہ کا طول ایک میل ہے اور حد مزدلفہ کی وادی محسر سے مازمین یعنی تنگ راستہ عرفات تک ہے۔ پس مازمین کی اس حد کے جو جبل و راستہ وغیرہ ہیں۔ سب مزدلفہ میں داخل ہیں اور مازمین یعنی وہ دو پہاڑ جس کے بیچ میں سے تنگ راستہ نکلتا ہے حد مزدلفہ سے خارج ہے بلکہ عرفات اور مزدلفہ کے بیچ میں ہے اور مزدلفہ حد حرم میں ہے (حیات) **مسئلہ**۔ اگر مازمین کے راستہ کے سوا کسی اور طریق سے لوٹے تو جائز ہے لیکن خلافِ اولیٰ ہے۔

تنبیہ

یہ جو عام آدمیوں میں وہم پڑا ہوا ہے کہ عرفات[1] سے باہر قریب جو دو میل (پائے) حرم کی حد کیلئے علامات بنے ہوئے ہیں ان دونوں کے بیچ میں سے گزرنا واجب یا سنت قرار دے رکھی ہے۔ یہ شیطانی وساوس ہیں جو کہ ان کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں (شرح لباب علی قاری ص ۲۲۳)

مسئلہ۔ اور امام سے پہلے عرفہ سے نہ جانا چاہیئے۔ مگر جورات ہونے لگے اور امام نہ چلے تو لوگ انتظار امام کا نہ کریں کہ وہ خود تارک سنت ہے اور جب امام چلدے تو اگر بہ سبب اژدہام کے تھوڑا سا توقف کرے تو کچھ ڈر نہیں اور زیادہ بے عذر ٹھہریگا تو گناہگار ہوگا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور مستحب ہے کہ قریب مزدلفہ

---

[1] واما ما يتوهمه العوام من ان المرور مما بين الميلين شرط او واجب او سنة فهو من وساوس الشيطان ليوقعهم في المهلكة (شرح ص ۲۲۳)

کے پیادہ ہو کر مزدلفہ میں داخل ہو اور راستہ میں تلبیہ اور ذکر دمبدم بکثرت کرتا رہے (زبدہ)
مسئلہ۔ اور مزدلفہ میں لوگوں سے الگ اور راہ میں قیام نہ کرنا چاہیئے (زبدہ) مسئلہ۔ اور پہلے اسباب
اتارنے سے مغرب اور عشاء دونوں ایک اذان اور ایک اقامت سے عشاء کے وقت میں پڑھیں۔
بیچ میں سنت نفل نہ پڑھیں بلکہ سنت مغرب اور عشاء کی اور وتر بعد نماز عشاء کے پڑھیں (زبدہ)
اور دونوں کے درمیان کسی اور کام مثل کھانے پینے یا کسی دوسرے کام میں بھی مشغول نہ ہولے
اس قدر کہ عرفاً اس کو فاصلہ کہا جائے۔ اگر اتنا فاصلہ کرے گا تو عشاء کے لیے اقامت
کو لوٹایا جائے گا نہ اذان (حیات)۔

جمع صلوٰتین عشاء اور مغرب کے شرائط

مسئلہ۔ اور ان دونوں نمازوں کے جمع کی یہ شرط ہے کہ احرام ہو اور وقوف عرفہ پہلے کیا ہو اور دسویں شب ہو۔
مزدلفہ میں ہو اور وقت عشاء کا ہو اور جماعت یہاں شرط نہیں ہے (زبدہ) یعنی ایک تو
احرام حج کا پہلے سے باندھا ہوا ہو۔ دوسرا عرفات پر وقوف کر چکا ہو۔ تیسرا دسویں شب
عید کی ہو۔ چوتھا وقت عشاء ہو۔ پانچواں جگہ مزدلفہ میں ہو (حیات) پس اگر شب عید نحر کی
عرفات پر یا منیٰ میں کی تو جمع جائز نہیں بلکہ ہر نماز کو اپنے وقت پر پڑھے (حیات)

ظہر اور عصر اور عشاء اور مغرب کی جمع میں فرق

مسئلہ۔ عرفات پر ظہر اور عصر کو جمع کرنے میں اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنے میں جو فرق ہے ان
کے پانچ وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ جمع مزدلفہ کی واجب ہے۔ جس کو ابن الہمام وغیرہ نے اختیار کیا
ہے۔ بخلاف جمع عرفات کے کہ وہ سنت ہے یا مستحب۔ دوسرا یہ کہ جمع مزدلفہ میں سلطان اور
اس کے نائب کا ہونا شرط نہیں بخلاف جمع عرفات کے۔ تیسرا جمع مزدلفہ میں جماعت شرط
نہیں بلکہ سنت موکدہ ہے۔ جیسے سب نمازوں میں سنت ہے بخلاف جمع عرفات کے وہاں
بغیر جماعت کے جمع جائز نہیں۔ چوتھا جمع مزدلفہ میں خطبہ مسنون نہیں ہے بخلاف جمع عرفات کے کہ
وہاں خطبہ سنت ہے پانچواں جمع مزدلفہ میں ایک اقامت کہی جاتی ہے اور جمع عرفات

میں دو اقامت ہیں (حیات) **مسئلہ**۔ اگر مغرب یا عشاء عرفات میں یا راہ میں پڑھکر مزدلفہ میں آیا
تو اعادہ کرنا چاہیئے۔ اگر اعادہ نہ کیا اور فجر ہو گئی تو وہی نماز اب ہو گئی قضا کرنی ضروری
نہیں (زبدہ) البتہ ارتکاب گناہ سے توبہ کرے اگر عمداً کیا ہو (نائل) **مسئلہ**۔ اگر عشاء
سے پہلے مزدلفہ میں آجائیں تو مغرب نہ پڑھیں جبتک عشاء کا وقت نہ ہو جائے (زبدہ)
مسئلہ۔ اگر راہ میں خوف ہو کہ مزدلفہ میں جانے تک فجر ہو جائے گی تو راہ میں مغرب و
عشاء کا پڑھنا جائز ہے (زبدہ) **مسئلہ** مزدلفہ میں عشاء کے وقت عشاء کو مغرب سے پہلے پڑھلے
تو مغرب کو پڑھ کر عشاء کو لوٹا کر پڑھے اگر نہ لوٹایا اور صبح ہو گئی تو اب عشاء بھی جائز ہو جائیگی (زبدہ)
لیکن ترک واجب کیوجہ سے گناہ ہوگا (نائل) **مسئلہ**۔ اور مغرب مزدلفہ میں نیت نماز ادا کی کرے نہ
قضا کی (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور تمام شب جاگنا اس شب میں خواہ مزدلفہ میں ہو خواہ اور کہیں مستحب
ہے کہ یہ شب بعض کے نزدیک شب جمعہ اور شب قدر سے افضل ہے واللہ اعلم (زبدہ)۔
مسئلہ۔ عید نحر کی رات مزدلفہ میں رہنا چاہیئے کیونکہ فجر ہوتے تک یہاں قیام سنت
موکدہ ہے۔ پس ساری رات نوافل اور دعا و اذکار و تلاوت قرآن و تلبیہ میں مشغول
رہے کیونکہ یہ وقت اور جگہ اجابت دعا کا محل ہے (حیات)۔

اوپر جو عرفات پر ظہر اور عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو اکٹھے ایک وقت میں
پڑھنے کا بیان ہوا۔ ان میں جو ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے وہ لکھتا ہوں جو نفع سے خالی نہیں۔

مذہب حنابلہ کا یہ ہے سفر وغیرہ میں ظہر و عصر کو تقدیماً اور مغرب و عشاء کو تاخیراً
اکٹھے کرکے پڑھنا مباح ہے مگر ترک افضل ہے۔ الا عرفات پر ظہر و عصر کو تقدیماً اور
مغرب و عشاء کو تاخیراً مزدلفہ میں پڑھنا سنت ہے۔ قالوا الجمع المذکور بین الظهر
والعصر والمغرب والعشاء تقديما او تاخيرا مباح وتركه افضل وانما يسن الجمع
بين الظهر والعصر تقديما بعرفة وبين المغرب والعشاء تاخيرا بمزدلفة۔

(كتاب الفقه على مذاهب الاربعه ص۴۸۷)

اور شوافع کے نزدیک یہ جمع تقدیم و تاخیر مسافۃ قصر میں جائز ہے یعنی سفر شرعی۔ مگر ان کے نزدیک جمع ظہر و عصر عرفہ میں اور مغرب و عشا مزدلفہ میں ان حاجیوں پر سنت ہے جو مسافر ہوں اور جو مسافر نہ ہوں اُن پر نہیں مطلقاً۔ قالوا یجوز الجمع بین الصلوتین الخ کی تبیین (کتاب الفقہ)

اور مذہب احناف یہ ہے کہ جمع کرنا ان نمازوں کا ایک وقت میں جائز نہیں ہے اگرچہ سفر میں ہوں یا حضر میں، مگر دو حالتوں میں جائز ہے۔ ظہر اور عصر کو عرفات پر ان کی شرطوں کیساتھ اور مغرب و عشاء کو مزدلفہ میں ان کی شرطوں کے ساتھ۔ قالوا لا یجوز الجمع بین الصلوتین فی وقت واحد لا فی السفر ولا فی الحضر بای عذر من اعذار الا فی حالتین الاولی یجوز جمع الظہر والعصر فی وقت الظہر جمع تقدیم بشروط اربع والثانی۔ یجوز جمع المغرب والعشاء فی وقت العشاء جمع تاخیر بشرطین

دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے:۔

قال عبد اللہ بن مسعود والذی لا الہ غیرہ ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ قط الا بوقتہا الا صلوتین جمع بین الظہر والعصر بعرفۃ وبین المغرب والعشاء یجمع ای بالمزدلفۃ۔ (رواہ الشیخان۔ کتاب الفقہ ص ۴۸۲)

اور مالکیوں کے نزدیک اسباب جمع چھ ہیں:۔ (۱) سفر (۲) مرض (۳) بارش (۴) کیچڑ وغیرہ اندھیری آخر مہینہ میں (۵) جو حاجی عرفہ پر موجود ہو (۶) جو بھی حاجی مزدلفہ میں موجود ہو۔

المالکیہ قالوا اسباب الجمع ھی السفر والمرض والمطر والطین مع الظلمۃ فی آخر الشھر۔ و وجود الحاج بعرفۃ۔ او مزدلفۃ (کتاب الفقہ)

اُوپر جو تقدیم و تاخیر کہا گیا اُس کا مطلب یہ ہے کہ جمع ظہر اور عصر میں ظہر کو تو اپنے وقت میں پڑھا جاتا ہے اور چونکہ عصر کو اس کے وقت آنے سے پہلے پڑھتے ہیں۔ اس اعتبار سے اس کو جمع تقدیم کہا گیا اور مغرب و عشاء کی جمع تاخیر کہی جاتی ہے چونکہ اس میں مغرب کو اپنے وقت سے تاخیر کر کے پڑھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم (تامل)۔

اور ایک جمع صوری بھی کہی جاتی ہے۔ حقیقت میں وہ اپنے اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہیں مگر مریض وغیرہ اور کسی ضرورت سے ایک نماز کو اس کے آخر وقت میں پڑھ لے اور دوسری نماز کو اس کے شروع ہوتے وقت میں پڑھ لے۔ جیسا کوئی مثلاً مریض ہے کثرت ریح یا اور تکلیف کی وجہ سے ظہر کو آخر وقت میں پڑھ لے اس کے بعد عصر کی نماز کو اس کے شروع وقت میں پڑھ لے اس کو اس اعتبار سے جمع صوری کہا گیا ہے۔ لان بینھما جمعا صوریا فیوقع الظھر فی آخر وقتھا الاختیاری والعصر فی اول وقتھا الاختیاری والمغرب والعشاء کالظھر والعصر فافھم (ناقل) مسئلہ۔ پھر مزدلفہ میں نماز فجر کی اندھیرے میں پڑھ کے امام کے پیچھے اور قریب جیسا عرفہ میں گزرا وقوف کرے اور وقت اس وقوف کا طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے (زبدہ) مسئلہ۔ اور یہ وقوف واجب ہے اگرچہ ایک لمحہ بھر بطور عبور راہ کے مزدلفہ میں ہو جائے۔ جانے کہ یہ مزدلفہ ہے یا نہ جانے واجب ادا ہو جائیگا جیسا عرفہ میں مذکور ہُوا۔ مگر امتداد اس وقوف کا اسفار تک سُنّت موکدہ ہے (زبدہ)۔

مزدلفہ کے وقوف کا طریقہ یہ ہے

مسئلہ۔ اور یہاں موقف میں درود شریف اور تکبیر اور تہلیل اور استغفار اور تلبیہ اور اذکار خوب پڑھے اور ہاتھ دعا میں دعا کیطرح اٹھائے (زبدہ) مسئلہ۔ اور مزدلفہ سب کا سب موقف ہے مگر وادی محسر کہ موقف اصحاب فیل کا ہے اگر وادی محسر میں کوئی وقوف کریگا تو معتبر نہ ہوگا (زبدہ) مسئلہ۔ وقوف کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ امام مع قوم کے مشعر الحرام میں جسکو جبل قزح کہتے ہیں، پس امام آپ تو جبل قزح پر وقوف کرے اگر ممکن ہو ورنہ اس کے نزدیک اور تمام لوگ امام کے پیچھے نزدیک دائیں بائیں رہیں (حیات) چونکہ اس زمانہ میں بہت سی کثرت حجاج کی ہوتی ہے ازاں سوار موٹروں وغیرہ کے ساتھ رہنا ہوتا ہے وہاں تک آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہے اور وہاں جانے سے پھر مکان پر آنا تو نہایت ہی دشوار ہے اس لیے وہاں ہی حد مزدلفہ میں نماز فجر پڑھ کر پھر وقوف کے لیے دُعا اذکار کرے (ناقل)۔

مزدلفہ سے منیٰ کیطرف چلنے کا طریقہ اور کچھ مسائل

مسئلہ۔ پس طلوع آفتاب میں قدر دو رکعت کے باقی رہے تو منیٰ کو چل دے تلبیہ اور اذکار کرتا ہوا۔ جب بطن محسر کے کنارے پر پہنچے تو دوڑ کر نکل جائے جب بقدر پانچسو پینتالیس ۵۴۵ گز کے نکل جاوے تو آہستہ آہستہ چلنے لگے یہ وادی پیمائش میں اسی قدر ہے (زبدہ)

مسئلہ۔ اگر سوار ہو تو جانور کو وادی میں تیز کر کے نکل جائے اور یہ جلدی نکل جانا وادی میں مستحب ہے سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق (حیات) **مسئلہ**۔ محسر سے مرور کے وقت پر یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ (حیات)

مسئلہ۔ اگر کوئی وقوف مزدلفہ کو بیماری کے سبب یا ضعیف بدن بڑھاپے کی وجہ سے اژدہام میں اندیشہ (سخت تکلیف) اور حرج کا ہو خصوصاً عورتیں (اگرچہ سوار مرض کے ہوں) ترک کردیں اور اندھیرے ہی میں امام سے پہلے چل دیں تو (ان پر) کچھ دینا نہیں آتا اور ایسا ہی اور کوئی واجب اگر بسبب عذر کے ترک ہو جائے تو اُن پر کچھ لازم نہیں آتا (زبدہ) البتہ مرد سوا مرض اور بوڑھے پن کے فقط اژدہام کے خوف سے ترک وقوف مزدلفہ کریگا تو دم لازم ہو گا[علہ] (غنیہ)

مسئلہ۔ اور اگر وقوف مزدلفہ ایسی صورت میں ترک ہو جسکا ملنا ممکن نہ ہو جیسے کسی کو وقوف عرفہ آخر رات میں ملا پھر عرفات سے لوٹ کر آنے میں آفتاب کے نکلنے سے پہلے مزدلفہ میں نہیں پہنچ سکا تو یہ وجوب اس پر سے ساقط ہو گا بغیر کسی چیز کے لازم ہوئے (غنیہ) **مسئلہ**۔ مگر جو محظور (احرام) بہ سبب عذر بیماری کے کریگا تو جنایت اس کی دینی واجب ہو گی اور یہ قاعدہ کلیہ ہے (زبدہ)

[علہ] فان كان رجلا يخاف الزحام لا لنحو عجز او مرض فتركه يلزمه دم واما من لم يمكنه هذا الوقوف بان ادرك الوقوف بعرفة في آخر وقته فلم يمكنه الوصول الى مزدلفة قبل طلوع الشمس فينبغي ان يسقط عنه بلا شئ كما يسقط عنه وقوف عرفة نهارا ولم ارمن تعرض لذلك ولكنه قياس ظاهر لا ينكره ماهر لان كل واحد منهما واجب وعذرهما واحد . الخ غنيه ص۸۹)

لیکن بعض واجب ایسے ہیں کہ عذر سے چھوڑنے سے بھی کفارہ لازم ہوتا ہے اور بعض میں بغیر عذر کے بھی کفارہ نہیں آتا اگرچہ گناہ ہو۔ پس یہ کلیہ عام نہ ہوا۔ اسکا بیان جنایات کے بیان شروع ہونیکے قریب لکھا گیا ہے مسئلہ۔ اگر مزدلفہ میں اتنی تاخیر کی کہ سورج نکل آیا تو سنت کے خلاف ہے (حیا)۔

جمرۃ العقبہ کی رمی کا بیان

مسئلہ۔ اگر اژدھام خلق سے تکلیف نہ ہو تو بیچ کے راستہ سے جو بازار منیٰ کا ہے جمرۃ العقبہ کو جائے اور اول میں مسجد خیف کے نزدیک جمرۃ اولیٰ آئیگا۔ اس کو چھوڑتا ہوا آگے کو چلا جائے۔ پھر بیچ میں جمرۃ الوسطیٰ آئیگا۔ اس سے بھی تجاوز کر کے جمرۃ العقبہ کے پاس پہنچے جو کہ منیٰ کی حد سے باہر متصل ایک پہاڑی کی بغل میں ملا ہوا ہے۔ منیٰ سے مکہ کی جانب ہے یہ وہ جمرہ ہے جسکے پاس پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ سے پہلے انصار کو بیعت کیا تھا (حیا) مسئلہ۔ پس جب جمرۃ العقبہ کے پاس آئے کہ حد منیٰ پر مکہ کیطرف لگا ہوا ہے مگر منیٰ میں داخل نہیں اور جمرۃ الکبریٰ اور جمرۃ الاخریٰ بھی اس کو کہتے ہیں تو سات کنکر اس پر ماریں اور کنکر مارنے کو رمی کہتے ہیں (زبدہ) مسئلہ۔ اور رمی آج کے دن کی اور آئندہ دنوں کی واجب ہے (زبدہ) مسئلہ۔ اور مستحب یوں ہے کہ سات کنکری مزدلفہ سے اٹھالے اگر کہیں اور (جگہ) سے اٹھائے یا راستہ میں سے لے لے تو بھی جائز ہے مگر جمرہ کے پاس کی کنکری نہ اٹھائے کہ یہ کنکریاں مردود ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا حج قبول ہوتا ہے اُسکی کنکریاں بھی اٹھالی جاتی ہیں اور جو کنکریاں جمرہ کے پاس پڑی رہ جاتی ہیں غیر مقبول حج کی ہوتی ہیں (زبدہ) مسئلہ۔ اگر کوئی (جمرہ کے پاس کی پڑی ہوئی) کنکریوں کو اٹھا کر رمی کر بھی لے تو بکراہتہ تنزیہ جائز ہے (زبدہ) مسئلہ۔ اور باقی تریسٹھ کنکریاں جو اور دنوں میں رمی کے کام آتی ہیں انکا مزدلفہ سے اٹھانا مستحب نہیں جہاں سے چاہے لے لے مگر جمرات کے پاس سے نہ لے (زبدہ) مسئلہ۔ اور اگر ایک بڑے پتھر کو توڑ کر

کنکریاں بنائے تو مکروہ ہے (زبدہ) مسئلہ۔ اور کسی مسجد سے کنکریاں اٹھانا بھی مکروہ ہے (حیاۃ)۔

جمرۃ العقبہ کی رمی جو دسویں دن کیجاتی ہے اس کا وقت جواز

مسئلہ۔ اور وقت اس رمی کا طلوع دسویں فجر سے آخر شب گیارہویں تک ہے اگر گیارہویں کی فجر ہو گئی اور رمی نہ کی تو دم دینا لازم ہوگا اور قبل طلوع فجر دسویں کے رمی صحیح نہیں ہوتی (زبدہ) مسئلہ۔ اور جمرۃ العقبہ کی رمی کی صحت قضا کا وقت گیارہویں کی طلوع صبح سے تیرھویں کے غروب آفتاب تک ہے۔ پس اگر اس دسویں کی رمی میں اتنی تاخیر کی کہ گیارہویں کی صبح ہو گئی تو اس رمی کی ادا کا وقت فوت ہو گیا۔ اس لیے دم اور قضا اس کی واجب ہوگی۔ تیرھویں کے غروب آفتاب تک۔ پس اگر اس وقت تک بھی قضا نہ کی اور تیرھویں کا آفتاب غروب ہو گیا تو اب قضا کرنے کا وقت بھی فوت ہو گیا۔ لیکن اس صورت میں فقط ایک دم ترک رمی کا دینا واجب ہوگا بالاتفاق (حیاۃ) مسئلہ۔ اگر ادا کا وقت گزرنے کے بعد صحت قضا کے وقت میں اس غرض سے رمی نہ کی کہ دم تاخیر تو لازم ہو چکا اب اگر قضا کروں یا نہ کروں تب بھی ایک ہی دم کا ترک دینا پڑیگا۔ اس خیال سے قضا کرنا نہایت ہی برا ہے۔ کیونکہ اگر ادا کے وقت میں ادا نہ کر سکا تو وقت صحت قضا میں تو ضرور کر لینا۔ پہلی صورت میں دم تاخیر اخف ہے، بہ نسبت مطلقاً ترک رمی کے اور وہ بھی عمداً اشد گناہ ہے مسئلہ۔ اس دسویں کے روز جمرہ عقبہ کے سوا اور کسی جمرہ کو رمی نہ کیجائے کیونکہ بدعت ہے[عله] جیسے عامی لوگ کرتے ہیں (نافل)

دسویں کی رمی کا مسنون وقت:

مسئلہ۔ اور وقت مسنون اس رمی کا طلوع آفتاب سے زوال تک ہے اور زوال سے غروب تک مباح ہے اور غروب کے بعد مکروہ ہے اور قبل طلوع آفتاب دسویں کے بعد فجر ہونے کے بھی مکروہ ہے مگر ضعفا اور مریض (خصوصاً عورتیں) کہ بہ سبب اژدھام کے سویرے اگر رمی یا تاخیر کر کے غروب کے

عله یکرہ ان یرمی فی ھذا الیوم الجمرتین الاولیین لانہ بدعۃ وربما اتخذھا الجھال نسکا (غنیۃ الناسک) ص ۹۲۔

بعد) کرلیں تو مکروہ نہیں (زبدہ) اگر توانا مرد سوائے عذر کے ایسا کریگا تو ترک سنت کیوجہ سے مکروہ ہو گا۔ مگر عورتیں اگرچہ مریض نہ ہوں فقط اژدہام کیوجہ سے بھی ان کیلئے یہ نہایت اچھا وقت ہے اور انکو مکروہ بھی نہیں (ناقل) خلاصہ یہ کہ یہ تقدیم فجر ہونیکے بعد اور تاخیر غروب کے بعد تک مریضوں کے لیے تو جائز ہے ایسے ہی عورتیں اگرچہ مریض نہ ہوں فقط اژدہام کیوجہ سے اس طرح کریں تو مکروہ نہیں (ناقل) **مسئلہ۔** مرد اور عورت کے لیے عذر میں رمی کا حکم یکساں ہے مگر عورت کو اژدہام کیوجہ سے رات کو رمی کرنا افضل ہے[1] **مسئلہ۔** اور عورت کو یہ جائز نہیں ہے کہ فقط اژدہام کیوجہ سے اس کیطرف سے بنیابۃ رمی کرائی جائے سوا کسی اور عذر بیماری وغیرہ کے جسکی وجہ سے وہ خود رمی نہ کرسکتی ہو۔ اژدہام کی وجہ سے اس کے لیے جمرۃ العقبہ خواہ کسی اور دن کی رمی میں یہ تاخیر کی رخصت میں اس کی رعایت کی گئی ہے اور مرض کی حالت میں مرد عورت دونوں کو اجازت ہے۔ پس عورت کو محض تنگی و ہجوم کثرت لوگوں کے دوسرے نیابۃً رمی کرانا جائز نہیں۔ اگر خود جا کر رمی نہ کریگی تو جزا لازم ہوگی (غنیہ وغیرہ)[2] **مسئلہ** اور مکروہ ہے رمی کنکر نجس یقینی سے اگر شک ہو کہ شاید نجس ہو تو کچھ وہم نہ کرے مگر مستحب ہے کہ دھولے تاکہ یقیناً پاک ہو جائیں (زبدہ) **مسئلہ۔** رمی پتھر اور مٹی کے ڈھیلے اور گارے کے گولے اور گیرو اور چونا اور ہڑتال اور سرمہ سے اور خاک اور ریت سے (مگر ایک مٹھی بمقام ایک کنکر کے شمار ہوگی) جائز ہے (زبدہ) **مسئلہ۔** اور لکڑی اور عنبر اور موتی اور سونے اور

---

[1] والرجل والمرأۃ فی الرمی سواء الا ان رمیہا فی اللیل افضل فلا تجوز النیابۃ عن المرأۃ بغیر عذر (شرح غنیہ منہ)۔

[2] قد تبین مما قدمنا انہم جعلوا خوف الزحام عذرا للمرأۃ ولمن بہ علۃ او ضعف فی تقدیم الرمی قبل طلوع الشمس او تاخیرہ الی اللیل لا فی جواز النیابۃ عنہم لعدم الضرورۃ فلو لم یرموا بانفسہم لخوف الزحام تلزمہم الفدیۃ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم غنیہ منہ

چاندی سے اور فیروزہ اور یاقوت[علہ] سے اور مینگنی سے جائز نہیں (زبدہ) مسئلہ۔ اگر رمی سات کنکر سے زیادہ سے کرے تو مکروہ ہے اور اگر شک کی وجہ[علہ ۲] سے مارے کہ یہ چھٹی ہے یا ساتویں تو حرج نہیں اور اگر کم سے کرے گا تو کافی نہ ہوگا بلکہ سات پورا کرنا واجب ہوگا ورنہ جنایت دیگا اور تفصیل جنایات کے بیان میں آئے گی (زبدہ) مسئلہ۔ اور پے در پے کنکریاں مارنی مسنون ہیں واجب نہیں (زبدہ) بشرطیکہ سب ایکدن کی اسی دن میں ہوں مثلاً اگر دسویں کی ہیں تو دسویں ہی میں ہوں۔ لیکن ترک موالات مکروہ ہے (غنیہ) مسئلہ۔ اور (جمرہ عقبہ کی) رمی نشیب میں کھڑے ہو کر کرے (پہاڑی کے) اُوپر کیطرف سے مکروہ تنزیہی ہے۔ (زبدہ) اگر عذر کیوجہ سے ہو تو مکروہ نہیں مسئلہ۔ اور رمی کرنیوالے اور جمرہ کے بیچ میں پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ ہو زیادہ کا ڈر نہیں کم اس سے مکروہ ہے مگر جو ہاتھ سے کنکر جمرہ پر رکھدے تو جائز نہیں (زبدہ) اور پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ سُنّت کیخلاف ہے اور مشابہ رکھنے یا گرانیکے ہے اس لیے مکروہ ہے (حیات) مسئلہ۔ اور مختار یہ ہے کہ کنکر مقدار باقلہ کے ہونا مستحب ہے جو بقدر گٹھلی کے یا بڑی پتھری کے تو بھی جائز ہے اور بڑے پتھر سے مکروہ ہے (زبدہ) یہ مسائل نہایت ضروری

علہ والتقييد بالحصى بيان الاكمل والا فيجوز الرمى بكل ما كان من اجزاء الارض وان لم يطلق عليه اسم الحصى بشرط ان يكون الرمى به استهانة كالحجر والمدر وكل ما يجوز التيمم به ولو كفا من تراب فيقوم مقام حصاة واحدة وقال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لا يجوز الا بالحجر ولنا ما وقع منه صلى الله عليه وسلم من الرمى بالحجر افاد بطريق الدلالة جوازه بكل ما كان من جنس الارض لان المقصود فعل الرمى لا خصوص الحجر ولما اثر ان الرمى لرغم الشيطان افاد تخصيصه بما كان الرمى به استهانة فلا يجوز بالاحجار النفيسة كالياقوت والزبرجد لانه اعزاز لا اهانة ولا يجوز بالذهب والفضة لانه يسمى نثارا لا رميا الخ (غنیہ ص۹۲)

عہ ولو رمى اكثر من سبع كره اذا كان عن قصد واما اذا شك فى السابع فرماه وتبين انه الثامن فلا يضره (غنیہ ص۹۹)

اور کثیر الوقوع ہیں **مسئلہ**۔ جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو تو وہ معذور ہے۔ اگر اُس کو آنے میں مرض بڑھ جانیکا اندیشہ یا تکلیف ہوتی ہو تو وہ معذور ہے۔ اگر اُس کو آنے میں مرض بڑھ جانیکا اندیشہ یا تکلیف نہ ہو تو اب اُس کو خود آکر رمی کرنی ضروری ہے اور دُوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں۔ ہاں اگر سواری یا اُٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے اور معذور دُوسرے سے رمی کرا سکتا ہے (اللباب صـ۱۶۲ و غلبہ صـ۱۰۱) **مسئلہ**۔ جو شخص دسویں کی رمی دوسرے کیطرف سے بھی کرنا چاہے تو اُسکو چاہیئے کہ وہ اپنی طرف سے اوّل سات کنکریاں مارے اس کے بعد دُوسرے کی طرف سے مارے اگر ایک کنکرا اپنے اور دُوسرا کنکر دوسرے کیطرف سے ماریگا تو مکروہ ہے (غنیہ ولباب) **مسئلہ**۔ گیارہویں بارہویں وغیرہ جن دنوں میں تینوں جمروں کو رمی کی جاتی ہے تو چاہیئے کہ تینوں کو ترتیب سے پہلے اپنی کنکریاں ہر ایک کو مار کر فارغ ہو لے۔ اس کے بعد دُوسرے کی طرف سے ترتیب وار رمی کرے۔ البتہ اس میں ترک افضلیت ہے مگر چونکہ اس زمانے میں زیادہ زحمت ہوتی ہے اسلئے ترک افضلیت کی گنجائش ہے اور ترک موالات بھی ایسا نہیں ہے بالکل تھوڑا وقفہ ہوتا ہے (ناقل) اس لیے ہر ایک جمرہ کو اوّل اپنی طرف سے رمی کر کے اس کے بعد پھر دُوسرے کی طرف سے مارے تو بھی حرج نہیں (ناقل۔ غنیۃ الناسک) صـ۱۰۱ علہ **مسئلہ**۔ اگر معذور کا عذر دُوسرے سے رمی کرانے کے بعد رمی کے وقت میں زائل ہو گیا تو دوبارہ خود رمی کرنا ضروری نہیں (لباب)۔ **مسئلہ**۔ معذور کی طرف سے جو اور کوئی نیابۃً رمی کرے اس کے جائز ہونے کے لیے

علہ ولو رمی بحصاتین احدھما عن نفسہ والاخری عن غیرہ جاز ویکرہ (لباب) والاولی ان یرمی السبعۃ اولا عن نفسہ ثم عن غیرہ (شرح) لکن الظاھر انہ فی یوم النحر واما فی الایام الثلاثۃ فالاولی ان یرمی الجمار الثلاث عن نفسہ اولا ثم عن غیرہ لئلا تفوتہ الموالات (غنیہ صـ۱۰۱)

معذور کا امر کرنا شرط ہے۔ مگر بے ہوش اور چھوٹے بچے بے سمجھ اور مجنون کیطرف سے بغیر امر کے جائز ہے (لباب) **مسئلہ**۔ جو مریض ایسا ہو کہ خود پتھری اٹھا کر مار نہیں سکتا تو اس کے ہاتھ پر پتھری رکھی جاوے پھر وہ خود اس کو مارے اگر اس کی طرف سے نائب نے مار دی تو بھی جائز ہوگئی اور ایسا ہی بے ہوش اور ناسمجھ بچہ اور مجنون کے ہاتھ پر پتھری رکھ دی جائے پھر وہ خود ماریں یا ان کا ساتھی اس کے ہاتھ کو پکڑ کر مروادے یا خود نائب ان کی طرف سے مار دے تو جائز ہے۔ اگرچہ مریض ہوش میں ہو لیکن خود مارنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس طرح بعد میں رمی کا لوٹانا یا فدیہ دینا کچھ نہیں ہے کیونکہ ان شخصوں کی طرف سے نیابت جائز ہے (للباب)۔

رمی کو پکڑ کر مارنے کا مستحب طریقہ۔

مسئلہ۔ اور کنکر کو جسطرح پکڑ کر پھینک دے جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ (داہنے ہاتھ کے) انگوٹھے اور انگشت شہادت کے سرے سے پکڑ کر مارے اور اس طریق کو اصح اور معتاد لکھا ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ بعضے بطور عقد دس کے اور بعض عقد ستر کے انگوٹھے کے ناخن پر رکھ کر پھینکنا مستحب کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو طریقے لکھے گئے ہیں مستحب ہیں۔ ان کے سوا اور کسی طریقہ سے جس کی ثابتی نہ ہو نہ پھینکے اور کنکر جو جمرہ کے اوپر رکھدیا۔ پھینکا نہیں تو جائز نہ ہوگی اور کنکر کو گرانا مکروہ ہے بہ سبب خلاف سنت کے اور پھینکنے سے مراد بھی مارنا ہی ہے (حیات) **مسئلہ**۔ پتھری مارنے کے وقت ہاتھ اونچا کر کے مارے کہ بغل نظر آئے یہ حکم مرد کے لیے ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اس دسویں کے روز سوائے اس جمرہ عقبہ کے اوروں کی رمی کرنا بدعت ہے۔ اکثر لوگ سب جمروں کو اس روز میں بھی رمی کرتے ہیں ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ (غنیہ)

جمرۃ العقبہ کی رمی کرنیکے وقت کھڑے ہونیکے طریقہ کا بیان

مسئلہ۔ (اس کی) رمی کے وقت منٰی کو داہنے اور کعبہ کو بائیں لیکر اللہ اکبر کہکر

ایک ایک کنکر مارے اور اگر سب اکھٹے کنکر پھینکے گا تو ایک کنکر شمار ہوگی۔ ہر ایک کنکر کے ساتھ تکبیر کہے (زبدہ) بلکہ کہے: بسم اللہ اللہ اکبر رغماً للشیطان ورضی الرحمٰن (حیات) مسئلہ۔ اور اگر بجائے تکبیر کے سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہے تو بھی جائز ہے (زبدہ) اگر سکوت کرکے مارے گا تو بسبب ترک سنت کے مکروہ ہوگا (حیات) مسئلہ۔ اور تکبیر کے ساتھ یہ دعا حدیث میں وارد ہوئی ہے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا (زبدہ) مسئلہ۔ جو کنکر قریب جمرہ کے گرے تو بھی جائز ہے اگر دور گرے تو صحیح نہیں اور تین ہاتھ دور ہے اور اس سے کم قریب ہے[علہ] (زبدہ) مطلب یہ ہوا کہ تین ہاتھ یا اس سے بھی زیادہ دور گرے تو گویا یہ کنکر جمرہ کو لگا ہی نہیں اس لیے رمی صحیح نہ ہوگی۔ اور تین ہاتھ سے کم ڈھائی ہاتھ یا دو ہاتھ کے قریب گرے اگرچہ جمرہ کو نہ لگے تو وہ کنکر لگنے کے حکم میں ہے اس لیے (رمی) صحیح ہوگئی (ناقل) مسئلہ۔ اگر کنکر پھینکے اور کسی آدمی یا جانور کی کمر پر گر کر خود بخود کنکر لڑھک کر قریب جمرہ کے گر پڑے تو جائز ہے اور جمرہ دور گرے تو معتبر نہیں اگر کنکر آپ نہ گرے بلکہ جانور کی حرکت سے گرے تو بھی معتبر نہیں اگرچہ قریب ہی گرا ہو اس کنکر کا پھر اعادہ کرے (زبدہ) مسئلہ۔ اگر شک ہو کہ خود گرا ہے یا جانور کی حرکت سے گرا ہے تو احتیاطاً اعادہ کرے (زبدہ) مسئلہ۔ کنکر پھینکے اور جمرہ کی جڑ میں جو اس کا محل ہے اسمیں لگے اگر لگ کر پھر جڑ سے دور جا کر پڑے تو بھی جائز نہیں۔ کیونکہ رمی کی صحت محل رمی میں کنکر کا جاکر پڑنا شرط ہے۔ پس اگر شک ہو کہ دور گرا ہے یا قریب تو احتیاطاً پھر مارے (اللباب)۔

[علہ] وقدر قریب بثلاثة اذرع والبعید بما فوقھا کذا فی اللباب۔ وفی الجوھرة ثلاثة اذرع بعید وما دونہ قریب وھذا حکاہ فی اللباب بقیل لکن جزم بہ فی الدر ذکر فی الفتح قریب قدر ذراع ونحوہ ومنھم من لم یقدرہ اعتماداً علی القرب والبعد عرفاً وما یقال فیہ عرفاً لیس بقریب لا بعید فالظاھر انہ لا یجوز قلت فالاحوط ما جزم بہ صاحب

جاننا چاہیئے کہ جمرہ کہتے ہیں اس جگہ کو جہاں کنکر مارے جاتے ہیں۔ اس لیے جن مقاموں پر پتھریاں ماری جاتی ہیں ان کو جمار کہتے ہیں۔ پس جو ستون ان مقاموں پر بنے ہوئے ہیں حقیقت میں ستون خود جمرے نہیں ہیں بلکہ وہ جگہ ان ستونوں کی جڑ کے نیچے ہے پس اصل میں پتھریاں ان جماروں میں مارنی چاہئیں۔ مگر چونکہ اصل جگہ پر ستون قائم ہیں تو پتھریاں ستونوں کی جڑ میں پھینکی جاتی ہیں تاکہ ستونوں کی جڑ میں جاکر پڑیں۔ پس زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ سے کم فاصلہ میں جڑ سے جاکر گریں تو قریب سمجھی جائیں گی اور اگر ستون کی چوٹی یا بیچ ستون میں تین ہاتھ یا زیادہ اوپر اٹک کر ٹھہر گئیں یا نیچے ستون کی جڑ سے الگ دُور جاکر گریں تو وہ رمی جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ اصل محل جمرہ سے دُور واقع ہوئی ہیں (غنیۃ الناسک ص ۹۹، ۱۰۰) اگر پتھری ستون میں اٹک کر رہ گئی لیکن ستون کی جڑ سے تین ہاتھ سے کم اوپر رہی تو وہ بھی نزدیک سمجھی جائے گی اور جائز ہوگی (ناقل) اکثر حاجیوں کو دیکھا گیا ہے کہ ستونوں کو ایسے زور سے پتھریاں مارتے ہیں کہ ستون کو لگ کر پھر اُن سے دُور جاکر گرتی ہیں یہ جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ ستون کو لگنا معتبر نہیں بلکہ ان کی جڑ میں یا نزدیک گرنا ضرور ہے اگرچہ ستون کو نہ لگے اس کا بہت ہی خیال کرنا چاہیئے (ناقل)۔

شبہ۔ یہاں ایک یہ شبہ پڑتا ہے کہ اُوپر جو کہا گیا تھا کہ اگر پتھری ستون پر اٹک گئی یا اُوپر جو ستون کے سرے پر پڑی تو اگر جڑ سے تین ہاتھ سے یا زائد اُوپر اٹک گئی ہیں تو جائز نہیں اور ایسا ہی جو کنکریاں ستون کی جڑ میں پڑتے پڑتے جڑ ستون سے اُوپر تین ہاتھ سے

(ص ۱۸۵ سے آگے) الدر واختارہ الشیخ الگنگوہیؒ قدس سرہ فی زبدۃ المناسک (غنیۃ الناسک ص ۹۹) وقوع الحصی بالجمرۃ او قریبا منها والجمرۃ موضع الشاخص لا الشاخص فانه علامة للجمرۃ فلو وقع بعیدا منها او ان وقع فی الشاخص لا یجزه والحاصل انه لو وقع علی احد جوانب الشاخص اجزاه للقرب ولو وقع علی قبة الشاخص و لم ینزل عنه لا یجزیه للبعد قال فی التحفة محل الرمی هو موضع الذی علیه الشاخص و ما حوله لا الشاخص و مثله فی البحر غنیۃ الناسک غنیہ ص ۹۹

زیادہ ٹیلہ ہو گیا تو وہ بھی گویا جڑ ستون سے دور سمجھی جائیں اور ناجائز ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو ستون پر اوپر اٹک گئی ہیں ان پر یہ قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ کنکریاں غیر محل اور غیر چیز پر دور ٹھہر گئی ہیں۔ بخلاف اس کے جو جڑ میں پڑتے پڑتے وہاں محل پر جمع ہو کر ٹیلہ بن گیا۔ یہ تو اسی جگہ پر آپس میں اتصال کی وجہ سے گویا جڑ کے قریب ہی اعتبار کی جائے گی۔ دوسری طرح یہ سمجھو کہ اگر یہ علامت کے استوانہ نہ ہوں اور عین اسی جگہ پر کنکریاں جمع ہو کر قبہ بڑا بن جائے اور اوپر کی کنکریاں جڑ تین ہاتھ سے دور یعنی اوپر ہو جائیں کہ اگر ستون بیچ میں ہوتا تو اسکے نصف یا زیادہ پر سے بھی اوپر ہو جائیں تو یہ دور یا بعید نہ سمجھی جائینگی بلکہ باعتبار تحتانی پڑی ہوئی کنکریوں کے اپنی محل ہی پر شمار ہونگی اور جائز ہونگی۔

مقصود اصل جڑ کے قریب پڑنا ہے پھر اگر پڑتے پڑتے بڑا ٹیلہ بن جاوے۔ جیسا احاطہ دیوار کے اندر جمع ہوتی ہیں اور اگر کسی اور چیز دیوار وغیرہ پر یا ایسا ہی زمین پر لیکن جڑ سے مسافت کے باعتبار تین ہاتھ بعید جا کر پڑیں تو بھی ناجائز نہ ہونگی واللہ اعلم

مسئلہ (دسویں کے روز جمرہ عقبہ کی رمی شروع کرنیکے وقت) پہلے ہی کنکر کیساتھ تلبیہ موقوف کر دے۔ مفرد ہو یا قارن یا متمتع اور حج صحیح ہو یا فاسد (زبدہ) **مسئلہ** اگر کسی نے رمی سے پہلے سر منڈالیا یا طواف (زیارت) کو رمی اور حلق اور ذبح سے پہلے کر لیا تو بھی تلبیہ قطع کر دے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو کسی نے رمی زوال تک نہ کی تو تلبیہ قطع نہ کرے مگر جو (دسویں کا) آفتاب غروب ہوا اور رمی نہیں کی تو قطع کر دے (زبدہ) مطلب یہ ہوا کہ زوال تک نہ رمی کی اور نہ دوسرا ایسا فعل کیا جس کے کرنے سے تلبیہ بند کرنے کا حکم ہے جو کہ بیان ہوا فقط اس تاخیر کیوجہ سے تلبیہ بند نہ کرے جب تک کہ اس روز رمی نہ کرے اور جب دسویں کا آفتاب ڈوب گیا تو اب تلبیہ بند کرے اگرچہ رمی نہ کی ہو کیونکہ دسویں کے بعد تلبیہ کا وقت گذر گیا۔ (ناقل)

مسئلہ - اگر ذبح کو رمی سے پہلے کیا تو مفرد قطع تلبیہ نہ کرے مگر قارن اور متمتع کر دے (زبدہ) مفرد کو قطع تلبیہ کا حکم اس لیے نہیں کہ اس پر ذبح کرنا واجب نہیں ہے اور قارن اور متمتع پر ذبح کرنا واجب ہے اور اس سے مُراد دم شکر ہے نہ اضحیٰ نہ دم جنایت وغیرہ خوب یاد رکھو (ناقل) مسئلہ - الحاصل بعد رمی کے یہاں (یعنی جمرہ عقبہ کے پاس دعا کے لیے نہ ٹھہرے) بلکہ اپنے مقام پر منیٰ میں چلا جائے کہ اس دن سوائے اس جمرہ (عقبہ) کے اور جمرات کی رمی نہیں ہے (زبدہ) کیونکہ اس جمرہ کی رمی کے بعد وہاں ٹھہر کر دُعا مانگنا ثابت نہیں ہے اور یہ دُعا ان جمرات کے پاس ٹھہر کر کرنا مستحب ہے جن کے بعد دوسرے جمرہ کی رمی کرنی ہو جیسا کہ آگے اور دنوں کی رمی میں آئیگا - ایسا ہی ہر جمرہ کی رمی کے بعد جن کے بعد دُعا مانگی جاتی ہے بعض لوگ دوگانہ نفل پڑھتے ہیں - وہ نہ پڑھا جائے کہ ثابت نہیں (ناقل) (یعنی وہاں سُنّت مستحب جان کر نہ پڑھے) اور مخدوم صاحب نے حیات القلوب میں فرمایا کہ پڑھنے والے کو منع بھی نہ کیا جاوے کیونکہ نماز بذاتِ خود مستحسن امر ہے تاکہ داخل نہ ہو تحت وعید - قال اللہ تعالٰے اَرَاَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡهٰی عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی پڑھنے والے کو منع نہ کرے - باقی اس سے پہلے یا بعد میں مسئلہ سمجھا دیا جائے (ناقل) عہ مسئلہ - اور دسویں کے روز بہت سے آدمی جمرہ وسطیٰ اور جمرہ اولیٰ کو بھی جمرہ عقبہ کے ساتھ یعنی تینوں کو رمی کرتے ہیں یہ بدعت ہے (غنیہ)

ذبح کرنے کا بیان

مسئلہ - پھر بعد رمی کے ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا مفرد کو مستحب ہے واجب نہیں -

---

عہ واما ما ذکرہ فی مقدمۃ الغزنوی من انہ یصلی رکعتین عند الجمرات بعد الدعاء الی فی الجمرۃ العقبۃ فانہ لا یدعو ولکن یصلی فلیس فی المشاهیر من الکتب الفقهیۃ فی تحدیث (شرح لب ص ۹۳)

اضحی یا اور کسی طرح کا ذبح جو کچھ کرے بعد رمی کے کرے (زبدہ) یعنی اضحیہ وغیرہ کرنا بھی بعد رمی کے افضل ہے اور جو ہدی واجب ہو یا نفل اُونٹ پورے پانچ برس سے کم کا نہ ہو اور گائے دو برس سے کم نہ ہو اور بھیڑ بکری پورے ایک سال سے کم نہ ہو البتہ دُنبہ اتنا موٹا اور تازہ ہو اگر سال بھر کے دُنبوں میں کھڑا ہو تو ان سے کم عمر کا معلوم نہ ہوتا ہو تو وہ چھ ماہ کی عمر کا بھی جائز ہے۔ یہی محققین کی تحقیق ہے۔ یہ مسئلہ فتاویٰ مرحوم مولانا عبدالحی صاحب میں بالتفصیل ہے اور ایسا ہی مُرشدی تھانوی قدس سرہ نے ترجیح الراجح میں دُنبہ کی روایت کو صحیح فرمایا ہے اور مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ نے المغنم کے محاکمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ فی الواقع اعلیٰ ادنیٰ کا عرف پر ہے۔ قیمت اور عرف میں غنم کی صنفوں سے ذات الیہ سب سے اعلیٰ ہے اور غیر الیہ ادنیٰ اور معز اوسط انتہیٰ۔ جب اوسط جائز نہیں ہے تو ادنیٰ کس طرح جائز ہوگا۔ **مسئلہ**۔ ہدی تمتع اور قران کا ذبح کرنا دسویں کے دن سے پہلے اصلاً جائز نہیں باقی ایام نحر میں ذبح کرنا واجب ہے صحت کی شرط نہیں پس اگر کسی نے ایام نحر کے بعد ذبح کیا تو دم لازم ہوگا (حیات) **مسئلہ**۔ افضل روز ان ہدیوں کا دسویں کا دن ہے اس کے بعد گیارھویں پھر بارھویں۔ البتہ دسویں کے روز کی رمی جمرۃ العقبہ اور ذبح اور حلق میں جو ترتیب واجب ہے اس کی رعایت کرنا متمتع اور قارن کو ضروری ہے جو آگے آئیگی لیکن اضحیہ کا ذبح کرنا ایام نحر کے بعد اصلاً جائز نہیں ہے اگر نحر کے دن گزر گئے تو اضحیہ کی قیمت مسکینوں کو خیرات کر دے باقی اور ہدایا جیسے دم جنایت اور دم مجاوزت میقات اور دم احصار اور نذر اور ہدی نفل جو بھی ہوں ان کا ذبح کرنا ہر وقت جائز ہے۔ سارے سال میں اگرچہ ایام نحر سے پہلے ہو یا بعد میں مگر افضل یہ ہے کہ ان کو بھی ایام نحر میں ذبح کیا جاوے تاکہ امام شافعیؒ کے اختلاف سے بھی بچ جاوے (حیات) **مسئلہ**۔ ان ہدایا میں ذبح کرنے والے کو کھانا جائز نہیں ہے باقی ہدی قران اور تمتع اور نفل میں سے کھانا جائز ہے بلکہ مستحب ہے جیسے اضحیہ میں (حیات)

مسئلہ۔ قارن اور متمتع کو حلق کرنے سے پہلے ذبح کرنا واجب ہے اور مفرد کو مستحب ہے جیسا کہ اصل ذبح کرنا قارن اور متمتع کو واجب ہے اور مفرد کو مستحب ہے (حیات) پس قارن اور متمتع کو پہلے رمی جمرۂ عقبہ کی کرنی اس کے بعد ذبح یہ ترتیب واجب ہے اور مفرد کو رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے (ناقل)

حلق کرنے کا بیان

مسئلہ۔ بعد ذبح کے سر منڈوا دے یا بال سر کے بقدر ایک پورے انگشت کے کتروا دے۔ چوتھائی سر منڈوانا یا چوتھائی سر کے کٹوانے واجب ہیں اور سارا سر منڈانا یا سارے سر کے بال کٹوانے مستحب ہیں اور پورے سے کم نہ لے (یعنی انگشت کے جوڑ کی قدر لینا جسکو انملہ کہتے ہیں نہ ساری انگشت خوب سمجھ لو۔ یہ قدر واجب قصر کا ہے مگر انگشت کے جوڑ سے کچھ) زیادہ لے کیونکہ بعض بال بڑے اور بعض چھوٹے ہوتے ہیں اگر زیادہ لیگا تو چھوٹے بال بھی بقدر پورے کے کٹ جائینگے اور سر منڈانا بہتر ہے بال کاٹنے سے (زبدہ) مسئلہ۔ سارے سر کا حلق یا قصر کرنا اکثر کتابوں میں سنت لکھتے ہیں [علہ] کتروانے سے سارا سر منڈانا افضل ہے کہ اسمیں پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور چوتھائی سر پر اکتفا کرنا مکروہ کہتے ہیں (لباب۔ غنیہ۔ ہندیہ)۔

علہ والسنۃ حلق جمیع الراس او تقصیر جمیعہ وان اقتصر علی الربع جاز مع الکراھیۃ ای لترکہ السنۃ والاکتفا بمجرد الواجب (وھو) ای الربع (اقل الواجب فی الحلق) وکذا فی التقصیر وفیہ ایماء الی انہ اذا حلق کلہ او قصرہ یکون من کمال الواجب ویندرج الواجب فی ضمن السنۃ الخ (اللباب وشرح ص۱۵۳)

ایضاً والسنۃ حلق جمیع الراس او تقصیر جمیعہ وان اقتصر علی الربع جاز مع الکراھۃ وھو اقل الواجب فیھما وقال مالک رضی اللہ عنہ لا یخرج عن الاحرام الا بحلق الکل او تقصیرہ اختارہ ابن الھمام۔ غنیہ ص۹۳۔)

مسئلہ۔ اگر منڈانے سے عذر ہو جیسا کہ آلہ حلق کا موجود نہ ہو یا حلاق نہ ہو یا حلق مضر ہو تو قصر متعین واجب ہوگا اور جو قصر نہ ہو سکے جیسے بال چھوٹے ہوں مثلاً تو حلق متعین واجب ہوگا (زبدہ) مسئلہ اور جو چونا یا کسی اور چیز سے بال دُور کر دے یا اُکھاڑ دے یا اُلٹے سے بال اُکھڑ جائیں تو کافی ہے ارادہ سے زائل کرنا ضروری نہیں (زبدہ) کیونکہ ان میں نیت شرط نہیں مسئلہ۔ اوّل داہنی جانب سے منڈانا مستحب ہے (زبدہ)۔

مستحب طریقہ۔ حلق یا قصر کرانے کے وقت خود قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور اپنے داہنی طرف سے منڈانا شروع کرائے نہ کہ مونڈنے والا اپنی داہنی طرف سے شروع کرے یہی قول صحیح و مختار ہے اور بال زمین میں دفن کر دیئے جاویں (حیات) اگر مونڈنے والا منڈانے والے کے پیچھے بیٹھے گا تو دونوں مستقبل قبلہ بھی ہو جائیں گے اور اس اختلاف کا جمع بھی ہو جائیگا کہ حلق کرنا حالق یا محلوق کے یمین سے ہو (شرح للباب ص۱۵۱) مسئلہ۔ حلق کرانے کے وقت تکبیر کہے اور یہ دُعا پڑھے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدَانَا وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا قَضٰى عَنَّا نُسُكَنَا اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ فَاجْعَلْ لِّيْ لِكُلِّ شَعْرٍ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَامْحُ عَنِّيْ سَيِّئَةً وَارْفَعْ لِيْ دَرَجَةً فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ اِيْمَانًا وَّيَقِيْنًا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ نَفْسِيْ وَ تَقَبَّلْ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِلْمُحَلِّقِيْنَ وَ الْمُقَصِّرِيْنَ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ۔ آمین ط۔

اپنے ماں باپ اور اساتذہ اور مشائخ اور سب مومنین کیلئے دُعا مانگے اور حلق یا قصر کے بعد بھی تکبیر کہے (حیات) مسئلہ۔ اور گنجے سر اور زخمی سر پر استرہ چلا دینا واجب ہے۔ اگر بہ سبب زخموں کے استرہ نہ چلا سکے (اور بال بھی اتنے قدر نہ ہوں جو کتر اسئے جائیں) تو یہ واجب ساقط ہو جاتا ہے اور مثل منڈانے والے کے حلال ہو جائے گا مگر اولیٰ یہ ہے کہ ایسا شخص آخر ایام نحر تک کہ بارھویں تاریخ ہے حلال ہو (زبدہ)۔

فائدہ

کیونکہ جب حلق اور قصر متعذر ہوں تو بعد رمی کے احرام سے حلال ہو جائیگا اور یہ دونوں اس سے ساقط ہو گئیں اسلیئے کہ یہ ترک واجب عذر کیوجہ سے ہُوا ہے۔ پس ایسے شخص کو افضل یہ ہے کہ کسی محظور کا ارتکاب نہ کرے نہ سِلے کپڑے پہنے نہ خوشبو لگائے جب بارہویں تاریخ آئے تب کسی محظور کا ارتکاب کر کے حلال ہو جاوے یعنی ناخن وغیرہ کٹا وے یا کپڑے سِلے پہن لے۔ اگر بیچ میں کسی محظور احرام کا ارتکاب کر لیا تو کچھ لازم نہ ہو گا اور یہ بارہویں تک حلال ہونے میں تاخیر کرنا واجب نہیں بلکہ افضل ہے کہ شاید یہ عُذر زائل ہو جائے (حیات)۔

اس مسئلہ کی مزید تحقیق۔ اب سمجھئے کہ اگر اس کے سر پر اس طرح بال نہ ہوں مثلاً اس نے حج کا احرام باندھنے سے پہلے سر منڈالیا تھا یا عمرہ کر کے سر منڈالیا اور اَب حج کے حلق کرنیکے وقت اسکے سر پر اسقدر بال نہیں جو کترانیکے قابل ہوں اگر کچھ ہیں بھی تو انگشت کے جوڑ کے برابر نہیں ہیں جو کہ قدر واجب قصر ہے تو اس صورت میں فقط سر پر استرہ پھیر لینا واجب ہے۔ کیونکہ قصر نہ ہو سکے تو حلق متعین ہوتی ہے اور اگر بال تو ہیں لیکن استرہ یا مونڈنے والا نہیں ہے تو قصر متعین واجب ہو گی اور اگر سر پر بال ہی نہیں ہیں جو کترائے جائیں تو حلق واجب ہو گا۔ پس اگر بال تو قصر کے قدر نہیں ہیں لیکن سر پر اتنے زخم ہیں کہ کم از کم چوتھائی سر بھی زخموں سے خالی نہیں ہے جسکی وجہ سے استرہ بھی نہیں چلایا جا سکتا تو اس صورت میں اب حلق اور قصر دونوں ساقط ہو جائینگے اور اگر سر پر زخم نہ ہوں لیکن استرہ یا مونڈنے والا نہیں ہے جیسا کوئی دیہات وغیرہ میں چلا گیا چونکہ وہاں نہیں مل سکتے اسی طرح سر پر زخم تو ہیں لیکن بال بڑے ہیں جو قصر کے قابل ہیں مگر کاٹنے کا آلہ نہیں ہے تو اب یہ عُذر عدم موجودگی آلہ و حلاق کا معتبر نہیں ہے۔ بجز مونڈنے اور کترانے کے اور کچھ چارہ نہیں ہے (للباب۔ غنیہ۔ ہندیہ) مسئلہ، اور آلہ و حلاق کے نہ ملنے کی وجہ سے جو ایام نحر سے حلق یا قصر کرنے میں تاخیر ہو گی

تو دم بھی لازم ہوگا پھر جب اُسترہ ملے تب حلال ہو جائے اور پہلی صورت عذر کی معتبر ہے اس لیے اس میں تاخیر سے جنایت لازم نہ ہوئی اور یہ دُوسری صورت نہ ملنے آلہ حلق یا حلاق کا عذر معتبر نہیں۔ خوب سمجھ لو (ناقل) حلق قصر کے اور مسائل جنایات کے بیانات میں بھی آئیں گے مسئلہ۔ اگر جنگل میں (چلا گیا وہاں) آلہ حلق و قصر کا مثلاً نہ ملے تو یہ عُذر معتبر نہیں جب تک حلق یا قصر نہ کریگا حلال نہ ہوگا (زبدۃ المناسک) مسئلہ۔ اور پھر بعد حلق یا قصر کے لبیں اور ناخن بھی لینے مستحب ہیں۔ اگر حلق سر سے پہلے لیگا یا خوشبو حلق سے پہلے لگائیگا تو جزا دینی واجب ہو گی۔ (زبدہ) بعد حلق یا قصر کے ناخن اور لبیں وغیرہ لینے کے استحباب میں اختلاف ہے۔ شرح اللباب میں مُلّا علی قاریؒ اور حیات القلوب میں مخدوم محمد ہاشم صاحب نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک مستحب نہیں ہے اگر لے لیے گئے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ مستحب نہیں سوا حلق اور قصر کے اس وقت باقتداء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے (حیات و شرح اللباب^عله^) مسئلہ۔ اور عورت کو حلق حرام ہے چوتھائی سر کا قصر بقدر ایک پورے کے کرائے سارے سر کا قصر سُنت ہے (زبدہ) عورت کو سر منڈانا ممنوع ہے جیسے مرد کو ڈاڑھی منڈانا حرام ہے۔ مرد ہو خواہ عورت ہو اور سر پر بڑے بال ہوں تو چاہیئے کہ سارے سر کے سب بالوں سے انگشت کے جوڑ سے زیادہ کاٹے تاکہ چھوٹے بڑے بالوں میں قدر جوڑ یعنی انملہ کے کٹ جائیں بلکہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ بالوں کے تین حصے کر لے۔ ایک داہنی طرف کا اور ایک بائیں طرف تیسرا پیچھے کو۔ پس ہر حصہ کو مونٹھ سے پکڑ کر ایسا کاٹے کہ انملہ سے کچھ زیادہ کٹ جاویں۔ (ناقل)

عله قال الكرمانی وعندنا لایستحب وان فعل لم یضره وقال الزیلعی یستحب الظاهر انه لا یستحب شئ من ذلك سوی الحلق او التقصیر فی هذا المقام اقتداء به صلی الله علیه وسلم (شرح اللباب صـ ۱۵۳)

مسئلہ۔ پھر جب حلق یا قصر کر لیا تو جو کچھ بہ سبب احرام کے منع کیا گیا تھا سب حلال ہو جاتا ہے مگر عورت سے مجامعت حلال نہیں ہوتی (زبدہ) جب تک کہ طواف زیارت نہ کرے۔ مگر بعض لکھتے ہیں کہ حلق کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے خوشبو بھی نہ لگائی جاوے کیونکہ یہ بھی دواعی میں داخل ہے[علہ]۔ اگرچہ ہمارے نزدیک صحیح یہی ہے کہ جائز ہے مگر احتیاطاً نہ لگائے تو بہتر ہے (ناقل) مسئلہ۔ حلق اور قصر دونوں میں سے ایک واجب ہے مگر فی نفسہ مردوں کے حق میں حلق مسنون ہے۔ اور قصر مباح اور عورتوں کے حق میں قصر مسنون ہے اور حلق حرام بلکہ قصر متعین واجب ہے۔ اگرچہ فی نفسہٖ وجوب دونوں میں سے ایک کے کرنے سے اَدا ہو جائیگا (حیات) مسئلہ۔ کمتر واجب حلق یا قصر میں مقدار چوتھائی سر کی ہے پس اگر چوتھائی سے کم حلق یا قصر کی تو احرام سے باہر نہ آئیگا (حیات) مگر کمتر واجب یعنی چوتھائی سر کی حلق یا قصر پر اکتفا کرنا بہ سبب ترک سُنّت کے مکرُوہ ہے جیسا اُوپر گذرا مسئلہ۔ اور سارے سر کا منڈانا یا کتروانا ہمارے نزدیک سُنّت ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک سارے سر کا حلق یا قصر نہ کریگا تو احرام سے باہر نہ ہو گا (حیات) مسئلہ۔ کسی محرم کے ہاتھ سے حلق نہ کرائے۔ پس اگر محرم سے حلق کرایا تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ محرم اگر ایسا ہے کہ جو کام حلق سے پہلے کرنے تھے وہ کر چکا ہے۔ باقی فقط حلق ہی رہتا ہے اور یہ حلق کرانے والا بھی ایسا ہی ہے یعنی دونوں ایسے ہیں کہ اب ان کو کوئی ایسا کام نہیں رہتا جو حلق سے پہلے کرنا ہو اَب فقط حلق ہی کرنا ہے یا اصل میں حلال ہے یا مفرد بحج ہے اور رمی کر چکا ہے تو

علہ (فیباح بہ جمیع ماحضر بالاحرام من الطیب) وفیہ خلاف مالکؒ علی ماذکرہ الزیلعی لانہٗ من دواعی الجماع کما یحرم سائر الدواعی من القبلۃ واللمس وذکر ابن فرشتہ فی شرح المجمع معزیا الی الخانیۃ الصحیح ان الطیب لایحل لہ لانہٗ من دواعی الجماع انتھی والذی صرح بہ غیر واحد اباحۃ جمیع المخطورات من الطیب (اللباب شرح ص۱۵۴)

اَب یہ اپنے حلال ہونے سے پہلے دُوسرے کا حلق کرے تو جائز ہے اور دونوں پر کچھ چیز لازم نہ ہوگی۔ کیونکہ اَب یہ حلق کرنا ان کو مباح ہے (غنیہ۔ حیات علہ) لیکن حلق سے پہلے لبیں وناخن وغیرہ نہ لیں ورنہ جزا لازم ہوگی۔ **مسئلہ**۔ اور اگر دونوں محرم ایسے ہیں کہ ان کو حلق سے جو کام پہلے کرنے تھے وہ باقی ہیں تو اگر ایک دُوسرے کا حلق کریں گے تو مونڈنے والے پر صدقہ اور منڈانے والے پر دَم لازم ہوگا (حیات القلوب از غنیۃ المناسک علامہ ابن العنیاء حنفی) اور شرح اللباب اور غنیۃ الناسک میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور بخاری شریف میں باب الجہاد میں صلح حدیبیہ کے احصار میں یہ حدیث صریح ان کے جواز پر دلالت کرتی ہے جن کو حلق سے پہلے جو کام کرنے تھے کر چکے تھے تو دُوسرے کی حلق کر سکتے ہیں (زائل) **مسئلہ**۔ اگر کسی نے رمی کے بعد اور حلق سے پہلے ناخن کٹوائے یا لبیں کتروائیں یا ڈاڑھی کتروائی یا خوشبو لگائی تو اُس پر جزا لازم ہوگی۔ اسی طرح اگر رمی کے بعد اور حلق سے پہلے خطمی ڈال کر غسل کیا تو امام صاحب کے نزدیک اصح قول میں دَم لازم ہوگا کیونکہ اب تک احرام باقی ہے اور خطمی خوشبو میں داخل ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ حج کا حلق منیٰ میں کرنا سُنّت ہے اور حد حرم میں واجب ہے پس اگر حرم کی حد سے باہر حلق کر لیا تو حلال ہو جائیگا مگر دم لازم ہوگا (حیات) اور اگر حد منیٰ سے باہر حلق کیا۔ اگرچہ منیٰ حرم میں داخل ہے لیکن ترکِ سُنّت ہوگا اس لیے چاہیئے کہ جب دسویں کے روز جمرہ عقبہ کی رمی کرے اور مفرد نہ ہو جس پر ذبح لازم نہیں تو رمی کر کے پھر منیٰ کی حد میں جا کر حلق کرے چونکہ یہ جمرہ عقبہ حد منیٰ سے باہر ہے وہاں بھی حلاق بیٹھے رہتے ہیں اور بعض حاجی بھی وہاں

علہ (واذا حلق راسه او (راس غیره عند جواز التحلل) ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسك (لم یلزم شیٔ (اللباب صہ ۱۵۲)

ایضًا ولو حلق رأسه اورأس غیره من حلال او محرمٍ جاز له الحلق لم یلزمهما شیٔ (غنیہ صہ ۹۲)

حلق کراتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہوگا۔ اگرچہ حلال ہو جائے گا۔ منیٰ کے حدود کا بیان آرہا ہے اس میں دیکھئے۔ مسئلہ۔ اور حلق عمرہ کا مکہ معظمہ میں سنت ہے اور حد حرم میں تو واجب ہے (نائل)۔

حلق کرنے کی صحت کا وقت۔ حلق حج کا وقت طلوع فجر دسویں ذوالحج سے شروع ہوتا ہے ساری عمر تک پس اگر صبح صادق ہونے دسویں سے پہلے حلق کریگا تو احرام سے حلال نہ ہوگا۔ ایسا ہی ساری عمر تک نہ کریگا تو احرام سے حلال نہ ہوگا۔ جس وقت بھی اپنی عمر میں حلق کرے گا تو حلال ہو جائیگا (حیات) اگر حد حرم سے باہر حلق کرلیا تو حلال ہو جائے گا لیکن دم بھی دینا پڑے گا۔

واجب وقت حلق حج کا۔ ایام نحر تک ہے مع راتوں کے بشرطیکہ جمرۃ العقبہ کی رمی کے بعد حلق کرے۔ پس اگر ایام نحر میں رمی کرنے سے پہلے حلق کی تو دم لازم ہوگا بہ سبب ترک واجب کے۔ اگرچہ مفرد ہو یا قارن یا متمتع اس لیے کہ تقدیم رمی جمرۃ العقبہ کی حلق پر واجب ہے مفرد وغیرہ سب پر (حیات) **مسئلہ۔** ایسا ہی اگر ایام نحر یعنی دسویں ۱۰۔ گیارہویں ۱۱۔ بارہویں ۱۲ ان تین دن کے بعد حلق کریگا تو بھی دم لازم ہوگا۔ یہ حکم بھی مفرد قارن متمتع سب کے لیے ہے کہ حلق کو وقت واجب سے تاخیر کر کے کیا ہے (حیات)۔

افضل وقت حلق کا۔ دسویں تاریخ ذوالحج کا دن ہے اور حلق کی تقدیم طواف زیارت پر سنت ہے۔ واجب نہیں (حیات)۔

حدود منیٰ کے یہ ہیں۔ منیٰ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر بہ طرف مشرق واقع ہے قدرے جنوب کی طرف مائل ہے۔

طول منیٰ کا دو میل ہے۔ حد اس کی مکہ مکرمہ کی طرف جو جہت مغرب ہے جمرۃ العقبہ تک ہے لیکن یہ جمرہ حد منیٰ سے خارج ہے مگر اب حکومت سعودیہ نے وہ پہاڑی

عقبہ جس کے ساتھ جمرہ عقبہ لگا ہُوا تھا وہ اُکھڑوا دی ہے کہ جو یہاں تنگی تھی وہ اب بہت فراخ ہو گئی ہے۔ البتہ اس جمرہ کی رمی چونکہ ایک طرف سے کیجاتی تھی اب پہاڑی کے اُکھڑ جانیسے اور جمروں کی طرح چوگرد کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور یہ اس جمرہ کیواسطے خلاف طریق قدیم تھا اسلئے حکومت نے اس پہاڑی کیطرف سے ایک دیوار کھنچوادی ہے تاکہ وہ طرف بطریق قدیم بند رہے (ناقل) اور مشرق کیطرف سے وادی محسر تک ہے اور یہ وادی منیٰ سے خارج ہے اور عرض منیٰ کا تھوڑا ہے وہ جبال جو منیٰ کو محیط ہیں ان کا وہ طرف جو منیٰ کے سامنے کا ہے وہ بلندی تک منیٰ میں داخل ہے۔ جیسے جبل شبیر شمال کی سمت میں ہے اور جبل ضب متصل مسجد خیف اور مکانات منیٰ کے جنوب کی طرف ہیں لیکن ان محیط جبلوں کی پیٹھ کی طرف وہ منیٰ سے خارج ہیں اور جمرۃ العقبہ مع اس پہاڑی کے جسکو اب اُکھاڑ دیا گیا جس سے وہ جمرہ ملا ہُوا تھا یہ بھی منیٰ سے خارج ہیں۔[علہ]

تنبیہہ۔ پس جو حاجی جمرۃ عقبہ کی رمی کرنیکے بعد وہاں حلق کرانا چاہیں بشرطیکہ ان پر ذبح واجب نہ ہو۔ جیسے مفرد حج والا۔ تو ان کو چاہیئے کہ جمرہ اور اس پہاڑی کی جگہ سے جسکو عقبہ بھی کہتے ہیں کہ وہاں تنگ راستہ ہے ذرا منیٰ کی طرف ہٹ کر حلق کرائیں کہ سُنت ادا ہو جائے اور چونکہ حاجیوں کو منیٰ میں رہنا سُنّت ہے ان کو بھی چاہیئے کہ جن جبلوں کا جو سامنا طرف منیٰ میں داخل ہے اگر ان پر چڑھ کر قیام کریں تو بھی سُنّت ادا ہو جائیگی۔ اس طرح اور کام جو منیٰ کی حد میں کرتے ہیں واجب ہوں یا سُنّت وغیرہ وہ بھی اس حد کے اندر کرنا چاہیئے۔ جبلوں کی پیٹھ کی طرف جو منیٰ سے خارج شمار کیا گیا ہے وہاں قیام نہ کریں ہمیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ عقبہ سے مکّہ مکرمہ کیطرف پہاڑیوں پر

علہ ومنیٰ شعب طولہ نحو میلین وعرضہ یسیر والجبال المحیط بہا ما اقبل منہا علیہا فھو من منیٰ وما ادبر منہا فلیس من منی وحد منی وادی محسر وجمرۃ العقبۃ ولیست الجمرۃ ولا العقبۃ من منی بل تنتھی الیھا (غنیہ صفحہ ۹)۔

خیمہ لگائے یا ایسے ہی پڑے رہتے ہیں اُن کی یہ سُنّت وغیرہ ادا نہیں ہوتی۔ البتہ جو لوگ جبل ثبیر اور جبل ضب پر منیٰ کے سامنے کی طرف اُوپر چوٹیوں تک چڑھ کر جا رہتے ہیں تو ان کا قیام حد منیٰ میں شمار ہوگا (غنیۃ الناسک وشرح اللباب وحیات)

طوافِ زیارت جو کہ حج کا فرض ہے اُس کا بیان

مسئلہ۔ (دسویں کو حلق کے بعد) مکہ مکرمہ میں جا کر طواف بیت اللہ شریف کا کرے اور اس طواف کا نام طواف رکن اور طواف زیارت ہے اور یہ تیسرا فرض حج کا ہے (زبدہ) مسئلہ۔ اور مطلق نیت طواف کی اس میں بھی فرض ہے اور چار شوط اس طواف میں فرض ہیں اور سات پورے کرنے واجب ہیں (زبدہ) مسئلہ۔ اور پیادہ کرنا اگر چل سکے اور داہنی طرف سے شروع کرنا اور طہارت حدث سے اور ستر عورت اور ایام نحر میں کر لینا بھی اس میں واجب ہے (زبدہ) مسئلہ۔ طہارت بدن نجاست حکمیہ سے جیسے حدث اکبر و اصغر سے حاصل ہونا ہر طواف کے لیے فرض ہو یا غیر فرض واجب ہے اگرچہ ان کے کفارات کی ادا مختلف ہو۔ باقی طہارت بدن اور کپڑے اور مکان طواف نجاست حقیقی سے پاک ہونا اس کا وجوب مختلف فیہ ہے۔ اکثر علماء سنّت مؤکدہ کے قائل ہیں (حیات) مسئلہ۔ اور یہ ترتیب کہ طواف کو بعد رمی اور حلق کے کرنا سنّت ہے (زبدہ)

مسئلہ۔ اور یہ خود کرنا فرض ہے اگرچہ کسی کی گود میں ہو اس میں نیابت جائز نہیں ہے۔ مگر بے ہوش کیواسطے نیابت درست ہے (زبدہ) ایسا ہی جو حج نیابۃً کرایا جاتا ہے وہ سارا حج نائب ہی کرتا ہے (ناقل) مسئلہ۔ اور اس طواف کی مفسد کوئی شئے نہیں (سوائے مرتد ہو جانے کے) اور یہ فوت بھی نہیں ہو سکتا تا موت اور نہ اس کا بدل دیکر ادا ہو سکے۔ مگر جو بعد وقوف کے مر جائے اور وصیت کر جائے کہ میرا حج تمام کر دینا تو گائے یا

اُونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا اور حج تمام ہو جائیگا (زبدہ) اور وہ بُدنہ بقیہ حج جیسے وقوفِ مزدلفہ اور رمی جمار اور طواف زیارت اور طواف وداع کے لیے کافی ہو جائیگا (لباب و تنویر)

مسئلہ۔ اور جو شخص حج فرض ہونے کے سال بلا تاخیر حج کو آیا اور وقوف عرفات کے قبل یا بعد میں مر گیا تو اتمام حج اس پر لازم نہ ہوگا بہ سبب نہ پائے جانے وقت کے اور بعد وقوف کے مر گیا تو گائے اور اُونٹ کا بُدنہ دینا اتمام کے لیے بھی لازم نہیں ہوتا لِقَولِہٖ عَلَیہِ السَّلَامُ مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَۃَ فَقَدْ تَمَّ حَجُّہٗ یعنی جس نے عرفہ میں وقوف کر لیا تو اُسکا حج تمام ہو گیا۔ بخلاف اُس شخص کے کہ جس پر حج فرض ہُوا ہو پھر وہ اُسی پہلے ہی سال حج کو نہ آیا ہو بلکہ دو تین سال تاخیر کر کے آیا اور بعد میں مرا تو وصیّت بُدنہ کی اتمام حج کے لیے لازم ہو گی ۔[ع۱] (شامی)

ع۱ اما ان خرج فمات فی الطریق فانہ لا یجب علیہ الایصاء بالحج لانہ لم یوخر بعد الایجاب کذا فی التجنیس بحرالرائق صفحہ ۳۱۱ الجزء الثانی

ایضا خرج المکلف الی الحج ومات فی الطریق واوصی بالحج عنہ انما تجب الوصیۃ بہ اذا اخرہ بعد وجوبہ اما لو حج عامہ فلا الدر المختار فی ردالمحتار اراد بہ قولہ قبل الوقوف بعرفۃ ولو کان بمکۃ۔ اذا مات بعد الوقوف بعرفۃ اجزاہ عن المیت لان الحج عرفۃ بالنص اوصی باتمام الحج تجب بدنۃ (شامی صفحہ ۲۴۳)

او۔ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی نہیں ہے کیونکہ وجوب بدنہ مال میت پر ہوتا ہے۔ لا ینافی ما سبق من الوجوب البدنۃ فانہ یجب من مال المیت حینئذٍ بحرالرائق صفحہ ۱۵۶

ایضا (قولہ فلو خرج ومات فی الطریق الخ) عبارۃ النھر ولو مات فی الطریق یجب علیہ الایصاء اتفاقا اھ وعللہ فی البحر بما ذکرہ المحشی والمراد ان مات فی الطریق من اصحاب الاعذار المذکورۃ فی الاول سنۃ الایجاب لا یجب علیہ الایصاء الا من مات بعد تقررہ فی ذمۃ او ضمیر خرج عائد للقادر علی الحج الا انہ مقید بما اذا خرج فی اول سنۃ الوجوب بدلیل استعلیل (تحریر المختار)

طوافِ زیارت کی صحت کے اوقات۔ مسئلہ۔ اول وقت اس طواف کا بعد طلوعِ صبح دسویں کے ہے اور دسویں تاریخ میں ادا کرنا افضل ہے اور اس طرح ادا کرنا کہ ظہر دسویں کی مکہ مکرمہ میں آکر پڑھے تو اولیٰ ہے اور فخرِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی کیا ہے (زبدہ)۔

ترتیب مسنون۔ اس کی یہ ہے کہ دسویں کی رمی اور ذبح کرنے اور حلق کے بعد مکہ معظمہ میں جاکر طواف کرے اور گیارہویں کی رات سے لیکر بارہویں کے سُورج ڈوبنے تک جائز ہے (غنیہ) **مسئلہ۔** اور اگر جمعہ منیٰ میں ہوتا ہو تو جمعہ منیٰ میں پڑھے۔ (زبدہ) کیونکہ گاہے جمعہ نہیں ہوتا اس لیے کہ بعض اماموں کے نزدیک قصر نسکِ[عل۱] حج ہے اور قصر ظہر میں ہُوا کرتی ہے۔ تو گویا سفر ہی ہُوا تو اُن کے نزدیک سفر میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اس لیے اَب حکومت سعودیہ منیٰ میں جمعہ قائم نہیں کرتی۔ واللہ اعلم (ناقل) **مسئلہ۔** اور یہ طواف (زیارت) آخر عمر تک صحیح ہوتا ہے۔ اگر بغیر ادا کئے مر جاوے تو وصیت واجب ہو گی۔ اور گناہِ تاخیر اس کے ذمہ رہے گا (زبدہ) البتہ جس شخص کو وقوفِ عرفات کے بعد بلکہ دسویں تاریخ عید کے دن صبح صادق ہوتے سے لیکر ایام نحر یعنی بارہویں تاریخ غروب آفتاب تک اتنا وقت نہ ملا کہ وہ طواف زیارت ادا کر سکے یا اصل دسویں تاریخ کی فجر ہونے سے بھی پہلے فوت ہو گیا تو اس پر وصیت طواف کے لیے واجب نہ ہو گی کیونکہ اس کو وقت ہی نہیں ملا۔ مگر یہ حکم اس کے لیے ہے جو کہ حج کے فرض ہوتے ہی اسی سال حج کو بلا تاخیر نکلا ہو۔ اور جو دُوسرے سال یا کئی برس کے بعد حج کو آیا ہو تو اس کے لیے وہی پہلا حکم ہے۔ اگر نفل حج ہے تو بھی اتمام لازم ہو گا (ناقل) **مسئلہ۔** اگر سعی کو طواف قدوم کے ساتھ کر لیا ہو تو (اب طوافِ زیارت میں) رمل اور اضطباع نہ کرے اور سعی بھی نہ کرے اور اگر سعی کر لی مگر رمل اور اضطباع جان کر یا بھول کر چھوڑ دیا تھا تو بھی رمل اور اضطباع نہ کرے (زبدہ)۔

عل۱ قال مالک رحمہ اللہ یقصر المقیم و یقتدی بہ المسافر فھو قصر نسک (غنیۃ)

مسئلہ۔ اگر سعی طواف قدوم کے ساتھ نہ کی ہو تو اب اس طواف میں تین شوط اوّل میں رمل کرے اور پھر سعی کرے لیکن اضطباع اس طواف میں مطلقاً نہیں ہے[1]۔ (زبدہ) کیونکہ اب احرام نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی حلق سے پہلے اگر یہ طواف کرلے اور سعی بھی کرنی ہو اس وقت اضطباع بھی کرنا ہوگا مگر یہ طواف پہلے کرنا سُنّت کیخلاف ہے۔ (ناقل) مسئلہ۔ اگر کسی نے احرام حج باندھ کر قبل اشہر حج طواف قدوم اور سعی کرلی تو طواف قدوم بکراہت تحریمہ ہوگیا مگر اعادہ سعی کا واجب ہے (زبدہ)۔ کیونکہ اشہر حج سے پہلے سعی حج کی جائز نہیں ہوئی اور اشہر حج کے بعد بکراہت جائز ہے (غنیہ) اور طواف قدوم کو اشہر حج کے داخل ہونے سے پہلے کرنیکی صورت میں بعض محققین نے لکھا ہے کہ جب اشہر حج شروع ہوں تو اس طواف قدوم کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قبل از وقت اس کی سنیت اَدا نہیں ہوئی (حیات) مسئلہ۔ اور جو کوئی طواف قدوم جنابت سے کرے اور رمل وسعی بھی کرلی تو اَب اعادہ سعی کا (بعد طواف زیارت کے) واجب ہے اور اعادہ رمل کا سُنّت ہے (زبدہ) اگر بعد طواف زیارت کے سعی کا اعادہ نہ کیا تو دَم لازم ہوگا اور اگر طواف قدوم کو پھر طہارت سے لوٹالیا تو اَب سعی کا اعادہ لازم نہیں ہے اور نہ دَم دینا پڑے گا خوب یاد رکھو (ناقل) مسئلہ۔ اور اگر طواف قدوم بے وضو کیا ہو تو اعادہ سعی کا مستحب ہے (زبدہ)۔

جان لینا چاہیئے کہ جس طواف کے بعد سعی کرنی ہو تو یہ امر بھی سعی کے واجبات

---

[1] و ان قدم السعی لا الرمل سقط الرمل و اما الاضطباع فساقط مطلقا فی هذا الطواف) ای سواء قبله او بعده لابسا کان او غیر لابس. اللباب و شرح ص۱۵۵ و اما الاضطباع فلا یسن فی طواف الافاضة سواء قدم السعی اولا لانه قد تحلل من احرامه ولبس المخیط والاضطباع فی حال بقاء الاحرام وهذا باتفاق الائمة الثلاثة خلافا للشافعیة قال البحر ولکن ذکر فی الخادم من کتب الشافعیة ان الاضطباع انما لیس لمن لم یکن لابسا المخیط الخ اکبیر بالمشهور مجامع المناسک ص۱۸۶

میں سے ہے کہ وہ طواف جنب اور حیض کی حالت میں نہ کیا جائے یعنی اس میں طہارت کبریٰ کا ہونا واجب ہے (غنیہ) مسئلہ۔ الحاصل جب طواف فرض کر چکا تو عورت (سے صحبت) بھی حلال ہو جاتی ہے۔ اگر طواف کو سالہا سال نہ کریگا تو عورت (سے صحبت) تا ادلو اس کے حلال نہ ہو گی (زبدہ) مسئلہ۔ اور سمجھ لے کہ محلل حلق ہے طواف نہیں۔ پس اگر کوئی طواف کو حلق سے پہلے کریگا تو کوئی چیز بھی محظورات احرام سے حلال نہ ہو گی (زبدہ) یعنی نہ عورت سے صحبت کرنا نہ ناخن وغیرہ لینے (ناقل) مسئلہ۔ اگر طواف زیارت نہ کیا اور ایام نحر نکل گئے تو دم واجب ہو گا (زبدہ) پھر طواف تو ضرور کرنا پڑیگا۔ مگر ایام نحر سے تاخیر سے کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوا اور دم سے طواف ساقط نہ ہو گا۔ کیونکہ دم تو تاخیر کی جنایت ہے (ناقل) مسئلہ۔ اور جو عورت حیض سے پاک ہوئی اور بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب میں اتنی دیر ہے کہ غسل کر کے مسجد میں جا کر چار شوط طواف کر سکے اور اس عورت نے نہ کیا تو دم دیگی اور جو اتنا وقت نہ ہو تو کچھ حرج نہیں اور کچھ دینا نہیں آتا (زبدہ) مسئلہ۔ ایسا ہی اگر کوئی مریض ہے اور اسکو اٹھا کر طواف کرانیوالا نہیں ملتا یا خود اس کو اتنا تحمل نہیں ہے کہ اپنے کو اٹھوا کر طواف کروا ئے۔ بہ سبب ضعف کے تو بھی بارہویں سے تاخیر کیوجہ سے جزا لازم نہ ہو گی (اللباب حیات) ۔ اور جو عورت جانتی ہے کہ حیض آنے والا ہے اور شروع حیض سے پہلے وقت طواف زیارت میں سے چار شوط کر سکتی ہے اور نہ کیا اور پھر بعد ایام نحر کے حیض سے پاک ہوئی تو بھی اپنی کاہلی کیوجہ سے دم دیگی (زبدہ) مسئلہ۔ پس بعد طواف زیارت کے دوگانہ پڑھکر منیٰ میں ہٹ آئے اور رات کو منیٰ میں رہے کہ یہ سنت ہے اور ترک اسکا مکروہ ہے (زبدہ) مسئلہ۔ مکہ معظمہ سے نماز ظہر کے بعد یا پہلے منیٰ کو لوٹے لیکن اس ظہر کو مکہ معظمہ میں ادا کرنا افضل ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا (علی ملاحظہ اصحاب الکتب الستۃ) حیات القلوب) اور بعض کا قول ہے کہ ظہر منیٰ میں آکر پڑھنا افضل ہے

اور دونوں قولوں پر عمل کرنے کی گنجائش ہے ایسا ہی مزید تحقیق شرح اللباب اور ارشاد الساری ص۱۶۵ میں ہے **مسئلہ**۔ گیارہویں بارہویں کی رات منیٰ میں رہنا سنت ہے۔ اگر تیرھویں کی رمی کرنا چاہے تو وہ رات بھی منیٰ میں رہے۔ (حیات)

تنبیہ متعلق کثرت الوقوع مسئلہ (۱) اکثر اس میں اہل نساء کو ہی یہ ابتلاء پیش ہوتا ہے اور پریشان ہوتی ہیں وہ کہ جس عورت کو طواف زیارت سے پہلے حیض شروع ہو گیا ہو اور اس کے رفیقوں نے وطن کو لوٹنے کا ارادہ کر لیا اور وہ عورت پاک نہیں ہوئی تو آیا مسجد الحرام میں جا کر بیت اللہ کا طواف زیارت کر سکتی ہے یا نہ (۲) اور اگر ایسی حالت میں طواف کر لیا تو اسکا حج پورا ہو جائیگا اور احرام سے حق صحبت میں حلال ہو جائیگی یا نہیں۔

پہلے تو جاننا چاہیئے کہ ایسی ناپاکی کی حالت میں ایک تو مسجد میں جانا سخت منع ہے۔ دوسرا یہ کہ اعظم رکن حج طواف زیارۃ کو ایسی صورت میں کرنا بہت بڑا جرم ہے کہ اونٹ یا گائے کا ذبح کرنیکی جزا لازم ہوتی ہے۔ ازاں سوا فقط اپنے اوپر سے فرض اتارنے اور احرام سے بالکل حلال ہونے کی غرض سے وہ بھی ارادہ سے جان بوجھ کر ایسا حرام و ناجائز فعل کرنا نہایت ہی حماقت ہے اس کے پاک ہونے تک ٹھہر کر طواف فرض شرعی حکم کے موافق کرا کے حج کو پورا کرایا جاوے۔

تنبیہ۔ ازاں سوائے آجکل تو جہازوں وغیرہ کی کثرت اور سہولیت ہے۔ ایک ہفتہ رہ کر ہی حج کو پورا کرا لیا جاوے بعض اہل ہمت تو پہلے جہازوں کو چھوڑ کر بھی فقط حرمین میں زیادہ مدت قیام کے لیے اقامت کرتے ہیں اسلیے ایسی حالت میں سستی نہ کرنا چاہیئے۔ اگر مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے مثلاً ایسی صورت میں طواف کر لیا گیا تو حکماً حج پورا ہو جائیگا اور احرام سے بھی پوری طرح حلال ہو جاتا ہے اور اونٹ یا گائے ذبح کرنا لازم ہوگا باقی شرعاً جان بوجھ کر ایسی حالت میں طواف کرنیکا حکم یا فتوےٰ نہ دیا جائیگا[عله]۔ اور ارادۃً ایسی صورت

عله ذکر ابن امیر الحاج فی منسکه إمرأة حاضت قبل طواف الزیارة

میں یہ کام کرنا کہ بعد میں جزا اس کی دیگر سبکدوش ہو جائیں گے ہرگز جائز نہیں نہ یہ گناہ فدیہ سے معاف ہوتا ہے جیسا شیخ الاقطاب گنگوہی قدس سرہٗ نے شروع جنایات کے بیان میں لکھا ہے۔ (واللہ اعلم) **مسئلہ**۔ باقی اس حائضہ متحیرہ کا حکم جس کو حیض آیا اور اس کا خون کئی ایام جاری ہو گیا اور اپنے حیض کی عادت کے ایام بھول گئی کہ کون سے ایام حیض کے ہیں اور کون سے پاکی کے۔ پس اگر اس کو حج کے وقت یہ حالت پیش آوے تو طواف زیارت تو کر لے اس لیے کہ رکن ہے پھر دس دن کے بعد اس کو لوٹا وے اور طواف صدر بھی کر لے کہ واجب ہے اور نفلی طواف نہ کرے اور طواف زیارت دو دفعہ اس طرح کرے کہ ایک طواف کر کے پھر دس دن کے بعد دوسرا کرے اور طواف صدر ایک دفعہ کرے لوٹا وے نہیں۔ کیونکہ اگر طہارت میں کیا تو ادا ہو گیا اور اگر ایام حیض کے ہونگے تو اس پر طواف صدر اس حالت میں واجب نہیں ہے (واللہ اعلم کبیر ص ۱۸۱)۔

(ص ۲۰۶ سے آگے) وعزم رکبها على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف ام لا وهل اذا طافت يتم حجها ام لا قالوا يقال لها لا يحل لك دخول المسجد فان دخلت وطفت اثمت وصح طوافك وعليك ذبح بدنة وهذه المسئلة كثيرة الوقوع تتحير فيها النساء انتهى والمتحيرة التى استمر دمها ونسيت ايام عادتها اذا حجت تطوف طواف الزيارة لانه ركن ثم تعيده بعد عشرة ايام وتطوف للصدر لانه واجب فى الحال ولا تطوف بابه تطوعا ويطوف طواف الزيارة مرتين ولكن ينبغى ان يكون بين الطوافين عشرة ايام وتطوف للصدر ولا تقضى ولا تعيد لانها ان كانت طاهرة فقد ادت وان كانت حائضا فليس عليها طواف الصدر كذا فى المحيط والله اعلم (كبير معروف بجامع المناسك رحمة الله سندهى رحمه الله تعالى ص ۱۸۱)

مکتبہ اشرفیہ بمبئی کی اہم مطبوعات ایک نظر میں

اصلاح النساء
حیات المسلمین
تعلیم الدین
زاد السعید
شوقِ وطن
نشر الطیب
حقانیتِ اسلام
سال بھر کے مسنون اعمال
آداب المعاشرت
سنت و بدعت
جزاء الاعمال
سیرتِ خاتم الانبیاء
آداب النبی صلعم
علامات قیامت
اغلاط العوام
اعمالِ قرآنی چار حصے یکجا

تالیفاتِ اشرفیہ ۵ جلدیں
تلاوتِ قرآن
نسبت صوفیہ
وصیتہ الاخلاص
" " اخلاق
" " احسان
احکام میت
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
بہشتی ثمر اول دوم
روح کی بیماریاں اور اس کا علاج
رسول کی سنتیں
دنیا کی حقیقت
ایک منٹ کا مدرسہ
مواعظ اختر مجلہ
فضائل توبہ
تبلیغ دین

تعلق مع اللہ
علاج کبر
تسلیم و رضا
استغفار کے ثمرات
علاج الغضب
خوشگوار ازدواجی زندگی
حقوق النساء
بدنظری اور اس کا علاج
قرآن و حدیث کے انمول خزانے
بدگمانی اور اس کا علاج
معارفِ مثنوی
محبوب دعائیں
محبوب خدا کی محبوب دعائیں
برکات زمزم
محاسن اسلام
احسان الایمان

مکتبہ اشرفیہ 36 محمد علی روڈ بمبئی 3

رمی جمار بقیہ ایام نحر گیارہویں۔ بارہویں۔ تیرہویں کا بیان

مسئلہ۔ جب گیارہویں تاریخ کے دن زوال آفتاب ہو تو بہتر ہے کہ نماز ظہر مسجد خیف میں جاکر پڑھے امام کے ساتھ کہ وہاں امام خطبہ پڑھے گا وہ سننا سنت ہے غفلت نہ کرے اور یہ خطبہ پڑھنا بھی سنت ہے۔ ہمارے نزدیک اور امام کے ترک کرنا بڑی غفلت ہے (حیات) **مسئلہ۔** اس خطبہ میں امام جلوس نہ کرے۔ مثل ساتویں تاریخ کے خطبہ کے اور یہ خطبہ حج کا تیسرا ہے اور اس میں امام تعلیم کرے لوگوں کو احکام رمی جمار اور منیٰ سے مکہ کیطرف لوٹنے اور مسائل عمرہ کے (حیات) **مسئلہ۔** منیٰ میں رہنے کے وقت ہر نماز جماعت کیساتھ پڑھنے میں مواظبت کرے خصوصاً مسجد خیف میں کہ وہ جگہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے پس بہتر یہ ہے کہ مسجد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے کی جگہ پر نماز کثرت سے پڑھے۔ حضور کے نماز پڑھنے کی جگہ کی پہچان یہ ہے کہ اس وقت مسجد خیف کے ایوان کے درمیان ایک قبہ بنا ہوا ہے اس کا جو محراب ہے وہی جگہ ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے کی وہاں محراب میں پتھر لگے ہوئے ہیں (حیات القلوب)۔

روایت کی گئی ہے حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا مسجد خیف میں ستر پیغمبروں نے نماز پڑھی ہے (رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر) اور نیز بھی فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسجد خیف میں ستر پیغمبر مدفون ہیں (رواہ البزار فی مسندہ) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پیغمبروں میں ایک حضرت آدمؑ بھی یہاں مدفون ہیں اور ایک روایت میں جبل ابی قبیس میں حضرت آدمؑ کا مدفن آیا ہے (حیات) **مسئلہ۔** پھر گیارہویں کو بعد زوال پہلے ظہر کی نماز پڑھے (اور خطبہ سنے) اس کے بعد تینوں جمرات کو سات سات کنکر رمی کرے (زبدہ) **مسئلہ۔** اور سنت یوں ہے کہ اوّل جمرہ اولیٰ کو مسجد خیف کے قریب ہے رمی کرے۔ پھر وسطیٰ کو پھر عقبہ کو (زبدہ) **مسئلہ۔** اگر کوئی وسطیٰ اور عقبہ کو

اوّل رمی کرے اور اولیٰ کے پیچھے کرے تو اعادہ رمی وسطیٰ اور عقبہ کا سُنّت ہے تاکہ ترتیب
مسنون حاصل ہو جائے (زبدہ) بعض اس ترتیب کو شرطِ صحت کہتے ہیں اور بعض واجب کہتے ہیں،
پس چاہیئے کہ جمرۂ اولیٰ کو رمی کرے پھر وسطیٰ کو اس کے بعد عقبہ کو رمی کرے اس میں احتیاط ہے
اگرچہ اکثر کے نزدیک ترتیب سُنّت ہے اس لیے تو صاحبِ زُبدہ نے اعادہ سُنّت فرمایا
کیا سُنّت تھوڑی چیز ہے اپنی غفلت سے نہ چھوڑنا چاہیئے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور رمی میں
کنکریاں پے در پے مارے اور کنکر کے ساتھ بسم اللہ اللہ اکبر کہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ جمرہ اولیٰ
کی رمی کے وقت کعبہ رو ہو کر اس طرح رمی کرے کہ جمرہ اس کے اور قبلہ کے بیچ
میں ہو۔ اس حیثیت سے کہ جمرہ کا اکثر حصّہ اپنے داہنی طرف رہے اور تھوڑا سا حصّہ
بائیں طرف رہے تاکہ حقیقی مقابلہ جمرہ کے ساتھ نہ ہو۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
وہ فعل کرنا پسند نہ فرماتے تھے کہ اس میں کوئی شائبہ شرک ہو تاکہ اگر کسی موقع پر
کوئی ستون یا کوئی درخت ہی سامنے نماز میں ہوتا تو اپنا وجہ مبارک اس کے سامنے
سے کچھ داہنے یا بائیں طرف پھیر کر قیام فرماتے تھے اور جہاں کنکریاں گر کر جمع ہوتی ہیں
اس جگہ سے پانچ ہاتھ یا اس سے زیادہ دُور کھڑا ہو اور رمی پیادہ ہو کر کرنا چاہیئے (رد)
مسئلہ۔ جمرہ اولیٰ کو رمی کرکے ذرا آگے کو بڑھ کر نرم زمین میں مستقبل قبلہ کھڑا ہو کر ہاتھ
اُٹھا کر دُعا کرے اور ہاتھ اُٹھانے یہاں مثل دُعا کے ہیں یا ہاتھوں کو مونڈھوں
تک اُٹھا کر کف دست دونوں ہاتھوں کے قبلہ کی طرف کرے اور بقدر سورہ بقرہ کے
یا تین ربع سیپارہ کے یا بقدر بیس آیۃ جو بھی ان تینوں سے ہو سکے قیام کرے
اور تکبیر و تہلیل اور تحمید اور تسبیح اور استغفار اور درود شریف اور دُعا کرتا رہے (زبدہ) اور یہاں

ع۱ عن المقداد بن الاسود قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرۃ الا جعلہ علی حاجبہ الایمن او الایسر ولا
یصمد لہ صمدا (رواہ ابو داؤد)

ماں باپ اور اقارب اور اساتذہ و مشائخ اور احباب اور سب مومنین کے لیے بھی دُعا کرے (ناقل) مسئلہ۔ پھر وسطی کو اسی طرح (قبلہ رو ہو کر) رمی کرکے (اسکے بعد دُعا کے لیے) ذرا بائیں طرف ہو کر (اسطرح سے کہ جمرہ اپنے داہنے رہے اور نیچے وادی کے بطن میں جمرہ سے اتنا دُور ہو کہ وہاں تک کنکریہ نہ پہنچ سکے) نرم زمین میں مستقبل کھڑا ہو کر اسی قدر قیام اذکار کرتا رہے (زبدہ) مسئلہ۔ پھر (جمرہ) عقبہ کو اسی طرح رمی کرے (جس طرح دسویں کو کی تھی) اس کے بعد وہاں دُعا کے لیے نہ ٹھہرے (زبدہ) یعنی رمی کے بعد ٹھہر کر دُعا نہ مانگے۔ کیونکہ یہاں ٹھہر کر دُعا مانگنا سُنّت سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں اگر لوٹتے وقت چلتے ہوئے دُعا کرتا جائے تو حرج نہیں (حیات) مسئلہ۔ اور رمی پیدل کرنا اولیٰ ہے سب جمروں کو اور یہی مذہب مختار صاحب فتح القدیر کا ہے (زبدہ) غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ پیدل رمی کرنے میں نہایت عاجزی اور تواضع ہے خاص کر اس زمانے میں اگر سواری پر سوار ہو کر رمی کی جائیگی تو اور حجاج کو تنگی اور سخت تکلیف ہو گی جو کہ اکثر لوگ پیدل رمی کرتے ہیں۔ ہاں اگر عرفات سے واپسی کے وقت منیٰ میں سوار ہو کر آئے تو اس وقت جمرہ عقبہ کی رمی دسویں کے روز سواری کی حالت میں کرنا افضل ہے۔ (غنیہ)۔

بارہویں اور تیرہویں کی رمی کا بیان

مسئلہ۔ بارہویں کو بعد زوال کے اسی طرح تینوں جمرات کو رمی کرے اور سب امور مذکورہ کی رعایت رکھے (زبدہ) مسئلہ۔ پھر تیرہویں کو بھی بعد زوال کے اس طرح تینوں (جمروں) کی رمی کرے (زبدہ) اگر تیرھویں تاریخ کو زوال سے پہلے رمی کرے تو بکراہت تنزیہہ جائز ہے اور گیارہویں بارہویں کو قبل زوال جائز ہی نہیں (زبدہ)۔

انتباہ۔ بہت زمانہ سے مکّہ مکرّمہ میں یہ رواج ہو گیا ہے کہ بارہویں کے روز قبل زوال رمی کر کے لوگ مکّہ مکرّمہ کو چلے آتے ہیں (خصوصاً وہاں کے معلّم اپنے حجاج کو زوال

سے پہلے رمی کرا کر مکہ معظمہ کو روانہ کرتے ہیں۔ اس لیے حجاج کو چاہیئے کہ ان کے کہنے پر عمل نہ کریں ورنہ دم لازم ہوگا اسطرح کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی قول ظاہر الروایۃ ہے۔ علہ اسی پر ہی سب متون وشراح اور جمہور کا فتویٰ ہے۔ فیض میں کہا ہے کہ یہی صواب ہے۔ (حیات) اگرچہ بعض جواز کہتے ہیں لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ ازاں سوائے اتنا بعید سفر کرکے عمر بھر میں، واللہ اعلم۔ پھر کہاں یہ عبادت نصیب ہو وہ بھی ایک ضعیف ومرجوح روایت پر عمل کرکے صحیح روایات کو چھوڑ کر عمل کرنا دلیل، ہے بے ہمتی اور غفلت کی۔ اسلئے ایسے وقت میں ہمت کرکے ان دنوں میں بعد زوال ہی رمی کرنی چاہیئے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور جب گیارہویں کا آفتاب غروب ہو تو پھر طلوع صبح بارہویں تک (گیارہویں کی رمی کا) وقت مکروہ ہے۔ اگر فجر بارہویں کی طلوع ہوئی تو وقت گیارہویں کی رمی کا قضا ہوگیا۔ اس رمی گیارہویں کو بارہویں کی رمی کے ساتھ قضا کرے اور جزا دے (زبدہ) لیکن یہ قضا رمی کی صحت کی شرط نہیں ہے کہ جس دن کی رمی کا وقت صحت ادا کا قضا ہو جائے تو دوسرے دن کی رمی کا جب وقت صحت شروع ہو اسکے ساتھ قضا ہوئی رمی کو بھی کرلے۔ مثلاً گیارہویں کی رمی قضا ہوگئی تو یہ ضروری نہیں ہے کہ بارہویں کے روز بعد زوال اسکے ساتھ گیارہویں کو قضا کرے۔ اگر زوال سے پہلے ہی اسکی قضا کرلے تو جائز ہے۔ باقی بعد زوال اسکے

علہ من ایام النحر بعد الزوال فلا یجوز قبله، ای قبل الزوال فیهما (فی المشهور) ای عند الجمهور کصاحب الهدایه وقاضی خان والکافی والبدائع وغیرہ۔ اللباب وشرحہ ص۱۷۰ مزید تحقیق ارشاد الساری علی علی القاری میں اسی ص۱۵۸ پر ہے۔

ایضاً: وهو خلاف ظاهر الروایة وخلاف النص من فعله صلی الله علیه وسلم وفعل الصحابة بعده قال فی البدائع وهذا باب لا یعرف بالقیاس بل بالتوقیف اھ وقال فی الفتح لا یجوز فیهما قبل الزوال اتفاقا لوجوب

ساتھ کرنا سہولیت کے لیے کہا گیا ہے۔ خوب سمجھ لو[ع] مسئلہ۔ ایسا ہی بارہویں کا حال ہے۔ مگر جب تیرہویں کا آفتاب غروب ہو تو اب وقت رمی کا باقی نہیں رہتا نہ ادا نہ قضا کا بلکہ دم واجب ہوگا۔ الغرض قبل غروب آفتاب تیرہویں کے جتنے روز کی رمی متروک ہوئی ہوں قضا کرے بعد غروب اس روز کے قضا نہیں ہو سکتی (زبدہ) مسئلہ۔ اور جو کوئی بارہویں کی رمی کر کے قبل غروب آفتاب منیٰ سے (مکہ کو) چلا جائے تو رمی تیرہویں کی اس کے ذمہ واجب نہیں ہوتی اور چلا آنا بھی جائز ہے بلا کراہت (زبدہ) مسئلہ۔ اور بعد غروب آفتاب بارہویں کے پہلے فجر ہونے تیرہویں کے آنا بکراہت جائز ہے اور رمی واجب نہیں ہوتی۔ مگر جو فجر تیرہویں کی منیٰ میں ہو گئی تو رمی تیرہویں کی واجب ہے۔ اگر بدون کئے چلا آئیگا تو دم واجب ہوگا اور اس میں اہل مکہ والے اور باہر والے برابر ہیں (زبدہ) مسئلہ۔ اگر کوئی ان دنوں میں اسباب مکہ کو بھیجدے اور آپ منیٰ میں رہے یا اسباب منیٰ میں چھوڑ کر عرفات پر جائے تو مکروہ ہے صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ جو اسباب کی طرف سے امن ہو اور شغل قلب نہ ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ یہ کراہت بہ سبب تعلق قلب کے ہے اور ایسا ہی اپنی چیز پیچھے رکھنی نماز یا اور عبادت میں مکروہ ہے اگر فکر اس کا لگا رہے کیونکہ عبادت میں فراغ قلب چاہیئے (زبدہ) مسئلہ۔ یہ جو اوپر کہا گیا کہ بارہویں کی رمی کر کے قبل غروب آفتاب مکہ کو چلا آنا بلا کراہت جائز ہے۔ لیکن منیٰ میں ٹھہرنا اور تیرہویں کی رمی کرنا اولیٰ ہے (زبدہ) لقولہ تعالیٰ فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ (حیات)

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) علیہ اتباع المنقول لعدم المعقولیۃ اھ وقال الشارح والصحیح انہ لا یصح فی الیومین الا بعد الزوال مطلقا اھ (غنیۃ الناسک ص ۹۷) ع ولو لم یرم فی اللیل رماہ فی النہار ولو قبل الزوال قضاء عندہ وعلیہ الکفارۃ للتاخیر واداء عندھما ولا شیئ علیہ ولو اخر رمی الایام کلہا الی الرابع مثلا رماھا کلہا فیہ قبل الزوال او بعدہ علی التالیف قضاً عندہ وعلیہ دم واحد للتاخیر واداء عندھما ولا شیئ علیہ وان لم یقض حتی غربت الشمس منہ فات وقت القضا والاداء وعلیہ دم واحد اتفاقا (غنیہ ص ۹۰)

انتباہ ضروری متعلق رسالہ حسن المقال فی الرمی قبل الزوال ناشر انجمن خدام النبی مسافر خانہ کرناک روڈ بمبئی۔

مجبوروں، بیماروں اور عورتوں کے لیے علماء نے تصریح کر دی ہے کہ ان مجبوریوں میں فلاں واجب ساقط ہو جاتی ہیں اور فلاں واجب کے ترک عذر سے بھی جزا متخیرہ بثلاثۃ لازم ہوتی ہے۔ مریضوں اور ایسے ہی ضعیفوں بوڑھوں کے لیے جو رمی نہ کر سکیں تو نیابتاً کرانا اگر نائب نہ مل سکے تو ساقط ہونا مختلف فیہ ہے۔ بعض کے نزدیک ساقط اور بعض کے نزدیک دم بتخییر الثلاثۃ اور عورتوں اور ضعیفوں کے لیے رات تک تاخیر کر کے رمی کرنا بلا کراہت جائز لکھا ہے۔ جب ان کے لیے وسعت وقت رکھی گئی تو بس اسکے بعد ہم کو اختیار نہیں ہے کہ اپنے اجتہاد سے ان ضعیفوں اور عورتوں کے لیے رمی میں مزدلفہ کی رخصتہ منصوصہ پر قیاس کر کے ترک یا قبل وقت ادا کرنیکا حکم دیں۔ کیونکہ رخصتہ مزدلفہ تو منصوص ہے۔ پھر اس پر قیاس غیر منصوص کو کرنا بعید از تدبر ہے۔ جیسا کہ رسالہ حسن المقال میں مفتی اسماعیل صاحب نے قیاس فرمایا ہے۔ اس رسالہ میں آخری فتویٰ مفتی محمد عبد الغنی صاحب مدرس امینیہ دہلی میں خوب واضح لکھا ہے لیکن آخر میں جو لکھا ہے کہ (قول ضعیف پر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا) البتہ متعجل النفر رامی قبل زوال پر دم یا جزا یا قضا کچھ واجب نہ ہوگا۔

جب قول ضعیف پر فتویٰ نہیں دیا جاتا تو پھر متعجل النفر رامی قبل الزوال پر سے مسقط دم یا جزا یا قضا کیا معنی۔

البتہ معذور جس کو رمی کی قدرت نہیں ہے اور نائب بھی نہ مل سکے تو یہ واجب بوجہ عذر بروایۃ تعمیم بدائع ساقط بلا جزا وغیرہ ہے اور بروایت اگر وقت قضا باقی ہے تو قضا و دم اور اگر وقت قضا بھی نہ رہا ہو تو فقط دم بتخییر الثلاثہ لازم ہوگا۔

اس رسالہ میں مجموعہ فتاووں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ خود ضعیف قول پر

دیا گیا ہے جو جمہور و روایۃ ظاہر الروایۃ کیخلاف ہے اور کسی نے اس پر فتویٰ نہیں دیا۔

اس ضعیف قول پر جو پہلے فتویٰ دیا گیا تھا مولوی عبد الحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکیؒ نے بڑے زور سے اس کو راجح کیا۔ ضعیفوں اور عورتوں کی قید تو عارضی بغرض راجح کرنے لگائی گئی جیسا کہ اب تحریروں کے جواز کی بنا اس پر رکھی گئی ہے حالانکہ یہ علت اور کسی محقق نے نہیں لکھی پھر بھی اس پر کون نظر کرتا ہے۔ اب عام تعامل ایسا ہو گیا ہے کہ صبح ہوتے ہی رمی شروع کر لیجاتی ہے معلمین اپنے حجاج کو سویرے واپس بھیجنے کیلئے ایسا کرتے ہیں پیادہ سوار توانا جوان سب اکثر حصہ قبل الزوال ہی رمی کر کے چلے جاتے ہیں الا محتاطین وغیرہ اقل قلیل رہ جاتے ہیں۔ بس اب رسالہ کی اشاعت سے اس رواج کی تائید اور اصلی مسئلہ ظاہر الروایۃ کی تردید کے اور کوئی اثر مرتب نہ ہو گا مریض اور ضعفا اقل قلیل ہوتے ہیں اکثر توانا وغیرہ ہوتے ہیں بس گویا تواناؤں کے لیے رخصت عام ہو گئی اور حضرات مفتیوں کو اپنے لیے سہارا فقط یہ ہو گیا کہ ہم نے تو ضعیفوں و عورتوں کیلئے جواز لکھا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بلکہ اب تو قبل الزوال ہی اژدہام ہو جاتا ہے اور بعد زوال تخفیف اور حضرت سائل صاحب اور اشاعت کنندہ بھی اس پر خوش ہونگے کہ ہم نے حجاج پر سے بڑی تکلیف کا بوجھ اتار دیا۔

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو عورتوں اور ضعفا کیلئے رمی میں وقت کی وسعت فرمادی اور وقوف مزدلفہ کا حکم ہی ساقط فرما دیا اس پر اور کسی مجتہد یا فقہائے نے قیاس کر کے رمی قبل الزوال کا حکم نہ فرمایا جس پر اجماع و جمہور ہوا۔ آجکل اسمیں تفرقہ مزدلفہ بلا وقوف پر جو منصوص ہے قیاس کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ عرفات سے قبل غروب نکلنا اور مزدلفہ میں رہنا چھوڑ کر سیدھا منیٰ کو پہنچنا اور ایسا ہی منیٰ سے رات کو سیدھا عرفات پر چلا جانا وغیرہ راجح ہے اس لیے علمائے کرام کو ایسے غیر شرعی احکاموں کی تائید میں شمولیت زیبا نہیں ہے۔

اب روایات جمہور کا ملاحظہ ہو :۔

۱. والرجل والمرءة فی الرمی سوآ الا ان رمیها فی اللیل افضل فلا تجوز النیابة عن المرءة بغیر عذر (الشرح) غنیة الناسک ص۱۰۰ ایضا قد تبین مما قدمنا انهم جعلوا خوف الزحام عذرا للمرءة ولمن بہ علة او ضعف فی تقدیم الرمی قبل طلوع الشمس وتاخیره الی اللیل لا فی جواز النیابة عنهم لعدم الضرورة فلو لم یرموا بانفسهم لخوف الزحام تلزمهم الفدیة والله اعلم (غنیہ ص۱۰۰)

۲۔ گیارہویں بارہویں کو قبل زوال رمی جائز ہی نہیں (زبدۃ المناسک) مفتی گنگوہی قدس سرہٗ ۔

۳۔ من ایام النحر بعد الزوال فلا یجوز (قبلہ ای قبل الزوال فیهما فی المشهور) ای عند الجمهور وکصاحب الهدایة وقاضی خان والکافی والبدائع وغیرهم (اللباب مع شرحہ ص۱۵۸)

۴۔ وهو خلاف ظاهر الروایة وخلاف النص من صلی الله علیه وسلم وفعل الصحابة بعدہٗ قال فی البدائع وهذا باب لا یعرف بالقیاس بل بالتوقیف اھ وقال فی الفتح لا یجوز فیهما قبل الزوال اتفاقا لوجوب اتباع المنقول لعدم المعقولیة اھ وقال الشارح والصحیح انه لا یصح فی الیومین الا بعد الزوال مطلقا۔ اھ غنیہ ص۹۷)

علامہ آخون جان مرغینانی ثم مہاجر حرمین کے رسالہ فی منع رمی قبل الزوال میں ہے اور جو ارشاد الساری میں ص۱۵۸ پر درج ہے اس پر مفتی صاحبان نے نظر ہی نہیں فرمائی ان کی کچھ عبارتوں کا اقتباس نقل کرتا ہوں :۔

۱. قال الفتح اما دان وقت الرمی فی الیوم الثانی لا یدخل الا بعد الزوال وهکذا فی الثالث اھ۔

۲. وفی البحر اشار ای صاحب الکنز بقوله بعد الزوال الی اول وقته فی الثانی والمنحر ثالثه حتی ولو رمی قبل الزوال لا یجوز۔ وقال ظاهر الروایة انه لا یدخل وقته فی الیومین الا بعد الزوال اھ۔ ۳۔ وهندیہ، سنان الرومی وقال اصحابنا ان وقت اداء رمی الجمار فی الیوم الاول

والثانی من ایام التشریق من زوال الشمس الخ ومثله فی عامة المتون والشروح

۴. وقال العینی فی شرح البخاری ان الرمی فی ایام التشریق محله بعد الزوال وھو کذلک وقد اتفقت علیه الائمة وخالف ابوحنیفه رحمہ اللہ تعالیٰ فی الیوم الثالث منها فقال یجوز الرمی فیه استحسانا وقال ان رمی فی الیوم الاول من التشریق او الثانی قبل الزوال فی ذلک الیوم یجزیه وقال عطاء و طاوس یجوز فی الثلاثة قبل الزوال اھ فافاد ان روایة تجویز الامام الرمی قبل الزوال انما هو فی الیوم الثالث من ایام التشریق فقط

۵. وفی الباب المناسک فلا یجوز قبله فی المشهور وقال شارحہ ای عند الجمهور کصاحب الهدایة وقاضی خان والکافی والبدائع وغیره وقال بعد نقل قول القیل وهو خلاف ظاهر الروایة وقال فی فصل صفة الرمی بعد الزوال ای علی الصحیح من الاقوال وقال فی فصل مکروهات الرمی والصحیح انه لایصح قبل الزوال فی الیومین المتوسطین ویکره فی الیوم الرابع عند الامام خلافا لهما حیث لایصح قبل الزوال فی ذلک الیوم ایضا عندهما اھ فافاد ان ما قیل من روایة جوازه قبل الزوال فی الیومین المتوسطین ومن روایة جواز فی خصوص ثالث النحر لمن اراد النفر فیه غیر صحیحتین وخلاف ظاهر الروایة و خلاف الاجماع فالعمل بواحدة من تلک الروایتین ایهما غیر جائز (ارشاد الساری)

وتاخیر طواف الزیارة عن ایام) ای عند الامام (لحیض ونفاس (وترک طواف الصدر لهما) ای للحائض والنفساء الدال علیهما الحیض والنفاس ای لاجل تحقق الحیض والنفاس (وترک الوقوف بمزدلفة) ای بالذهاب الی منٰی فی اللیل (لخوف الزحمة) ای ازدحام الناس الغلبة (وا) لضعف ای الضعف من الشیوخ والنسوة - الباب وشرح ص۵ - ارشاد الساری ص ۶۰ (هذا التعمیم قول البدائع وعند غیره یجب علیه الدم فیما لم ینص علی سقوط الدم فیه ویکون مخیرا بین احد الکفارات الثلاثة اھ

فصل فی ترک الواجبات بعذر - ولو ترک شیئا من الواجبات بعذر الی شئ علیه علی ما فی

وکذا الکرمانی لکنہ یرد علی تعمیمہا تخصیصھم عدم لزوم شئی فی ترک طواف البدء الخ وکذا الکرمانی لکنہ یرد علی تعمیمہا تخصیصھم عدم لزوم شئی فی ترک طواف

الصدر وتاخیر الزیارۃ للمرأۃ مطلقاً (واطلق بعضھم وجوبہ) ای الدم (فیہما) ای فی

الواجبات اذا ترکہا (الا فیما ورد النص) ای التصریح بہ عن بعض العلماء (وھی

ترک الوقوف بالمزدلفۃ) کما صرح بہ فی الھدایۃ والکافی وغیرھما (وتاخیر طواف

الزیارۃ عن وقتہ وترک الصدر) ای طوافہ (للحائض والنفساء) تید للمسئلتین

کما صرح بہ الطحاوی والولیث وصاحب الھدایۃ والکافی والجمیع وغیرہ

(لباب شرح ۱۲۱)

رسالہ حضرت آخون جان سے کچھ اور اقتباس :-

بان المفتی لابد ان یکون مجتھدا ولو فرض وجود عالم موصوف بما ذکر فلا یجوز

لہ مخالفۃ المذھب ھھنا لکون المذھب فیما نحن لم یرد فی خلافہ نص ولا خبر

والمذکور فی الخزانۃ انہ یجوز لہ العمل بالنصوص والاخبار والذی یدعی العلم

والاجتہاد یرمی قبل الزوال بمجرد تسویل الشیطن بلا سند واسناد وھوی النفس

الغالبۃ العاد فاذا لم یصح العمل بالقول المرجوع فکیف یعمل بالقول الغیر الصحیح ونا الا

والعمل بہ اقبح وضلال واضلال جھال عن الطریق الحق الصحیح الصریح وقد تقرر

فی کتبنا انہ لا یعدل عن ظاھر الروایۃ لا خلافہ (حتی لو صح خلافہ - ایضاً او لم

یصحح واحد منہما کان العمل بظاھر الروایۃ ھ منہ) علی ما عرفت وھو - ایضاً

مما اتفق علیہ اصحابنا الائمۃ الآخرون۔ وفی الدر المختار وحکم المفتی ان

ما اتفق علیہ فی ظاھر الروایات الظاھرۃ یفتی بہ قطعاً اھ سیما ان

الظاھر الروایۃ دلیلہ ظاھر قال العلامۃ ابن الھمام فی الفتح القدیر وجہ ظاھر

الروایۃ ان الرمی تعبدی محض لا یدرک بالعقل فیجب اتباع النقل وھو فعلہ

علیہ الصلوۃ والسلام الرمی فی ھذین الیومین بعد الزوال وقال الی قول الامامین

فی الیوم الرابع بانہ لا یجوز الرمی فیہ ایضاً قبل الزوال وقال فی تقویتہ ولا شک ان المعہود

فی تعیین الوقت الرمی فی الیوم الاول النہار وفیما بعدہ بعد الزوال لیس الا منہ

من اول النہار

عليه الصلوٰة والسلام كما لا يفعل في غير ذلك المكان الذي فيه عليه الصلوٰة والسلام
وانما رمى عليه الصلوٰة والسلام في اليوم الرابع بعد الزوال فلا يرمى قبله بهذا الحديث
يندفع المذكور لابي حنيفة رحمه الله لو قرر بطريق القياس على اليوم الاول الا اذا قرر
بطريق الدلالة اه والمذكور لابي حنيفة رحمه الله انه ظهر اثر التخفيف في اليوم الرابع
بطريق الترك فلان يظهر آخره في جواز في الاوقات اولى واليوم الثاني والثالث لم
يظهر ذلك فلا يظهر فهذا صريح في انه تجويز لا مخصوص باليوم الرابع . هذا مع
ان الصحابة رضي الله عنهم اجمعين - ايضا فهموا من فعله عليه الصلوٰة والسلام
ان وقت الرمي في ايام التشريق بعد الزوال ويدل عليه ما رواه البخاري وابو داؤد
عن ابن عمر رضي الله عنهما قال كنا نتحين فاذا زالت الشمس رمينا وحينئذ خلافه
يشبه خلاف الاجماع فما يفعله كثير من الناس من الرمي قبل الزوال خطاء موجب
الدم ومحل للانكار والذم لكونه مخالفا لصحيح الرواية والظاهر الرواية والمتون
والاجماع ولا يسوغ الاغترار سيما العلماء بكل ما يوجد في كتاب غير ملتفت
الى ما هو الصحيح والصواب والمعتمد في الكتب المشهورة المعتمدة بها ولعل الذي
نقل القول الضعيف او لغيرا لصحيح انما نقله للاحتراز عنه لا ليأخذه كل من سمعه
وان لم يكن قصده ذلك كان اللائق ترك ذكره لئلا يغتر الجهال وقول القيل في
المناسك ههنا مثل ما قيل لو هزت الريح بين السجدتين جازت الصلوٰة فاغتر به
كثير من المصلين لا شك في كراهته الرمي قبل الزوال على ما في كتب المذهب في البحر
شرحه في تعداد مكروهات الرمي قال وقبله اي الرمي قبل الزوال في سائر الايام - اي كما
في بعض الروايات الضعيفة والصحيح انه لا يصح الخ فكيف يرتكب المكروه عنه
من كان يريد الحج المبرور سيما من كان حجه نفلا وان كان مراده التفرج والعبور
لا الثواب ولا الحج المبرور فالاحرى بحاله ان لا ينوي الحج سوى لبس لباس الاحرام حياء من ملام
الانام وتباعداً من كثرة الجدال والكلام ويخرج الى عرفات ومنى ماشيا من الليالي والايام وينزل بعرفة حيث تشهيه

نفسہ وهواه ويدفع منہ قبل الغروب فرارًا عن الزحمة الجالبة الرحمة ولا ينزل بالمشعر
الحرام اذا فرجته فيه ولا له مرام ويأتى قبل الناس بمنى ويأخذ مكانا يتمنى ولا يشتغل بالرمى
وغيره وينفر منه قبل الكل مستعجلا الى غير خيره لكن هذا للجاهل لا لمن وسم بالعلم
الكامل لئلا يقتدى به الجهلاء مستندين بان العالم الفلانى فعل هذا ولا وجه لمن
اعتذر بالزحمة لان زحمته قبل الزوال اكثر منها بعد الزوال ولان نبى الرحمة عليه
وعلى آله الصلوة والسلام لم يرخص لاحد بالرمى قبل الزوال فى النهار وانما رخص للرعاة
بالرمى فى الليالى الآتية مع انهٗ عليه الصلوٰة والسلام كان رخص لضعفة اهله فى الدفع من
مزدلفة لكثرة الزحام وقت الاسفار فى ذلك الزمان لوقوف الكل بمزدلفة من فجر الى
الاسفار لا فى هذه الازمنة النفور الاكثرين من مزدلفة الموعودة لاجابة الدعاء قبل
وقت الوقوف من بعد العشآء او نصف الليل مع الزحمة وكذلك الزحمة فى النفر من منى
قبل الزوال اكثر منها فى النفر بعد الزوال كما تشهد به المشاهدة لكثرة الراغبين الى
الراحة التاركين الكرامة يرمون الجمار قائلين رجما للشيطٰن وحزبه وليس ابليس و
خيله فى ذلك الوقت فى المرعى بل راكبون وضاحكون على اخلاقهم. (الخ)

ولا يقاس ما نحن فيه على دفع من مزدلفة للضعفة لانتفاء بعض شروط القياس
وهو كون الاصل معقول المعنى وقال المحققون امور الحج تعبدية محضة لا تدرك
بالعقل ..... ولان القياس وظيفة المجتهد ولم ينقل عنهٗ انهٗ اجاز الرمى قبل الزوال
لعذر الزحمة قياسا على تقديم الضعفة من مزدلفة لعذر الزحمة وانما اجازه فى اليوم
الرابع بدليل دلالة النص بالقياس الخ . یہ سارا رسالہ ارشاد الساری میں ہے ۔ اور بھی کو
دیکھنا چاہیے ۔ بذل المجهود فى حل ابى داؤد مصنفہ علامہ راس المحدثین
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کتاب الحج باب رمی الجمار میں ۔

حدثنا احمد بن حنبل نا يحيى بن سعيد عن ابن جريج اخبرني ابو زبير سمعت جابر بن عبد الله يقول رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يرمي جمرة العقبة على راحلته يوم النحر اى عاشر ذى الحجة ضحى اى بعد ارتفاع الشمس قبل الزوال فاما بعد ذلك اى بعد يوم النحر فبعد زوال الشمس اى فرمى الجمار الثلث بعد زوال الشمس وهذه المسئلة مجمع عليها الثلاثة قال سألت ابن عمر متى ارمى الجمار اى بعد يوم النحر فى الايام قال اذا رمى امامك فارم اى لا تخالف الامام فان فى خلافه تشنة ماعدت عليه المسئلة فقال ابن عمر كنا نتحين اى فنتظر وقت زوال الشمس فاذا زالت الشمس رمينا وهذا الحكم كذالك الا انه نرمى فى اليوم الرابع من ايام الرمى اى فى اليوم النفر الثانى قبل الزوال ورجح يجوز له ذلك مع الكراهته عند ابى حنيفة لمخالفة للسنة واما عندهما فلا يجوز ذلك ثم مكث لها اى بمنى ليالى ايام التشريق وكذا فى ايامها يرمى الجمرة اى الجمار الثلث اذا زالت الشمس اى بعد زوالها كل جمرة بسبع حصات يكبر مع حصاتها يرمى الاولى ثم وسطى ثم الثالثة الكبرى ويقف عند الاولى والثانية بعد فراغ من رميهما فيطيل القيام اى فى الارض السهلة عندهما و يتضرع فى الدعاء ويرمى الثالثة اى جمرة العقبة ولا يقف عندها اى عند الثالثة للدعاء بل يرجع الى منزله - ص۱۷۱

منیٰ سے مکہ معظمہ کو لوٹنا اور محصب میں قیام کرنا اور محصب کے حدود اور اسکی پہچان کا بیان

مسئلہ۔ بارھویں یا تیرھویں کی رمی کے بعد پھر مکہ کو آنا چاہیے تو سنت ہے

کہ اول محصب میں کہ اتنا مکہ ہے ٹھہر کر دُعا کرے اگرچہ ایک ساعت ہی کو ٹھہرے رہا

فقط اپنی سواری کو محصب کی حد میں روک کر سواری ہی پر بیٹھے بیٹھے دُعا کر لے) مگر کمال

سُنّت یہ ہے کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء وہیں پڑھے اور پھر ذرا لیٹ جائے اور پھر مکہ میں آئے۔

(زبدہ) **مسئلہ**۔ یہ سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوار عذر کے چھوڑنا بُرائی ہے۔

(غنیہ و حیات) اور شامی میں شرح النقایہ للقاری سے نقل کیا ہے کہ یہ سُنّت کفایہ ہے[عه]

اس لیے کہ یہ موضع اتنا وسیع نہیں ہے کہ سب حجاج کے لیے کافی ہو جائے۔ اور ارشاد

الساری الی مناسک الملا علی القاری میں لکھا ہے کہ سب متون میں ہے کہ ہم حنفیوں کے

نزدیک یہ سُنّت عین ہے مثل رمل طواف[عه] کے (ناقل) لیکن آج کل اس سُنّت کا ادا کرنا

بہت ہی مشکل ہے کہ جو حجاج موٹروں وغیرہ کی سواری پر ہوتے ہیں ان کو اس راستہ کے

سوا مسفلہ کی طرف یا اور اطراف سے لیجاتے ہیں یہ اُنکے لیے تو عذر ہے البتہ جو پیادہ جاتے ہیں

وہ ہمت کر کے ادا کریں تو نہایت ہی خوش قسمتی ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ محصب کو بطحہ اور بطحاء

اور حصباء اور خیف بھی کہتے ہیں اور اس کی حد عرض ان دو جبلوں کے بیچ میں ہے۔

ایک جبل تو وہ ہے جو مقابر اہل مکہ کے متصل ہے۔ دُوسرا وہ ہے جو کہ اس جبل کے سامنے ہے

وہ دو جبل منیٰ کی طرف جانیوالے کے بائیں طرف کو کچھ آگے بڑھتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ ان

دو جبلوں کے بیچ میں وہ قریب ہے اور مقبرہ مکہ جس کو معلاۃ کہتے ہیں یہ اسکے عرض سے

خارج ہے اور حد طول اسکی باب مکہ یعنی حجون اور ثنیہ کدا سے لیکر جبل عیر تک جو کہ راستہ سبیل الست

عه في شرح النقاية للقاري والاظهر ان يقال انه سنة كفاية لان ذلك الموضع لا يسع الحاج جميعهم وينبغي لامراء الحج وكذا غيرهم ان ينزلوا فيه ولو ساعة اظهارا لا متابعة انتهى. عه قوله عليه الصلوة والسلام بارادة لهم لطف صنع الله تعالى به [illegible] بعد [illegible] سنة كالرمل في الطواف [illegible]

۱۲۸

کے نزدیک ہے یہ راستہ منیٰ کی طرف جانے والے کی داہنی طرف کو آتا ہے۔ ان حدود کی تحقیق مناسک الکبیر[1] اور جامع المناسک کے منتخبہ ملا رحمۃ اللہ سندھی[2] اور غنیۃ الناسک میں ہے (رناقل) مسئلہ۔ افضل ہے کہ محصب میں اس جگہ پر جاکر وقوف کرے جس کو مرتفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ اس جگہ پر ایک مسجد چھوٹے سے قبہ سے بنی ہوئی ہے۔ اس میں خاص اہل اللہ و علماء جاننے والے قیام کرتے ہیں اس کا مرتفع النبی ہونا مکہ کے بزرگوں کے قول و فعل سے مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔ اس وقت اس قریہ اور اس موقف کی پہچان کی علامت یہ ہے کہ منیٰ کی طرف جانے والا جب قبرستان معلاۃ سے کچھ آگے گزریگا تو جانے والے کی داہنی طرف راستہ کے کنارہ پر جبل کے پہلو میں سرکاری بڑے بڑے مکانات بنے ہوئے ہیں اور اسکے بائیں طرف راستہ کے کنارہ پر ایک مسجد پتھر کی دیواروں سے غیر مسقف پرانی چار دیواری سے ہے جسکو بطحا بھی کہتے ہیں غالباً اب پکی بن گئی ہے پس سرکاری مکانات منیٰ کو جانیوالے کی داہنی طرف ہونگے اور مسجد بطحا اور قریہ محصب اس کے بائیں طرف ہونگی۔ وہ شخص ان مکانات کو پیٹھ دیکر اپنے بائیں طرف شمال کو

---

[1] حدہ ما بین الجبل الذی عندہ مقابر مکۃ والجبل الذی یقابلہ مصعدا فی الایسر وانت ذاھب الی منی مرتفعا عن بطن الوادی ولیس المقبرۃ من المحصب وقیل طولہ الی باب مکۃ والمقبرۃ مستثنی عن عرض المحصب وذکر الفاسی فی تاریخ مکۃ المحصب میل بین مکۃ ومنی وھو اقرب الی مکۃ وحدہ من جھۃ مکۃ[2] الحجون ومن جھۃ منی جبل العیرۃ بقرب السبیل الذی یقال لہ سبیل الست بطریق منی علی یمین الذاھب الی منی وبین جبل العیرۃ وبین منی تشبیہ میلان کل میل ثلثہ او خمسمائۃ ذراع انتھی۔ وذکر المولی ولی الدین بشتی الحنفی فی شرح المصابیح اول المحصب عند منقطع الشعب من وادی منی وآخرہ متصل بمقبرۃ المعلی سمی بذلک

مُنہ کر کے راستہ چھوڑ کر اور منیٰ کی طرف یعنی مشرق کی طرف اپنا داہنا طرف کر کے مسجد بطحاؑ جو راستہ کہ کنارہ پہ ہے اُس سے تھوڑا اُوپر چڑھائی پر جائے گا تو وہ مسجد قبر والی جو مشہور موقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے قریہ کے بیچ میں نظر آئے گی۔ مگر اب محصب میں حکومت سعودیہ نے بہت سی عمارات بنوائی ہیں اور بن رہی ہیں اس وجہ سے مسجد نظر نہ آسکے تو پُوچھنے سے معلوم ہو جائیگی۔ باقی مطلق وقوف محصب کی ادا سُنت تو اسکی طول میں جس راستہ سے آرہا ہے ہو جائیگی کیونکہ یہ محصب اور راستہ جبل عیر سے لیکر حجون تک جو مقبرہ معلاۃ سے ایک راستہ تنگ جبل کے بیچ سے باہر نکلتا ہے وہاں تک ہے جسکو باب مکہ بھی کہتے ہیں یہ سب طول محصب میں داخل ہے تو آتے وقت اس راستہ ہی میں جو منیٰ سے آرہا ہے، ٹھہر کر دُعا مانگ لے تو صحیح ہو جائیگا۔ واللہ اعلم (ناقل)۔

مسئلہ۔ جب حج کے سب افعال سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ میں آکر رہے اور ایام تشریق بھی گزر جائیں تو جتنا ہو سکے کثرت سے عمرے کریں اپنے اور اپنے والدین اور بھائیوں اور عزیزوں کے لیے بھی کرے اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ ہے (حیاتؒ)

مسئلہ۔ مکہ مکرمہ میں رواج ہو گیا ہے کہ حج کی سعی کرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھتے ہیں ایسا نہ کرنا چاہیئے اگر کریگا تو اُس پر واجب ہے کہ اس عمرہ کا احرام چھوڑ دے پھر اس عمرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے اس عمرہ کی قضا اور دَم رفض بھی لازم ہو گا اور اگر نہ چھوڑے گا تو دو عبادتوں کے افعال ملا کر کرنے کی وجہ سے فقط دم لازم ہو گا۔

کیونکہ اُوپر قید لگائی گئی تھی کہ (جب حج کے سب کاموں سے فارغ ہو) یہ اس لیے تھی کہ اگر کوئی حاجی وقوف عرفات کے بعد حلق کرانے سے پہلے یا اس کے بعد قبل طواف زیارت یا بعد حلق اور طواف کے اور سعی کرنے سے پہلے یا بعد حلق اور طواف وسعی اور قبل رمی جمار کے احرام عمرہ کا باندھے گا تو یہ احرام عمرہ کا چھوڑنا پڑے گا۔ پس مطلب سمجھو کہ حج کی کوئی بھی نسک باقی رہی ہو گی اور اس کے ادا کرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھے گا تو اس احرام کو چھوڑنا واجب ہو گا تاکہ دو احرام یا افعال حج اور عمرہ کی جمع لازم نہ آئے (حیات)۔

اس احرام کے چھوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر حج کا حلق کرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا ہے تو اس کے چھوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ کا تو کوئی فعل شروع نہ کرے بلکہ پہلے حج کے باقی اعمال جو حج کے حلق سے پہلے کرنے ہیں وہ پورے کرے جب حلق کرنیکا وقت آئے اس میں عمرہ کے چھوڑنے کی نیّت سے حلق کرے تو احرام عمرہ چھوٹ جائے گا اور چونکہ اب حج کے حلق کا وقت ہے تو اس حلق کرنے سے حج کے احرام سے بھی حلال ہو جائیگا۔ کیونکہ حج کے حلق میں نیّت شرط نہیں اور عمرہ کا احرام چھوڑنے کی نیّت سے حلق نہ کریگا تو عمرہ کا احرام نہیں چھوٹتا (ناقل) کیونکہ رفض کے وقت ایسی حالت میں نیّت ضرور ہے۔ اگرچہ عمرہ کی تحلیل کے وقت حلق کرنے میں حج کی طرح نیّت شرط نہیں) فافہم **مسئلہ**: اور اگر حلق حج کے بعد اور رمی یا طواف زیارت یا سعی حج وغیرہ سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا ہے تو ان سب صورتوں میں عمرہ کے احرام چھوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ فقط احرام عمرہ کے چھوڑنے کی نیّت سے ادنیٰ محظور احرام مثل ناخن تراشنے یا خوشبو لگانے سے احرام عمرہ چھوٹ جائیگا (غنیہ) عمرہ کے رفض کرنے سے پہلے کوئی طواف کریگا تو یہ طواف عمرہ ہی سے واقع ہو گا اگرچہ طواف زیارت کی نیّت کر لی

ہو جسکی بحث آگے حصہ دوم میں درج ہے **مسئلہ**۔ احرام عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے ایک تو دم رفض لازم ہوگا۔ دوسرا یہ کہ چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضا کرنی پڑے گی (ناقل)

تنبیہ۔ اگر طواف زیارت کے بعد عمرہ کا احرام باندھا گیا ہو تو چونکہ اب احرام حج سے تو بالکلیہ حلال ہو چکا ہے۔ اس صورت میں دو احراموں کا جمع کرنیوالا نہ ہوگا۔ پس اگر حج کی سعی کرنیسے پہلے احرام باندھ لیا ہے تو اب بعض افعال کا جامع ہوا اسلیے دم لازم ہوگا اس صورت میں بھی عمرہ کے احرام کو چھوڑنیکو اوپر کہا گیا ہے پس اس وقت چھوڑنے کی مراد یہ ہے کہ عمرہ کے افعال کرنا تو ترک کر دے یعنی افعال عمرہ کے نہ کرے بلکہ موقوف رکھے جب حج کی سعی سے فارغ ہو اور ایام تشریق بھی گذر جائیں تو اب افعال عمرہ بجالا کر حلق کر کے عمرہ کے احرام سے حلال ہو جائے۔ اس صورت میں دم بھی لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ احرام کا رفض یعنی چھوڑنا نہیں پایا گیا اور دم جمع اعمال تب لازم ہوتا ہے جبکہ سعی حج سے پہلے عمرہ کے افعال بجالاتا۔ البتہ اسلوۃ ہوگی کہ ایسا ممنوع فعل کیوں کیا اسلیے استغفار کرے۔ خوب سمجھ لو۔ (غنیہ واللباب) **مسئلہ**۔ ایام تشریق گذرنیکے بعد طواف وداع سے پہلے عمرہ کرنا جائز ہے زیادہ تفصیل حج اور عمرہ کے احراموں کو ملانے کے بیان میں آئیگی **مسئلہ**۔ اگر حج کی سعی تو نہیں کی لیکن ایام نحر بلکہ ایام تشریق بھی گذر گئے ان کے بعد عمرہ کا احرام باندھا تو اب عمرہ کے چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے اور کچھ دینا بھی نہ پڑیگا۔ (غنیہ)

مسئلہ۔ بہتر ہے کہ مسجد الحرام میں کم سے کم ایک ختم قرآن مجید کا کرے اور کعبہ شریف کی طرف کثرت سے بہ نظر تعظیم کے دیکھنا عبادت ہے اور مکہ مکرمہ میں روزہ رکھنا اور مسجد میں نماز اور طواف بیت اللہ کا کثرت سے کرنا اور وہاں کے مساکین کو خیرات صدقات دینا مطلب یہ کہ سب قسم کی عبادت اور اچھے کام وہاں کرنا افضل ہیں اور وہاں کے لوگوں سے محبت کرنا اور ان کی تعظیم اور ادب کرنا ضروری ہے اور ان کی حقارت اور بے عزتی نہ کی جائے۔ اور وہاں کا گناہ دوسری جگہ سے زیادہ برا ہے۔ (غنیہ)

طواف الصدر یعنی وداع کا بیان

مسئلہ۔ طواف وداع میقات سے باہر رہنے والے حاجی پر واجب ہے خواہ حج افراد کیا ہو یا قران یا تمتع بشرطیکہ عاقل بالغ ہو (غنیہ) مسئلہ۔ حرم کی حد میں رہنے والے اور حل یا عین میقات پر رہنے والے اور حیض ونفاس والی عورت پر اور مجنون اور نابالغ پر واجب نہیں اور جس کا حج فوت ہو گیا ہو یا محصر یعنی جو حج سے روک لیا گیا ہو اور صرف عمرہ کرنے والے پر بھی یہ طواف واجب نہیں ہے۔ اگرچہ یہ لوگ مواقیت سے باہر رہنے والے ہوں (غنیہ وللباب) مسئلہ۔ البتہ یہ طواف وداع مکی اور حلی اور میقاتی کے لیے مستحب ہے اور ایسا ہی واجب نہیں ان آفاقی حاجیوں پر جو بارہویں تاریخ ذوالحجہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں وطن بنا کر رہنے کی نیت کر چکے ہوں۔ البتہ امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے رہنے والے اور حل اور مواقیت کے رہنے والوں پر یہ طواف مستحب ہے۔ (اللباب مع شرح وغنیہ) مسئلہ۔ پھر (بہتر ہے کہ) جب عزم سفر ہو طواف صدر کرے۔ سات شوط بلا رمل اور سعی کے مگر جو پہلے سعی نہ کی ہو تو اب رمل اور سعی بھی کرے کہ سعی موقوف نہیں (زبدہ) لیکن سوائے کسی عذر کے سعی کو ایام نحر کے بعد کرنا مکروہ ہے (غنیہ۔)

مسئلہ۔ اور یہ طواف (حج کرنیوالے) باہر والوں کے حق میں واجب ہے۔ اگر بدون کیے چلا گیا تو جب تک میقات سے نہیں نکلا (بلا احرام کے) ہٹ کر آنا اور طواف صدر کرنا اس پر واجب ہے اور جو میقات سے نکل گیا تو مختار ہے چاہے ذبح کرے یہ اولیٰ ہے کہ نفع فقراء ہے اور چاہے احرام عمرہ کا باندھ کر آئے اور اوّل عمرہ بجا لاکر پھر طواف صدر کرکے چلا جائے کیونکہ طواف عمرہ قوی ہے طواف صدر سے) اور اس تاخیر کے سبب کچھ دینا نہیں آتا مگر بدون احرام باندھے نہ آئے۔ اس واسطے کہ جب میقات سے نکل گیا تو اب

عمرہ میں بغیر احرام آنا حرام ہے (زبدہ) البتہ یہ خیال رہے کہ اگر اسوقت ایام تشریق باقی ہوں تو جب وہ دن گزر جائیں تب عمرہ کا احرام باندھ کر آئے۔ اگر ان ایام منہیہ میں احرام باندھ لیا تو عمرہ کے افعال ان ایام میں نہ کرے۔ جب وہ دن گزر جائیں تب عمرہ کرے اور کوئی طواف بھی نہ کرے اگر کرے گا تو وہ طواف عمرہ کے فرض طواف سے محسوب ہوگا اور کراہت کا مرتکب ہوگا اور اگر میقات سے بغیر احرام آئیگا تو دم تجاوز بغیر احرام آنیکا اور نسک یعنی عمرہ وغیرہ لازم ہوگا جیسا کہ احرام کے بیان میں گزرا (ناقل) **مسئلہ**۔ اول وقت اس طواف (صدر) کا بعد طواف زیارت کے ہے جو عزم سفر ہو (یعنی مکہ مکرمہ میں وطن بنا کر رہنے کا ارادہ نہ ہو اگرچہ ایام نحر باقی ہوں اور بعض اعمال حج بھی رہتے ہوں) پس اگر ارادہ سفر کا تھا اور مکہ کو وطن نہ بنایا) اور طواف صدر کر کے قیام ہو گیا تو طواف صدر ادا ہو گیا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور آخر وقت اس کا معین نہیں جب چاہے کر لے۔ اگرچہ برس روز تک مکہ مکرمہ میں رہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ مگر مستحب یوں ہے کہ (بعد ایام نحر اور سب اعمال حج پورے کر کے) جب مکہ سے چلنے لگے تب اس طواف کو کر کے چلے تا آخر عہد بیت اللہ سے ہو (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اگر طواف کر کے قیام ہو گیا تو بھی چلنے کے وقت اعادہ طواف کا مستحب ہے (زبدہ) امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا اگر کوئی دنکو طواف وداع کر کے عشاء تک ٹھہر گیا تو میرے نزدیک بہت پسند ہے کہ دوسرا طواف کرے وداع کی نیت سے تاکہ متصل ہو طواف اس کا نکلنے کے ساتھ (حیات) **مسئلہ**۔ اس طواف میں اگر صدر کی نیت نہ کی تب بھی جائز ہو جائیگا۔ پس اگر کسی نے طواف زیارت کے بعد نفلی طواف کر لیا ہو اور چلتے وقت طواف نہ کیا تو بھی ادا ہو گیا۔ (غنیہ) **مسئلہ**۔ جب حج کے سب کام پورے کر لیے اور مکہ مکرمہ آکر رہے تو یہ منع نہیں ہے کہ کوئی طواف نفل طواف صدر سے پہلے نہ کرے۔ بے شک جو چاہے نفلی طواف کرتا رہے لیکن اس کا یہ حکم ہوگا کہ جو نفل

طواف پہلے کیا وہ طواف صدر سے ہو جائیگا پھر وطن کو جانیکے وقت اگر طواف صدر نہ کیا تو وہ پہلے نفل طواف کیے ہوئے سے ادا ہو گیا لیکن مستحب ہے کہ جب وطن کو جانے کا ارادہ کرے اس وقت خاص طرح طواف وداع کی نیت سے کرے تو پہلا طواف بدل کر نفل ہو جائے گا اور یہ طواف صدر ہو گا (حیات) مسئلہ۔ اور جو کوئی نیت توطن مکہ کی کرے یا حوالی مکہ داخل میقات کی بارھویں تاریخ ذی الحجہ (کے زوال) سے پہلے کرلے اس کے ذمہ سے یہ طواف ساقط ہو جاتا ہے (زبدہ) مسئلہ۔ اور اگر بارھویں کو (بعد زوال) یا بعد بارھویں کے نیت توطن کی (یعنی وطن بنا کر رہنے) کی تو ساقط نہیں ہوتا۔ لیکن اس طواف کا کرلینا اس متوطن کو اور مکی کو اور داخل میقات والوں (اور عین میقات) کے رہنے والوں کو بھی مستحب ہے (زبدہ) مسئلہ۔ اور اگر بعد توطن کے جانے لگے تو طواف صدر عود نہیں کرتا۔ جیسے مکہ والا کہیں جائے تو اس پر واجب نہیں ہوتا (زبدہ) لیکن کعبۃ اللہ سے باہر جانے والے کو طواف کر کے جانا بہتر ہے منع نہیں ہے۔ خوب سمجھ لو (ناقل) مسئلہ۔ اگر کوئی (پندرہ دن کی) اقامت مکہ کی نیت کرے مگر نیت توطن (وطن بنانے) کی نہیں ہے تو طواف صدر ساقط نہیں ہوتا۔ اگرچہ سالہا سال رہے (زبدہ) مسئلہ۔ اب سمجھ لو کہ طواف میں مطلق نیت کافی ہے۔ تعیین کرنا کہ فلاں طواف کرتا ہوں (یہ صحت طواف کے لیے) ضروری نہیں (زبدہ) مگر جو طواف کرنا ہو اسکی نیت مقرر کر کے کرنا کہ فلاں طواف کرتا ہوں بہتر و افضل ہے۔[عله]

مسئلہ۔ (پس) جو کوئی وقت داخل ہونے مکہ کے طواف کرے اور طواف قدوم کی نیت نہیں ہے تو طواف قدوم ادا ہو گیا (بشرطیکہ اشہر حج اور احرام حج کا ہو اگر عمرہ کا احرام ہو گا تو

عله والشرط اصل النیۃ دون التعیین فانہ مستحب (فضل)

وہ طوافِ عمرہ سے محسوب ہوگا) اور جو ایام نحر میں طوافِ نفل کیا تو طوافِ زیارت ادا ہوا. اگر (بعد طوافِ زیارت) عزم سفر رکھتے ہوئے طواف نفل کیا تو طوافِ صدر ادا ہوگیا (زبدہ) مسئلہ۔ پس بعد طواف صدر کے دوگانہ نفل طواف پڑھ کے مستقبل قبلہ ہو کر زمزم (کا پانی) خوب پیٹ بھر کر کئی سانس لے کر پیئے اور ہر سانس میں بیت اللہ کی طرف دیکھے (زبدہ) پانی پینے کے وقت بسم اللہ اور سانس لیتے وقت الحمدللہ کہے جیسا کہ طریقہ طواف میں گزرا وہاں پھر دیکھ لینا چاہیئے۔ (ناقل) مسئلہ۔ اور زمزم (کا پانی) پہ چہرہ اور بدن کو ملے اور ہوسکے تو بدن پر ڈالے (زبدہ)۔

فضائل زمزم کے یہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آب زمزم ہے کہ جس میں طعام کی سیری اور بیماری کی شفا ہے اور سب سے بدتر پانی حضرموت کی وادی برہوت کا ہے الخ (حضرموت ساحل سمندر پر شہر و ملک ہے) روایت کیا ابن حبان والطبرانی باسناد (ثقات) اور ابن عباسؓ سے مرفوع وارد ہے کہ اگر تو نے آب زمزم کو بیماری کے لیے پیا تو اللہ تعالٰے تجھے شفا دیگا اور اگر سیری طعام کے لیے پیا تو اللہ تعالٰے سیری کریگا اور اگر پیاس دور ہونے کو پیا تو اللہ تعالٰے پیاس دور کریگا (الدارقطنی) اگر تو نے اس کو اللہ تعالٰے سے پناہ مانگتے ہوئے پیا تو اللہ تعالٰے تجھے اپنی پناہ دیگا۔ جب ابن عباسؓ (زمزم) پیتے تو کہتے:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ۔ یعنی یا الٰہی تجھ سے علم نافع اور رزق بہت اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں (الحاکم وصححہ) اور ایک جماعت علماء سے وارد ہے کہ انھوں نے اپنے اپنے مقاصد کے لیے آب زمزم پیا اور حاصل کیا چنانچہ ابن عیینہ کے شاگرد نے سو احادیث (یاد کرنے یا حاصل کرنے) کے لیے اور امام شافعیؒ نے تیر اندازی (میں نشانہ ٹھیک لگنے) کے لیے اور حاکم نے خوبی تصنیف

کے لیے حتیٰ کہ شیخ شہاب الدین عسقلانی ابن حجر نے فرمایا کہ جن ائمہ نے پیا ان کی تعداد شمار سے باہر ہے (از فتح القدیر، عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ)۔

میں ناقل عرض کرتا ہوں کہ زمزم کے پینے میں استقامت دین اور حقیقت اسلام پر وفات اور ہر قسم کے دینِ باطل سے نجات کی اُمیدواری رکھتے ہوئے نیت کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں ملتجی ہوں اللہ تعالیٰ سمیع علیم ذوالفضل العظیم ہے۔ **مسئلہ** ۔ پھر (کعبۃ اللہ شریف کے) دروازہ کے پاس آکر عتبہ (یعنی دہلیز) کو کہ زمین سے اُبھری ہوئی ہے بوسہ دے اور (پھر سینہ اور اپنا داہنا رُخسارہ ملتزم کو لگا کر داہنا ہاتھ اُوپر کو اُٹھا کر پردہ بیت اللہ پکڑے جیسا کہ غلام ذلیل اپنے مولا کے کپڑے کو پکڑتا ہے اور اگر پردہ تک ہاتھ نہ پہنچے تو دونوں ہاتھ سر کے اُوپر کو اُٹھا کر دیوار پر سیدھے کھڑے کر کے پھیلا دے۔ غرض جس طرح ہو سکے ایک ساعت یہاں تکبیر تہلیل اور درود شریف و استغفار کرے اور گڑگڑا کر خوب خشوع کے ساتھ دُعا بہت کوشش سے کرے اور بہت روئے اگر رونا نہ آئے بتکلف رونا لائے (زبدہ) **مسئلہ** ۔ پھر استلام حجر اسود کا کرے اور اُلٹے پاؤں بیت اللہ کی طرف دیکھتا ہُوا روتا ہُوا پھرے یہاں تک کہ مسجد سے باہر آئے واللہ اعلم (زبدہ) **مسئلہ** ۔ مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھی نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ افضل طریقہ بعضوں نے یہ لکھا ہے کہ اپنے مُنہ کی طرف سیدھا چلا جائے کہ پُشت اسکی کعبہ کی طرف ہو۔ پس کچھ تھوڑا چلکر پھر کعبۃ اللہ کی طرف نظر کرے جیسے کوئی غمگین ہو کہ کسی کے فراق میں جا رہا ہو۔ یہ طریقہ سہل ہے اور پہلا اظہر ہے جیسا کہ قاضی عبداللہ المکی نے شرح منسک التوسط میں بھی لکھا ہے (حیات)

تنبیہہ:۔ مولوی حسن شاہ صاحب نے غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ تقبیل عتبہ اور رجعت قہقری (یعنی دہلیز کعبہ کا چُومنا اور پچھلے پاؤں لوٹنا یہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت نہیں ہے اور نہ اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے افعال سے ثابت ہے لیکن ہمارے

مشائخوں نے واسطے تعظیم و اجلال بیت اللہ شریف کے لیے مستحسن[1] جانا ہے۔

تھفھری کے لیے مخدوم صاحب نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اس میں تعظیم بیت اللہ شریف اور اجلال اس کا ہے اگرچہ احادیث و آثار سے ثابت نہیں جیسا کہ الھدایہ والکافی اور والتبیین والمجمع وغیرہ میں ہے (حیات القلوب) پس اس فعل کو واجب اعتقاد نہ کرے (نائل) **مسئلہ** ۔ اور مستحب ہے کہ مسجد حرام سے نکلنے کے وقت باب حزورہ سے باہر آئے جس کو اس زمانہ میں باب الوداع کہتے ہیں ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دروازہ سے خروج فرمایا تھا ۔ بعضے کہتے ہیں کہ باب عمرہ سے نکلنا چاہیئے (حیات) ۔

مکہ مکرمہ سے باہر نکلنے کا مسنون طریقہ ۔ مسئلہ ۔ مستحب ہے کہ مکہ معظمہ سے ثنیہ سفلیٰ سے نکلے جو کہ وادی ذی طویٰ کے قریب ہے یہ وہ راستہ ہے جو کہ جرول کو جاتا ہے ۔ جہاں سے آتے جاتے وقت موٹریں پہلے وہاں اُتارتی تھیں ۔ وہیں سے مدینہ طیبہ کا راستہ تنعیم کو جاتا ہے ۔ دُوسرا راستہ ذرا بائیں طرف سے جدہ کو جاتا ہے ۔ پس مکہ مکرمہ سے اسی راستہ جرول مسفلہ سے نکلے کہ مسنون ہے بمتابعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (حیات) اَب تو پکے روڈ بن گئے ہیں **مسئلہ** ۔ عورت حیض والی کو چاہیئے کہ وداع کے وقت مسجد میں داخل نہ ہو بلکہ دروازہ سے باہر کھڑی ہو کر دُعائے خیر مانگے ۔ جس دروازے پر چاہے کھڑی ہو لیکن باب وداع کے پاس سے افضل ہے (حیات) **مسئلہ** ۔ جاتے وقت مستحب ہے کہ اپنی وسعت کے موافق مکہ مکرمہ کے مساکین کو کچھ خیرات دے کر جائے (حیات) ۔

---

[1] لم یثبت تقبیل العتبۃ ولا الرجعۃ القھقری من فعل صلی اللہ علیہ وسلم ولا من فعل الصحابۃ بعدہ رضی اللہ تعالٰی عنھم انما استحسنھا مشائخنا تعظیما للبیت المعظم (غنیہ ص۲۰۰)

تتمہ مسائل متفرقہ

مسئلہ۔ جو شخص مکہ مکرمہ میں نہ آیا اور اُدھر عرفات پر چلا گیا تو طواف قدوم اس پر سے ساقط ہوگا اور بہ سبب ترک سنت کے گناہ ہوگا (بدہ) لیکن دم وغیرہ کچھ لازم نہیں اور اگر بہ سبب تنگی وقت کے چلا گیا تو معذور ہے اور ترک سنت کا گناہ بھی نہیں (ہدایہ)

مسئلہ۔ اور وقت (وقوف) عرفہ کا بعد زوال نویں تاریخ (ذوالحج) کے ہے۔ دسویں تاریخ کے فجر ہونے تک اس کے بیچ میں ایک ساعت کو بھی عرفات میں آجائے اگرچہ سوتا ہوا گزر جائے یا بے ہوشی میں یا دوڑتا ہوا تو فرض وقوف ادا ہو جائیگا (رد)

مسئلہ۔ پس نویں تاریخ کے زوال سے پہلے یا دسویں تاریخ کی رات کے فجر ہونے کے بعد کوئی عرفات میں آجائیگا تو اس کا وقوف عرفہ کا فرض ادا نہ ہوگا گویا اس سال اس کا حج ہی نہ ہوا (ناقل)۔ مسئلہ۔ عالمگیری میں محیط سرخسی سے لکھا ہے کہ سب راتیں اگلے دن کی تابع ہوتی ہیں گزرے ہوئے دن کے تابع نہیں ہوتیں لیکن حج کی راتیں گزرے ہوئے دن کے حکم میں ہیں اگلے آنے والے دن کے حکم میں نہیں۔ پس عرفہ کی رات آٹھویں تاریخ کے حکم میں ہے اس لیے اس رات میں عرفات میں وقوف جائز نہیں۔ جیسے آٹھویں تاریخ کے دن جائز نہیں اور اسی طرح قربانی کے پہلے دن یعنی دسویں تاریخ کی رات عرفہ کے دن کے تابع ہے اس لیے اس شب میں وقوف عرفات بھی جائز ہے جیسے عرفہ کے دن میں جائز ہے اور ایسا ہی اس شب میں قربانی جائز نہیں ہے جیسے کہ عرفہ کے دن میں جائز نہیں اور اسی طرح ایام رمی کی راتوں کو سمجھیے کہ دسویں کے دن کی رمی گیارہویں کی رات میں اور گیارہویں کے دن کی رمی بارہویں کی رات میں اور بارہویں کے دن کی رمی تیرہویں کی رات میں جائز ہے یعنی ان مکانوں میں ہر رات گزشتہ

دن کی تابع ہے نہ آئندہ دن کے ۔ البتہ تیرھویں کے دن کی رمی چودھویں کی رات میں جائز نہیں۔ کیونکہ تیرھویں کے دن سورج ڈوبنے کے بعد رمی کا وقت ختم ہو جاتا ہے اب ادا کا وقت رہا نہ قضا کا (ہندیہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں پر وسعت و تنگی عنایت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مومنین کو توفیق ادا عبادت کی باخلاص عطا فرمائے (نائل)

وقوف عرفہ میں شبہ اور غلطی واقع ہونیکے مسائل

مسئلہ۔ وقوف کے بعد اگر ایک جماعت یا دو عادل شخص گواہی دیں کہ آج آٹھ ذی الحجہ ہے نویں نہیں تو ان کو گواہی قبول کی جائے گی اور دوسرے روز وقوف پھر کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر یہ گواہی دیں کہ آج دسویں ہے تو ان کی گواہی قبول نہ کی جائے گی اور حج ہو جائے گا۔ کیونکہ آٹھویں کے وقوف کا تدارک ممکن ہے اور دسویں کا تدارک ممکن نہیں ہے اور حرج کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے عفو فرمایا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ اشتباہ کے وقت میں جو وقوف ہوا اسی پر اکتفا کی جائے۔ (عین الهدایہ، ترجمہ ہدایہ اور اللباب) مسئلہ۔ اگر آٹھویں کے روز قوم منیٰ میں تھی اور امام کے آگے شاہدوں نے اگر شہادت دی کہ آج نویں ہے یا دسویں کی رات ہے۔ پس اگر اس دسویں کی رات کا اتنا وقت باقی ہے کہ جس میں دسویں کی صبح صادق ہونے پہلے امام مع اکثر حجاج کے وقوف کر سکتا ہے تو شہادت قبول کر کے وقوف کرنا لازم ہوگا

اور باوجود وقت کے امام اکثر حجاج کے ساتھ وقوف پا سکنے کے وقوف نہ کیا تو حج ان کا فوت ہو جائے گا۔ پس عمرہ کے افعال بجا لا کر احرام سے حلال ہو جائیں۔ ہاں اگر اس قدر دسویں کی رات نہیں رہی جس میں امام اکثر حجاج کے

ساتھ وقوف کر سکے یا فقط پیدل جانے والے اور بار اسباب اور اہل وعیال والے اس تھوڑے وقت میں صبح صادق ہونے سے پہلے جاکر وقوف نہیں کر سکتے تو شہادت پر عمل نہ کیا جائیگا بلکہ دوسرے روز بعد زوال کے جاکر وقوف کریں اور اگر تھوڑے ضعیف آدمی وغیرہ نہ جاسکیں تو وقوف کرنا جائز ہو گا اور وقوف نہ کرنے سے حج فوت ہو جائیگا۔ پس اس مسئلہ میں اکثر عوام کا اعتبار ہے نہ تھوڑوں کا۔ (عین الہدایہ۔ اللباب والکافی والبدائع والکرمانی وغیرہ) **مسئلہ۔** اگر شاہدوں نے اپنے چاند دیکھنے کی بنا پر حج کیا اور انہوں نے امام کے آگے آکر شہادت دی اور امام نے ان کی شہادت رد کر دی تو ان شاہدوں کا حج جائز نہ ہوا اور ان پر لازم ہے کہ امام کے ساتھ پھر وقوف کریں تب حج پورا ہو گا۔ اگر پھر وقوف نہ کیا تو ان کا حج فوت ہو گیا اس لیے کہ جب ان کی شہادت رد کر دی گئی تو وہ بھی اور حجاج کی طرح ہو گئے۔ اگرچہ ان کو یقین ہو کہ یہ دن نحر کا ہے۔ پس افعال عمرہ کے بجالا کر حلال ہوں اور دوسرے سال حج کی قضا کریں (اللباب غنیہ ص۸۴-۸۵) **مسئلہ۔** اگر امام نے علت جواز اجتہادیہ کی بنا پر وقوف کو مؤخر کیا تو جس نے امام سے پہلے وقوف کیا ہے اس کا وقوف ناجائز ہے۔ اگر دو شاہدوں نے چاند ذوالحج کی رویت کی شہادت دی اور ان کی شہادت نہ ہونے ابر یا غبار کی وجہ سے رد کی گئی اور ایک قوم نے ان کی شہادت کے موافق امام سے پہلے وقوف کر لیا تو ان کا وقوف جائز نہ ہو گا کیونکہ امام نے ایسے سبب سے مؤخر کیا ہے کہ اس پر شرع میں عمل جائز ہے۔ پس ایسا ہوا جیسے کہ اشتباہ کی وجہ سے مؤخر کیا (فتح غنیہ) **مسئلہ۔** اگر دو عادلوں نے ابتدائے ذوالحج میں چاند دیکھنے کی شہادت دی اور امام نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کی شہادت منظور نہ کی جاوے جب تک کہ جماعت کثیرہ شہادت دے اپنی رائے پر جارہا تو اس کو جائز ہے اور شاہدوں

نے مخالفت کر کے پہلے وقوف کر لیا تو کفایت نہ کرے گا یہ اُن کو (مخالفت کر کے وقوف کرنا جائز نہیں۔ (غنیہ[عله])۔

بیہوش مجنون اور صغیر اور مریض وغیرہ کے متعلق مسائل

مسئلہ۔ جو کوئی عرفات پر بے ہوش ہو گیا اور احرام نہیں باندھا تھا۔ اگر کسی نے اُس کی طرف سے احرام حج کر لیا تو وقوف اس (بے ہوش) کا ہو گیا اور احرام غیر کا اس کی طرف سے باندھنا اس واسطے شرط ہے کہ وقوف بے احرام معتبر نہیں ہے اور چونکہ نیت حج اس سے پائی گئی ہے کہ حج کو آیا تھا (اس لیے) نیابت ہو سکتی ہے۔ (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اور اعزاز والے کی طرف سے (نائب نیت کر کے تلبیہ کہہ لے پس وہ (بیہوش) محرم ہو جائیگا اور کپڑے اس (بے ہوش) کے نکالنے ضروری نہیں ہیں (زبدہ) اس لیے کہ کپڑے اُتارنے صحت احرام کے لیے شرط نہیں ہے۔ مگر چونکہ کپڑوں کا بدن پر رہنا محظورات احرام میں سے ہیں اس لیے اُتارنے واجب ہیں ورنہ بے ہوش پر جزا لازم ہو گی اس لیے اُتار کر چادریں اُوڑھا دی جاویں (شامی ولباب وغنیہ وحیات[عله]) **مسئلہ۔** اگر مغمی سے

عله ولو شهد نفر ونن على رؤية الهلال فى اول العشر من ذى الحجة فرأى الامام ان لا يقبل ذلك حتى يشهد جماعة كثيرة ومشى على رؤية اجزاهم ولو خالفه الشهود ووقفوا قبله لا يجزيهم (الالباب، غنية الناسك صـ ۵ یہ اکثر مسائل غنیہ ہی سے ماخوذ ہیں۔)

عله من خرج يريد حجة الاسلام فاغمى عليه قبل الاحرام او كان مريضا فنام قبله فنوى وليى عنه رفقته او غيره بامره فما تعجل اولا من الميقات او بمكة بعد احرام نفسه او قبله فعند نا يجزيه عن حجة الاسلام ويصير محرما بذلك الا الذى باشر الاحرام عنه لانتقال احرامه اليه شرعا فيجب تجريده عن المخيط ولو ارتكب محظورا الزمه موجبه (غنیہ)

کوئی مخظور احرام ہو گیا تو جزا مغمی پر ہو گی (زبدہ) اگر کپڑے نہ اتارے جاتے تو بے ہوش پر احرام کے ممنوع کام کرنے سے جزا دینی واجب ہوتی۔ بے ہوش کے ایسے کام کرنے سے اسی پر ہی جزا لازم ہو گی۔ نہ اُس پر جس نے اُس کی طرف سے احرام کی نیّت کی اس لیے کہ یہ احرام بے ہوش کی طرف منتقل ہو گیا۔ جیسے کہ ولی اپنے صغیر (بے سمجھ) بچے کی طرف سے احرام باندھتا ہے پس جب نائب نے اس کی طرف سے اس طرح نیت کی انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منہ اور اُس کی طرف سے لبیک بھی کہی تو یہ احرام بے ہوش ہی کی طرف پھر گیا۔ پس نائب سے اگر کوئی احرام کا مخظور ہو گیا تو اس پر مغمی کے احرام کی وجہ سے کچھ لازم نہ ہو گا اور نہ نائب کے کرنے سے بے ہوش پر کچھ لازم ہو گا ہاں اگر نائب کو اپنا حج وغیرہ کا احرام ہو گا تو اس پر مخظور کرنے سے جزا لازم ہو گی مطلب یہ ہُوا کہ نہ بے ہوش کے ممنوع کام کرنے سے نائب پر اور نہ نائب کے مخظور کرنے سے بے ہوش پر کچھ لازم ہو گا۔ بے ہوش پر اس کے ممنوع فعل کرنے سے اور نائب پر اگر محرم ہے تو اس کے اپنے فعل سے جزا لازم ہو گی۔ جتنا ہو سکے بے ہوش کو مخظور کرنے سے روکنا و بچانا ہے (نافل) **مسئلہ**۔ (پس معلوم کرنا چاہیئے) کہ مغمی کی طرف سے احرام ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس کی طرف سے احرام (کی نیت) کرنے والا اپنا احرام بھی باندھے ہوئے ہو (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور نائب پہلے اپنا احرام باندھ چکا ہو اس کے بعد بے ہوش کی طرف سے باندھے یا پہلے بے ہوش کی طرف سے باندھے۔ اس کے بعد اپنا باندھے ہر طرح جائز ہے (نافل) **مسئلہ**۔ اور جو شخص اپنے اور مغمی کی طرف سے محرم ہو اگر کوئی مخظور اس سے ہو جائے ایک ہی جزا (اپنی طرف سے) دینی ہو گی (زبدہ)

مسئلہ۔ جس وقت حج کے ارادہ سے کوئی شخص نکلے پھر احرام باندھنے سے پہلے راستہ میں بے ہوش ہو گیا۔ پس اس بے ہوش کی طرف سے میقات سے پہلے یا مکہ

میں اس کے رفیق یا دُوسرے نے نیت احرام سے لبیک کہی تو وہ بے ہوش محرم ہو جائیگا۔ اگرچہ بے ہوش نے اپنے رفیق کو احرام کے لیے حکم کیا ہو یا نہیں۔ صحیح قول امام صاحب کا یہی ہے کیونکہ جس حالت میں وہ حج کی نیت سے سفر میں نکلا ہے تو حج کی نیت اُسمیں پائی گئی (شرح اللباب) بخلاف مریض نیند کرنے والے کے کہ اس کا صریح اذن طواف کے لیے شرط ہے تو احرام کے لیے بطریق اولیٰ شرط ہے (ردالمحتار) اس لیے بہتر یہ ہے کہ اپنے رفیق کو کہہ دیا جائے کہ اگر مجھے بے ہوشی یا بیماری میں نیند آجائے تو میری طرف سے احرام نیابتہً باندھ لینا تو پھر بالاتفاق جائز ہو جائیگا (غنیۃ الناسک) مسئلہ۔ پھر جب مغمی کو ہوش آئے باقی افعال آپ خود کرے (زبدہ) مسئلہ۔ اور اگر اغماء یعنی بے ہوشی برابر چلا جائے (ہوش نہ آئے) تو اسی شخص کی مباشرت جس نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہے کافی ہو گی۔ مغمی کو مشاہد میں یعنی طواف وغیرہ میں لے جانا ضروری نہیں۔ مگر اس کا لے جانا اولیٰ ہے (زبدہ) بعض مشائخ کا قول ہے کہ فرض افعالوں کے مشاہد پر مثل وقوف عرفات اور طواف زیارت کے لیے جانا ضروری ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے (حیات) مسئلہ۔ اگر مباشر (یعنی جو بے ہوش کی طرف سے افعال حج بجالا رہا ہے) اس کا اپنا احرام بھی ہے تو اپنا طواف وسعی جُدا کرے ایک فعل دونوں کو کافی نہ ہوگا (زبدہ) ایسا ہی رمی وغیرہ مسئلہ۔ اور جو اغماء (بے ہوشی) بعد احرام کے ہو تو اس (بیہوش) کو وقوف اور طواف وغیرہا کے لیے مشاہد پر لیکر پھیرنا چاہیئے اور جب اُس کو اُٹھا کر طواف کریں تو اُٹھانے والے کو نیت طواف کرنی شرط ہے۔ ایک طواف دونوں کی طرف سے کافی ہو گا (زبدہ) یعنی اُٹھانے والا اپنی اور بے ہوش کی طرف سے بھی نیت طواف کرے فقط اپنی طرف سے نیت کرے گا تو بیہوش کیطرف سے طواف صحیح نہ ہو گا۔ (شرح اللباب وغنیہ۔ شامی) مسئلہ۔ اگر اُٹھانے والے نے اپنی طرف سے

اور بے ہوش کی طرف سے نیت طواف کر لی تو دونوں کا طواف صحیح ہو جائیگا اگرچہ اُٹھانے والا طواف عمرہ کرتا ہو اور بے ہوش پر طواف حج کا ہو یا برعکس یا اُٹھانے والے کو احرام نہ ہو۔ بلکہ نفلی طواف کرتا ہو تو بے ہوش کو جس کا احرام ہے وہ ادا ہو گا۔ بخلاف اس بے ہوش کے جس کو احرام باندھنے سے پہلے بیہوشی پیدا ہوئی ہو اور مشاہدہ پر نہ لایا گیا ہو تو نائب اُسکی طرف سے جُدا طواف کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اس صُورت میں نائب اپنا اور بے ہوش کا جو موجود نہیں ایک طواف میں دونوں کی طرف سے نیت کریگا تو فقط اس کا اپنا ہو گا۔ بے ہوش غیر موجود کی طرف سے جُدا کرے۔ بخلاف اُوپر کی صُورت کے جس میں بے ہوش موجود ہو۔ خوب سمجھ لو (ناقل) یہ مسائل اللباب وغنیہ سے ماخوذ ہیں) **مسئلہ**۔ اور اگر بعد احرام کے مجنون ہو گیا تو رفیق اس کے اس کو ساتھ لے کر مباشر افعال حج ہوں۔ ایسا ہی اگر قبل احرام مجنون ہو تو اس کی طرف سے احرام باندھ کر اس کو ساتھ لے کر مباشر افعال حج ہوں (زبدہ) اس مجنون سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس پر پہلے عقل کی حالت میں حج فرض نہ ہُوا ہو۔ اس کا حکم صبی بے تمیز بچّہ کا ہے واللہ اعلم۔ بے ہوش اور مجنون میں یہی فرق ہے۔ لیکن یہ فرق کہ بے ہوش کو اگر احرام سے پہلے بے ہوشی پیدا ہوئی ہو تو اس کو مشاہد پر لے جانا ضروری نہ تھا اور مجنون کو ہر حال میں ساتھ لے جانا ضرور ہے اگرچہ جنون احرام سے پہلے کا ہو یا بعد میں پیدا ہُوا ہو۔ اس کو غنیۃ الناسک والے نے معتبر نہیں لکھا جیساکہ آگے آئیگا۔ (ناقل) **مسئلہ**۔ اور بچہ غیر ممیز کی طرف سے ولی اس کا احرام باندھے اور لڑکا عاقل مثل بالغوں کے سب کام خود کرے (زبدہ)، **مسئلہ**۔ اگر کوئی مریض طواف کی طاقت نہیں رکھتا، اور وہ سوتا تھا۔ اور اسی حالت میں اُس کے ساتھیوں نے اس کو طواف کرایا تو اگر اس نے اپنے ساتھیوں کو یہ حکم نہ دیا

کیا تھا تو طواف اس کا جائز نہ ہو گا. (اگرچہ مریض نیند والے کی طرف سے طواف کی نیت کی ہو) اور اگر ان کو حکم کیا تھا اور پھر سویا تو جائز ہو گا (ہندیہ) بشرطیکہ نیند والے کی طرف سے طواف کی نیت بھی کی ہو (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر کسی (مریض) نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرے واسطے لوگوں کو اُجرت پر مقرر کرنا کہ مجھ کو اُٹھا کر طواف کرائیں پھر سو گیا اور جس کو حکم کیا تھا اُس نے فوراً حکم کو ادا نہ کیا بلکہ اور کام میں دیر تک مشغول رہا پھر اس کے بعد لوگوں کو اُجرت پر مقرر کر کے لایا اور اُنھوں نے اس سوتے ہُوئے کو اُٹھا کر طواف کرایا تو حسنؒ نے کہا ہے کہ اگر وہ فوراً طواف کراتا تو جائز ہوتا. لیکن جب بُہت دیر کے بعد وہ سو گیا پھر اُس کو اُٹھا کر طواف کرایا اور وہ ویسے ہی سوتا رہا تو طواف جائز نہ ہو گا لیکن اُجرت لازم ہو گی (ہندیہ) اور بیہوش اور مجنون سے نائب کو اِذن لینا شرط نہیں ہے بخلاف مریض نیند والے کے کہ ان کی نیابت کے لیے صریح اذن اور امر کرنے کے بعد فوراً طواف کرانا بھی شرط ہے۔ (تنبیہ) خوب یاد رکھو۔ اس لیے اگر چنداں تکلیف نہ ہو تو بہتر ہے کہ مریض نیند والے کو ذرا جگا دیا جاوے کہ ہشیار ہو جاوے تو طواف کی نیت بھی خود کر لے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور جو مریض ہوش والا ہو نیند میں نہ ہو تو اسکو وقوف عرفہ اور طواف کے لیے جانا[علہ] ضروری ہے

علہ واما فی النائم المریض فیشترط صریح الاذن لما فی المحیط ان المریض الذی لایستطیع الطواف اذا طاف بہ رفیقہ وھو نائم ان کان بامرہ جاز والا فلا اھ وکذا یشترط ان یحرموا منہ علی فور امرہ لما فی اللباب ولو طافوا بالمریض وھو نائم من غیر اغماء ان کان بامرہ علی فورہ یجوز والا فلا والکلام فی الاحرام عن النائم لکن اذا کان الطواف عنہ لا یجوز الا بامرہ فالاحرام اولی لرد المحتار ـ تنبیہ المناسک ۱۲

نیابت جائز نہیں (غنیہ) مسئلہ۔ اگر کچھ لوگوں کو اجرت دی اور انہوں نے طواف کی نیت کر کے ایک مریض کو اُٹھا کر طواف کرایا تو اُن کا اپنا طواف ادا ہو گیا اور اُن کی اُجرت بھی لازم ہو گئی اور مریض کا طواف بھی ہو گیا (جبکہ مریض کی طرف سے بھی نیت طواف کی کر لی ہو) اور اگر اُٹھانے والا کسی دُوسرے کام کے لیے اُس کو اُٹھا کر کعبہ کے گرد گھوما۔ لیکن مریض خود ہوشیار تھا اُس نے اپنے طواف کی نیّت کی تو اُس کا طواف ادا ہو جائے گا اور اُٹھانے والوں کا طواف نہ ہُوا اور مریض بے ہوش ہے تو اُس کا طواف اُدا ہو جائیگا اور اُٹھانے والوں کا طواف نہ ہُوا اور مریض بیہوش ہے تو اس کا طواف بھی نہ ہُوا (ہندیہ) مسئلہ۔ اگر کسی بیمار کو کنکریاں پھینکنے کی طاقت نہیں تو کنکریاں اُس کے ہاتھ پر رکھدیں اور اس کے بعد وہ خود ان کو پھینک دے یا کسی کو پھینکنے کا حُکم کرے (ہندیہ)۔

یادداشت: ۔اُوپر کے مسائل کا حاصل یہ ہے کہ بے ہوش کو بیہوشی اور مجنون کو جنون اور مریض نیند والے کو نیند اگر راستہ میں احرام باندھنے سے پہلے ہو جائے اور باقی رہے تو جس شخص کو بھی یہ علم ہو کہ یہ حج کے ارادہ سے نکلا ہے تو وہ شخص اس کی طرف سے نائب بن سکتا ہے سب کاموں میں بنا بر اصح قول کے مگر دوگانہ طواف میں نیابت نہیں ہوتی۔ پس واضح رہے کہ بے ہوش اور مجنون کے حق میں تو صریح امر کرنا احرام کے لیے شرط نہیں۔ لیکن جو مریض نیند والا ہے اس کا امر کرنا شرط ہے جیسے طواف کے لیے اس کا امر کرنا ضروری ہے (غنیہ) مسئلہ۔ اگر ان لوگوں نے اپنی صحت کی حالت میں خود احرام باندھا۔ اس کے بعد ان پر یہ حالت واقع ہوئی تو پھر ان کو حج کے افعال کی جگہ پر لے جانا ضروری ہے۔ اَب ان کاموں میں سوار ان کے لے جانے کے نائب نہیں ہو سکتا۔ مگر طواف کی نیّت کرنے میں اور رمی جمار

کے وقت نیابت جائز ہے۔ ضرورت کی وجہ سے کیونکہ طواف میں نیت شرط ہے اور
وہ ہوشیار نہیں ہیں ایسا ہی رمی کرنے میں بسبب عدم صحت و عدم ہوشیاری کے
نیابت کی ضرورت ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور جس مریض کو نیند نہ ہو وہ طواف کی نیت
خود کرے اس میں نیابت نہ ہو گی۔ لیکن رمی جمار میں نیابت ہو سکتی ہے بوجہ عجز بیماری
کے (غنیہ) **مسئلہ**۔ دوسرا یہ کہ جو مجنون حالتِ جنون میں خود احرام باندھے تو اس کا حکم
بے سمجھ صغیر لڑکے جیسا ہے۔ پس صغیر بے سمجھ لڑکا اگر خود احرام باندھے تو صحیح نہیں ہے
اس لیے کہ وہ نیت کی عقل نہیں رکھتا اور الفاظ تلبیہ کے نہیں بول سکتا ایسا ہی طواف
کی نیت بھی شرط ہے۔ وہ اس سے صحیح نہیں ہوتی اس لیے اس کی طرف سے اس کا ولی
احرام باندھے اور بہتر ہے کہ صغیر اور اس مجنون سے جو صغیر کے حکم میں ہے پہلے اُن کے
سلے کپڑے جو پہنے ہوئے ہوں اُتار دیئے جائیں۔ پھر ان کو چادریں اُوڑھا کر اُن کی
طرف سے اُن کا ولی احرام کی نیت سے تلبیہ کہے تو وہ محرم ہو جائیں گے اور ان کو محظورات
احرام سے بچاتا رہے۔ اگر کوئی محظورات صغیر یا مجنون سے ہو گیا تو جزاء وغیرہ کچھ لازم
نہ ہو گی نہ ان دونوں پر نہ ولی پر۔ پس سب احکام حج پر ان کو ساتھ لے کر پورے
کرائے اور جن افعال میں نیت کی ضرورت ہے اُن میں ان کی طرف سے نیت کرے۔
(غنیہ) **مسئلہ**۔ اور جس مجنون نے عقل کی حالت میں خود احرام باندھا ہے اس کے بعد
مجنون ہوا ہے۔ اگر اس مجنون نے احرام میں جنایت کی پھر اس کو افاقہ ہوا تو اس واجب شدہ
جنایت کی جزا دے۔ اگرچہ کئی برسوں کے بعد افاقہ ہوا ہو اور فتح القدیر اور منسک الکبیر منتقی
سے یہی لکھا ہے کہ عقل کی حالت میں احرام باندھا اس کے بعد اس کو جنون ہوا تو حج
کرنے والوں کے ساتھ مل کر حج کے مناسک ادا کیے اور عرفات کا وقوف بھی ان کے
ساتھ کیا پھر کئی برسوں کے بعد عقل والا ہوا تو اس کا یہ حج فرض حج سے جائز ہو جائے گا

بشرطیکہ اس کی طرف سے طواف زیارت میں نیت رفیقوں نے کی ہو۔ مسئلہ۔ اور یہ مجنون اگر احرام کی حالت میں شکار کرے گا یا خوشبو لگائیگا یا لباس مخیط پہنے گا جماع کریگا تو اس پر وہ واجب ہو گا جو عقل والے پر ہوتا۔ البتہ جزا کی اُدائیگی لازم ہو گی جبکہ عقل والا ہو جائے جیسا اُوپر لکھا گیا بخلاف صغیر بے سمجھ بچے کے۔ خوب سمجھ لو۔ مسئلہ۔ غیر بالغ اور مجنون اگر جماع کریں گے تو دونوں کا حج فاسد ہو جائیگا۔ جیسے کلام کرنے سے نماز اور کھانے سے روزہ ان کا ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر جزا خواہ قضا لازم نہ ہو گی (غنیۃ الناسک)

مسئلہ۔ یہ بھی یاد رہے کہ جس کی طرف سے نائب نے احرام باندھا ہے اگر وہ ایسا ہے جس کو مشاہد پر حاضر کرنا ضروری نہیں ہے پھر ان کو حاضر بھی نہیں کیا گیا تو نائب اس کی طرف سے وقوف عرفہ پر وقوف کی نیت بھی ضرور کرے[علہ] (غنیہ و شامی) اور طواف اور سعی اور رمی وغیرہ جو افعال کرنے ہیں اُسکی طرف سے جُدا کرے یعنی اپنی طرف سے علیحدہ اور اُس کی طرف سے جُدا کرے۔ دونوں کے لیے ایک کافی نہ ہو گا۔ (غنیہ)۔

مسئلہ۔ اور جن کو مشاہد پر لے جا کر افعال کرائے جائیں ان کی طرف سے فقط نیت کرنی ضرور ہے وہ بھی ان افعال میں جن میں نیت کرنی شرط ہے جیسے طواف

علہ ولو احرم بحجۃ الاسلام عاقل ثم عرض له الجنون فقعل به ما على الحاج من الوقوف وطواف الزيارة ونحو ذالك اجزاه والا فلا كذا فی منسك ابن امیر حاج و فی فتح القدير والكبير عن المنتقى ولو احرم وهو صحيح ثم اصاب به عته فقضى به اصحابه المناسك ووقفوا به فلبث بذالك سنين ثم افاق اجزاه ذالك عن حجة الاسلام۔ ایضا ولو صحيح ثم جن فقضى به اصحابه المناسك ولو نووا عنه فی الطواف ثم افاق ولو بعد سنين اجزاه لغرض ويجوز النيابة عنه فی نية الطواف للضرورة (غنیہ ص۳۴)

میں پس اگر طواف میں ان کی طرف سے نیت نہ کریگا تو وہ طواف نقط کرانے والے کی طرف سے ہوگا۔ اس مریض کی طرف سے محسوب نہ ہوگا۔

تنبیہ - یہ حکم ان مریضوں کے حق میں ہے جو نیت وغیرہ کرنے سے بیہوشی و جنون وغیرہ کے سبب سے معذور قرار دیئے گئے ہوں جس طرح اُوپر گزرا اور جن افعال میں نیت کرنا شرط نہیں ہے ان میں ان کی طرف سے نیت کرنا مستحب ہے (غنیہ واللباب)

مسئلہ - جس شخص پر عقل کی حالت میں مع شرائط وجوب کے حج فرض ہو چکا ہو اس کے بعد اس پر جنون طاری ہوا اور ایسا جنون ہے کہ عمر بھر تک چھوڑنے والا نہیں ہے تو اس کا ولی اس کی طرف سے نائب بھیج کر حج کرائے تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا۔ (شامی وغنیہ) **مسئلہ** - اگر عقل کی حالت میں کسی پر حج فرض ہوا اور عقل ہی میں احرام حج کا باندھا اس کے بعد مجنون ہوا پھر اس کے رفقاء نے اس کو ساتھ لیکر افعال حج کرائے اور جن افعال میں نیت شرط ہے اس کی طرف سے نیابتہً نیت بھی کر لی تو یہ حج اس کے فرض حج سے جائز ہو جائے گا۔ (شامی)

حج کے فوت ہو جانے کا بیان

مسئلہ - اور جس سے وقوف عرفہ فوت ہو گیا اسکا حج اس سال کا فوت ہوا۔ سو وہ شخص اگر مفرد ہے تو طواف اور سعی (عمرہ کے افعال) کر کے سر منڈا کر حلال ہو جائے اور اگلے سال حج ادا کرے اور اس کو دَم دینا نہیں (آثار زبدہ) **مسئلہ** - اور (جس کا حج فوت ہوا وہ قارن ہے تو اگر عمرہ ادا کر چکا تھا تو مثل مفرد کے ہے طواف وسعی کرکے (یعنی عمرہ کے افعال بجالا کر) حلال ہو اور جو (قران کا) عمرہ بھی ادا نہیں کیا تو اوّل عمرہ ادا کرے پھر دوسرا طواف اور سعی کر کے حلال ہو۔ اور دم قران ساقط ہو گیا اور متمتع ہے یعنی چونکہ

اس سال حج نہ ملا تو تمتع باطل ہو گیا۔ اب فقط افعال عمرہ ہی ادا کر کے حلال ہو جس کا احرام ہے تو اس کا تمتع باطل ہو گیا پھر آئندہ سال حج کر لے (زبدہ)۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے حج کا احرام باندھا اگرچہ حج فرض ہو یا نفل یا نذر اور وہ حج صحیح ہو یا فاسد۔ پس عرفات کے وقوف کا وقت نکل گیا۔ یعنی نویں ذی الحجہ کے زوال آفتاب کے بعد سے لے کر دسویں رات کی فجر تک اس کو وقوف عرفات کے وقت میں سے کچھ لحظہ نہ ملا اور فجر دسویں کی ہو گئی تو اس شخص کا یہ حج فوت ہو گیا۔ اب فقط افعال عمرہ کے بجالا کر حلق یا تقصر کر کے حلال ہو جائے جیسا اوپر لکھا گیا (ناقل) **مسئلہ**۔ اور یہ شخص مفرد حج والا ہے۔ تو جب افعال عمرہ کے طواف شروع کرنے کے لیے حجر اسود کے استلام کرنے کو کھڑا ہو تو تلبیہ بند کر دے اور اگر قارن ہے تو دوسرے عمرہ کے طواف کے شروع استلام میں تلبیہ بند کرے۔ کیونکہ اس کو یہ پہلا عمرہ تو قران کا تھا اور دوسرا عمرہ فوت شدہ حج کے احرام سے باہر ہونے کے لیے واجب ہے اسلیئے اس سے پہلے عمرہ کے استلام سے تلبیہ بند نہیں کی جاتی۔ جب ثانی عمرہ تحلیل احرام حج کے لیے استلام کریگا تو تلبیہ بند کرنی ہو گی اور بغیر ان افعال عمرہ کے بجالائے احرام سے نہیں نکل سکتا اگرچہ برسوں تک بجا نہ لائے (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر کسی عذر سے حج فوت ہو گیا۔ جیسے جہاز وغیرہ میں مخالف ہوا لگنے سے یا مشین جہاز کی خراب ہو جانے کی وجہ سے وقت پر پہنچ نہ سکا تو کچھ حرج نہیں اور اگر اپنی سستی یا بے پرواہی سے تاخیر کی ہو اور وقت وقوف عرفات فوت ہو گیا تو گناہگار ہو گا (شرح للباب) **مسئلہ**۔ اس صورت میں دوسرے سال فقط حج کی قضا کرے دم وغیرہ کچھ لازم نہیں۔ بخلاف محصر کے کہ اس پر دوسرے سال حج اور عمرہ قضا کرنا پڑتا ہے اور دم حرم میں بھیج کر ذبح کرانے سے حلال ہوتا ہے اس کا مفصل حال محصر کے بیان میں معلوم ہو گا۔ البتہ حج کے فوت

کرنے والے پر ورع کرنا مستحب ہے (غنیہ) اور جس نے حج کو فاسد کیا اس کے بعد فوت موت ہوگیا تو اس پر دم بوجہ افساد حج لازم ہوگا۔ خوب سمجھ لو (غنیہ) مسئلہ۔ جس کا حج موت ہوگیا ہو اس پر طواف صدر واجب نہیں ہے اور دم قران یا تمتع کا بھی ساقط ہوگیا اگر ہدی ساتھ لایا ہے تو وہ چاہے جس کام میں لائے ہاں اگر ہدی نفل لایا ہے تو وہ حرم میں ذبح کر دے (شرح اللباب) اگر کئی برسوں تک فاسد حج کی قضا نہ کرے گا تو اس کے ذمہ پر رہے گا۔ اگرچہ نفل حج ہی ہو۔ فرض تو پہلے ہی سے اس کے ذمہ لازم ہے اور ہمت کرکے وہ ایک سال رہ کر آئندہ سال ادا کر دے گا تو بری الذمہ ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ پھر کیا معلوم جیا تی آسکے یا نہ۔ (نوٹ) اس مقام کے مناسب کچھ ضروری مسائل اور ہیں جو آخر میں ملحق کر دیئے گئے ہیں۔

عورت کے حج کرنے کے مسائل کا بیان

مسئلہ۔ اور عورت مرد کی طرح حج کرے مگر سر کو نہ کھولے (یہ ممنوع احرام نہیں بلکہ یہ عورت کے ستر کے لیے ہے۔ اگر مرد اجنبی و غیر محرم کے آگے کھولے گی تو گناہ ہے بوجہ کشف ستر کے نہ ممنوع احرام ہونے کے۔ خوب سمجھ لو) اور چہرہ کھلا رکھے چہرے پر اس طرح کپڑا لٹکانا کہ کپڑا چہرہ کو نہ لگے۔ سو یہ اجنبی کے سامنے (کپڑا لٹکانا) واجب ہے ورنہ مستحب ہے (زبدہ)۔

تنبیہ۔ یہ جو رواج ہوگیا ہے کہ عورتیں احرام کے وقت سر پر ایک کپڑا باندھتی ہیں اور اس کو عورتوں کا احرام مشہور کر رکھا ہے یہ غلط ہے۔ حقیقت میں یہ سر کے بالوں کی حفاظت کے لیے باندھا جاتا ہے کہ سر کی اوڑھنی کے ہلنے جلنے سے کہیں

بال نہ ٹوٹیں بلکہ غضب تو یہ ہے کہ وضو میں مسح سر کا بھی اسی کپڑے ہی کے اُوپر کرتی ہیں۔
اس سے وضو جائز نہیں ہوتا اور علی العموم یہی شہرہ ہو رہا ہے کہ عورت کو سر کھولنا منع ہے
بلکہ ایک مناسک اُردو میں لکھا ہے کہ عورتوں کو سر ڈھانکنا واجب ہے اور کھول لینے سے جزا
لازم ہوگی۔ اس پر یہ کہا گیا کہ اگر وہ غُسل کرنے کے وقت سر کھولے تو بھی اس پر تخییری
جزا لازم ہونی چاہیئے۔ حالانکہ ہدایہ میں صریح حدیث شریف آئی ہے کہ عورت کے منہ میں احرام
ہے سر میں نہیں ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور تلبیہ پکار کر نہ کہے بلکہ ایسا کہے کہ آپ ہی سُنے اور
رمل اور اضطباع نہ کرے اور درمیان میلین کے سعی میں نہ دوڑے بلکہ اپنی چال چلے
اور حلق نہ کرے بلکہ قصر کرے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور سِلا ہُوا کپڑا پہنے رہے (جیسے کُرتہ
پاجامہ) مگر زعفران اور کسنبہ کا رنگا ہُوا ہو تو دھولے (زبدہ) اس طرح پر دھوئے کہ
ان میں خوشبُو نہ رہے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور موزہ اور زیور پہنے رہے اور دستانے
پہننے جائز ہیں مگر ترک اولیٰ ہے (زبدہ) زیورات بھی نہ پہنے تو اچھا ہے کہ احرام میں ترک
زینت اولیٰ ہے **مسئلہ**۔ اور ازدحام میں نزدیک حجر اسود کے (استلام کے لیے نہ جائے)
اور صفا مروہ پر اوپر (مردوں کے ہجوم میں) نہ چڑھے اور دوگانہ طواف کا اژدحام میں
(مقام ابراہیمؑ) کے پاس نہ چڑھے اور خنثیٰ مشکل عورت کی طرح حج کرے (زبدہ)۔
مسئلہ۔ اور حیض کسی طرح کے فعل کو حج سے نہیں روکتا مگر طواف حیض میں نہ کرے
اور جو حیض کے عُذر سے طواف زیارت ایام نحر سے مؤخر ہو گیا تو کچھ حرج نہیں اور
دَم واجب نہیں ہوگا[۱] (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور سعی طواف قدوم کے ساتھ نہ کی ہو تو سعی کو

---

[۱] ولیکن این وقتے ست کہ نیافتہ باشد در ایام نحر مقداری از وقت کہ ادا نماید در دے
چہار شوط اگر یافتہ در ایام نحر مقدار مذکور و مع ذلک تاخیر کرد لازم آید دم بروے
کما صرح بہ فی البحر الزاخر والمنسک الکبیر وغیرہما (حیات)

بھی موقوف رکھے بعد پاک ہونے کے طواف زیارت کے ساتھ کرے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جس کو احرام سے پہلے حیض آجائے وہ نہا کر احرام باندھ لے اور یہ نہانا ستھرائی کے واسطے ہے اور سوائے طواف اور سعی کے سب کچھ کرے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر طواف پاکی میں کیا اس کے بعد حیض آیا تو سعی کو حیض کی حالت میں کرنا جائز ہے۔ کیونکہ سعی میں پاکی فرض نہیں ہے۔ البتہ یہ وقت اگر طواف قدوم کے بعد کا ہے تو سعی کو طواف زیارت کے بعد کرنا بہتر ہے اور اگر یہ وقت طواف زیارت کے بعد کا ہے تو سعی کو حالت حیض میں ہی کرے تاکہ ایام نحر نکل نہ جائیں۔ اگرچہ سعی کا ایام نحر میں کرنا واجب نہیں ہے مگر طواف زیارت کے بعد افضل ہے اور طواف کے ساتھ موالات سعی کی سُنت ہے (نائل) **مسئلہ**۔ اور جو حیض بعد وقوف اور طواف زیارت کے آئے تو طواف صدر ساقط ہوجاتا ہے اور دَم بھی واجب نہیں ہوتا مگر جو توقف کرے اور پاک ہو کر طواف صدر کر کے جائے تو بہتر ہے اور نفاس سب مسئلوں میں مانند حیض کے ہے (زبدہ) علّامہ الشیخ حنیف الدین المرشدی نے شرح منسک المتوسط میں لکھا ہے کہ یہ سقوط کا حکم یعنی طواف زیارت کو ایام نحر سے تاخیر کرنے سے سقوط دم اور طواف صدر کا خود سقوط اس وقت ہے جبکہ حیض یا نفاس احرام سے حلال ہونے کے ساتھ واقع ہُوا ہو کہ طواف زیارت کو اس کے وقت ایام نحر میں کرنے کی فرصت نہ ملی ہو اور یا طواف وداع کا بھی وقت نہ ملا ہو کہ اس کے رفقاء نے روانگی کی تیاری کر لی ہو۔ پس اگر باوجود وقت ملنے کے ان دونوں صورتوں میں تاخیر کی اس کے بعد عذر جاری ہُوا ہو تو حتماً دم دینا لازم ہو گا (حیات) زکبیر و بحر الذاخر) **مسئلہ**۔ جس عورت پر سے طواف صدر بسبب حیض آنے کے ساقط ہو گیا تھا۔ پس اگر وہ عورت مکہ معظمہ کے مکانات کی دیوارو(ں) ... سے نکلنے سے پہلے پاک ہوئی تو اس پر طواف صدر لازم ہو گا اور اگر

مکانات سے نکل گئی۔ اس کے بعد پاک ہوئی تو لازم نہ ہوگا کہ لوٹ کر طواف کرے۔ اور اس صورت میں اس کے ترک سے دم بھی دینا نہیں آتا (غنیہ) **مسئلہ**۔ اگر دس دن سے کم میں حیض سے پاک ہوئی اگرچہ ایام عادت سے زیادہ خون آیا ہو۔ پس اگر غسل نہیں کیا یا ایک نماز کا وقت اس پر نہیں گزرا کہ اس حالت میں مکہ مکرمہ سے نکلی تو بھی طواف کے لیے انتہار مکانات مکہ سے لوٹنا لازم نہ ہوگا کیونکہ ابھی تک باعتبار حکم کے حائضہ ہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ غسل کر چکی ہو یا ایک نماز کا وقت اس پر گزرا ہو یا دس دن کے بعد پاک ہوئی ہو۔ اگرچہ غسل نہ کیا یا ایک نماز کا وقت اس پر گزرا ہو تو طواف کے لیے لوٹنا لازم ہے (غنیہ ولباب) **مسئلہ**۔ اگر عین حیض کی حالت میں نکلی اس کے بعد پاک ہوئی تو پھر اگرچہ غسل کر چکی ہو یا نہیں لوٹنا لازم نہیں۔ پس باوجود عدم لزوم عود کے اگر میقات سے باہر نکلنے سے پہلے از خود اپنے اختیار سے مکہ معظمہ میں لوٹ کر آئی تو طواف صدر لازم ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ میقات سے پہلے مکہ میں لوٹ کر آنا بمنزلہ مکہ سے نہ نکلنے کے سمجھا گیا ہے۔ (اللباب وشرح) عورتوں کے مسائل اوپر حج افراد کے طریقے میں بھی لکھے گئے ہیں وہاں بھی دیکھا جائے (نافل)۔

فائدہ عجیبہ متعلق بقول شرح وقایہ لکونہ یفعل فی المسجد فان طاف معہ ھذا تخلل۔

قرآن میں طواف بطور کلمہ خاص وارد ہے محض بیان وتخصیص نہیں اور اس میں طہارت کی قید نہیں اس رو سے صحت طواف ہو جائے گی اور حلال ہونا صحت طواف کا اثر ہے وہ بھی پایا جائے گا۔ جیسے بے نیت کے وضو سے جواز صلوٰۃ۔ مگر طہارت جو احادیث سے ثابت ہے اس کے ترک سے دم (جزا) لازم آئیگا

اور گناہ گار ہوگی. یہاں سے معلوم ہُوا کہ اثم اور شئے ہے اور موافقت امر اور چیز.
البتہ ثواب و مقبول بدون موافقت غیر ممکن ہے۔ فرمایا استاذی نے (مرحوم مولانا
عبد الحئیؒ لکھنوی) کہ یہ تعلیل کہ طواف مسجد میں ہے لٰہذا طہارت ضرور ہے قاصر ہے.
یہ مسجد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں پہلے کب تھی اور معاذ اللہ نہ رہے تو کیا
حکم بدل جائے گا. بلکہ احادیث اس باب میں مصرح ہیں اور وہ بیان قران نہ بھی مگر
مفید وجوب تو ضرور ہے (ترجمہ شرح وقایہ مولوی نائب فتح محمد صاحب کتاب الطہارۃ)
اور اُدپر اوقات صحت طواف زیارت کے بیان میں۔ اور بقیہ رمی جمار سے اُدپر
مسئلہ حائضہ کے متعلق ابن امیر الحجاج سے مفید بات لکھی گئی ہے جو قابل دید ہے۔

مقامات اجابت دُعا کا بیان

جاننا چاہیئے کہ مکّہ مکرمہ میں چند مواضع ہیں جہاں دُعا قبول ہوتی ہے حضرت
حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے نامہ میں جو اہلِ مکّہ کو لکھا تھا ان مواضع
کو لکھا ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

مطاف[۱]: یعنی جہاں طواف کرتے ہیں۔ **ملتزم**[۲]: کے پاس یہ وہ جگہ ہے جو
مابین رکن حجر اسود اور باب کعبہ کے ہے **بیت اللہ**[۳] کے اندر **میزاب**[۴] کے **نیچے**[۵] اور
خلف[۶] مقام (ابراہیم) میں اور **زمزم**[۷] کے پاس اور **صفا**[۸] اور **مروہ**[۹] پر اور **سعی**[۱۰] کی جگہ اور
منیٰ[۱۱] میں اور **عرفات**[۱۲] پر اور **مزدلفہ**[۱۳] میں اور **جمار**[۱۴] کے نزدیک یہ تیرہ مواضع تو حضرت
حسن بصریؒ کے نامہ سے ثابت ہوئے۔ سوا ان کے اور بھی ہیں۔ چنانچہ وقت
روایت **کعبہ**[۱۴] کے اندر نزدیک **رکن یمانی**[۱۵] اور مابین **رکنین**[۱۶] کے ۔ واللہ
اعلم بالصواب (زبدہ)۔

جانوروں کی سواری اور دیگر سواریوں پر نماز پڑھنے کا بیان

مسئلہ۔ اُونٹ یا گھوڑا وغیرہ جانور پر سوار ہو۔ پس اگر وہ شخص بوڑھا ہے یا بیمار ہے کہ نیچے اُترنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ کوئی رفیق مددگار ہے جو اسکو اُتارے اور چڑھائے یا بیمار وغیرہ نہیں لیکن نیچے اُترنے میں کوئی سخت ایذا پہنچنے کا امکان ہے جیسے رات کے وقت میں بدویوں کے مارنے یا مال لُوٹ لینے کا خوف ہے یا قافلہ کے چلے جانے کا ڈر ہو تو اس حالت میں سواری پر اشارہ سے نماز پڑھے۔ لیکن رکوع کے اشارہ سے سجدہ کا اشارہ کچھ جُھک کر کرے جیسے بیمار آدمی بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہے (غنیہ)

مسئلہ۔ سواری کے جانور کی پُشت پر جو چیز رکھی جاتی ہے۔ مثل شغدف یا کجاوہ اور شبری کے اس پر پیشانی رکھ کر سجدہ کیا تو مکروہ ہے کیونکہ جانور کی سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا مشروع ہوئی ہے۔ پس سجدہ کرنا زیادتی ہے اس لیے مکروہ ہے (غنیہ) اور منیۃ المصلی میں جو لکھا ہے کہ جانور کی سواری پر سجدہ سے نماز پڑھیگا تو نماز ٹوٹ جائیگی۔ یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح وہی ہے جو لکھا گیا۔ شرح منیۃ المصلی میں لکھا ہے کہ سجدہ جو کیا گیا تو گویا اشارہ سے زیادہ فعل کیا گیا۔ پس یہ زیادتی عبث مکروہ ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اشارہ کی حد تک انحناء سے نماز صحیح ہو گئی اس سے زیادہ سجدہ کی طرف جُھکنا و بے فائدہ ہُوا نہ کہ مفسد صلوٰۃ اس لیے مکروہ ہُوا۔ واللہ اعلم (غنیہ)[ص۱]

مسئلہ۔ سواری کے جانور کو ٹھہرا کر اشارہ سے نماز پڑھنا چاہیئے ورنہ جائز نہیں ہے۔ اگر کسی عذر سے ہو

ص۱ فلو سجد علی سرجہ او علی شیء وضع عندہ علی ظھر الدابۃ جاز و یعتبر ایماء و لکنہ یکرہ لان الصلوٰۃ علی الدابۃ انما شرعت بالایماء والسجدۃ زیادۃ علیہ فتکون الزیادۃ عبثا وھو مکروہ ولو کان ذلک الشیء نجسا فتفسد۔ شرح المنیہ (غنیۃ ص۲۰۸)

مثل لوٹ مار کا خوف ہو یا بدوی لوگ اُونٹ کو نہ روکنے دیں تو چلتی سواری پر بھی نماز جائز ہے۔

مسئلہ۔ سواری پر نماز میں کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنا فرض نماز میں ضروری ہے اگر کسی وجہ سے کعبۃ اللہ کی طرف منہ نہ ہو سکے جیسے ضروری عذر کے سبب تو ناچار بیمار کی طرح سواری پر سوار کو بھی جائز ہے کہ جسطرف بھی منہ کرنا ممکن ہو اُدھر منہ کر کے نماز پڑھے۔ (غنیہ)۔

جہاز اور کشتی میں نماز پڑھنے کا بیان

مسئلہ۔ کشتی میں نماز پڑھے تو مستحب ہے کہ اگر قادر ہو تو فرض نماز کے لیے کشتی سے باہر نکل کر پڑھے (ہندیہ) **مسئلہ۔** اگر کشتی چلتی ہو اور قیام پر قادر ہو اور پھر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کراہۃ کے ساتھ جائز ہے اور اگر کشتی بندھی ہوئی ہو پس زمین پر اُترنے میں عذر و ضرر نہ ہو تو نیچے اُتر کر زمین پر نماز پڑھنا بہتر ہے کیونکہ بعض کے نزدیک بندھی ہوئی کشتی میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور جہاز بندھا ہُوا کھڑا ہو تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ ایسا ہی چلتے ہوئے جہاز میں اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ بہ نسبت کشتی کے جہاز میں لرزہ کم ہوتا ہے (غنیۃ الناسک) البتہ طوفان وغیرہ ہَوا چلنے سے اتنا لرزہ ہونے لگے کہ قیام کرنے کی قُدرت نہ ہو سر گھُومنے لگے متلی آتی ہو تو جائز ہے (ناقل) ایسا ہی ہندیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایسی حالت ہو کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھیگا تو دَوران سر پیدا ہوگا۔ تو کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق جائز ہے (ہندیہ) یہی حکم جہاز کا ہے۔

مسئلہ۔ کشتی میں نماز پڑھنے کے وقت قبلہ کو مُنہ کرنا لازم ہے اور جب کشتی گھُومے تو نماز پڑھنے والا مُنہ اپنا قبلہ کو پھیر لے اور اگر باوجود قُدرت کے مُنہ نہ پھیرے گا تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (ہندیہ) **مسئلہ۔** ہوائی جہاز میں بھی نماز پڑھنے کے جواز میں فتوے چھپ کر شائع ہوئے ہیں۔ لیکن احتیاط اس میں یہ ہے کہ نماز تو اس میں پڑھ لی جاوے جس طرح ممکن ہو مگر بعد میں لوٹا کر پڑھے (ناقل)۔

مسئلہ کثیر الوقوع - اکثر حاجی لوگ جہاز میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ
یہاں سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق جمعہ جائز نہیں۔ اگرچہ ہم حنفیوں کے نزدیک مسافر کا جمعہ
بڑے شہر میں پڑھنے سے صحیح ہو کر وقتی فریضہ ظہر ساقط ہو جاتی ہے لیکن اور اماموں کے
نزدیک مسافر کا جمعہ صحیح ہی نہیں ہوتا۔ اگرچہ آبادی میں ہو اور چونکہ جہاز جب شہر کی
بندرگاہوں سے لنگر اُٹھا کر روانہ ہوتا ہے تو اب گویا سواری ہی کا حکم رکھتا ہے جو
لوگوں کو بیابان سمندر میں لے جا رہا ہے تو احنافِ کرام کے نزدیک نہ شرط شہریت
پائی گئی اور نہ وہاں رہنا ہے ایسا ہی اور ائمہ کرام کے نزدیک نہ قریات کی آبادی نہ
اقامت بلکہ سب مسافر ہی ہیں اور گویا سواری پر جا رہے ہیں۔ پس بالاجماع یہ محل
اقامت جمعہ نہیں ہے۔ اسی لیے بالاتفاق جمعہ ناجائز ہے اور چونکہ سب لوگ مسافر
ہوتے ہیں۔ اس لیے سب پر جمعہ واجب بھی نہیں ہوتا پس جب جمعہ واجب بھی نہیں ہے
اور نہ صحیح ہوتا ہے تو یہاں جمعہ پڑھنے سے بالاتفاق ترک فرض ظہر کا لازم آئیگا اور
نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ حج کو جائیں اور فرض اجماعی کو چھوڑ کر وہ محض اپنی
عادی رار کی وجہ سے اور پھر حنفی کہلائیں اور اس صورت میں تو شوافع، مالکیہ اور
حنابلہ وغیرہ جمہور کے خلاف کرنا بڑی جرأت ہے اعاذنا اللہ لوگ فقط عادت کے
تابع ہو رہے ہیں یہ مسئلہ آج کے غیر مقلدوں نے نکالا ہے پس ہم مقلدوں کو ان کی
دیکھا دیکھی ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ نماز ظہر کی جماعت کر کے پڑھنی چاہیئے (نافل) وقوف
عرفات پر بھی یہ مسئلہ لکھا گیا ہے **مسئلہ** - ریل پر نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر ریل چلتی ہے
اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سر گھومے یا گرنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر پڑھے (بہشتی زیور)
مسئلہ - نماز پڑھتے میں ریل پھر گئی اور قبلہ دوسری طرف ہو گیا تو نماز ہی میں گھوم
جائے اور قبلہ کی طرف مُنہ کر لے (بہشتی زیور) **مسئلہ** - اگر ایسی بیماری ہے کہ بیٹھ کر نماز

پڑھنا درست ہے تب بھی چلتی بہلی پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اگر بہلی ٹھہرالی۔ لیکن جس میں جوا بیلوں کے کندھے پر رکھا ہوا ہے تب بھی اس پر نماز پڑھنا درست نہیں۔ بیل الگ کر کے نماز پڑھنا چاہیئے۔ یکہ وغیرہ کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک گھوڑا کھول کر الگ نہ کر دیا جائے نماز درست نہیں (بہشتی زیور) مسئلہ۔ اگر کوئی خوف وغیرہ ہو تو پھر جانور وغیرہ کا حکم ہوگا جیسا اوپر گزرا۔ مسئلہ۔ موٹروں وغیرہ کو روک کر نیچے اتر کر نماز پڑھنا چاہیئے۔ اگر ٹھہرانے میں کوئی خوف ہو تو ریل وغیرہ کا حکم ہوگا اور اگر ٹھہری ہوئی ہو تو اس پر اگر اٹھ کر نماز پڑھنا ممکن ہے اور جگہ وسیع ہے کہ سجدہ و رکوع مسنون طریقہ سے ادا ہو سکے تو پھر ریل اور موٹر کا حکم مثل تخت کے ہے اور جائز ہے اور اترنا ضرور نہیں۔ البتہ جماعت اس میں نہ ہو سکتی ہو تو اترنا پڑیگا۔ اس لیے موٹر ڈرائیور سے مصالحت کر کے ہر اوقات پر ٹھہرا کر نماز یں ادا کی جائیں سستی نہ کرنا چاہیئے (نافل)

کعبۃ اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

مسئلہ۔ جیسا کعبۃ اللہ کے باہر اس کے رُخ پر نماز پڑھنا درست ہے ویسا ہی کعبہ مکرم کے اندر بھی نماز پڑھنا درست ہے استقبال قبلہ ہو جائیگا خواہ جس طرف پڑھے۔ اس وجہ سے کہ وہاں چاروں طرف قبلہ ہے جس طرف مُنہ کیا جاوے کعبہ ہی کعبہ ہے فرض و نفل سب جائز ہیں (بہشتی زیور) مسئلہ۔ کعبہ شریف کی چھت پر کھڑے ہو کر اگر نماز پڑھی جائے تو وہ بھی صحیح ہے اس لیے کہ جس مقام پر کعبہ ہے وہ زمین اور اُس کے محاذی جو حصہ ہوا کا آسمان تک سب قبلہ ہے اور قبلہ کچھ کعبہ کی دیواروں میں منحصر نہیں ہے اس لیے اگر کوئی شخص کسی بلند پہاڑ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے جہاں کعبۃ اللہ کی دیواروں سے بالکل محاذات نہ ہو تو اسکی نماز بالاتفاق درست ہے (جیسے جبل ابوقبیس

پر کعبہ شریف بہت نیچے نظر آتا ہے لیکن سامنے نہیں یعنی دیواریں بہت ہی نیچی ہیں) البتہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے چونکہ اس میں کعبہ کی بے تعظیمی ہے اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (بہشتی گوہر) لیکن کعبہ کی چھت پہ چڑھ کر پھر دیوار پر کھڑا ہو کر باہر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا۔ تو جائز نہ ہو گی کیونکہ نہ آگے کعبہ ہے نہ فضا کعبہ ہے (ناقل) مسئلہ۔ کعبہ کے اندر تنہا نماز یا جماعت سے جائز ہے اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو اس لیے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے بڑھ کر کھڑے نہ ہوں (بہشتی گوہر) لیکن بہتر ہے کہ پیچھے امام کے کھڑے ہوں مسئلہ۔ یہ مسائل تو کعبۃ اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق تھے اب وہ صورت نماز پڑھنے کی بھی لکھی جاتی ہے جو مسجد الحرام میں کعبۃ اللہ شریف کو سامنے رکھکر نماز پڑھی جاتی ہے مسئلہ۔ اور اگر (امام و مقتدی) سب باہر ہوں اور (کعبہ کے) ایک طرف امام ہو اور چاروں طرف مقتدی حلقہ باندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عام عادت وہاں اسی طرح پڑھنے کی ہے تو بھی درست و مشروع ہے[عـہ]۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جس طرف

عـہ علامہ سرخسی در مبسوط گفتہ کہ اگر امام نماز می کند در مسجد حرام با جماعت پس ایستادند مردم در مقام ابراہیم یا غیر آن و حلقہ نمودند گرداگرد کعبہ در حالیکہ اقتدا کردہ بودند بوی جائز باشد زیرا نکہ جاری گشتہ است تواتر برایں امر از عہد پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم الی یومنا ہذا اھ۔ و ایں عبارت صریح است در آنکہ حلقہ کردن در نماز گرداگرد کعبہ در عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود بود ولیکن علامہ نووی در ایضاح خود و عز الدین بن جماعہ در منسک خود گفتہ اند کہ اول کسی کہ ادارہ نمود صفوف را گرداگرد کعبہ پس پشت امام خالد بن عبد اللہ قسری بود وقتی کہ والی بر اہل مکہ در زمان خلافت عبد الملک بن مروان بود بیش آنکہ تنگ می آمد بر مردم قیام ایشاں در پشت امام بطریق صف

بقیہ بر ص ۲۵۶

امام کھڑا ہے اس طرف کوئی مقتدی بہ نسبت امام کے خانہ کعبہ کے زیادہ نزدیک نہ ہو کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے سمجھا جائے گا جو مانع اقتدا ہے۔ البتہ اگر دوسری طرف کے مقتدی خانہ کعبہ سے بہ نسبت امام کے نزدیک ہوں تو کچھ مضر نہیں (بہشتی گوہر)

مسئلہ۔ جب مسجد الحرام میں نماز پڑھے تو کعبۃ اللہ شریف کی دیوار کو سامنے رکھے۔ اگر کعبہ کی دیوار سے سینہ محاذی نہ ہوگا۔ اگرچہ فقط حطیم کی دیوار کو سامنے رکھکر نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ حطیم کو اگرچہ کعبہ کا حکم ہے لیکن اس کی حد کے تعین میں اختلاف ہے اس لیے نماز کے حق میں کعبہ کا حکم یقینی نہیں رکھتا اور طواف میں کعبہ کا حکم رکھتا ہے اس لیے کہ طواف میں تو گرداگرد پھرنے سے وہ حقیقی حد کعبہ یقیناً طواف کرنے والے کے پھرنے میں داخل ہو جائیگی۔ بخلاف نماز کے اگر نمازی حطیم کی طرف منہ کریگا تو اس کو یہ بات حقیقتاً یقینی نہیں معلوم ہوسکتی کہ کہاں کعبہ ہے۔ پس اس لیے حطیم کی طرف نماز نہ پڑھنا چاہیئے (ناقل) اس کے متعلق ترتیب وقوف عرفات کے بیان میں لکھا گیا ہے دیکھ لیا جاوے۔

(بقیہ ص ۲۵۵ سے) متعارف پس ارادہ نمود المردم راگرد کعبہ بعد ازاں مستمر گشت عمل بر آن الی یومنا ہذا۔

و بود عطاء ابن رباح و عمرو بن دینار و امثال ایشان از علما کہ می دیدند و ازاں انکار نمی نمودند بر آن و گفت ابن جریج کہ پرسیدہ ام من عطاء را کہ چوں کمتر باشند مردم در مسجد حرام یا بہتر آنست کہ بایستند در پشت بر طریق صف متعارف یا آنکہ صف زنند گرداگرد کعبہ پس گفت عطاء کہ بہتر آنست کہ صف زنند گرداگرد و تا شوند صف زنندگان گرداگرد و مشابہ بہ صف زنندگان گرداگرد عرش قال اللہ تعالےٰ وتری الملائکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمدہم الخ ملخصاً و بعضہ اسماء ذکرہ الفودی و ابن جماعہ (حیات القلوب فی زیارت المحبوب) مصنفہ علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹوی۔ پیش از باب چہارم ص ۳۵۳)

تنبیہ :- بعض غیر مقلدین مکہ معظمہ نے ۱۳۴۳ھ میں فتویٰ دیا تھا کہ حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے اور وہ حج کو آئے تھے اور خود حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی بھی شروع کر دی لیکن حکومت سعودیہ کی طرف سے اُن کو سختی سے ممانعت کر دی گئی (ناقل)۔

مکہ معظمہ کے فضائل اور آداب کا بیان اور متفرق مسائل

جاننا چاہیئے کہ جب مکہ معظمہ کی اقامت نصیب ہو تو ایام اقامت کو غنیمت جانے پس طواف بہت کرے اور نفلیں بھی کثرت سے پڑھے لیکن مکروہ وقت میں نفلیں نہ پڑھے (حیات) مسئلہ۔ عین سورج نکلتے وقت اور جب سورج سر کی سیدھ پر ہو اور جب ڈوب رہا۔ ان وقتوں میں اصل نماز پڑھنا جائز ہی نہیں (کوئی بھی نماز فرض ہو خواہ نفل ہو اور ادا ہو یا قضا اور سجدہ تلاوت۔ مگر اس دن کی عصر میں تاخیر ہو گئی ہو تو پڑھ لے) اور صبح ہونے کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد مغرب تک نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ باقی طواف کرنا کسی وقت میں مکروہ نہیں۔ البتہ جماعت کھڑی ہو جائے تو اس وقت طواف شروع کرنا مکروہ ہے۔ جیسا اوپر (طواف کے طریقہ کے بیان میں گذرا) حیات مسئلہ۔ اور سعی صفا مروہ کی بغیر حج نفلی یا عمرہ کے عبادت ہی نہیں اس لیے کہ فقط سعی نفلی مشروع نہیں (حیات)، ہاں اگر حج نفلی یا عمرہ نفلی کرے تو سعی کرنا ان کے واجبات میں سے ہے خوب سمجھ لو۔ یہ مسائل بھی گذر چکے ہیں۔
مسئلہ۔ مقیم مکہ کو چاہیئے کہ عمرے بہت بجا لائے سوا اشہر حج کے۔ البتہ اشہر حج میں مکہ والے اور وہ جو کہ مکہ مکرمہ والوں کے حکم میں ہوں اور مکہ کے قریب حل میں داخل میقات یا مواقیت پر رہتے ہیں اگر اس سال میں حج نہ کرنا چاہیں تو ان کو عمرہ کرنا

جائز ہے (حیات) اس مسئلہ کے متعلق زیادہ تحقیق تمتع و قران اور عمرہ کے بیان میں آئے گی **مسئلہ**۔ مکہ معظمہ میں صدقہ بہت دیا جائے اور روزہ رکھے اور جو اچھے کام ہیں زیادہ کرتا رہے اور حطیم میں اکثر داخل ہو کر عبادت کرتا رہے البتہ لوگوں کی کثرت کے وقت تکلیف و ایذا کا سبب نہ بنے اور زمزم بہت پیتا رہے۔ کہتے ہیں کہ جو مکہ معظمہ میں رہ کر تین چیزیں چھوڑے وہ محروم ہے ایک یہ کہ دو روز گزرنے تک طواف نہ کرے۔ دوسرا یہ کہ سر کا حلق کرائے بغیر عمرہ کے۔ تیسرا یہ کہ روزے رکھے اور افطار زمزم کے پانی سے نہ کرے (رہ منسک کبیر ہیں ہے) لیکن ملا علی قاریؒ نے مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ خرما سے افطار کرے اگرچہ مکہ میں ہو پس ان کا قول جو کہتے ہیں کہ مکہ میں سنت تقدیم افطار زمزم سے ہے خرما پر یا دونوں کو خلط کرنا یہ قول ضعیف ہے کیونکہ یہ طریقہ اتباع کیخلاف ہے اس سبب سے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال میں بہت روزے رکھے یہ منقول نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت مبارکہ کے خلاف خرما پر زمزم میں افطار میں تقدیم فرمائی ہو۔ اگر زمزم کی تقدیم خرما پر فرماتے تو ضرور منقول ہوتا انتہی (حیات القلوب) **مسئلہ**۔ مکہ معظمہ میں جو اماکن شریفہ ہیں یا ان کے نواح میں وہاں جاکر دعا کرے اور جو مساجد ماثورہ اور مقامات ماثورہ ہیں ان کی زیارت کریں (حیات) **حکایت**۔ حضرت مولانا شفیع الدین صاحب نے ملفوظ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے کہ تین چیزیں اب تک بعینہ موجود ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود سے مساس ہوا ہے ایک حجر اسود دوسرا غار ثور جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے ثانی اثنین اذ ھما فی الغار جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہجرت کے وقت تین راتیں چھپے تھے تیسرا غار حرا جسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلوت

میں عبادت کرتے تھے جو کہ جبل نور کی چڑھائی میں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمت والوں کو ان کی زیارت سے مشرف فرمائے۔

تنبیہ۔ جبل ابوقبیس کے متعلق یہ جو مشہور کر رکھا ہے کہ جو بکری کا سر بھونا ہُوا لے کر جبل ابوقبیس پر جا کر کھائے تو اس کھانے والے کو درد سر نہ ہوگا اس لیے اکثر حجاج دعامی وغیرہ ایسا کرتے ہیں یہ بالکل بے اصل ہے (علی قاری وحیات)۔

مسئلہ۔ مکہ معظمہ سے باہر نہ ہو جب تک کہ مسجد الحرام میں کم سے کم ایک ختم قرآن شریف نہ کرے اس لیے کہ قرآن مجید کا ختم کرنا تین مسجدوں میں مستحب ہے۔ ایک مسجد الحرام۔ دوسری مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلّم۔ تیسری مسجد مقدّس یعنی مسجد اقصیٰ جس کو بیت المقدّس کہتے ہیں اور ختم قرآن مسجد الحرام میں اکد واکمل ہے (حیاۃ)۔

مسئلہ۔ مکہ مکرمہ میں معاصی اور ارتکاب مناہی سے اپنے کو بڑی کوشش سے بچاتا رہے اس لیے کہ بادشاہ کے ایوان کے سامنے ممنوع کام کرنا بہ نسبت دُوسری جگہ کے زیادہ بُرا ہے۔

وارد ہُوا ہے کہ مکّہ معظّمہ میں گناہ کرنے سے زیادہ عذاب ہے اور ثواب کرنے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت اور جگہوں کے اس لیے منسک الکبیر میں ملا رحمۃ اللہ سندھی نے لکھا ہے کہ مجاور اور زائرِ مکّہ کو چاہیئے کہ مسجد الحرام میں مباحات سے بھی اپنے کو بچائے کیونکہ وہ عبادت کی جگہ ہے (حیات)

مسئلہ۔ معلاۃ جو مقبرہ مکہ مکرمہ میں ہے وہ مدینہ طیبہ کے مقبرہ بقیع کے بعد سب مقبروں سے افضل ہے البتہ اسمیں کسی صحابی وصحابیہ کی قبر کا تعین ثابت نہیں ہے اور جو مقبرہ حضرت خدیجہ کُبریٰ رضؓ وعبداللہ بن عمر رضؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے صحیح نہیں ہے۔ بس تعین مکان کے ساتھ سلام نہ کیا جاوے بلکہ ان حضرات پر سلام کرے قبرستان میں جا کر متوجہ ہو کر (مخدوم محمد ہاشم نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ) ہر چند

یہ ثابت ہے کہ اس مقبرہ میں بیشتر صحابہ مدفون ہیں لیکن یقین کے ساتھ کسی کی قبر ثابت نہیں (شرح کبیر) **مسئلہ**۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ جس وقت میں عمرہ کرنا جائز ہے اس وقت میں طواف کرنا افضل ہے یا عمرہ کرنا۔ شیخ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ معتمد یہ ہے کہ عمرہ افضل ہے طواف سے اھ اور شیخ علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اظہر یہ ہے کہ طواف افضل ہے بواسطے اس کے کہ وہ مقصود بالذات ہے اور بواسطہ اس کے کہ مشروعیت اس کی جمیع حالات میں ہے اھ پس یہ اختلاف اس وقت میں متصور ہوگا جبکہ دونوں کی مدت برابر ہو۔ پس اگر مدت عمرہ کی زیادہ ہوگی طواف سے تو ضرور عمرہ افضل ہوگا طواف سے (حیات) **مسئلہ**۔ طواف نفل افضل ہے نماز سے جو مسجد الحرام میں پڑھی جائے یہ مسافروں کے حق میں ہے۔ باقی جو وہاں کے متوطن ہیں ان کو افضل نفل نماز ہے۔ یہی منسک کبیر اور علامہ نووی نے ایضاح المناسک میں لکھا ہے کہ یہی ہے قول ابن عباس و سعید بن جبیر و عطاو مجاہد کا اور علامہ ابن جماعہ نے اپنے منسک کبیر میں لکھا ہے کہ یہی ہے مذہب ابی حنیفہ و مالکؒ کا۔ علامہ حنیف الدین مرشدی نے شرح منسک المتوسط میں لکھا ہے کہ مراد افضلیت نماز مکیوں کے حق میں اس وقت ہے کہ مدت طواف اور نماز کی برابر ہو۔ لیکن طواف سات شوط کرنا دو رکعت نماز نفل سے افضل ہے اس لیے کہ اس میں دو دو رکعتیں دوگانہ طواف کی اور اشواط زیادہ پائے جاتے ہیں (حیات) اگر مجموعہ طواف اور دوگانہ کی مدت کے برابر نوافل میں صرف کرے یا کچھ زیادہ تو زیادتی ممکن ہے واللہ اعلم (ناقل) غنیۃ الناسک میں بحر الرائق سے لکھا ہے کہ طواف نفلی افضل ہے نماز سے مطلقاً اور یہ جو قید لگائی گئی کہ آفاقی کو طواف افضل ہے اور مکی کو نماز افضل یہ موسم حج پر منحصر ہے تاکہ حجاج کو تنگی نہ ہو، پس غیر موسم میں آفاقی اور مکی دونوں برابر ہیں۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ آفاقی کو

طواف اس لیے افضل ہے کہ اس کو اپنے وطن میں طواف کی عبادت نہیں مل سکتی بخلاف نماز کے واللہ اعلم (غنیہ) مسئلہ۔ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ طواف کرنا بعد نماز صبح کے افضل ہے اس جلوس سے جو کہ طلوع شمس تک ذکر میں مشغول بیٹھا رہے تاکہ دو رکعت نماز پڑھے لیکن اس میں نظر ظاہر ہے بلکہ ثواب یہ ہے کہ ذکر میں مشغول بیٹھا رہے طلوع شمس کے بعد دوگانہ پڑھنا افضل ہے اس لیے کہ صحیح ثابت ہوا ہے حدیث میں کہ نماز صبح کے بعد ذکر میں مشغول رہنے والے کو ثواب حج وعمرہ کا دیا جاتا ہے اور صحیح احادیث میں طواف کے حق میں وارد نہیں ہوا نہ اس کے برابر نہ متقارب (حیاۃ) مسئلہ۔ طواف کرنا بارش میں زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ روایت کی گئی ہے ابی عقال سے کہا کہ طواف کیا میں نے ہمراہ حضرت انس بن مالک کے کہ بارش کے وقت میں جبکہ طواف پورا کیا ہم نے پھر مقام ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت نفل پڑھا۔ پس کہا مجھ سے انسؓ نے کہ پھر دوبارہ کرو اس عمل کو کہ ضرور بخشش ہوگی تمہاری اور کہا کہ اسی طرح مجھ سے فرمایا پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس وقت میں جب میں نے طواف کیا تھا ہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمایا جس نے کعبہ کا طواف بارش میں کیا تو اللہ تعالےٰ اس کے لیے ہر قطرہ کے ساتھ جو اس کے بدن پر پڑے گا نیکی لکھائے گا اور دوسرے قطرہ سے ایک برائی محو کریگا اور روایت ہے مجاہد سے کہا کہ زمانہ عبدالرحمن بن زبیرؓ کے وقت میں مسجد میں ایک بڑی سیل آئی جو کہ بیت اللہ شریف کے اطراف کو ڈبو گئی اس لیے لوگ طواف کرنے سے رک گئے۔ پس میں نے ابن زبیرؓ کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ شریف کے پاس آکر بطریق تیرنے کے طواف کرتے تھے (حیات القلوب) مسئلہ۔ قاضی ابن جماعہ نے کہا ہے کہ طواف شدت گرمی کی حالت میں کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ روایت کی

گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو طواف کرے سات شوط بہت سخت گرمی کے دن میں اور استلام کرے حجر کا ہر شوط میں اس طرح سے کہ کسی کو ایذا نہ پہنچے اور کمتر کرے کلام کو مگر ذکر خدا تعالیٰ میں مشغول رہے پس اس کے لیے ہر قدم کے ساتھ جو اٹھائے گا اور پھر رکھے گا تو ستر ہزار نیکیاں ہوں گی اور محو کی جائیں گی اس سے ہر قدم کے ساتھ جو اٹھائے گا اور پھر رکھے گا ستر ہزار برائیاں اور بلند کیے جائینگے اس کے لیے ستر ہزار درجے (یہ ذکر کیا ہے حضرت الحسن البصری نے اس رسالہ میں جو اہلِ مکہ کو لکھا اور ابن امیر الحاج نے اپنے منسک میں) (حیات) مسئلہ۔ روایت کی ابو الشیخ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ نظر کرنا کعبہ کی طرف عبادت ہے۔ رسالہ حضرت بصری میں ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بغیر طواف اور بغیر نماز کے (فقط) بیت اللہ شریف کی طرف نظر کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے ایک سال کی عبادت سے جو سوائے مکہ کے کی جائے۔ ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرف نظر کرے قربت کے قصد سے نہ بوجہ عادت کے اھ (حیات) مسجد الحرام میں بیٹھنے کے وقت مستحب ہے کہ کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور مستحب ہے کہ کعبہ کے نزدیک بیٹھے اور کعبہ کی طرف نظر کرے از روئے ایمان و تصدیق کے کیونکہ دیکھنا کعبہ کی طرف عبادت ہے (حیات) مسئلہ۔ جو فقط استلام حجر اسود کا کرے سوائے طواف کرنے کے تو حرج نہیں کیونکہ استلام حجر کا بھی ایک عبادت ہے جو کعبہ کے طواف سے تعلق نہیں رکھتا یہی قول قوی ہے اہل علم کا اور اس پر عمل ہے اور روایت کی گئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ مسجد حرام سے باہر نہ آتے تھے جب تک استلام حجر کا نہ کر لیتے اگرچہ طواف میں ہوتے یا بغیر طواف ایسا ہی روایت ہے سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی اور طاؤس اور مالک بن انسؓ

ہے ابن جماعہ کے منسک میں ہے (حیات) **مسئلہ** ۔ مستحب ہے کہ جس وقت بھی مسجد الحرام میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرے ۔ اس طریقہ سے نویت الاعتکاف مادمت فی ھذا المسجد تاکہ حاصل ہو اس کو ثواب اعتکاف کا اگرچہ ایک ساعت ہو ۔ پس اس کو مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہو جائے گا (حیات)

فائدہ ۔ روایت کی گئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس بیت اللہ شریف کے لیے کہ حج کریں گے اس کا ہر سال چھ سو ہزار آدمی پس اگر جنس انسان سے اس عدد سے کم رہیں گے تو پورے کریگا اللہ تعالےٰ ان کو ملائکہ سے ۔ یہ احیاء العلوم غزالی اور مناسک عزبن جماعہ وغیرہ میں ہے اور علامہ سید برزنجی نے نواقض الروافض میں کہا ہے کہ یہی حکم حجرہ مطہرہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آتے ہیں ان کی طرف بھی مشرق و مغرب سے ہر سال میں چھ سو ہزار آدمی اگر اس عدد سے کم ہوتے ہیں انسانوں میں سے تو پورے کرتا ہے اس کو اللہ تعالےٰ ملائکہ سے اھ بحر عمیق میں کہا ہے کہ امام حضرت ابو بکر محمد بن حسن نقاش نے فرمایا ہے کہ حجاج کا اکثر عدد جو کہ کعبہ معظم کو آتا ہے ۔ پندرہ لاکھ آدمیوں کا ہے بکثرت نہایت کی ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہے اور چھ لاکھ نہایت قلت کی ہے کہ اس سے حجاج

ملہ جاد فی استلام الحجر قبل الصلوٰۃ المکتوبۃ وبعدھا اول من شغل ذلک من الائمۃ من ابن ابی ملیکۃ قال اول من استلم الرکن الاسود من الائمۃ قبل الصلوٰۃ وبعدھا ابن زبیر فاستحسن ذالک الولاۃ بعد فاتبعوہ اخرجہ الازرقی وعن عطاء ابن الزبیر صلوا المغرب فسلم فی رکعتین ثم نھض لیسلم الحجر فسبح القوم فقال ماشانکم قال فصلی ما بقی عن صلوتہ وسجد سجدتین ۔ اخرجہ احمد بن عبد اللہ ... ابی بکر رحمہ الدین الطبری ثم المکی) والقری لقاصد ام القری نا لیعد [illegible] الی احباس [illegible] ابلہ ۔

کم نہیں ہوتے (حیات) بعض محدثین نے اس روایت کو صحیح نہیں کہا مگر مخدوم محمد ہاشم صاحب محدث فقیہ جیسے محقق نے امام غزالی کے احیاء سے اور قاضی عزالدین بن جماعہ شافعی اور علامہ سید برزنجی وغیرہ سے جو نقل کیا ہے تو ضرور مخدوم صاحب جیسے شخص نے باب فضائل کعبہ میں ان روایات کو لے لینا جائز سمجھا ہے واللہ اعلم (ناقل) **مسئلہ**۔ قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعہ نے اپنے منسک میں فرمایا ہے کہ مجھ سے بعض لوگوں نے پوچھا کہ طواف کعبہ خلوت میں کرنا افضل ہے یا آدمیوں کی کثرت میں۔ پس میں نے جواب دیا کہ جس قدر مجمع زیادہ ہو تو فضیلت بھی زیادہ ہے جیسے نماز میں۔ مگر کثرت کیوجہ سے اگر لوگوں کی آوازوں کی زیادتی سے خشوع اور تلاوۃ و ذکر وغیرہ میں تشویش پیدا ہو تو اس وقت خلوت میں طواف افضل ہے اھ۔ نووی نے اپنے منسک میں کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ قصد کرے خلوت کے وقت میں طواف کرنے کا اور ایسا ہی سعی صفا مروہ میں۔ قاضی عزالدین نے لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ جس روز سے کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کبھی طواف کرنے سے خالی نہیں ہوا۔ انسان ہو یا جن یا ملائک کوئی نہ کوئی طواف کرتا ہے۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ ایک روز گرمی سخت تھی خیال ہوا کہ اسوقت خالی ہو گا۔ پس حاضر ہوا ئیں تو ایک سانپ بڑا طواف کر رہا ہے اور حافظ ابوالقاسم سہیلی نے لکھا ہے کہ جس روز حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا قتل ہوا تھا تو مکہ معظمہ میں چونکہ سخت محاربہ ہوا تو کوئی طواف کو نہیں رہا پس دیکھا گیا کہ ایک اونٹ کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہے (حیات القلوب فی زیارت المحبوب مصنفہ مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ)

بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا بیان

مسئلہ۔ بیت اللہ میں داخل ہونا سب اماموں کے نزدیک مستحب ہے یہ بھی جبکہ

ممکن ہو بغیر ایذا لوگوں کے چونکہ ایذا حرام ہے اور دخول مستحب ہے۔ روایت کی بیہقی نے حدیث ابن عباس سے کہا؛ فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کعبہ میں داخل ہوا تو داخل ہوا نیکی میں اور باہر آئیگا برائی سے درآنحالیکہ بخشے جائیں گے اسکے گناہ۔ اور روایت کی فاکہی نے حدیث ابن عمرؓ سے کہ جو بیت اللہ شریف میں داخل ہو اور نماز پڑھے اس میں اپنے گناہوں سے باہر آئے گا۔ مثل اس دن کے کہ جنا تھا اس کی ماں نے اس کو (حیات) مسئلہ۔ جب بیت اللہ شریف میں داخل ہونیکا ارادہ ہو تو پہلے اس کے آداب کی رعایت کرے۔ پس پہلے غسل کرے دخول بیت کے لیے کہ مستحب ہے اگر محرم نہیں ہے کہ خوشبو لگانا بھی مستحب ہے۔ پھر جب بیت اللہ کے دروازہ پر آئے تو دروازہ کے آستانہ کو بوسہ دے اور کعبہ میں داخل ہونے کے وقت پہلے داہنا پاؤں اندر داخل کرے اور نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالے اور داخل ہونے اور نکلنے کی دعا پڑھے پس داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:۔ اعوذ باللہ العظیم و بوجھہ الکریم و سلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ والحمد للہ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و سلم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور نکلتے وقت ابواب فضلک کہے اور پھر یہ کہے:۔ رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق و اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا (رجات)

مسئلہ۔ داخل ہونے کے وقت خشوع اور خضوع کو بہت حاضر رکھے اور اپنے گناہوں سے شرمسار ہو۔ اپنی آنکھیں اوپر بیت اللہ شریف کی چھت کی طرف نہ اٹھائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے۔ فرمایا کہ تعجب ہے اس مسلمان شخص سے جو کہ کعبہ میں داخل ہو پس کس طرح آنکھیں اوپر بیت اللہ شریف کی چھت کی طرف اٹھاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں تعظیم و ادب خدا تعالے کا ترک ہے

جس وقت کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کعبہ میں داخل ہوئے تو سجدہ کی جگہ سے نظر نہ اٹھائی حتیٰ کہ کعبہ سے باہر آئے روایت کی ابن منذر و حاکم نے و صحیحہ (احیاء) **مسئلہ**۔ کعبہ میں داخل ہو کر مستحب ہے کہ جس قدر ہو سکے نفل نماز پڑھے کم سے کم دو رکعت ہے۔ پس جس جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی وہاں نماز پڑھے اس جگہ کی پہچان یہ ہے کہ جب بیت اللہ شریف میں داخل ہو تو دروازہ کو اپنی پشت پر چھوڑ دے اور سیدھا سامنے کعبہ کی دیوار کی طرف چلا جائے۔ جب اپنے اور دیوار کعبہ کے درمیان تین ذراع باقی رہیں تو یہ جگہ ہے مصلی سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ (کما ثبت فی صحیح البخاری) پس وہاں نماز پڑھے اگر وہاں جگہ نہ ملے تو جہاں ممکن ہو پڑھے۔

تنبیہ۔ اندر کعبہ میں وہاں دو ستونوں کے درمیان سبز بلاط یعنی فرش واقع ہے پس وہ جگہ مصلی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے عوام اس کو مصلی قرار دیتے ہیں وہ صحیح نہیں یہ ملا علی قاری کی تصریح ہے (احیاء) **مسئلہ**۔ جب نماز پڑھکر فارغ ہو تو مستحب ہے کہ جو دیوار کعبہ کی اپنے سامنے ہے اُس کی طرف آکر اپنا رخسارہ دیوار پر رکھے اور حمد و ثنا کرے اللہ تعالےٰ جبار جل شانہ کے واسطے اور دُعا مانگے اور استغفار پڑھے۔ اس کے بعد کعبہ کے ہر ایک کونہ میں آکر حمد و تسبیح اور تہلیل و تکبیر و استغفار و صلوٰۃ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلّم پر پڑھے اور دُعا مانگے پھر چاروں کونوں کے پاس اپنے لیے اور اپنے والدین و جمیع مؤمنین اور مؤمنات کے لیے بھی دُعا کرے اس لیے کہ کعبہ کے اندر دُعا قبول ہوتی ہے۔ سب سے ضروری دُعا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے دُعا کرے کہ جنت بے حساب عنایت فرمائے اور بغیر عذاب دینے کے اور توبہ پر خاتمہ ہو۔

روایت کی گئی ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو کہتے تھے:۔
اللھم انک وعدت الامان لداخل بیتک وانت خیر منزل بہ۔ اللھم فاجعل امانی ان تکفینی مؤنۃ الدنیا وکل ھول دون الجنۃ حتی تبلغنا برحمتک۔ (احیاء القلوب)

مسئلہ۔ اور چاہیئے کہ کعبہ کے ہر ستون کے نزدیک بھی دُعا مانگے کیونکہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہوا ہے رجیسا کہ روایت کی ہے امام احمد نے اپنی مسند میں ابن عباسؓ سے) البتہ ستونوں کو معانقہ ثابت نہیں ہے۔ امام مالکؒ سے پوچھا گیا فرمایا کہ کعبہ کے ستونوں کو معانقہ نہ کیا جاوے۔ چونکہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوتے تو میں نے نہیں سُنا کہ ستونوں کو معانقہ کیا ہو۔ تو اسی طرح ذکر کیا ہے العزبن جماعۃ نے (حیات)۔

تنبیہ۔ اور بیت اللہ کی دیوار پر ایک جگہ کا نام عامی لوگوں نے عروۃ الوثقیٰ رکھا ہے اس کو چینگل مارتے ہیں یہ محض بے اصل بدعت ہے۔ ایسا ہی بیت اللہ کے بیچ میں مسمار ہے اس کو دُنیا کا ناف کہتے ہیں اور اپنا ناف کھول کر اُس پر رکھتے ہیں یہ بے عقلی کا کام ہے[علے]۔ (فتح القدیر وغنیۃ الناسک) **مسئلہ**۔ کعبہ میں ایک دن میں چند مرتبہ داخل ہونے میں مضائقہ نہیں ہے (حیاتؔ) **مسئلہ**۔ کعبہ میں داخل ہونا مردوں خواہ عورتوں کے حق میں مستحب ہے۔ بشرطیکہ عورتیں مردوں سے علیحدہ داخل ہوں مخلوط (مل کر) ایک دفعہ میں اکٹھے اندر داخل نہ ہوں (حیاتؔ) **مسئلہ**۔ کعبہ میں داخل ہونا تو مردوں اور عورتوں کو مل کر ممنوع ہے لیکن کعبہ کا طواف مخلوط جائز ہے۔ کیونکہ یہ مشروع ہے اس کے علاوہ مردوں اور عورتوں کے جُدا جُدا اوقات مقرر کرنے میں حرج عظیم ہے اس لیے کہ طواف کی ہئیت خاص ایک مکان کے ساتھ معیّن ہے اور حج کے بعض طواف زمان سے بھی معیّن ہیں اس لیے مرد عورتیں صغیر کبیر سب کے لیے خلط مشروع ہو مثلاً کوئی

علہ وما تقولہ العامۃ من العروۃ الوثقی وھو موضع عال فی جدار البیت بدعۃ باطلۃ لا اصل لھا والمسمار الذی وسط البیت ویسمونہ سرۃ الدنیا یکشف جرھم سرتہ ویضعھا علیہ فعل من لا عقل لہ فضلا عن علم (فتح القدیر، غنیۃ الناسک وغ)

عمرہ بجالا رہا ہے کوئی طواف قدوم ادا کر رہا ہے جیسے کوئی ذی الحجہ کی ساتویں کو معتمر آیا ہے اب اس کو عمرہ سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھنا ہے یا مثلاً طواف زیارت کو ایام نحر میں نہیں کرتا تو دم لازم آتا ہے۔ اگر عورت آج طواف نہیں کرتی تو کل اسکو حیض آنے کی مدت شروع ہو گی۔ علاوہ ازیں اس زمانہ میں بہت ہی کثرت سے حجاج کی آمد ہوتی ہے تو وقت کا تعین مردوں کے لیے جُدا اور عورتوں کے لیے الگ مقرر کرنے میں بہت ہی حرج اور تنگی پیدا ہونے کا امکان یقینی ہے اور آفاقی خواہ مکی یا عورتیں ماہ رمضان میں کثرت سے عمرہ کرتے ہیں تو بھی وہی مشکل پیش ہو گی اسلیئے کسی مناسک میں اس کی ممانعت نہیں لکھی سلف سے خلف تک کسی نے جُدا جُدا کرنے کو نہیں لکھا لیکن لکھتے ہیں کہ عورتوں کو بہ نسبت دن کے رات کو طواف کرنا افضل ہے اور کثرت مردم میں کنارہ مطاف پر سے طواف کرنیکو مستحب لکھا ہے پس اگر فتنہ کا خوف ہو تو عورتوں کو مستحب پر عمل کرنا واجب ہو گا۔ ہاں اگر حکومت ایسی سہولت کا انتظام کر دے جسمیں حجاج کو کسی قسم کی تنگی پیش نہ آئے تو تفریق میں شرعی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ایسی سہولت ناممکن معلوم ہوتی ہے دیکھو یہ حدیث شریف بھی اسکی موئید ہے کہ عورتیں پیچھے اور کنارہ وغیرہ پر سے طواف کریں اسی میں سہولت ہے۔

حدثنا:۔ عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک احادیث عن محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل عن عروۃ عن زینب بنت ابی سلمۃ عن ام سلمۃ قالت شکوت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اشتکی قال طوفی من وراء الناس وانت راکبۃ الحدیث۔

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی بیماری کے متعلق شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو طواف کر لوگوں کے پیچھے حالانکہ سوار ہو۔ اس حدیث شریف کے فوائد ہیں عینی شارح بخاری صفحہ ۳۳ جلد دوم میں فرماتے ہیں:۔

ومن فوائدہ ان النساء ینبغی لهن ان یطفن من وراء الرجال لان الطواف شبیها بالصلوٰۃ ومن سنۃ النساء فیها ان یکن خلف الرجال فکذالک فی الطواف اھ

اس لیے کہ طواف کو نماز کے ساتھ مشابہت ہے اور سُنّت عورتوں میں یہ ہے کہ مردوں کے پیچھے ہوں۔ پس اسی طرح طواف میں ہونا چاہیئے اس سے معلوم ہُوا کہ کثرت حجاج کے وقت میں چونکہ آگے پیچھے کا امتیاز نہیں رہتا تو اس وقت عورتوں کا مردوں کے پیچھے ہونا طواف میں اس طرح ممکن ہے کہ مطاف کے کنارے پر طواف کریں جس کو فقہاء نے ان کے لیے مستحب لکھا ہے اور کسی قسم کا حرج بھی نہ ہو گا۔ واللہ اعلم

تنبیہ۔ باقی یہ جو ہر ایک مطوف اپنے حاجیوں کو جن میں مرد اور عورتیں سب شامل ہوتی ہیں ملا کر طواف کراتے ہیں جس میں مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے ضیق اور تنگی میں ایک دوسرے سے ٹکرانے ہیں یہ نہایت قابلِ نفرت و ناجائز ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ عورتوں کے لیے عورتیں ہی طواف کرانے والی مقرر کی جائیں۔ تاکہ عورتوں کی جماعت ایک حد تک اختلاط سے بچ سکے اور ازدحام کے وقت مساس وغیرہ مردوں کے محفوظ رہیں۔ پس کثرت حجاج کے وقت مطوفہ عورتیں ان کو لے کر کنارہ مطاف پر طواف کرائیں گی تو زیادہ باعث امن ہو گا یا خود اسی طرح کریں (ناقل) **مسئلہ**۔ کعبہ کا دخول حج کے مناسک میں سے نہیں بلکہ جُدا مُستحب ہے مستقل (حیات) **مسئلہ**۔ ملا رحمۃ اللہ سندھیؒ نے منسک الکبیر میں اور شیخ علی قاری نے شرح متوسط میں لکھا ہے کہ بیت اللہ کے دخول پر اُجرت لینا جائز نہیں ایسا ہی مقام ابراہیم علیہ السّلام کی زیارت پر پس اُجرت لینے کے حرام ہونے میں کوئی فرقہ علماء اسلام کا خلاف نہیں۔ پس بعض جاہل جو جواز کا گمان کرتے ہیں غلط ہے اس کی تصریح بحر الزاخر نے کی ہے[علہ] (حیات)

مسئلہ۔ مستحب ہے کہ جتنے ایام مکہ معظمہ میں قیام ہو حطیم میں اکثر داخل ہونا ہے اور

علہ وفی قرۃ العیون وھل یجوز نبی شیبۃ اخذ الاجرۃ بفتح باب الکعبۃ قال الطبری لاخلاف بین الائمۃ فی تحریم ذلک وانہ من اشنع البدع وقبیح الفواحش ذمیمہ مترتی

حطیم میں بہت عبادت کرتا رہے۔ نماز تلاوت قرآن کریم وغیرہ اس لیے کہ حطیم بیت اللہ میں داخل ہے۔ یہاں داخل ہونا آسان ہے اور حطیم میں میزاب کے نیچے دُعا مانگنا مستحب ہے (حیات) **مسئلہ**۔ حطیم میں میزاب کے نیچے جو سامنے دیوار کعبہ ہے اس کا التزام بھی مشروع ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے اور جماعت تابعینؒ سے بھی اور ایسا ہی مکان مستجار جو کہ پُشت کعبہ میں رکن یمانی کے قریب جگہ یعنی رکن یمانی اور باب مسدود کے درمیان میں ہے جیسے رکن اسود اور باب کعبہ کے بیچ میں ملتزم ہے اس طرح کہ رکن یمانی سے بائیں طرف رکن سے لے کر چار ذراع کی مقدار تک مستجار کہلاتا ہے اور اس کے بعد باب مسدود ہے اس کا التزام بھی مشروع ہے اور مروی ہوا ہے ابن الزبیرؓ اور جماعت سلف سے چنانچہ قاسم ابن محمد و عمر بن عبدالعزیز حضرت جعفر صادق وایوب سجستانی وحمید طویلؒ سے یہ ابن جماعہ کی منسک میں ہے۔ لیکن علی قاریؒ رسالہ رفع سبابہ فی تشہد میں لکھا ہے کہ اب یہ روافض کا شعار ہو گیا ہے جو کہ اس جگہ مستجار پر دُعا کے لیے وقوف کرتے ہیں اس لیے یہ وقوف ترک کیا جائے بہ سبب پرہیز شعار ان کے (حیات)۔

فائدہ حسنہ۔ جاننا چاہیئے کہ علامہ نووی نے ایضاح میں اور ابن حجر مکی نے توضیح میں لکھا ہے کہ استلام نہ کیا جاوے مقام ابراہیم کا یعنی نہ اس کو ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اس لیے کہ اس کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا مکروہ ہے بوجہ عدم ثبوت افعال سلف کے قاضی عزالدین جماعہ نے کہا ہے کہ یہی ہے قول ابن الزبیر اور جماعۃ سلف کا اور یہی ہے موافق مذہب امام مالکؒ اور صریح مذہب امام احمد کے۔ پس کراہت کی خصوصیت فقط مقام کے ساتھ نہیں بلکہ سب پتھروں کے ساتھ مکروہ ہے جو کہ مکہ مکرمہ میں ہیں سوا، حجر اسود و رکن یمانی کے اور جہاں کہیں وارد ہوا ہو جیسا کہ اُوپر طواف کے

بیان میں گزرا) غنیۃ الناسک میں ابن الملقنؒ کی شرح العمدۃ سے نقل ہے کہ حجرِ اسود اور مصحف اور علماء صالحین اور سفر سے آنے والے جو کہ مرد اور عورت نہ ہوں اور موتیٰ صالحین کی پیشانی کے بوسہ سے منتفع ہونا ثابت ہے۔ صحیح حدیثوں سے اور افعال سلف سے تبرک کے قصد سے نہ قربت کے ارادہ سے۔ باقی پتھروں اور قبور اور دیواروں اور ستونوں اور ظالموں بے دینوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز نہیں اگرچہ پتھر کعبہ کے ہوں یا قبر شریف اور دیوار حجرہ مطہرہ یا ستون اُن کے یا صخرہ بیت المقدس ہوں سب کو ناجائز ہے۔ چونکہ استلام و تقبیل وغیرہ خاص تعظیم اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پس جہاں اذن ہو وہاں جائز ہے۔ جیسے حجرِ اسود وغیرہ اور عتبہ یعنی دہلیز کعبہ جیسے کہ اُوپر لکھا گیا ان کے سوا اور کہیں جائز نہیں (غنیہ ص۲۰)

ان مقامات کا بیان جو کعبہ کے اندر یا باہر مسجد الحرام میں جہاں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

ایک کعبہ کے اندر جو اُوپر گذرا داخلی بیت کے بیان میں۔ دُوسرے مقام ابراہیم کے پیچھے۔ تیسری حجرِ اسود کے سامنے مطاف کے کنارہ پر۔ چوتھی رکن عراقی کے قریب جو کہ حطیم اور باب کعبہ کے درمیان واقع ہے۔ پانچویں مکان حفرہ جو کہ کعبہ کی دیوار کی جڑ میں حطیم اور باب کعبہ کے درمیان گڑھا کھدا ہُوا ہے یہ وہ جگہ ہے جس میں جبریلؑ نے ہر پانچ نمازوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ امامت تعلیم فرمائی تھی اور ایک روایت میں پہلی دفعہ یہاں امامت کی گئی تھی۔ یہی اہلِ مکہ میں مشہور ہے۔ مگر قریب ہے کہ حد تواتر کو پہنچے جیسے کہ تصریح ہے العمدہ وغیرہ میں اور اس حفرہ کو معجنہ بھی کہتے

کہتے ہیں[ملہ]۔ اس لیے کہ کعبہ کی بنا کرتے وقت حضرت ابراہیمؑ اس حفرہ میں مٹی بناتے تھے جس سے کعبہ کے پتھر بنا کرتے تھے۔ چھٹی باب کعبہ کے نزدیک باہر بیت سے ایک روایت میں یہاں امامت جبریلؑ سے کرانا آیا ہے۔ ساتویں کعبہ کے منہ کیطرف یعنی جسطرف دروازہ ہے۔ پس اس طرف کی ساری مواجہت کعبہ کی اور اطراف سے افضل ہے نماز کے حق میں اسکے بعد جہت میزاب ہے کہ وہ قبلہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی مدینہ طیبہ سے اس طرف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رُخ فرماتے۔ گویا مسجد نبویؐ کا محراب اس جہت کے مقابل ہے آٹھویں حطیم ہے۔ ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ جائے نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حطیم ہے یا کچھ مقدار چھ گز یا سات گز ہے یا خصوصاً میزاب کے نیچے مراد ہے۔ نویں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کہتے ہیں کہ یہ وہ مکان ہے کہ جہاں سفید پتھروں کا فرش لگا ہوا ہے بطرف یمانی کعبہ کے ان کے مقابلہ میں عمارۃ المنصور لکھا ہوا ہے۔ دسویں رکن شامی کے سامنے اسطرح کہ باب عمرہ اس کی پشت کی طرف ہو۔ پس اگرچہ حطیم میں داخل ہو یا باہر۔ گیارہویں مصلے حضرت آدمؑ یہ رکن یمانی کے دونوں طرف سے ایک طرف ہے لیکن اظہر یہ ہے کہ وہ جگہ مستجار یعنی باب مسدود اور رکن یمانی کے بیچ میں ہے (حیات القلوب)۔

عُمرہ یعنی حجِ اصغر کا بیان

مسئلہ جان لے کہ عمرہ ساری عمر میں ایک بار سُنت موکدہ ہے (زبدہ) یہ ہم حنفیوں کے نزدیک ہے (جبکہ راہ خرچ اور تندرستی وغیرہ جو شرائط حج کے فرض ہونے کے

[ملہ] مکان حفرہ کہ ملاصق ست بکعبۂ معظمہ درمیان کعبہ و حطیم و ہمین ست مقام امامت حضرت جبرئیل حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم در اول بر پنج نماز و در او آخر آنہا علی احد الروایتین ولہذا تسمیہ کنند المقام را بمقام جبرئیلؑ و ہمین ست مستجب نزد اہل تحقیق بر جنیکہ قریب ست بدر تو آن کا صرح بہ فی العمدۃ وغیرہ (احیات)

لیے ہیں وہی اس کے سُنت ہونے کے لیے شرط ہیں) اور بعض کے نزدیک واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے باقی ایک بار سے زیادہ سب کے نزدیک مستحب ہے (حیاۃ) **مسئلہ** مستحب ہے کہ ہر ایک سال میں بہت سے عمرے کیے جائیں اپنی طاقت کے موافق یہ ہم حنفیوں کے نزدیک ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک سال میں ایک عمرہ سے زیادہ کرنا مکروہ ہے (حیاۃ) **مسئلہ** اور عمرہ رمضان کا اور دنوں کے عمرہ سے افضل ہے کہ ثواب عمرہ رمضان کا برابر حج کے ہے بلکہ مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرہ رمضان کا برابر اس حج کے ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو (زبدہ) اور تعداد حج اور عمروں کی جو حضورؐ نے کیئے اور مشروعیت عمرہ رجب کا ذکر ابتدا کتاب فضائل حج و عمرہ میں درج ہے **مسئلہ** نویں۔ دسویں۔ گیارہویں۔ بارہویں اور تیرہویں تاریخ ذی الحجہ کو عمرہ (کا احرام باندھ کر) بجالانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ان سے پہلے احرام باندھا ہوا ہو تو ان دنوں میں (عمرہ کے افعال ادا کرنا مکروہ نہیں جیسے کہ جس کا حج فوت ہوا ہو وہ ان دنوں میں) افعال عمرہ کے بجالا کر حلال ہو (زبدہ) لیکن مستحب ہے کہ جب ایام تشریق گزر جاویں تب کرے **مسئلہ** اگر کسی نے نویں تاریخ سے پہلے احرام عمرہ کا باندھا ہو پھر نویں تاریخ میں قبل زوال یا بعد زوال اور فجر النحر یعنی عید کی فجر ہونے سے پہلے کوئی حاجی مکہ میں اگر پہنچا اور عمرہ ادا کرکے حج کا احرام باندھ کر عید کی فجر ہونے سے پہلے جاکر دسویں کی رات میں وقوف عرفہ کر لیا تو یہ عمرہ نویں تاریخ میں مکروہ نہیں اور اگر حج کے فوت ہونیکا خوف ہو تو حج کا احرام باندھ کر پہلے سیدھا عرفات پر جاکر وقوف کرے اور اس وقوف عرفہ سے عمرہ باطل ہو جائیگا۔ اس کی تحقیق قران کے بیان میں آئے گی (مناسک) **مسئلہ** اگر کوئی نویں تاریخ زوال سے پہلے یا پیچھے قران کا احرام باندھے اور نویں کو عمرہ کرنے عرفات پر چلا گیا تو اس کو بھی مکروہ ہے۔ غنیۃ المناسک میں لکھا ہے کہ یہی ہمارا مذہب

ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نویں کو قبل زوال عمرہ کا احرام باندھنا جائز ہے۔
باقی ایام تشریق میں بالاتفاق مکروہ ہے۔ اگرچہ اس سال میں حج نہ کیا ہو (نائل)۔

مسئلہ۔ پس اگر ایام تشریق میں عمرہ کا احرام باندھا ہے تو وہ عمرہ لازم ہو گیا بہ سبب
صحت شروع کے۔ لیکن اس کا چھوڑنا لازم ہو گا واسطے تعظیم امر حج کے۔ اگرچہ وہ حاجی نہ ہو
پھر اگر نہ چھوڑا اور افعال عمرہ کے بجالائے تو جائز ہو جائیگا۔ اس منع کی وجہ سے اس پر دم جبر
لازم نہ ہوگا بوجہ کراہت کے۔ ہاں اگر وہ حاجی ہے اور قبل حلق حج کے احرام عمرہ کا باندھا
ہے تو بالاتفاق اور اگر بعد حلق حج کے احرام عمرہ کا باندھا ہے تو باختلاف رفض لازم ہوگا۔
ان صورتوں میں رفض نہ کیا تو دم جبر واسطے جمع کرنے حج و عمرہ کے لازم ہوگا اور رفض کیا
تو دم رفض دینا ہوگا۔ مطلب یہ کہ موجب دم جمع احرامین ہے یا جمع افعال ہیں یا رفض ہے۔
پس جس شخص نے حج کے سب افعال پورے کر لیے ہوں یا اصل میں حج ہی نہیں کیا وہ اگر
ان پانچ دنوں میں یعنی نویں۔ دسویں۔ گیارہویں۔ بارہویں۔ تیرہویں میں احرام عمرہ کا
باندھے اور عمرہ بھی ان دنوں میں کرے اس کو یہ فعل کرنا مکروہ تحریمی ہے لیکن کچھ دینا
لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ نہ جامع احرامین ہے نہ احرام چھوڑنے والا ہے اور جو شخص حاجی نہیں
تو اسکو ان ایام کی وجہ سے احرام چھوڑنے سے یہ مراد ہے کہ عمرہ کے افعال کرنا تو موقوف کر
دے یعنی کوئی فعل نہ کرے کہ ان دنوں میں افعال عمرہ کے کرنے مکروہ ہیں۔ پس انکے افعال نہ کرنے
(گویا یہ بھی ایک قسم کا چھوڑنا سمجھا جائیگا) اور بعد گزرنے ایام تشریق کے افعال عمرہ بجا لاکر
حلال ہو جائے اور چونکہ امر رفض نص ہے اس لیے خود احرام ہی کو چھوڑ دے اس صورت
میں دم رفض احرام لازم ہوگا اور پہلی صورت میں دم لازم نہ ہوگا بجز کراہت (نائل۔ غنیہ)

مسئلہ۔ ایام منہی عنہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنا جو مکروہ تحریمی کہا گیا تو اگر باوجود
کراہت کے اختیار کرنے ان دنوں میں احرام باندھا تو اس کو چھوڑ دے۔ اگر نہ چھوڑا اور

ان دنوں میں عمرہ ادا کیا صحیح ہو جائیگا مع کراہتہ کے۔ لیکن اس پر نہ چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ اعمال حج اور عمرہ کا جامع نہیں (حیات القلوب) للباب وشرحہ و بحر و منسک کبیر ورد المختار وآخون جان وغیرہ میں یہ مسئلہ اجماعی ہے چونکہ اس مسئلہ میں ہمارے یہاں اختلاف واقع ہوا تھا۔ اس لیے اس کی تحقیق وتفصیل لکھنے کی ضرورت ہوئی۔

حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو شخص بروز عرفہ اور ایام نحر و ایام تشریق میں احرام عمرہ کا باندھ کر پھر ان دنوں میں عمرہ ادا بھی کرے اور حج کے کسی بھی فعل سے نہ ملاوے یا اصل حج ہی نہ کرے فقط ان دنوں میں مفرد عمرہ کرے تو کراہتہ کے ساتھ عمرہ صحیح ہو جائیگا لیکن کچھ دینا لازم نہ ہوگا[عله]۔ اور بعض حضرات کو غنیۃ الناسک کے ص۱۰۵ سطر

عله (السنة كلها وقت لها) اى لجوازها (الا انه) اى الشان يكره تحريما) اى كراهة تحريم كما قال ابن الهمام ويشير اليه كلام صاحب الهداية (انشاء احرامها في الايام الخمسة) اى المذكورة سابقا ثم مع هذه الكراهة لو ادى العمرة في هذه الايام يصح ويبقى محرما في هذه الايام لو اخر ادائها الى ما بعدها لقوله (وان اداها باحرام سابق لاباس) اى لما ذكرنا (ويستحب ان يؤخر) اى اداءها) حتى يمضي الايام) اى خمسة (ثم يفعلها ولو احرم بها) اى احرم بالعمرة في الايام الخمسة ولو بعد الحلق من الحج يؤمر برفضها) اى لبقاء بعض افعال الحج عليه وان لم يرفضها ومضى فيها صح) اى فعلها (ولا دم عليه) اى لادخالها عليه وتركه رفضها (لانه لم يبق له ادخال عمرة على حجة) اللباب وشرحه ص۳۰۸ فصل في وقت العمرة ايضا وقال في البحر قال مشائخنا يريد انه يمضي في احرام العمرة لاتى افعالها لانه نهي عن العمرة في هذه الايام وعمرة عبادة تمم الافعال فلا يلزم رفض احرامها بل رفض افعالها وان مضى في افعالها لاشئ عليه لانه اداها كما التزم قال في الكبير وقوله لا شئ عليه فيه نظر لما صرح هو وغيره بانه (ص۲۴۶ ج۱)

آخر کی عبارت و علیہ دم لارتکاب النھی ولترکہ تخلیص الوقت لہ الخ سے تسامح ہوگیا اسلئے اپنے مناسک میں دم کا واجب ہونا لکھا دیا۔ حالانکہ غنیۃ میں خود یہ مسئلہ اللباب سے لیا گیا ہے اور اللباب میں صریح عدم لزوم دم منقول ہے یہ غلطی سے لادم علیہ کی بجائے و علیہ دم لکھا گیا ہے واللہ اعلم یا مصنف کو مثلاً درالمختار کی مختصر عبارت اور کنز کی عبارت سے تسامح ہوا ہو کیونکہ متون میں نہایت ہی مجمل اور مختصر لکھتے ہیں پھر شراح اس کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور خود غنیہ میں جمع احرامین میں اسی مسئلہ کو سب کے موافق لکھا ہے۔

اب اللباب و شرح کی عبارت کا تفصیل سے مطلب عرض کرتا ہوں۔ چونکہ اس مسئلہ میں حاجی و غیر حاجی کے حکم کو بھی ملا دیتے ہیں اسلئے ہم لوگ حج کے مسائل سے اکثر نا آشنا ہونیکی وجہ سے متحیر ہوتے ہیں۔

(وقتها السنة كلها وتت لها) اى لجوازها (الا انه) اى الشان (يكره تحريما) اى كراهة تحريم كما قال ابن الهمام ويشير اليه كلام صاحب الهداية (انشاء احرامها في الايام خمسة) اى المذكورة سابقا ثم مع هذا الكراهة لوادى العمرة في هذه الايام يصح ويبقى محرما في هذه الايام لو اخر اداءها الى ما بعدها لقوله (وادائها باحرام سابق لاباس) لما ذكرنا (ويستحب ان يؤخر) اداءها (حتى تمضى الايام) اى خمسة (ثم يفعلها ولو اهل فيها) اى احرم بالعمرة في ايام الخمسة (ولو بعد الحلق من الحج يومر برفضها) اى ليقا بعض افعال

الغنية (ص ۲۷۵) ان عليه دما كما سيأتي قلت فيه ان عليه دما لادخال العمرة على الحج لالأنها في ايام التشريق فلا اشكال ويحمل عليه ما في الظهيرية من عدم لزوم الدم سواء طاف لها في ايام التشريق او لم يطف والحاصل ان الاصح وجوب الرفض كما نص عليه غير واحد قال ابو جعفر الهندواني ومشائخنا على هذا اى وجوب الرفض فان رفضها فعليه الدم والقضاء وان لم يرفضها عليه دم جبر لجمعه بينهما كما في الفتح والبحر وغيرهما (شرح اللباب ص ۲۳۳) باب الفوات فصل اى فيما لا يشترط فيه ص ۲۳۳

پس اگر حاجی ہے اور احرام عمرہ حلق سے پہلے باندھا ہے تو بالاتفاق اور اگر بعد حلق حج کے باندھا تو راجح یہی ہے کہ احرام عمرہ کا رفض کر دے۔ پھر آگے اصل مسئلہ غیر حاجی کا لکھ رہے ہیں۔

(وان لم یرفضها ومضی فیها صح) ای فعلها (ولا دم علیه) ای لادخالها علیه وترك رفضها

یعنی غیر حاجی نے باوجود کراہت اختیار کیا رفض نہ کیا بلکہ عمرہ بھی ان دنوں میں کر لیا تو صحیح ہو گیا لیکن اس پر ترک رفض کی وجہ سے دم نہیں ہے اور اگر مثلاً حاجی ہے اور حلق حج کے بعد احرام عمرہ کا باندھا ہے اس پر محض ادخال احرام عمرہ کی وجہ اور ترک رفض سے دم لازم ہو گا۔ اگر یہ حاجی افعال حج پر عمرہ کے افعال جمع کرتا تو اس پر دم جمع لازم ہوتا اور اگر رفض نہ کرنے کی صورت میں افعال عمرہ بھی نہ کرے بلکہ ایام منہیہ سے مؤخر کرے اور اب افعال حج سے بھی فارغ ہو کر بعد میں افعال عمرہ بجا لائے تو اس پر بھی ادخال احرام عمرہ اور ترک رفض کی وجہ سے دم لازم نہ ہو گا کیونکہ بوجہ ترک رفض کے ان دونوں پر کراہت باقی ہے بسبب امر رفض کے اور بیچ میں شارح ملا علی قاریؒ وہ صورت بھی بیان فرماتے ہیں جو کہ ایام منہیہ میں پہلے احرام عمرہ باندھا ہو پھر ان ایام میں اگرچہ افعال عمرہ بھی کر لے تو اس پر بھی دم نہیں تاکہ آگے ماتن رحمۃ اللہ تعالےٰ کا کلام اس پر بھی صادق آئے۔

وفی الفتاوی الظهیریة رجل اهل بعمرة فی ایام العشرة فقدم ایام التشریق فاحب الی ان یؤخر الطواف حتی تمضی ایام التشریق ثم یطوف ولیس علیه ان یرفض احرام

کیونکہ اس پر نہ رفض کا امر ہے اور نہ ایام منہیہ میں عمرہ کرنا مکروہ ہے مگر اسکو تاخیر کرنا افضل ہے اب آگے ماتنؒ پہلے دونوں کے حق میں عدم لزوم دم کی وجہ بیان فرماتے ہیں ولانه لم یقع له ادخال عمرة علی (حجه)

اور شارحؒ فرماتے ہیں کیونکہ ان دونوں نے جمع احرامین نہیں کیا تو عمرہ جائز ہو گیا۔

ولو طاف فی تلك الایام اجزاه ولا دم علیه ولا کراهة ایضا فی حقه لانشاءه لم یکن فی الایام المنهی عنها۔ پس جس نے ایام منہیہ سے پہلے احرام عمرہ باندھا اور جس نے ایام منہیہ میں احرام

باندھا اور دونوں نے افعال عمرہ ایام منہیہ میں کیے تو دونوں پر دم نہیں پہلے پر تو کراہت بھی نہیں اور دوسرے پر کراہت ہے بوجہ ترک رفض کے خوب سمجھ لو شارح اور صورت بھی بلا دم فقط کراہت کی بیان فرماتے ہیں۔

ولو اهل بعمرة في ايام التشريق يوم برفضها وان لم يرفضها ولم يطف حتى مضت ايام التشريق طاف لها لادم عليه شرح ....

کیونکہ اس نے بھی عمرہ کو افعال حج سے جمع نہیں کیا اگر حاجی ہے اور جو حاجی نہیں تو بھی دونوں پر دم نہیں ہے۔ ایسا ہی مخدوم محمد ہاشم صاحب قدس سرہ نے حیات القلوب میں اور آخون جانؒ دونوں نے اللباب کی انہی عبارتوں سے لکھا ہے۔

اگر احرام عمرہ در ایام منہیہ بندد اگرچہ بعد از حلق حج باشد او را برفض عمرہ امر کردہ میشود و اگر رفض نہ کردہ گذر صحیح ست و بر وے دم نیست (منسک علامہ آخون جان مرغنسیانی ثم مکی)

ایضاً زمان عمرہ تمام سال ست الایام خمسہ اعنی روز عرفہ و روز عید نحر و سہ روز تشریق بعد از نحر کہ ابتدا احرام دریں ہر پنج روز مکروہ ست تحریماً اگر اختیار کرد کراہت را و ابتدا کرد احرام را دریں ایام خمسہ امر کردہ شود او را برفض عمرہ پس اگر رفض کرد قضا کند آں عمرہ را و لازم گردد بر وے دم رفض و اگر رفض نہ کرد و ادا نمود عمرہ را ہم دریں ایام صحیح گردد عمرہ او مع الکراہتہ و لازم نباشد دم بر وے برائے ترک رفض و ہم چنیں اگر رفض نہ کرد و توقف نمود تا مضی ایام تشریق بعد ازاں طواف عمرہ کرد لازم نیاید دم بر وے الخ (حیات القلوب)۔

کنز الدقائق کی عبارت پر صاحب بحر الرائق اس کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

(قوله ان اهل بعمرة يوم نحر لزمته ولزمته الرفض والدم والقضا) لصحة الشروع مع الكراهة التحريمة فلزمت للاول ولزمه الترك تخليصا من الاثم وان رفضها لزمه دم للتحلل منها بغير افعالها ووجب القضا لانه ثم ؟

اللزوم واراد بيوم النحر اليوم الذی تکرہ العمرۃ فيہ وھو يوم النحر وايام التشريق والحلق فشمل ما اذا کان قبل الحلق او بعدہ قبل طواف الزيارۃ او بعدہ واختارہ فی الھدايۃ وصححہ الشارح لانہ بعد الحلق والطواف بقی عليہ من واجبات الحج کالرمی وطواف الصدر وسنۃ المبيت وقد کرھت العمرۃ فی ھذہ الايام ـ ايضا فيصير بانيا افعال العمرۃ علی افعال الحج بلا ريب وھو مکروۃ (قولہ فان مضی عليھا صح ويجب دم) لان الکراھۃ لمعنی فی غيرہ وھو کونہ مشغولا باداء بقيۃ افعال الحج فی ھذہ الايام فيجب تخليص الوقت لہ تعظيما وھو لا يعدم مشروعيۃ لکن يلزمہ الدم کفارۃ للجمع بين الاحرامين او للجمع للافعال الباقيۃ فھو دم جبر لا دم شکر منہ کالاول

دیکھو بحر نے تفصیل میں کھول دیا کہ یہ دم بوجہ جمع ہے اور خصوصاً ردالمحتار کی اس عبارت سے تسامح ہوا ہے کہ غیر حاجی اگر ان منہیہ ایام میں عمرہ کریگا تو دم لازم ہوگا۔ وہ یہ ہے وکراھۃ تحریما

يوم عرفۃ واربعۃ بعدہ ای کرہ انشاءھا بالاحرام حتی يلزم دم وان رفضھا۔

اس پر ردالمحتار میں فرماتے ہیں (قولہ يلزم دم وان رفضھا) کلام عليہ فی آخر باب الجنايات۔ چونکہ در میں یہ مسئلہ حاجی جامع کیمتعلق مجمل لکھا تھا۔ ردالمحتار نے اس لیے فرمایا کہ یہ مسئلہ جمع احرامین میں دیکھو اگر غیر حاجی وغیر جامع کا مسئلہ ہوتا تو وہاں ہی تشریح فرماتے۔ اب وہاں فرماتے ہیں:۔

(قولہ صح لان الکراھۃ) ای لجمع بينھما اما فی الاحرام او فی الاعمال الباقيۃ۔

یہ مسئلہ جمہور کے نزدیک بالاتفاق اسی طرح ہے جس طرح عرض کر دیا گیا (ناقل)۔

اور تائید وتقویت کے لیے اور عبارات پیش کرتا ہوں :۔ وکرھت

يوم عرفۃ واربعۃ بعدھا وھو يوم النحر وثلاثۃ ايام التشريق لماروی عن عائشۃ انھا کانت تکرہ العمرۃ فی الايام لخمستۃ ولان اللہ تعالی سمی ھذہ الايام ايام الحج فيقتضی ان يکون متعينۃ للحج فلا يجوز الاشتغال فيما لغيرہ ولکن مع ھذا الکراھۃ لواداھا فی ھذہ الايام صح ويبقی محرما بھا فان اھل بالعمرۃ فی ھذہ الايام رفضھا وان مضی عليھا

صح ولزمہ دم فی الوجہین من الرفض وعدمہ اما فی الرفض فظاھر واما فی عدمہ للجمع بینہما اما فی الاحرام اوفی الافعال باقیتہ (النقایۃ شرح مختصر الوقایۃ) ایضا قولہ وجوب دم کفارۃ) ای ویجب علیہ دم بالمضی علیہما لانہ جمع بینہما فی الاحرام اوفی بقیتہ الافعال زیلعی) وقولہ جمع بینہما فی الاحرام یعنی فیما اذا اھل بعمرۃ یوم النحر قبل الحلق وقولہ اوفی بقیتہ الافعال یعنی فیما اذا اھل بہا بعد الحلق (فتح المعین) وانما کرھت فی ھذہ الخمسۃ الایام لان ھذہ الایام للحج فکانت متعینۃ لہ مع ھذا لو اداھا فی ھذہ الایام صحت لان الکراھۃ لغیرھا وھو تعظیم امر الحج وتخلیص وقتہ لہ کذا فی الھدایہ (جوھرۃ منیرۃ شرح القدوری)

جاننا چاہیئے کہ ان صورتوں میں لزوم دم بہ سبب رفض ہے یا جمع جیسا کہ نقایہ کی عبارت میں مصرح گزرا۔ کیونکہ ان ایام میں عمرہ کرنا فی نفسہ مکروہ نہیں ہے جس میں نقص واقع ہو۔ دیکھیے جن علماء کے نزدیک مکی کو اشہر حج میں عمرہ مفردہ کرنا بھی مکروہ ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ اساءت تو ہے لیکن دم کا لازم ہونا نہیں لکھتے اور جہاں پر جمع احرامین ہو گا تو دم لکھتے ہیں اگرچہ اشہر حج سے پہلے جمع کرلے یہ مسئلہ بھی جمع احرامین میں آئے گا۔

فائدہ ۔ مکہ معظمہ میں رہ کر جو عمرہ کرنا چاہے ان کے لیے احرام باندھنے کا حکم یہ ہے کہ حرم کی حد سے باہر حل میں جاکر احرام باندھنا جائز ہے سب اماموں کے نزدیک (حیات)

مسئلہ ۔ پس مکہ والوں کو ساری حد حل میں سے عمرہ کے احرام باندھنے کے لیے تنعیم سے باندھنا افضل ہے۔ اس کے بعد جعرانہ سے جس کا بیان مواقیت کے بیان میں گزرا (حیات)۔

تنبیہ ۔ غیر مقلدوں نے جو یہ نیا مسئلہ جمہور کے خلاف نکالا ہے کہ عمرہ کا

احرام. بھی حج کے احرام کی طرح حدِ حرم بلکہ مکہ ہی سے باندھا کریں اور باہر نکل کر حدِ حل میں جانا ضروری نہیں یہ قول ان کا سب اماموں کے خلاف ہے۔ پس ان کے قول پر عمل نہ کرنا چاہیئے (شامی) **مسئلہ**۔ مکہ والوں کو اور جو شخص مکہ والوں کے حکم میں ہیں (یعنی داخل میقات رہنے والا یا عین میقات پر رہنے والا) اور جو شخص کہ پہلے اشہرِ حج سے مقیم مکہ ہے۔ (جیسے کہ آفاقی اشہرِ حج سے پہلے حلال ہو کر مکہ میں رہا ہو پھر اس پر اشہرِ حج آگئے) ان کو عمرہ کرنا اشہرِ حج میں مکروہ ہے جو کہ اسی سال میں حج کرنا چاہے اور اگر اس سال حج نہ کرے تو عمرہ اشہرِ حج میں کرنا ان سب کو مکروہ نہیں۔ (زبدہ)۔

طریقہ عُمرہ کا یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھ کر (یعنی جو باہر سے آتا ہو وہ اپنے ملک کے میقات سے اور جو مکہ میں ہو وہ حل سے) رمل اور اضطباع کے ساتھ طواف کرے اور اوّل استلام کے ساتھ تلبیہ قطع کر دے اور دوگانہ طواف ادا کرکے پھر استلام حجرِ اسود کا کرکے سعی درمیان صفا مروہ کے کرے اور سر منڈالے یا قصر کرے (زبدہ)

مسئلہ۔ پس عمرہ میں احرام اور چار شوط طواف کے فرض ہیں اور سات شوط پورے کرنے اور سعی جیسا حج میں مذکور ہوا ایسا ہی عمرہ میں ہیں اور سب احکام اُن کے اوپر حج کے بیان میں بعینہٖ دریافت کرلیں۔ (زبدہ)

عُمرہ اور حج میں فرق

عمرہ مانند حج کے ہے مگر چند امور میں۔ ایک یہ کہ عمرہ فرض نہیں حج فرض ہے۔ دُوسرا حج موقت ہے عمرہ موقت نہیں ہمیشہ ہو سکتا ہے۔ تیسرا عمرہ میں وقوفِ عرفہ اور مزدلفہ اور رمی اور جمع دو نماز اور خطبہ اور طواف قدوم اور طواف صدر نہیں (اگرچہ معتمر آفاقی ہو البتہ بعض کے نزدیک معتمر آفاقی پر طواف صدر بھی واجب لکھتے ہیں۔ مگر پہلا قول صحیح ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ معتمر جب وطن کو جائے تو کوئی طواف نفل بیت اللہ

کا کر جائے) چوتھا عمرہ کے فاسد کرنے سے جنایت میں طواف کرنیسے بکری کافی ہے بخلاف حج کے چنانچہ معلوم ہوگا اور میقات کا بیان اوپر ہو چکا۔ واللہ اعلم (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور عمرہ کی کسی بھی جنایت سے بدنہ واجب نہیں ہوتا یعنی اونٹ یا گائے اور عمرہ کے طواف کو جنابت یا حیض یا بلا وضو کرنے سے صدقہ لازم نہیں ہوتا یعنی سارا طواف یا اکثر شوط یا ایک ہی شوط بلا طہارت کرے تو دم لازم ہوتا ہے صدقہ نہیں آتا اکثر متون کا یہی قول ہے۔ البتہ عمرہ کی سعی کا حکم مثل سعی حج کے ہے (شرح اللباب وحیات منحۃ الخالق) بحر الرائق نے روایت ظہریہ سے تین یا اس سے کم شوط بلا وضو کرنے میں ہر ایک شوط کے لیے نصف صاع لازم ہونا لکھا ہے اور اگر دم کی قیمت کو پہنچے تو تھوڑا کم کر دے (واللہ اعلم) یہ بھی ایک قول ہے۔ (غنیہ[عل])

مسئلہ۔ عمرہ میں احرام شرط ہے اور طواف رکن ہے اور طواف کو سعی سے پہلے کرنا سعی کی صحت کی شرط ہے اور سعی خود واجب ہے اور سعی کو حلق سے پہلے کرنا واجب (غنیہ) چونکہ عمرہ کی سعی کے لیے بقاء احرام واجب ہے۔ اگر سعی سے پہلے حلق کر کے سعی کو بغیر احرام کرے گا تو دم ہوگا لیکن سعی صحیح ہو جائیگی (حیات) **مسئلہ**۔ اکثر طواف عمرہ کرنے سے پہلے جماع کرنے سے عمرہ فاسد ہو جائیگا پس اس کے افعال بجا لا کر حلال ہو جائے اور دم جنایت فساد کی ایک بکری لازم ہے اور عمرہ کی قضا بھی واجب ہے اگر سارے یا اکثر طواف کے بعد یا سعی کے بعد حلق سے پہلے جماع کیا تو فقط بکری کا دم لازم ہوگا (غنیہ) **مسئلہ**۔ بعض حجاج کی عادت ہے کہ جب رمضان میں کثرت سے عمرے کرتے ہیں تو پہلے عمرہ کی حلق نہیں کرتے اس کے

عل قیل یکون طواف العمرۃ کلہ محدثا وا لاکثر کا لکل لانہ لوطاف اقلہ محدثا وجب علیہ لکل شوط نصف صاع من حنطۃ الا اذا بلغت قیمتہ دما فینقص منہ ما شاء ولو طاف جنبا وجب علیہ دم وتجب اعادۃ الحدثین کما فی الظہیریۃ۔ یکن منحۃ الخالق شرح بحر الرائق میں فرماتے ہیں۔ لکنہ مخالف لما فی الفتح لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ وھکذا فی اللباب

ساتھ دوسرے عمرے کا احرام باندھ لیتے ہیں یہ غلط ہے اگر ایسا کیا تو دم لازم ہوگا بوجہ قبل تحلیل کے دُوسرے عمرہ کے احرام کو جمع کیا اور اگر دُوسرے عمرہ کے احرام باندھنے کے بعد اور اس کے پُورا کرنے سے پہلے حلق کر یگا تو دُوسرا دم جنایت بھی لازم ہوگا کیونکہ دوسرے عمرہ کے احرام میں تھا، اس صورت میں اس کو چاہیئے تھا کہ دُوسرے عمرہ کے افعال پورے کرنے کے بعد حلق کرتا تو دونوں احراموں سے نکل جاتا۔ پھر ایک دم دو عمروں کے ملانے کا دینا پڑتا۔ باقی ان مسائل کی تحقیق دو احراموں کے جمع کرنے کے بیان میں آئیگی (ناقل)

مفید مسئلہ۔ غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ جماعۃ شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ جو عوام کرتے ہیں جیسے ایک عمرہ ادا کر کے سر کا ایک چوتھا حصہ منڈاتے ہیں پھر دوسرا عمرہ کر کے دُوسرا چوتھا حصہ سر منڈایا کرتے ہیں۔ پس چار عمرہ کرنے سے گویا چار حصہ جُدا جُدا ہر عمرہ کے لیے حلق کراتے ہیں یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ صُورت قزع کی ہے اور قزع کہتے ہیں کچھ حصہ سر منڈائے اور کچھ حصہ چھوڑ دیتے ہیں اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اھ (اگرچہ یہ فعل شافعیہ کے نزدیک اس صورت میں جواز حلق میں حارج نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک تین بالوں کے کاٹنے سے بھی تحلیل ہو جاتی ہے۔ لیکن خود یہ قصر قزع شرعاً ممنوع کہتے ہیں۔ پس جس صورت میں شافعیہ کے نزدیک بوجہ قزع کے مکروہ ہے تو ہمارے نزدیک بطریق اولیٰ مکروہ ہے کیونکہ ہم حنفیوں کے نزدیک حلال ہونے کے لیے فقط چوتھائی سر حلق پر اکتفا کرنا مکروہ ہے اُب تو منع قزع کا حکم بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا اس لیے ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ (غنیہ)[1]

---

[1] تنبیہ۔ قال جماعۃ الشافعیۃ ومایفعل العوام من حلق الراس متقطعا ای فی دفعات فی کل مرۃ لبعضہ فھو قزع نھی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای نھی مکروہ ینبغی اجتنابہ اھ واذا کان مکروہا عندھم فعندنا بالطریق الاولی ان یکون مکروھا لان الاقتصار علی الربع عندنا مکروہ عند التحلل مع ما ورد من النھی عنہ مطلقا کذا فی الکبیر واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (غنیۃ الناسک ص۱۰۱)

تتمہ

دو نہایت مفید مسئلے عام نفع کے لیے

سوال ۱ : بکر نے قران کا احرام باندھا ایسا ہی زید نے بھی قران کا احرام باندھ لیا بسبب نہ ملنے جہاز وغیرہ کے دونوں گویا محصور ہو گئے۔ بس دونوں نے بغیر دم بھیجے ہوئے مکہ معظمہ کو ایسے ہی احرام کی چادریں اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن لیے اور اس فعل سے اپنے کو احرام سے خالی سمجھ لیا اور اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔ پھر دوسرے سال دونوں حج کو آئے۔ بکر تو پہلے مدینہ طیبہ کی زیارت کے قصد سے میقات سے گزرتے وقت بغیر احرام باندھے مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے اور وطن سے آتے ہیں اسکو دو مولوی صاحبان نے کہا کہ جدہ میں پہنچ کر دو دم احصار ہونے کی وجہ سے کسی کے ہاتھ مکہ مکرمہ کو بھیجکر ذبح کرا دینا کیونکہ تم محصر ہو گئے تھے۔ بغیر دم ذبح کرائے احرام سے نہیں نکلے ہو اب ذبح کرانے سے احرام قران سے حلال ہو جاؤ گے۔ اس نے جدہ سے دو دم مکہ مکرمہ کو بھیجکر ذبح کرائے اس کے بعد مدینہ طیبہ آکر حاضر ہوا۔ اور زید نے چونکہ پھر بھی قران ہی کا احرام باندھ لیا اور مکہ مکرمہ جا کر حاضر ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں کے لیے شرعاً کیا حکم ہوگا؟

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ بکر خواہ زید کو چاہیئے تھا کہ جہاں راستہ میں سواری جہاز وغیرہ نہ ملنے کے سبب محصور ہو گئے تھے وہاں سے ہر ایک دو دم قران کے احرام سے تحلیل کرنے کے لیے مکہ معظمہ بھیجکر ذبح کروا کر پھر احرام سے حلال ہوتے یا ایسے ہی احرام کی حالت میں گھر کو چلے جاتے یا وہاں ہی رہ کر سواری ملنے کا انتظار کرتے مگر اب انہوں نے لاعلمی کیوجہ سے فقط احرام کی چادریں اتار کر اور سلے ہوئے کپڑے پہن لینے سے اپنے کو احرام سے

حلال ہونا سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں وہ ان کپڑے وغیرہ پہننے سے احرام سے نہیں نکلے ہیں۔ اس وجہ سے دو دو دم تو ہر ایک پر ان کپڑے پہننے کی جنایت کرنے سے لازم ہوتے اور اس کے بعد جو کوئی اور محرمات احرام کیے ہوں گے ان کی وجہ سے اور کفارے لازم نہ ہوں گے اس لیے کہ وہ اپنے کو کپڑے پہننے اور چادریں اُتارنے سے احرام سے حلال سمجھ کر کیے ہیں اگرچہ وہ آج تک ان دو احراموں ہی میں ہیں حلال نہیں ہوئے مگر چونکہ اب احصار بھی زائل ہو گیا تھا۔ تو جدہ سے جو دم بھیجکر مکہ مکرمہ میں ذبح کرائے گئے ان سے بھی احرام سے نہیں نکل سکتے ان دونوں کے لیے اب فائت حج کا حکم ہے۔ البتہ دونوں کے لیے جُدا جُدا حکم ہوگا۔

بکر جب مدینہ طیبہ میں پہنچ چکا تو اسکو کہا گیا کہ اب بلا تاخیر سِلے ہوئے کپڑے اُتار کر احرام باندھ لو چادریں اوڑھ لو اور اس نیت سے لبیک کہو کہ گویا کہ میں گذشتہ سال کے باندھے ہوئے قِران کے احرام میں ہوں۔ پس اس پر حتماً لازم ہے کہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہو کر پہلے عمرہ کے افعال بجا لا کر اس کے احرام سے حلال ہو۔ لیکن حلق نہ کرے کہ احرام حج باقی ہے اس کے بعد دُوسرے افعال عمرہ یعنی طواف اور سعی کر کے فوتی حج کے احرام سے تحلیل کرے۔ اس کے بعد حلق کرنے سے قِران کے دونوں احراموں سے حلال ہو جائیگا اور وہ قِران باطل ہو گیا اور دم قِران بھی ساقط ہو گیا اور ساتویں تاریخ ذوالحجہ یا پہلے حج کا احرام باندھ کر فوتی حج کی قضا کرے اور دو دم پہلے کپڑے پہننے کی وجہ سے جو لازم ہوتے تھے وہ دیگا اس کے سوا اس پر اور کچھ لازم نہ ہوگا۔ غنیۃ الناسک میں ہے :- وان کان قارنا يطوف اولا للعمرة ويسعى لها لانها لا تفوت ثم يطوف طوافا آخر لفوات الحج ويسعى ثم يحلق او يقصر وقد بطل عنه دم القران وعليه حجة لا غير (غنية) وفي فوائت الحج لا يكون محصرا اذ لا يتحلل ببعث الهدى فعليه ان يحل بافعال العمرة فلو احصر منها بعذر من مرض ينبغى ان يكون محصرا (كبير) والعمرة لا تفوت - (غنية ص ۱۰۱)

اور مولوی صاحبان کے کہنے سے جو دو دم مکہ مکرمہ میں ذبح کرانے گئے تھے وہ ویسے ہی لاعلمی مسائل کی وجہ سے ہو گیا۔ ان کا تحلیل احرام میں کچھ اثر نہ ہوگا۔ اب تو فائت الحج کا حکم ہے اور احصار تو رہا ہی نہیں کیونکہ ابھی تو آرہے ہیں کوئی مانع نہیں ہے۔ اب تحلیل افعال عمرہ سے کرنی لازم ہے۔ اگر جدہ سے پہلے مکہ مکرمہ جا کر دو عمرہ کر کے حلال ہوتا تو بہتر تھا۔ دوسرا یہ کہ اگر کوئی کہے کہ جس کا حج فوت ہو جائے اور چاہے کہ اسی احرام میں رہ کر آئندہ سال حج کرے تو اس طرح ایک سال کے احرام سے دوسرے سال میں حج کرنا جائز نہیں بلکہ افعال عمرہ کر کے پہلے احرام سے تحلیل کرنی ہوگی۔ پھر حج کا جدید احرام باندھ کر حج فوتی کو ادا کرے۔

ولو ان الفائت لم یتحلل بافعال العمرۃ واقام حراما الی قابل فحج بذلک الاحرام لا یجزیہ من حجۃ بالاتفاق (غنیۃ ص۱۵۱ واللباب ص۲۹۴)

دوسرا جواب :- زید نے چونکہ پھر بھی دوسرے سال میں جو آیا ہے تو قران ہی کا احرام باندھ لیا ہے تو اس کا حکم یہ ہوگا کہ اگر اس سال میں گذشتہ سال میں جو احرام قران کا چھوڑ دیا تھا اس سے پہلے ہی قران کی نیت کر لی ہے تو یہ ثانی احرام وہی پہلا ہی سمجھا جائے گا کیونکہ حقیقت میں وہ باقی ہے چھوٹا نہیں تھا اب یہ نیت لغو ہو گئی۔

ولو کان نوی بہ قضاءً الاولی فالثانیۃ ھی الاولی لا قضاءھا ولا یصیر محرما باحرام آخر لغنیۃ ویطوف ویسعی للاولی وعلیہ قضاءھا لا غیر (غنیہ ص۱۹۱)

پس زید بھی بکر کی طرح دو عمرے کر کے حلال ہو جائے اور مکہ مکرمہ سے وقت پر حج کا احرام باندھ کر فوتی حج کی قضا کرے اور دو دم پہلے کپڑے پہننے کے بھی دینے پڑیں گے اور اگر اس سال احرام میں اس پہلے قران کے علاوہ دوسرے قران کی نیت کی ہے تو یہ بھی لازم ہوگا لیکن یہ چھوڑنا پڑے گا

لو احرم بحجۃ اخری قبل القضاء من الاولی نوی بہ غیر الاولی یرفضھا منہ ما

بخلاف ابو یوسفؒ پس زید کو چاہیئے کہ پہلے فوت شدہ قران کے عمرہ کی تحلیل کیلئے طواف و سعی کرے تو اس سے ثانی عمرہ چھوٹ جائے گا۔ اسکے بعد دُوسرا طواف وسعی کر کے فوتی حج کے احرام کی تحلیل کرے لیکن اس کے بعد جب حلق کرے تو اس میں اس ثانی حج کے چھوڑنے کی نیت کرے تو دونوں سے حلال ہو جائیگا۔ اب اس سال میں تو جدید احرام حج باندھ کر فوتی حج کی قضا کرے اور دُوسرے سال ثانی حج کو قضا کرے جس کا احرام اب چھوڑا گیا اس پر معلوم تو پہلے قران کے احرام میں کپڑے پہننے کے لازم ہوئے تھے اور دو دم اس ثانی قران حج وعمرہ کے رفض کرنے کی وجہ سے بھی دینے ہوں گے اور دو عمرے اور دو حج بھی کرنے ہوں گے۔

لو احرم بحجة اخری قبل الفراغ من الاولی یرفضها لئلا یصیر جامعا بین احرامی حجتین ویطوف ویسعی للاولی وعلیه دم وحجتان وعمرة۔ ایضا ومن فاته الحج فاحرم بحجة اخری قبل ان یتحلل بافعال العمرة لزمه رفضها لانه حاج احرامًا ومعتمرا فاذا احرم باخری یصیر جامعا بین حجتین احراما وهو بدعة غیر قضیة وتحلل من احرام الغائبة بافعال العمرة وعلیه دم الرفض وعمرة وحجتان رغنیه ص۱۲۶

پس زید کو چاہیئے کہ ان تحلیلات اور رفض سے فارغ ہو کر چھوڑے ہوئے عمرہ اور چھوڑے ہوئے حج کے لیے جو دو عمرے اس پر لازم ہوئے تھے ان دونوں عمروں کو تو اس سال میں قضا کر سکتا ہے بشرطیکہ اشہر حج نہ ہوں ورنہ بعد گزرنے اشہر حج اور ایام تشریق کے کرلے۔ اسلیے کہ اشہر حج میں مکہ سے عمرہ اور حج کرنا ممنوع ہے اور فوت شدہ حج بھی اس سال میں کرے اور دُوسرا حج جسکا احرام اب چھوڑا گیا آئندہ سال میں کرنا ہوگا (واللہ اعلم)

باقی یہ بات رہی کہ اگر انہوں نے قران کے احرام میں کپڑے پہننے کے بعد گھر میں جاکر جماع بھی کر لیا ہو تو اس سے احرام سے نہیں نکل سکتے۔ اگرچہ رفض احرام کی نیت سے کیا ہو۔ بلکہ اسی احرام ہی میں ہیں باوجود اس کے کہ وہ اپنے علم میں یہ جانتے ہوں کہ ہم کپڑے

وغیرہ پہننے سے احرام سے نکل چکے ہیں۔ ہاں اس کا فقط یہ اثر ہو گا کہ اس جماع کرنے خواہ اور محظورات کے ارتکاب سے دوسری جنایت لازم نہ ہو گی۔ اور یہ برابر ہے کہ رفض کی نیت وقوف عرفات کے وقت سے پہلے کی ہو یا بعد۔ مگر جماع اگر قبل ادا روقوف کے کیا تو حج فاسد ہو گیا لیکن احرام سے نہیں نکلا۔

اذا فعلها علی قصد رفض الاحرام فان المحرم اذا نوی رفض احرام فجعل یصنع ما یصنعہ الحلال من لبس الثیاب والتطیب والحلق والجماع وغیرہ فعلیہ دم واحد لجمیع ما ارتکب ولو فعل کل المحظورات ولا یخرج بذالک القصد من الاحرام وعلیہ ان یعود کما کان محرما سواء نوی الرفض قبل الوقوف او بعدہ الا ان احرامہ یفسد بالجماع قبلہ ومع ھذا یجب علیہ ان یعود کما کان محرما ثم نیۃ الرفض انما تعتبر فی اسقاط الجزاء ممن زعم انہ یخرج عنہ بھذا القصد لجھلہ مسئلۃ عدم الخروج واما من علم انہ لا یخرج منہ بھذا القصد فانھا لا تعتبر منہ (غنیۃ)

ص ۱۲۹

اور جو اُوپر لکھا گیا کہ جب قارن فوت شدہ حج کے احرام سے تحلیل کرنا چاہے تو پہلے عمرہ کے افعال بجا لا کر عمرہ کے احرام سے باہر ہو تو اُن افعال عمرہ کرنے سے وہ لازم شدہ عمرہ بھی ادا ہو گیا۔ کیونکہ عمرہ فوت نہیں ہوتا اور نہ فاسد ہی ہُوا تھا۔ اس پر مزید یہ عرض ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کپڑے پہننے کے بعد گھر میں آ کر جماع نہ کیا ہو۔ اگر قبل تحلیل عمرہ کے جماع کیا گیا ہو تو وہ عمرہ بھی فاسد ہو گیا۔ پس مکہ مکرمہ میں آ کر جو افعال عمرہ کر کے تحلیل کرے گا اس سے فقط فاسد عمرہ کے احرام سے حلال ہو گا۔ لیکن پھر اس کی قضا لازم ہو گی۔ مگر دم افساد لازم نہ ہو گا کیونکہ اس نے اپنے کو احرام سے خارج کر کے یہ فعل کیا تھا۔ اور فوت شدہ حج کے احرام سے حلال ہونے کے لیے دوسرے عمرہ کے افعال کرنے پڑیں گے جیسے بیان ہو چکا خوب سمجھ لو۔

ومن اهل بحجۃ فجامع ثم فاتہ الحج فعلیہ دم الجماع ویحل بالعمرۃ (ولو جامع) ای الفایت من قابل (قضا) ای بحجۃ فاسدۃ ای بجماع (ولو ان قارنا لم یطف لعمرۃ ففاتہ الحج وجامع) الاولی ان یقول فجامع یعنی وھو لم یطف بعد عمرۃ القران ولا لعمرۃ التی یتحلل بھا فعلیہ ان یمضی فی العمرتین وعلیہ دمان للجماع وقضاء عمرۃ القران) ای لانہ افسدھا ولا یجب علیہ قضاء التی یتحلل بھا۔

ایضا (ولو جامع الفایت قبل طواف) ای الذی یتحلل بہ مع السعی بعدہ (فلیس علیہ قضاء العمرۃ التی یتحلل بھا) ای اتفاقا فھذا دلیل علی ان المؤدی لیس افعال العمرۃ حقیقۃ فقولہ (لانھا لیست بعمرۃ) لیس علی ظاھرہ بل معناہ ان افعالھا لیست بافعال العمرۃ حقیقۃ بل صورۃ (اللباب وشرح ص۲۸۳)

ایضا ولو ان قارنا فاتہ الحج فجامع وھو لم یطف بعد لعمرۃ القران ولا لعمرۃ اللتی یتحلل بھا فعلیہ ان یمضی فی العمرتین وعلیہ دمان للجماع وقضاء عمرۃ القران دون اللتی یتحلل بھا لانھا لیست لعمرۃ ولا فوات بعد ما وقف لعرفۃ (غنیہ ص۱۷۱)

مطلب یہ ہوا کہ بعد فسادِ احرام حج کے جو افعال عمرہ کے بجالا کر تحلیل کی جائے گی تو اس فاسد احرام ہی سے کرنی ہو گی۔ پھر اس عمرہ کی قضا جو اس فاسد احرام سے تحلیل کے لیے افعال کیے گئے لازم نہ ہو گی۔ کیونکہ یہ عمرہ ہی نہیں مگر اس پر وہ عمرہ لازم ہے جو حج قران کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا تھا اب چونکہ عمرۂ قران کو بھی فاسد کر دیا ہے یعنی اس کے احرام میں ہونے کی صورت میں جماع کر لیا۔ تو اس کی قضا بھی لازم ہو گی جیسا اُوپر لکھا گیا۔ خوب سمجھ لو۔

دُوسرا یہ بھی خیال میں رہے کہ حج فاسد ہونے کے بعد جب تک اس کے احرام سے عمرہ کرکے تحلیل نہیں کی اس سے پہلے جماع کیا تو وہ احرام فاسد

ہو گیا اور قران کا احرام ہو گا تو احرام حج اور خود عمرہ مع اس کے احرام کے فاسد ہو گئے مگر حج اور عمرہ کی تحلیل اس احرام فاسد ہی سے کی جائے گی۔ کیوں کہ فساد سے احرام باطل ہو کر چھوٹ نہیں جاتا۔ پس اس پر ایک تو حج کی قضا لازم ہو گی جو کہ فوت ہو گیا تھا۔ دُوسرا عمرۂ قران کو بھی قضاء کرے گا جو جماع سے فاسد ہو گیا۔ البتہ جو افعال عمرۂ تحلیل حج و عمرۂ قران سے کیے گئے۔ اس کی قضا کرنی نہ ہو گی۔ (اس وہم سے کہ اس سے بھی پہلے جماع کیا گیا ہے تو یہ بھی گویا فاسد ہوا) اس کی وجہ بیان کی کہ یہ حقیقت میں عمرہ ہی نہیں ہے جس کا فساد لازم آئے یہ تو صورۃً عمرہ ہوا:

(ولو جامع قبل طوافہ للعمرۃ التی یتحلل بہا فلیس علیہ قضاءہا بالاتفاق لانہا لیست بعمرۃ۔ غنیۃ ص۱۷۱)۔

تاقلی شیر محمد جامع روایات

بہ ثانی نظر مع کچھ اضافہ و ترمیم کے ۱۳۶۶ھ ماہ رجب میں ختم ہوئی

باقامت المدینۃ المنورۃ مدرسۃ العلوم شرعیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

جدید مدلّل و مکمّل

زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک

جلد دوم

المعروف

قرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین

ناشر

مکتبہ اشرفیہ ۲۳۶ محمد علی روڈ بمبئی ۳

مکتبہ اشرفیہ کی اہم مطبوعات

اصلاح النساء
حیات المسلمین
تعلیم الدین
زاد السعید
شوقِ وطن
نشر الطیب
حقانیتِ اسلام
سال بھر کے مسنون اعمال
آداب المعاشرت
سنت و بدعت
جزاء الاعمال
سیرتِ خاتم الانبیاء
آداب النبی صلعم
علامات قیامت
اغلاط العوام
اعمالِ قرآنی چار حصے یکجا

تالیفاتِ اشرفیہ ۲ جلدیں
تلاوتِ قرآن
نسبت صوفیہ
دینیۃ الاخلاص
" " اخلاق
" " احسان
احکام میت
اسوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
بہشتی ثمر اول دوم
روح کی بیماریاں اور اس کا علاج
رسول کی سنتیں
دنیا کی حقیقت
ایک منٹ کا مدرسہ
مواعظ اختر مجلد
فضائل توبہ
تبلیغ دین

تعلق مع اللہ
علاج کبر
تسلیم و رضا
استغفار کے ثمرات
علاج الغضب
خوشگوار ازدواجی زندگی
حقوق النساء
بدنظری اور اس کا علاج
قرآن و حدیث کے انمول خزانے
بدگمانی اور اس کا علاج
معارفِ مثنوی
محبوب دعائیں
محبوب خدا کی محبوب دعائیں
برکات زمزم
محاسن اسلام
احسان اور ایمان

قران کا بیان

مسئلہ۔ جان لے کہ ہم حنفیوں کے نزدیک قران، تمتع سے افضل ہے (زبدہ)

مسئلہ۔ اور مکی اور داخل میقات (یا مابین میقات پر) رہنے والے کو اور جو شخص قبل، اشہر حج مقیم مکہ ہو (اس طرح پر کہ آتے وقت جو عمرہ کا احرام باندھ کر آیا ہو۔ اس عمرہ سے قبل اشہر حج سے فارغ ہو کر بیٹھا ہو یا یہ کہ اشہر حج میں کسی مشروع طریقہ سے بغیر احرام آ کر مکہ میں داخل ہو کر رہا ہو یا وہ شخص جو اشہر میں عمرہ کے افعال بجالا کر وقوف عرفہ سے پہلے حلال ہو چکا ہو اور پھر قران کرنا چاہے (تو ان سب کو) قران جائز نہیں (زبدہ)

مسئلہ۔ اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ احرام باندھے اشہر حج میں (یعنی عمرہ اور حج کے احرام کو اکٹھا باندھے اس طرح پر کہ) بعد دوگانہ نفل کے کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَ تَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ۔ اور پھر یہ نیت عمرہ اور حج کے تلبیہ کہے اور باقی طریقہ احرام سب وہی ہے جو کہ مفرد میں گزرا (زبدہ) اگر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ کہا یعنی حج پہلے کہا اس کے بعد عمرہ کہا تو بھی جائز ہے لیکن عمرہ کہنا افضل ہے (ناقل) مسئلہ۔ اور اگر قبل اشہر حج احرام باندھا ہے تو بھی بکراہت تحریمی قران ہو جاتا ہے (زبدہ) لیکن اشہر حج آنے سے پہلے کوئی فعل عمرہ خواہ حج کا نہ کرے (ناقل) مسئلہ۔ پھر جب طواف کرے تو اوّل طواف عمرہ کا کرے رمل اور اضطباع کے ساتھ پھر سعی عمرہ کی کرے اور حلق نہ کرے کہ احرام حج میں ہے۔ اگر حلق کر بھی لیا تو بھی حلال نہ ہوگا اور (اس حلق کرنے کی وجہ سے) دو دم جنایت اور دو احرام کے دینے واجب

ہوں گے اور بعد سعی عمرہ کے پھر آ کر طواف قدوم رمل اور اضطباع کے ساتھ کر کے سعی (حج کی) کرے کیونکہ قارن کو سعی (حج کی) طواف قدوم کے ساتھ کرنی افضل ہے بخلاف مفرد کے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اگر سعی بعد طواف زیارت کے کرنی منظور ہو تو طواف قدوم میں رمل اور اضطباع نہ کرے اور باقی سب مسائل مفرد کے بیان میں مذکور ہوئے یہاں بھی ایسے ہی ہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور قارن کو اوّل طواف عمرہ واجب ہے اگر اوّل طواف میں قدوم کی نیت کر لی تو بھی یہ طواف عمرہ ہی کا ہو گا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اگر کوئی اوّل دو طواف کرے ایک عمرہ کا دُوسرا قدوم کا اور پھر دو سعی کرے۔ ایک عمرہ کی دُوسری حج کی تو بھی قِران جائز ہوتا ہے اور دم جنایت لازم نہیں آتا مگر (خلاف طریقۂ سُنّت کے) گنہگار ہوتا ہے (زبدہ) پس اگر پہلے طواف اور سعی حج کے لیے کئے۔ اس کے بعد طواف اور سعی عمرہ کے لئے کیا تو پہلا طواف اور سعی عمرہ کے لیے واقع ہوں گے۔ اور پچھلا طواف وسعی حج کے لیے محسوب ہوں گے اور نیّت لغو ہو جائے گی۔ کیونکہ ان میں نیّت کا تعیّن لازم نہیں بلکہ سُنّت ہے[۱] (غنیہ)۔

مسئلہ۔ پھر جب رمی جمرۃ العقبہ کی دسویں تاریخ کو کرے تو ذبح کرنا اس پر واجب ہے اور اس دم کو دم قران اور دم شکر کہتے ہیں (اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے دو عبادتیں حج و عمرہ کی اشہر حج میں نصیب کیں) ایک بکری یا ساتواں حصّہ گائے یا اُونٹ کا بشرطِ اضحیہ کرنا چاہیئے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور (اُونٹ گائے میں) سب

---

[۱] فاذا دخل مکۃ بدأ بافعال العمرۃ وجوبا ولو اخر احرامھا حتی لو طاف اولا لحجۃ وسعی لھا ثم طاف وسعی لعمرتہ فطوافہ الاول وسعیہ یکون للعمرۃ و نیتہ لغو ولا یلزمہ تعیین النیۃ بل یسن (غنیہ) ص۹

شریک بارادہ قربت ذبح کریں اگرچہ قربت مختلف ہوں۔ مثلاً کوئی قران کا حصہ لیکر اضحیہ کا کوئی نذر۔ کوئی نفل کا۔ اگر کوئی بھی گوشت کھانے کو حصہ لے گا تو کسی کی طرف سے بھی ادا نہ ہوگا۔ جیسا اضحیہ میں ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اضحیہ میں قائم مقام ہر دم کے نہیں ہو سکتا (اس لیے) چاہیئے کہ اس دم میں تعین نیت دم قران کی کرے تاکہ دم جنایت۔ دم نفل۔ اور اضحیہ وغیرہ سے جدا ہو جاوے۔ مطلق ذبح کی نیت نہ کرے[ے] (زبدہ) پس اگر کسی کو اضحیہ کرنی ہو یا کوئی اور دم تو دم قران کے علاوہ کرے (نافل) **مسئلہ**۔ اور کھانا اس کا قارن کو بھی جائز ہے۔ مگر تین حصہ کرکے ایک صدقہ (مساکین کو) کرنا اور ایک حصہ ہدیہ احباب کرنا (اگرچہ غنی ہوں) مستحب ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور قارن کو ان تین چیزوں میں ترتیب واجب ہے۔ اوّل رمی پھر ذبح، پھر حلق اور طواف زیارت میں ترتیب واجب نہیں اگر اوّل یا آخر یا بیچ میں تینوں کے کر لے جائز ہے۔ مگر سُنّت یہ ہے کہ طواف بعد حلق کرے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور منفرد پر ذبح واجب نہیں مگر رمی اور حلق میں اس کو بھی ترتیب واجب ہے (زبدہ) مفرد ذبح کرے تو مستحب ہے (نافل) **مسئلہ**۔ دم کے ذبح کرنے کا مکان ساری حد حرم ہے پس حرم سے باہر جائز نہیں ہے اور اس کا وقت دسویں کے فجر ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے بارہویں تک، دسویں گیارہویں اور بارہویں میں واجب ہے اور دسویں کی

[ے] ان یکون بنیۃ الهدی لیتمیز عن الاضحیة بل یشترط ان یکون بنیۃ القران اونحوه لان للهدی جهات عن المتعة والقران والاحصار وغیر ذلك فلا یتعین الا بنیۃ التعیین فلا یجزی بدونها غنیہ ص۱۹۳ فصل فی احکام الذبح

فجر سے پہلے جائز ہی نہیں (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور سنّت ہے کہ دسویں سے بارہویں تک منیٰ میں ذبح کرے اور دسویں سے بارہویں تک سوائے منیٰ کے حد حرم میں ذبح کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن بے ضرورت منیٰ سے علاوہ دوسری جگہ حدِ حرم میں مکروہ ہے اور بارہویں کے بعد مکہ مکرّمہ میں سارے حرم سے افضل ہے اور مکہ مکرّمہ میں سارے شہر سے مَروہ کے پاس افضل ہے۔ لیکن بارہویں کے بعد ذبح کرنے سے دُوسرا دم جنایت ترک واجب کا بھی لازم ہو گا۔ کیونکہ دسویں سے بارہویں تک ذبح کرنا واجب تھا اس میں تاخیر ہوئی (غنیۃ اللباب) **مسئلہ**۔ اگر قارن کے پاس اتنا نفقہ نہ ہو کہ دم خرید کر اس قدر بچ رہے کہ گھر تک پہنچ سکے (یا دم) اس کے ملک میں بھی نہ ہو تو دس روزے رکھے۔ تین روزے تو ان میں سے دسویں سے پہلے رکھ لے اگر تتابع (یعنی مسلسل) رکھے افضل ہے اور متفرق رکھنا بھی جائز ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر ساتویں آٹھویں نویں کو رکھے تو بہتر ہے۔ ورنہ اشہر حج میں بعد احرام عمرہ قران کے جب چاہے رکھ لے جائز ہے۔ لیکن اگر خوف یہ ہو کہ روزہ سے ضعف ہو گا اور وقوف عرفہ میں قصور ہو گا تو نویں سے پہلے ہی فارغ ہونا افضل ہے۔ بلکہ ایسے شخص کو عرفہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے (زبدہ) باقی یہ جو کہا کہ اشہر حج میں بعد احرام عمرہ قران کے تین روزے رکھنا جائز ہیں۔ اسکی تحقیق چھٹے مسئلہ میں آئے گی۔

مسئلہ۔ اور سات روزے باقی بعد ایام تشریق کے مکہ میں یا جہاں چاہے رکھ لے (بلکہ وطن میں پہنچ کر رکھنا افضل ہے) ان سات میں تتابع (پے درپے) افضل ہے اور متفرق بھی جائز ہیں۔ اور ایام تشریق میں جو روزہ رکھے گا صحیح نہ ہو گا (زبدہ) **مسئلہ**۔ ان روزوں کی نیت رات کو کرنی چاہیئے۔ اگر صبح صادق

ہو گئی تو صحیح نہیں جیسے کفارہ کے روزے کا حکم ہے۔ پس سُورج ڈوبنے سے پہلے اور صُبح ہونے کے بعد نیّت صحیح نہیں ہے (شرح اللباب وغیرہ) **مسئلہ**۔ پہلے تین روزہ قِران کے جائز ہونے کا وقت یہ ہے کہ جب اشہرِ حج میں قِران کا احرام باندھ چکے تو اس کے بعد دسویں ذوالحجہ سے پہلے تک روزہ رکھ لے۔ اگر قِران کا احرام اشہرِ حج سے پہلے باندھا یا اس کے بعد اشہرِ حج واقع ہوئے اس میں یہ روزے رکھ لیے تو بھی جائز ہو گئے۔ اگرچہ افعال عمرہ کرنے سے پہلے رکھے ہوں۔ لیکن اشہرِ حج میں احرام قِران باندھ کر اور عمرہ کے افعال بھی بجا لا کر اس کے بعد ساتویں آٹھویں نویں کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور (آٹھویں تک پورے کرنا بھی اچھا ہے، لیکن عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد مستحب ہے) شرح اللباب) **مسئلہ**۔ یہ تین روزے مکہ میں رکھنے مستحب ہیں اگر حرم سے باہر رکھے تو بھی جائز ہیں (غنیہ)۔

مسئلہ۔ اشہرِ حج میں پہلے تین روزے رکھ کر اس کے بعد احرام قِران کا باندھا تو وہ روزے جائز نہ ہوں گے (غنیہ) اور اُوپر چھٹے مسئلہ میں جو زبدہ کی یہ عبارت گزری کہ (اشہرِ حج میں بعد احرام عمرہ قِران کے چاہے رکھ لے الخ۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اشہرِ حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر یہ تین روزے رکھ لے اس کے بعد احرام حج کا باندھے تو تین روزے جائز ہو جائیں گے۔ فتح القدیر میں اس طرح کی عبارت ہے۔ لیکن وہ مجمل ہے۔ اس سے قِران اور تمتع کا حکم یکساں معلوم ہوتا ہے اور بعض بھی اس طرف گئے ہیں۔ اس لیے اختلافی مسئلہ ہے۔ لیکن اللباب اور اس کی شرح اور منحۃ الخالق میں علامہ ابن عابدین شامی نے نہایت وضاحت سے لکھا ہے کہ عمرہ کے احرام کے بعد اور حج کے احرام سے پہلے ان تین روزوں کا جواز تمتع کے لیے ہے اور قِران میں شرط ہے کہ حج و عمرہ

دونوں کے احرام باندھنے کے بعد رکھے جائیں۔ ایسا ہی اللباب میں شرائط صحت صیام ثلثہ میں لکھا ہے کہ تین روزے قران میں تو احرام عمرہ اور حج باندھنے کے بعد اور تمتع میں بعد احرام عمرہ کے اور شرح اللباب میں ملّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ متمتع میں کو بھی احوط و بہتر یہ ہے کہ حج کے احرام باندھنے کے بعد تین روزے رکھے۔ کیونکہ بعضوں کے نزدیک احرام حج سے پہلے متمتع کو بھی یہ تین روزے رکھنے جائز نہیں ہیں۔ اگرچہ تمتع میں پہلا قول صحیح ہے لیکن احوط پر عمل کرنے سے متمتع کے روزے بالاتفاق جائز ہو جائیں گے علاوہ اس کے ہمارے اصحاب متفق ہیں۔ تین روزے کے استحباب متوالیہ پر جو بعد احرام حج کے ساتویں، آٹھویں، نویں کو رکھے جائیں۔ پس قران میں تو بطریق اولیٰ احرام حج کے بعد ہی تین روزوں کے جواز کا شرط ہے۔ واللہ اعلم سبحانہ وتعالیٰ (شرح اللباب و منحہ) ایسا ہی علامہ آخون جانؒ نے لکھا ہے۔[ه]

[ه] منحۃ الخالق علی بحر الرائق قولہ بعد الاحرام او بالعمرۃ هذا بالنسبۃ للتمتع اما القارن فلا بدّ ان یکون بعد الاحرام بالحج و العمرۃ فقد ذکر فی اللباب من شرائط صحۃ صیام الثلاثۃ ان یصومها بعد الاحرام بهما فی القران وبعد احرام العمرۃ فی التمتع اھ اور شرح اللباب میں علامہ علی القاری نے بہت طویل تحقیق فرمائی ہے۔ اس میں سے تھوڑے فقرے لکھتا ہوں :- (ان یصوم الثلاثۃ بعد الاحرام بهما فی القران) ای فی حقہ خاصۃ بخلاف المتمتع فان فیہ خلافا کما سیاتی فلو صام الثلاثۃ ثم قرن لا یجوز صومہ بالاجماع (وبعد احرام العمرۃ فی التمتع وان یکون) ای صیام الثلاثۃ (فی اشهر الحج) فلو قرن قبل اشهر الحج وصامها لم یجز ولو صام بعد ما دخل اشهر الحج جاز بعد تحقق الاحرام ثم اعلم ان کل ما هو شرط فی صوم القارن فهو شرط فی صوم المتمتع بلا خلاف الا الاحرام بالحج فانہ لیس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۱ سے آگے)

بشرط صحته صوم المتمتع فی۔ ظاهر المذهب علی قول الاکثر بل یشترط ان یکون بعد احرام العمرة فقط فلو صام المتمتع فی اشهر الحج بعد ما احرم بالعمرة قبل ان یحرم بالحج جاز لان وجود الاحرام حالة قوله لان وجود الاحرام حالة صوم لعله سقط منه لفظ بالحج بعد قوله الاحرام هـ (در ملا آخون جان) صوم الثلاثة شرط فی جواز صوم القران و ادا صوم المتمتع فالاکثر علی عدم اشتراط ذلک فی البدائع۔ وهل یجوز له بعد ما احرم بالعمرة فی اشهر الحج قبل ان یحرم بالحج قال اصحابنا یجوز سواء طاف لعمرة اولم یطف انتهی وهو ظاهر فی هذا المعنی لکن لیس بصریح فی المدعی اذ یمکن حمله علی المتمتع الذی ساق الهدی وکذا ذکره فی المدارک فعلیه صیام ثلاثة ایام فی وقت الحج وهو اشهره مابین الاحرامین ـ احرام العمرة واحرام الحج وکذا ما فی شرح الکنز وقته اشهر الحج بین الاحرامین فی حق المتمتع انتهی (۱۶) واعلم انه اتفق الاصحاب علی ان من الاستحباب ان یصوم ثلاثة ایام متوالیة بعد الاحرام بالحج آخرها یوم عرفة الخ (اللباب و شرح صفحہ ۱۵۱)

اور علامہ ملا آخون جان منسک حج میں فرماتے ہیں:۔

وشرط صیام روز روزه داشتن قارن بعد از احرام حج و عمره و بعد از احرام عمره متمتع را دایں صوم سہ روزه در اشہر حج بودن در کار است و واقع شود پیش از روز عرفہ نیت کند در شب

(انتہی صفحہ ۵۳)

(**تنبیہ**) شامی میں لکھا ہے کہ قارن نے اشہر حج سے پہلے احرام باندھا اور تین روزے اشہر حج میں رکھے تو جائز نہیں۔ اس پر غنیۃ المناسک میں لکھا ہے کہ یہ سبق قلم سے ہوگیا ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔ غنیہ[۱]

مسئلہ۔ اگر تین روزے اوّل فوت ہو گئے اور نویں تاریخ گزر گئی تو دم متعین ہو گیا۔ اگر مقدور نہ ہو تو بعد رمی کے حلق کر کے حلال ہو جاوے اور دو دم اس کے ذمہ پر واجب رہیں گے۔ ایک دم قران کا دُوسرا ذبح سے حلال ہونے کا (زبدہ)

مسئلہ۔ غنیۃ المناسک میں منسک الکبیر سے نقل کیا ہے کہ اگر قارن نے قبل ذبح کے حلق کیا اور ذبح کو ایام نحر کے بعد کیا تو اس پر تین دم واجب ہوں گے ایک ذبح سے پہلے حلق کرنے کا۔ دوسرا ایام نحر سے ذبح کو موخر کرنے کا۔ تیسرا دم یا قران یا تمتع کا۔ (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور جو کوئی ایام نحر سے پہلے یا ایام نحر میں حلق سے پہلے دم پر قادر ہو (جائے) تو حکم صوم کا باطل ہو گا اور ذبح کرنا واجب ہو گا۔ (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اگر بعد ایام نحر کے یا ایام نحر میں بعد حلق کے قادر ہو تو باقی سات روزے ہی رکھے اور دم کو جو چاہے سو کرے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر کسی نے باوجود دم کے اوّل کے تین روزے رکھے (پس اگر دہ) دم یوم نحر تک باقی رہے تو دم ہی واجب ہو گا۔ صوم کافی نہیں اور اگر قبل وقت ذبح کر کے دم ہلاک ہو گیا اور دُوسرے خرید کرنے کی قدرت نہیں) تو روزے معتبر ہیں (زبدہ) باقی سات روزے رکھنے ہوں گے۔

---

[۱] (فی الکبیر فلو قرن قبل اشھر الحج وصامھا لم یجز ولو صام بعدما دخل اشھر الحج جاز اھ فما فی رد المحتار فلو احرم قبلھا وصام فیھا لم یصح اھ فلعلہ سبق قلم واللہ اعلم سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ غنیہ ص۱۱۱

مسئلہ۔ اگر کسی نے اول احرام فقط عمرہ کا باندھا پھر چار شوط طواف عمرہ پورے ادا کرنے سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو بھی قِران ہو گیا (زبدہ) مسئلہ۔ اگر چار چار شوط طواف عمرہ کے کرکے بعد احرام حج کیا تو قِران نہ ہوگا (زبدہ) بلکہ تمتع ہو گیا۔

مسئلہ۔ اور جو احرام حج باندھ کر پہلے طواف قدوم سے احرام عمرہ کا باندھا۔ اگرچہ اس طرح کرنا اچھا نہیں ہے مگر قِران ہو گیا۔ باقی تفصیل مطولات سے دریافت کرے واللہ اعلم (زبدہ) اچھا اس لیے نہیں کہ سنّت کے خلاف ہے۔ اگرچہ اس طرح کرنے سے قِران تو ہو گیا لیکن کچھ برا کرنے والا ہوا اور دم شکر بالاتفاق دے۔ اور عمرہ کا چھوڑنا بھی مستحب نہیں ہے۔ کیوں کہ افعال کی ترتیب فوت نہیں ہوئی اور احرام میں ترتیب نہیں ہے۔ اب افعال عمرہ کو پہلے کرے اور افعال حج مؤخر کرے اور ترتیب قِران حاصل ہو جائے گی اگرچہ احرامِ عمرہ پیچھے باندھا گیا ہے (غنیہ)

مسئلہ۔ اور اگر طواف قدوم کے شروع کرنے کے بعد احرام باندھا اگرچہ طواف قدوم کا ایک ہی شوط کیا ہو تو بہ نسبت پہلی صورت کے زیادہ برا کیا اور قِران ہو گیا۔ اور دم قِران بھی دے جیسے مسنون میں دیا جاتا ہے۔ اور اس دم سے اس کو کھانا بھی جائز ہے۔ یہی قول شمس الائمہ کا ہے اور بعضوں کے نزدیک دم جبر ہے اور اس سے اس کو کھانا جائز نہیں (اللباب) اور مستحب ہے کہ عمرہ کو چھوڑ دے استحباب رفض مشیر ہے دم شکر پر اور اکثر شوط طواف قدوم کرنے کے بعد کا مسئلہ قریب آرہا ہے۔

مسئلہ۔ قِران میں عمرہ اور حج کے احرام کو اکٹھا باندھے اور دونوں کو اشہر حج میں اوپر کے طریق سے ادا کرے اور اکٹھے باندھنے سے یہ مراد ہے کہ معاً دونوں کی نیت کرے۔ جیسا اوپر گزرا یہی افضل ہے۔ یا ایک احرام باندھ کر

اس کے بعد دُوسرے کا احرام باندھے اور بیچ میں کسی ایک کا رکن اَدا نہ کرے یعنی عمرہ کے طواف کے اکثر شوط کرنے سے پہلے حج کا احرام باندھے یا حج کے وقوفِ عرفات سے پہلے حج کے احرام کے اُوپر عمرہ کا احرام باندھے۔ اگرچہ اس میں بُرائی ہے بسبب ترکِ سُنّت کے۔ پس قران میں سُنّت ہے کہ دونوں کو اکٹھے باندھے یا احرام عمرہ کو پہلے باندھے تو بلاخلاف قارن ہو جائے گا (غنیہ) اور تفصیل اس کی اُوپر کے مسائل میں گزری۔

مسئلہ۔ اور اکثر شوط یا سارے طواف قدوم کرنے کے بعد احرام عمرہ باندھا تو اور زیادہ بُرا کیا۔ پس مستحب ہے کہ ان دونوں صورتوں میں یعنی اکثر شوط طواف قدوم کرنے یا سارے طواف قدوم کے بعد احرامِ عمرہ باندھا ہے تو احرام عمرہ کو چھوڑ دے اور چھوڑنے کا طریقہ جمع احرامین میں آئے گا۔ اور اس کے بعد دم رفض اور عمرہ کی قضا کرنی لازم ہو گی۔ اور اگر پُورا کیا چھوڑا نہیں تو دم جمع بالاتفاق لازم ہو گا لیکن صاحب ہدایہ نے تصحیح کی ہے کہ دم جبر ہے اور بعض کا قول ہے کہ دم شکر ہے (اللباب وغیرہ) پس بہتر ہے کہ اس اختلاف کی وجہ سے ذبح کرنے والا اس دَم سے نہ کھاوے اور اغنیاء کو بھی نہ دے بلکہ سب مساکین کو دے دے (ناقل)۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص میقات سے تجاوز کر کے حل سے قران کا احرام باندھے تو اس تجاوز کی وجہ سے ایک دم لازم ہو گا مثل مفرد کے۔ کیونکہ یہ تجاوز محظورِ احرام نہیں ہے۔ ہاں اگر میقات سے گزر کر حج کا احرام باندھا اور جب مکہ مکرمہ میں داخل ہُوا اور پھر حرم میں عمرہ کا احرام باندھا۔ اگرچہ اس سے قارن ہو جائے گا۔ مگر اس پر اس صورت میں دو دم لازم ہوں گے۔ سوا دم قران کے اور ایسا ہی اگر میقات سے گزر کر حل میں حج کا احرام نہ باندھا۔ بلکہ جب مکہ میں یا حد حرم ہی میں آیا اور

حرم میں حج اور عمرہ کا احرام باندھا تو بھی دو لازم ہوں گے۔ ایک دم میقات سے بغیر احرام گزرنے کا اور دوسرا ترک میقات عمرہ کا کیوں کہ جب مکہ میں داخل ہوا تو مکیوں کے حکم میں داخل ہو گیا اور مکیوں کے لیے احرام عمرہ کا میقات حد حل ہے اور اس کا ترک لازم آیا۔ اگر میقات سے حج کا احرام باندھتا اور عمرہ کا احرام حل سے باندھ کر مکہ مکرمہ میں آتا تو کچھ لازم نہ ہوتا کیونکہ اُس صورت میں نہ تو میقات سے بغیر احرام کے گزرنا لازم آیا اور نہ مکہ سے عمرہ کا احرام باندھا گیا (غنیہ و شامی و بحر) اب اگر مکہ مکرمہ سے طواف عمرہ شروع کرنے سے پہلے میقات پر جا کر دونوں کے لیے تلبیہ کہہ کر تجدید احرام کر لی تو یہ دم ساقط ہو جائیں گے۔ (ناقل)

قران کے صحیح ہونے کی شرطوں کا بیان

مسئلہ۔ پہلی شرط یہ ہے کہ عمرہ کا سارا طواف یا چار شوط اشہر حج میں کرے۔ اگر اشہر حج سے پہلے کئے تو قارن نہ ہو گا۔ بلکہ شرعاً مفرد ہو گا دونوں کے حق میں یعنی عمرہ بھی مفرد ہوا اور حج بھی مفرد۔ دوسری یہ کہ عمرہ کا سارا طواف یا اکثر شوط عرفات کے وقوف سے پہلے کرے اگر عرفات کا وقوف کیا اور عمرہ کے اکثر شوط نہ کئے ہوں گے تو وہ عمرہ باطل ہو گیا (اگرچہ عمرہ کے چھوڑنے کی نیت نہ کی ہو) محض وقوف عرفہ سے عمرہ چھوٹ جاتا ہے۔ (وقوف مبطل عمرہ ہے) اور وقوف عرفہ سے عمرہ تب باطل ہو گا جبکہ وقوف بعد زوال کیا جاوے قبل زوال عرفات کی حد میں جانے سے باطل نہ ہو گا۔ ایسا

ہی محض عرفات کی طرف روانہ ہونے سے بھی عمرہ باطل نہ ہو گا جب تک عرفات میں بعد زوال وقوف نہ کرے۔ اگرچہ تھوڑا ہی لحظہ ہو یہی ظاہر الروایت ہے۔ چونکہ اب سواری موٹروں کی مل سکتی ہے۔ زوال سے پہلے مکہ میں آکر عمرہ کا طواف وغیرہ کر کے تدارک کر لے تو قران صحیح ہو جائے گا۔ جب عمرہ چھوٹ گیا تو احرام عمرہ بھی نہ رہا۔ پس بعد ایام تشریق کے جدید احرام باندھ کر عمرہ کی قضا کرے اور عمرہ چھوٹ جانے کی وجہ سے دم رفض بھی دینا پڑے گا۔ اگرچہ یہ فعل کسی عُذر وغیرہ سے ہُوا ہو جیسے کسی عورت کو حیض آگیا اور اسی وجہ سے طواف عمرہ نہ کر سکی اور عرفات پر جا کر وقوف کیا۔ پس اس صورت میں قران بھی باطل ہو گیا اس لئے دم شکر بھی اُس سے اُتر گیا۔ اور یہ حاجی اب ایک احرام حج میں محرم ہے (شامی واللباب غنیہ) تیسرا یہ کہ حج کا احرام عمرہ کے سارے طواف یا اکثر شوط سے پہلے باندھے پس اگر عمرہ کے اکثر اشواط کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا تو قارن نہ ہو گا بلکہ متمتع ہو جائے گا۔ بشرطیکہ یہ عمرہ کا طواف اشہر حج میں کیا ہو اور اگر عمرہ کا طواف اشہر حج سے پہلے کیا ہو گا تو نہ قارن ہو گا نہ متمتع بلکہ عمرہ اور حج دونوں

سہ فلو لم یطف لعمرة او طاف لها اقله ولو بعذر کحیض مثلا حتی وقف بعرفة ارتفضت عمرة وان لم ینو الرفض لانه تعذر علیه اداؤها لانه اداها بعد الوقوف فصار بانیا افعال العمرة علی افعال الحج وهو عکس للمشروع لبطل قرانه وسقط عنه دمه وعلیه قضأها بعد ایام التشریق ودم لرفضها فلو اتی باربعة اشواط ولو بقصد تقدوم ای التطوع ثم وقف لم تبطل عمرة ویتمها یوم النحر قبل طواف الزیارة ولو طاف لعمرته اربعة اشواط ولم یسع لها ثم طاف یوم النحر للزیارة و سعی فان ثلاثة اشواط من طواف تحول لعمرته وکذا سعیه زکریا غنیہ ۱۱۰۹

مفرد ہو گئے۔ چوتھا یہ کہ حج کا احرام عمرہ کے فساد سے پہلے باندھے۔ پس اگر عمرہ کا احرام باندھ کر عورت سے جماع کیا اس کے بعد حج کا احرام باندھا تو مفرد بحج ہو گا۔ پانچواں یہ کہ حج اور عمرہ کو فساد سے بچائے۔ پس اگر دونوں کو فاسد کیا جیسے عمرہ کے اکثر طواف کرنے سے پہلے جماع کیا تو دونوں فاسد ہو گئے اور قران جاتا رہا اور اگر عمرہ کے اکثر شوط کرنے کے بعد وقوف عرفات سے پہلے جماع کیا تو عمرہ ہو گیا فقط حج فاسد ہو گا۔ اور قران باطل ہو گیا (غنیۃ) باقی احکام فساد حج میں آئیں گے۔

ان لوگوں کا بیان جن کو قران اور تمتع جائز نہیں ہے

مسئلہ۔ مکہ مکرمہ کے رہنے والوں اور میقات پر یا میقات کے اندر حل میں رہنے والوں کو قران اور تمتع کرنا جائز نہیں (غنیہ) **مسئلہ۔** اسی طرح وہ آفاقی جو کہ مکہ مکرمہ میں آکر داخل ہوا۔ اگرچہ اشہر حج میں کسی شرعی طریق سے بغیر احرام عمرہ کے آیا ہو جیسے پہلے حل کی حد میں کسی حاجت کے لیے آیا تھا پھر وہاں سے کسی کام کی غرض سے مکہ معظمہ میں بغیر احرام آیا۔ یا اشہر حج سے پہلے ہی مکہ میں داخل ہو کر عمرہ بجا لا کر فارغ ہوا اور وہاں ٹھہر گیا۔ اس کے بعد اس پر اشہر حج واقع ہوئے تو اب وہ مکہ والوں کے حکم میں ہے پس اس کو بھی وہاں سے قران اور تمتع کرنا منع ہے۔ (حیات) اگر یہ لوگ قران یا تمتع کریں گے تو دم جنایت لازم ہو گا نہ کہ دم شکر (نائل)۔ اور حقیقت میں یہ دم بھی لجمع ہے (شامی) ملا آخون جان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

حاجی مکہ سہ نوع است یا مکی اصلی ست او را حج افراد ست بس۔

 یا آفاقی کہ بعمرہ داخل مکہ شدہ متمتع باشد یا نہ سوق ہدی کردہ یا نہ از عمرہ اش

حلال شدہ یا نہ حکم ایں حکم مکی ست کہ اورا غیر افراد نیست یا آفاقی کہ داخل شدہ است بمکہ بحج پس او محتاج بتجدید احرام نیست۔

۳۔ یا میقاتی ست پس او برائے حاجتے بمکہ در آید مثل مکی ست در احرام بستن از حرم و اگر بقصد حج در آمدہ باشد احرام بحج تنہا بند د از حل انتہیٰ۔ حاصل اسکا یہ ہے:

۱۔ اصل مکی کو تو وہاں سے فقط حج افراد ہی کرنے کا حکم ہے۔

۲۔ اور آفاقی جو عمرہ کے احرام سے مکہ مکرمہ میں آیا ہے اگر قبل اشہر آیا اور اشہر حج کے آنے سے پہلے ہی عمرہ کر کے حلال ہو کر رہا ہو یا اشہر حج میں آیا اور افعال عمرہ بجا لاکر احرام سے حلال ہوا یا ایسا ہی احرام میں رہا۔ پھر جب حج کا احرام باندھیں تو فقط حج ہی کا احرام باندھیں۔ حج سے پہلے نہ دوسرے عمرہ کا اور نہ قران وغیرہ کا جو آفاقی اشہر حج سے پہلے آیا تھا اُس کو تو مطلقاً ثانی عمرہ کرنے کی ممانعت ہے البتہ جو اشہر حج میں عمرہ کر کے حلال ہو کر رہا ہو۔ اس کو ثانی عمرہ کرنے میں جو متاخرین کا اختلاف ہے اس کی بحث تمتع کے بیان میں آئے گی۔ مطلب یہ کہ اُن کو مکہ سے قران اور تمتع کرنا نہ چاہیئے اگرچہ صورتاً ہو۔

۳۔ اور جو میقاتی مکہ مکرمہ میں کسی حاجت کی وجہ سے آیا ہو اور وہاں سے حج کرنا چاہے تو اس کا میقات حج حرم ہی ہے۔ وہ بھی فقط افراد حج کرے۔ (نافل)

مسئلہ۔ اگر آفاقی بغیر احرام کے اشہر حج میں مکہ میں آیا یا اشہر حج سے پہلے آیا اس کے بعد اشہر حج میں وہاں سے قران یا تمتع کا احرام باندھ کر ان کے افعال کیئے تو قران اور تمتع جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ آفاقی کے میقات سے قران اور تمتع کا احرام باندھنا ان کی صحت کی شرط نہیں بلکہ واجب ہے اور ترک واجب

سے دم لازم ہوتا ہے اور نہ کسی شرعی طریقہ سے بغیر احرام مکہ میں داخل ہو کر مکہ والوں کے حکم ہوا ہے۔ جیسے اُوپر کے مسئلہ میں لکھا گیا ہے۔ واللہ اعلم (افادات غنیۃ الناسک)

مسئلہ۔ اگر مکی اشہر حج سے پہلے میقات سے باہر آفاق میں نکل گیا تو اس کو واپس آتے وقت قران جائز ہے[سے] (شامی عن العنایہ وغنیہ)

مسئلہ۔ اگر اشہر حج میں مکہ مکرمہ سے آفاق کو گیا تو قران کرنا جائز نہیں اگر قران کا احرام باندھا ہے تو عمرہ چھوڑ دے قارن کو عمرہ کے احرام چھوڑنے کی صورت یہ ہے کہ عمرہ کے افعال تو موقوف کر دے۔ یعنی وقوف عرفات سے پہلے کوئی فعل عمرہ کا نہ کرے بلکہ کوئی نفلی طواف بھی نہ کرے ورنہ وہ طواف عمرہ میں محسوب ہو جائے گا۔ خوب یاد رکھو جب وقوف عرفات کا وقت بعد از زوال شروع ہو گا۔ اس وقت بلا نیت کئے عمرہ چھوٹ جائے گا کیونکہ وقوف عرفہ مبطل عمرہ ہے جیسا اُوپر گزرا اور چھوڑنے کی صورت ایک احرام پر دُوسرے احرام باندھنے کے بیان کے چوتھے مسئلہ میں ہے (ناقل)۔

سے قولہ ومن فی حکمہ ای من اہل داخل المواقیت قولہ یفرد فقط ہذا ما دام مقیما فاذا خرج الی الکوفۃ وقرن صح بلا کراھیۃ لان عمرتہ وحجتہ میقاتیان فصار بمنزلۃ الآفاقی قال المحبوبی ھذا لو خرج الی الکوفۃ قبل اشھر الحج واما اذا خرج بعدھا فقد منع من القران فلا یتغیر بخروجہ من المیقات کذا فی العنایہ وقول المحبوبی ھو الصحیح نقلہ الشیخ الشبلی عن الکرمانی (ردالمحتار ص ۳۴۲)

تمتع کا بیان

مسئلہ: حنفیوں کے مذہب میں تمتع افراد سے اولیٰ ہے (زبدہ)

مسئلہ: غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ اگرچہ اصل میں تمتع سے قران افضل ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک تمتع اس اعتبار سے افضل و بہتر ہے کہ ہم کو اپنے نفس پر پورا بھروسہ نہیں ہے۔ اس لیے محظورات کے ارتکاب کا غالب گمان ہے۔ اور قران میں چونکہ تنگی بہت ہی ہے بسبب بہت وقت تک احرام میں رہنے کے۔ پس حج اچھی طرح سلامتی سے پورا کرنا مشکل ہوتا اور تمتع میں عمرہ کے احرام سے فارغ ہو کر رہنے کی وجہ سے بیچ میں استمتاع سے راحت ملتی ہے۔ پھر ساتویں آٹھویں کو حج کا احرام باندھنا پڑتا ہے۔ اس لیے تھوڑا وقت احرام میں رہنا ہوتا ہے۔ پس انشاء اللہ تعالےٰ حج سلامت رہے گا اور مبرور ہو گا۔ البتہ جس کو اپنے نفس پر بھروسہ ہو یا حج قریب ہو پھر تو ہر حال میں قران ہی افضل ہے (غنیہ)

مسئلہ: اور مکی کو اور داخل میقات رہنے والے کو (خواہ عین میقات پر رہتا ہو) اور جو کوئی پہلے اشہر حج سے مکہ میں حلال ہو کر رہتا ہے اس کو تمتع جائز نہیں (زبدہ)

مسئلہ: آفاقی اشہر حج سے پہلے عمرہ کر کے اشہر حج آنے سے پہلے میقات سے بھی

باہر نکل گیا۔ اس کے بعد پھر عمرہ کا احرام باندھ کر اشہر حج میں آکر عمرہ کیا تو تمتع جائز ہوگیا
(عالمگیری) جیسے کوئی رمضان میں عمرہ کر کے شوال کے شروع ہونے سے پہلے مدینہ کو
چلا گیا۔ پھر مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت شوال میں عمرہ کا احرام باندھکر عمرہ کرے تو
تمتع صحیح ہوگیا (ناقل) **مسئلہ**۔ اور اگر حج کے مہینہ سے پہلے عمرہ کیا پھر جب حج کا مہینہ
شروع ہوا تب مدینہ طیبہ کو چلا گیا تو اب تمتع نہیں ہوسکتا ہاں اگر اپنے اصلی وطن اہل وعیال
میں چلا گیا پھر آکر عمرہ کیا اور اسی سال میں حج کیا تو تمتع ہوجائے گا[1]۔ (عالمگیری)

کثرت سے پیش آنیوالا ایک ضروری مسئلہ۔ اکثر حاجی اشہر حج میں آکر عمرہ کرتے
ہیں پھر اشہر حج میں حج کرنے سے پہلے مدینہ طیبہ، روضہ مقدسہ اور حجرہ مطہرہ ومعطرہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کے لیے چلے جاتے ہیں۔ پس ان کو چاہیئے کہ وہاں سے جب واپس ہوں تو
فقط حج مفرد ہی کا احرام باندھ کر آئیں تو امام صاحب کے نزدیک انکا تمتع صحیح ہے۔ اس
سفر کرنیسے تمتع باطل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ لوگ اشہر حج میں عمرہ کر چکے ہیں اور عمرہ کرنے
کے بعد وہ حکماً مکیوں میں داخل ہیں۔ اگرچہ اشہر حج میں میقات سے بھی باہر نکل گئے

عله (واما الآفاقی اذا دخل المیقات او دخل مکۃ بعمرۃ وحل منها قبل اشهر الحج فان
مکث بها حتی دخل اشهر الحج فهو کالمکی بالاتفاق۔ وان خرج الی الآفاق قبل اشهر الحج فکالآفاقی
بالاتفاق او فیها فکالمکی عند ابی حنیفۃ الا ان یعود الی اهله وکالآفاقی عندهما۔ کبیر وغیرہ
(غنیہ ص ۱۲۱)۔ ایضاً وفی الهندیۃ عن محیط السرخسی لو احرم لعمرۃ قبل اشهر الحج فقضاها وتحلل
واقام بمکۃ فاحرم بعمرۃ ثم حج من عامه ذالك لم یکن متمتعا فان کان حین فرغ من
من الاولی خرج جاوز المیقات قبل اشهر الحج فاهل منه لعمرۃ فی اشهر الحج وحج من عامه
فهو متمتع وان کان جاوز المیقات فی اشهر الحج لم یکن متمتعا الا اذا خرج الی اهله ثم اعتمر ثم
حج من عامه عند ابی حنیفۃ وعندهما متمتع جاوز میقات قبل اشهر الحج وبعدها ھ۔ غنیہ ص

ہوں کیونکہ وہ اپنے اصل وطن نہیں گئے ہیں تو ان کا سفر باعتبار حکم کے واحد ہے اس کو الامام فاسد کہتے ہیں جو کہ مبطل تمتع نہیں۔ اب ان کو مدینہ طیبہ سے قران کا احرام باندھنا ممنوع ہے کہ وہ مکیوں کے حکم میں ہیں۔ اگر قران کا احرام باندھیں گے تو دم جنایت لازم ہوگا (شرح اللباب و غنیہ) **مسئلہ**۔ اگر مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت پھر عمرہ کا احرام باندھا تو اس کا تمتع پہلے عمرہ سے جو کہ مکہ مکرمہ میں کر چکا تھا منعقد ہو چکا ہے۔ اس ثانی عمرہ سے تمتع کا انعقاد نہ سمجھا جائیگا۔ جس صورت میں اس ثانی عمرہ سے تمتع منعقد نہ ہُوا تو اس سے دم جبر بھی لازم نہ ہوگا۔ یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور اسکی زیادہ تفصیل تمتع کے طریقہ میں آئیگی اور صاحبین کے نزدیک پہلا عمرہ مفرد ہوگیا۔ بسبب دو سفر کے اور اب ثانی عمرہ سے تمتع منعقد ہوگا (ناقل) **مسئلہ**۔ پس جو شخص مکہ میں آکر رہا پھر اس پر حج کے مہینے وہاں آگئے اور اس کے ذمہ حج فرض ہوگیا تو اس کو چاہیئے کہ پہلے حج کر لے تو بہتر ہے اور زیارت کے لیے مدینہ طیبہ کو حج کے بعد جائے (غنیہ) اور اگر متمتع ہے تو اس اختلاف سے بھی بچ جائیگا کہ میقات سے باہر جانے سے صاحبین کے نزدیک تمتع باطل ہو جاتا ہے تو صاحبین کے نزدیک حج کرنے سے پہلے اس کو سفر نہ کرنا چاہیئے اور امام صاحب کے نزدیک بہتر نہیں (شرح اللباب ص۸۹) **مسئلہ**۔ اور جو کوئی مثلاً رمضان میں احرام عمرہ باندھ کر مکہ میں آیا اور عمرہ نہ کیا (بلکہ کوئی نفلی طواف بھی نہ کیا ہو) جب شوال شروع ہُوا تو عمرہ بجا لایا پھر اسی سال میں حج کیا تو متمتع ہو جائیگا اور یہی حیلہ ہے۔ جو شخص پہلے اشہر حج سے مکہ میں جائے اور تمتع کرنا چاہے کہ احرام عمرہ کا باندھ کر جائے مگر طواف عمرہ کا نہ کرے جب تک اشہر حج شروع نہ ہوں (زبدہ) لیکن یہ خیال رہے کہ ایسی حالت میں قبل اشہر حج جو بھی طواف کریگا اگرچہ نفل ہی کی نیت سے کرے تو وہ طواف عمرہ کا ہو جائیگا اور اس سے متمتع نہ ہوگا۔ پس یہ حیلہ تو اسوقت کیا جاوے جبکہ مثلاً ۲۹ ویں یا ۳۰ ویں رمضان کو آئے تو شوال کے شروع

ہونے تک طواف میں تاخیر کرکے تمتع حاصل کرے اور اگر چند روز پہلے مکہ میں آیا تو فقط تمتع کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے رمضان میں کعبۃ اللہ کے طوافوں سے رُکا رہنا کسی طرح مستحسن نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رمضان میں اور زیادہ عمرہ لا کر حج کا ثواب حاصل کرتا ہے پھر حج مفرد کرلے (زبدۃ المناسک میں فقط تحصیل تمتع کی ایک صورت بیان فرمادی ہے نہ یہ کہ اتنی تاخیر کرکے بھی تمتع حاصل کرنیکا امر کیا ہے (ناقل)۔

تمتع کے صحیح ہونیکی شرائط کا بیان:- ایک یہ کہ (سارا) عمرہ یا اکثر شوط طواف عمرہ کے اشہر حج میں کیے ہوں۔ اگرچہ احرام اشہر حج سے پہلے باندھا ہو۔ مثلاً کسی نے قریب غروب آفتاب تیسویں رمضان کے احرام عمرہ کا باندھا اور طواف عمرہ کا ایک دو شوط کیا تھا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو باقی شوط عمرہ کے پہلی شب شوال میں داخل ہوئے۔ دوسری شرط یہ کہ احرام عمرہ کا حج کے احرام سے پہلے ہو۔ تیسری احرام حج (کے باندھنے) سے پہلے اکثر طواف عمرہ کر لیا ہو۔ چوتھی عمرہ یا حج کو فاسد نہ کرے اگر ایک کو بھی فاسد کر دیا تو تمتع باطل ہوا (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اگر عمرہ کو فاسد کیا اور اس کے افعال بجالا کر فارغ ہوا پھر اشہر حج مکہ سے نکل کر اپنے اصلی وطن آفاق کو چلا گیا وہاں سے اسی سال میں لوٹ کر پھر اس عمرہ فاسدہ کی قضا اشہر حج میں آکر کی اور اسی سال حج کیا تو بالاتفاق متمتع ہو جائیگا بخلاف غیر وطن کے (غنیہ)۔

مسئلہ۔ اگر اشہر حج میں مکہ سے نکل کر میقات سے بھی باہر نکل گیا لیکن اپنے اصلی وطن میں نہیں گیا اور میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر اُس کی قضا کی اور حج کیا تو امام صاحب کے نزدیک متمتع نہ ہوگا۔ ہاں اگر رمضان میں مثلاً عمرہ کو فاسد کیا اور اس کے افعال بجالا کر حلال ہوا پھر رمضان ہی میں مکہ مکرمہ سے نکل کر میقات سے باہر چلا گیا اور پھر میقات پر سے عمرہ کا احرام باندھ کر اسکی قضا اگر اشہر حج میں کی اور حج کیا تو متمتع ہوگا (بالاتفاق) اگرچہ وطن اصلی میں نہ گیا ہو (ناقل)، پانچویں دونوں کو ایک سال میں ادا کرے۔ چھٹی اشہر حج میں عمرہ کرنیکے بعد مکہ میں (دائمی

رہنے کے لیے) وطن نہ کیا ہو۔ [عله] ساتویں۔ دونوں کو ایک سفر میں ادا کرے (زبدہ) ایک

عله (الثانی عدم التوطن بمکة) وهو المقام بها ابدا (فلو اعتمر) فی اشهر الحج ثم
عزم علی المقام بمکة ابدا) ای بالتوطن فیها (لا یکون متمتعا) ولعل وجهه ان سفره
الاول انقطع بتوطنه فیها فلا یقع حجة وعمرة فی سفر واحد (وان عزم شهرین) ای
فلو حج کان متمتعا ایضاً. عدم التوطن بمکة فلو اعتمر فی اشهر الحج ثم عزم علی المقام
بها ابدا ثم حج لا یکون متمتعا وان عزم شهرین فلو ثم حج کان متمتعا غنیة ص۱۱۱
وذکر من ابن جماعة اتفاق الائمة الاربعة علی انه لو قصد الغریب مکة فدخلها ناویا الاقامة
بها بعد الفراغ عن النسکین او من عمرة او نوی الاقامة بها بعد ما اعتمر فلیس بحاضری
من حاضری المسجد الحرام الذی منعوا من التمتع والظاهر انه اراد بالاقامة عدم
الاستیطان فیوافق ما سبق من البیان (العاشر ان لا یدخل علیه اشهر الحج وهو حلال بمکة
ای قبل الاحرام سواء کان مکیا او مستوطنا بها او مقیما فیها او مسافرا فیها (او محرما) ای
او ان لا یدخل علیه الاشهر وهو محرم (ولکن قد طاف للعمرة اکثره قبلها) والحاصل
انه لو دخلت علیه الاشهر وهو حلال او محرم ثم احرم بعمرة من المیقات (ولم یحرم
وحج لا یکون متمتعا (الا ان یعود الی اهله فیحرم بعمرة) فیکون حینئذ متمتعا اتفاقا او خرج
الی ما وراء المیقات فیکون متمتعا عندهما ولو خرج من مکة قبل اشهر الحج
الی موضع لاهله التمتع والقران واحرم بالعمرة ودخل محرما فهو متمتع
فی قولهم جمیعا علی ما ذکره الکرمانی وفیه ما تقدم والتنویع فافهم
(لباب شرح ص۲۸۰ غنیة المناسک) فی التاسع ان لا یدخل علیه اشهر الحج وهو حلال بمکة
او داخلها او محرم دون عمرة اکثره قبلها حتی لو احرم بعمرة اخری وحج من عامه لا یکون متمتعا الا ان
یعود الی اهله فیحرم بها فیکون متمتعا اتفاقا او الی خارج المیقات فیکون متمتعا عندهما (غنیة ص۱۱۲)

سفر سے یہ مراد ہے کہ عمرہ ادا کرنے کے بعد اپنے اصلی وطن کے سوا کسی دوسرے شہر میں چلا گیا اور وہاں پندرہ روز سے زیادہ ہی رہ جاوے اگرچہ میقات سے باہر قدر سفر ہی کی مسافت کیوں نہ ہو پھر اسی سال میں آکر حج کرے تو تمتع صحیح رہے گا۔ یہ امام صاحب کا مذہب ہے۔ بخلاف صاحبین کے جیسے مدینہ طیبہ کو جانے والوں کے مسئلہ میں گزرا (نافل)۔

مسئلہ۔ اگر اپنے وطن اصلی میں گیا پھر دوبارہ عمرہ اشہر حج میں کرکے اسی سال میں حج کر لیا تو بالاتفاق متمتع ہو گا۔ اگر مکہ میں عمرہ کے احرام سے فارغ نہیں ہوا بمثلاً حلق بھی باقی رہنا ہو گا۔ اس حالت میں وطن کو گیا اور پھر مکہ میں آکر حلق کی اور حج کیا تو بھی تمتع صحیح رہیگا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کو عمرہ کی نسک باقی رہنی تھی تو یہ مانع الام ہے اس لیے یہ المام صحیح نہ ہوا تو تمتع صحیح رہا کیونکہ مبطل تمتع المام صحیح ہے (نافل) المام صحیح سے مراد یہ ہے کہ احرام عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے وطن اصلی میں جانا۔ خوب سمجھ لو (نافل)۔

تمتع کے ادا کرنیکے طریقہ کا بیان

مسئلہ۔ اور طریقہ تمتع کا یہ ہے کہ اول احرام عمرہ باندھ کر اشہر حج میں عمرہ ادا کرے جیسا عمرہ کے بیان میں معلوم ہوا پھر حلق کرکے مکہ میں یا جہاں چاہے سوائے وطن اصلی کے حلال ہو کر رہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور یہ متمتع اگر مکہ میں رہے تو بیت اللہ شریف کے نفلی طواف جتنے چاہے کرتا رہے کہ طواف مستقل عبادت ہے جیسے نماز۔ مگر نماز اوقات مکروہہ میں نہیں پڑھی جاتی اور طواف کے لیے کوئی وقت مکروہ نہیں (حیات) شرح اللباب فصل فراغ عن السعی) اور چونکہ سعی صفا مروہ کی مستقل عبادت نہیں ہے اس لیے وہ نفل مشروع نہیں ہے سوائے حج اور عمرہ کے (حیات)

تحقیق اس مسئلہ کی کہ آیا یہ متمتع آفاقی جب مکہ مکرمہ میں آکر عمرہ کرکے حلال ہوا اور وہاں رہے تو حج سے پہلے مکہ مکرمہ میں سے اور نفلی عمرہ کرے تو اس کو جائز ہے یا نہ

اس میں اختلاف ہے ملا رحمۃ اللہ سندھی نے مناسک المتوسط میں لکھا ہے کہ یہ معتمر حج سے پہلے دُوسرا عمرہ نہ کرے اور ملا علی قاریؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی بناء اس پر ہے کہ مکی کو مفرد عمرہ بھی اشہر حج میں ممنوع ہے (جیسا کہ ابن الہمام کا مذہب ہے چونکہ ملا رحمۃ اللہ ان کے تلمیذ ہیں، اس لیے ان کی اتباع کی وجہ سے مکروہ فرمایا ہو) حالانکہ مکی کو فقط تمتع و قران ممنوع ہے اور یہ متمتع آفاقی ہے۔ اس کو عمرہ کرنا منع نہیں بلکہ تکرار عمروں کا اس کو جائز ہے کیونکہ یہ مستقل عبادت ہے مثل طواف کے۔ انتہیٰ) اس سے معلوم ہُوا کہ جب آفاقی اشہر حج میں اگر عمرہ کر چکا تو اس کا تمتع اس عمرہ سے منعقد ہُوا پھر اس کے بعد مکہ میں رہ کر دُوسرا عمرہ کیا تو وہ مفرد ہُوا اور مفرد عمرہ مکی کے لیے سارے سال میں کرنا جائز ہے۔ سوا روز عرفہ اور عید نحر اور ایام تشریق گیارہویں، بارہویں، تیرہویں کے۔ یہ جملہ پانچ دن ہیں۔ واللہ اعلم۔ مخدوم علامہ محدث محقق فقیہ محمد ہاشم صاحب مناسک حیات القلوب فی زیارت المحبوب میں فرماتے ہیں جو کہ ۱۱۳۵ھ میں تصنیف ہوئی ہے اور عمرہ مفردہ کی تعریف اس طرح فرمائی ہے :- افراد عمرہ آن بود کہ عمرہ کند مفرد در حج نہ کند دراں سال یا آنکہ حج کند ولیکن ایقاع کند عمرہ را در غیر اشہر حج اگرچہ عمرہ قبل الحج باشد یا بعد ازاں ایسا ہی شامی وغیرہ سب فقہاء لکھتے ہیں: فلا منع للمکی عن العمرۃ المفردۃ فی اشہر الحج اذا لم یحج فی تلک السنۃ۔ پس جو آفاقی اشہر حج میں میقات سے احرام عمرہ کا باندھ کر ادا کرتا ہے باوجود اس بات کے کہ اس سال میں حج بھی کریگا تو اس کو دونوں عبادتیں حج اور عمرہ ایک سال میں جمع کرنا مشروع و جائز ہیں بخلاف مکی کے اور جو مکی کے حکم میں ہو گیا ہو اور یہ آفاقی جب عمرہ سے حلال ہو کر مکہ میں رہا تو بعض احکام میں اب مکی کا حکم رکھتا ہے۔ اب اگر بعد اسکے حج سے پہلے دُوسرا عمرہ ادا کریگا باوجود اس کے کہ اس سال حج بھی کریگا تو اب یہ دُوسرا عمرہ اشہر حج میں کرنا اسلیے ممنوع ہوگا کہ اُس نے مکہ والوں کے حکم میں ہو کر اشہر حج میں باوجود حج

کا ارادہ رکھتے ہوئے یہ عمرہ کیا ہے پس اس کو مفرد عمرہ نہ کہا جائیگا اگرچہ اس سے صحیح تمتع بھی منعقد نہ ہُوا ہو کیونکہ اس کا تمتع تو پہلے عمرہ سے بطریق مشروع میقات آفاقی سے منعقد ہو چکا ہے اور ثانی عمرہ کو مکی ہو کر اشہر حج میں حج کرنے کی نیّت رکھتے ہوئے کیا ہے تو صورتاً متمتع ہُوا گویا مکی ہو کر اشہر حج میں عمرہ اور حج دو عبادتوں کو جمع کیا۔ پس اس ثانی عمرہ کو مفردہ قرار دے کر اشہر حج میں مفردہ عمرہ کرنے کو عدم جواز والی روایت پر مبنی کرنا بعید از قیاس ہے اگرچہ صاحب اللباب اپنے استاد ابن الہمامؒ کی اتباع کی وجہ سے مفرد عمرہ کو اشہر حج میں ممنوع جانتا ہو اور غالب یہی ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اسی وجہ سے اس کی ممانعت کو اس پر مبنی جان کر تعاقب کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ اس عرض پر غور کیا جاوے کہ خود عمرہ مفردہ اشہر حج میں کرنا ائمہ مجتہدین میں مختلف فیہ ہے۔ دوسرا خود ہمارے علمار حنفیہ میں بھی اختلاف ہے بعض جائز کہتے ہیں اور بعض مکروہ کہتے ہیں۔ اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے لیکن بشرطیکہ اس سال میں حج نہ کرے۔ اب اختلافات کے اقوال عرض کرتا ہوں :-

(۱) امام مالکؒ سارے سال تکرار عمرہ کا ممنوع فرماتے ہیں (۲) اور مولوی رحمۃ اللہ اللباب میں متمتع آفاقی کو تمتع کے عمرہ کرنے کے بعد حج سے پہلے دوسرے عمرہ کی منع لکھتے ہیں اگرچہ اس بنا پر کہ مفردہ ہے یا اس معنی کے اعتبار سے کہ حج سے پہلے دوسرا عمرہ مکہ سے نہ کرے کیونکہ اس کا تمتع پہلے سے منعقد ہے۔ اب صورت تمتع کی مکی ہو کر اختیار نہ کرے۔ اور امام ابن الہمام حنفی خود مفرد عمرہ کو اشہر حج میں ممنوع قرار دیتے ہیں۔ وہ صریح یہ لکھتے ہیں :-

حتی کرانتہا للمکی وان لم یحج (شامی)

۲۔ دُوسرا خود مکی کو تمتع کرنے کی ممانعت بھی مختلف فیہ ہے :-

ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری ہیں۔ فاعلم ان للمشائخ فی المسئلۃ ثلاثۃ اقوال احدھا ذکرہ الماتن وھو القول المشہور الذی علیہ الجمہور ومن نص علی ذلک صاحب

والجوهرة والكرمانی والاسبیجابی والقول الثانی اعتمد به والتحفہ وغایۃ البیان والمحیط کراهۃ العمرۃ المفردۃ للمکی فی اشهر الحج وان لم یحج من عامہ والیہ ذهب صاحب البدائع والیہ رجع المحقق ابن الهمام ۔ القول الثالث عدم کراهۃ العمرۃ للمکی فی اشهر الحج وان حج من عامہ الا انہ لا یدرک فضیلۃ التمتع ولا یلزم الدم الیہ جنح صاحب العنایہ والیہ ذهب القاضی ابو زید الدبوسی انتهٰی۔

پس مکی کے تمتع خواہ مفرد عمرہ کرنے میں اختلاف ہے پس بہتر یہی ہے کہ معتمر کو بعد عمرہ تمتع کے حج سے پہلے دوسرا عمرہ نہ کرنا چاہیئے۔

(۱) وقال السید محمد امین ابن عابدین فی رد المحتار عند قول التنویر وشرحہ والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط (۲) قال علامۃ النسفی رحمۃ اللہ علیہ فی التیسیر ان مکی المسجد الحرام ینبغی لهم ان یعتمر وا فی غیر اشهر الحج وفی شرح الاسبیجابی علی مختصر الطحاوی انما لهم ان یفردوا العمرۃ او الحج ۔

اگرچہ شامی وغیرہ کی یہ عبارتیں تمتع مکی پر مشیر ہیں۔ لیکن اشہر حج میں مکی کو عمرہ سے خالی رکھنے پر بھی دلالت کرتی ہیں جو کہ حج کرنا چاہتا ہے تو بھی مفرد عمرہ نہ کرے تو ننانوے عمرہ عدم انعقاد تمتع کی حالت میں اگرچہ مفردہ ہے۔ لیکن حج کے قبل کرنے کی صورت میں صورۃ تمتع ہے۔ اس لیے خاص اس کے حق میں آگے فرماتے ہیں:۔

وا ما عدم کراهۃ احرام با لعمرۃ مرۃ ثانیۃ بعد خروجہ الی الآفاق علی وجہ مشروع فاعدم ما یوجب ذالک واما اختلف فیہ المتاخرون من کراهۃ تکرار عمرۃ للمتمتع او عدم الکراهۃ فینبغی ان یکون ذالک لمن کان بمکۃ ص۱۸۸ و ۱۸۰ ارشاد الساری من رسالۃ للعلامۃ طاهر سنبل من علماء مکۃ المشرفۃ اسمها نزهۃ الملتانی فی حل عمرۃ المکی للاحق من الآفاق ۔

یہ جو اوپر عرض کیا گیا کہ اشہر حج میں تکرار عمرہ نہ کیا جاوے اگرچہ تمتع ہو اس میں

مخدوم صاحب محمد ہاشمؒ فرماتے ہیں:۔ چون مفرد بعمرہ حلق کرد جائز باشد اور اگر تکرار کند عمرہ
ہا قبل از اشہر حج کہ مکروہ باشد زران عمرہ در حق ہر کس کہ داخل مکہ یا مواقیت باشد اگرچہ مفرد
بعمرہ ست یا مفرد بحج یا متمتع بشرط آنکہ قصد داشتہ باشد حج را دراں سال و اگر نہ جائز باشد (حیات؛
وملا اخون جانؒ اپنے مناسک میں فرماتے ہیں:۔ وبر متمتع طواف قدوم نیست طواف نفل می کند ہر مقدار کہ
خواہد و عمرہ نہ کند قبل از حج (زخر صفحہ ۵) ان دونوں عبارتوں سے صاف معلوم ہوا کہ مکی اشہر حج میں جمع نہ کرے۔
بصورت قران یا تمتع منعقد ہو یا نہ ہو البتہ انعقاد کی صورت میں دم جبر بھی ہو گا اور ممانعت ہر صورت میں باقی رہیگی۔
اگرچہ امام صاحب کے نزدیک مواقیت سے بھی باہر جا کر رہے تو بھی مکی کے حکم میں ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:۔
قولنا لان الذین هم داخل المواقیت الخمسة منازلهم من توابع مکة بدلیل
انه یحل لهم ان یدخلوا مکة لحاجة بغیر احرام فکانوا فی حکم حاضری المسجد الحرام
وروی عن ابن عمر رضی الله عنه انه قال لیس لاهل مکة تمتع ولا قران
ولان دخول العمرة فی اشهر الحج ثبت رخصة لقوله تعالٰی الحج اشهر معلومات
قیل فی بعض وجوه التاویل ای للحج اشهر معلومات و اللام للاختصاص فیقتضی
اختصاص الآفاقی ضرورة تعذر انشاء السفر للعمرة مشروعة فی اشهر الحج فی حقهم
وکذا روی عن ذلک الصحابی انه قال کنا نعد العمرة فی اشهر الحج من اکبر
الکبائر ثم رخص والثابت بطریق الرخصة یکون ثابتا بطریق الضرورة
والضرورة فی حق اهل الآفاق لا فی حق اهل مکة علی ما بینا فبقیت العمرة فی الحج فی حقهم
معصیة بحر الرائق میں لکھتے ہیں:۔ بل لان نفس العمرة لا تتحقق من المکی فی اشهر الحج سواء حج من عامه
اولا وان تسمیة حرمة العمرة فی اشهر الحج خاص بالآفاقی الخ ذمیہ اصفحہ ۱۱
پس ملا علی قاریؒ کے جواز کی بنا محض اس پر ہے کہ جس عمرہ سے تمتع منعقد نہ ہو وہ عمرہ منفرد
ہے اگرچہ اس سال میں حج بھی کرے۔ پس جاننا چاہیئے کہ مکی اشہر حج میں عمرہ کرے اور پھر حج

کرے یہ تو سب کے نزدیک ممنوع ہے۔ یہ بھی ان علماء کے نزدیک جو مکی کے عمرہ کے منعقد ہونے
کے قائل ہیں۔ وہ اس پر دم جبر لازم کہتے ہیں اور جو منعقد ہونے کے قائل نہیں وہ دم جبر کا
حکم نہیں فرماتے پس مفرد عمرہ کے جواز کی بنا محض اس پر قرار دے کر کہ جس عمرہ سے تمتع منعقد
نہ ہو وہ مفرد ہے اور جائز ہے تو اگر مکی ایک عمرہ اشہر حج میں کرے یہ تو بلا خلاف ممنوع ہے اور
اس عمرہ سے تمتع منعقد ہو کر منہی عنہ ہُوا اور دم جبر بھی لازم ہو گا۔ کیا اگر اسکے بعد پھر چند عمرہ ادا
کرے تو وہ سب مفرد قرار دیکر جائز سمجھے جائیں گے اگر نہیں تو وجہ فرق کیا۔ عدم انعقاد کو جواز لازم
نہیں اگرچہ دم جبر بھی لازم نہ ہوتا ہو جب منعقد نہ ہُوا تو عبث ہُوا لیکن امر نہی دونوں کو شامل ہے پس
ممانعت اصلی انعقاد تمتع شرعی کو زیادہ لاحق ہے بہ نسبت صورت تمتع کے اور مکی تکرار عمرہ کرے تو ایک
جنایت ہے پس تکرار جنایت نہ ہونے سے جواز کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ عدم لزوم دم سے جواز
تکرار اعتماد ثابت نہ ہو گا۔ خلاصہ مطلب یہ ہُوا باوجود اس اختلاف کے مکہ میں رہ کر یہ متمتع ثانی عمرہ نہ
کرے بموجب روایت ارشاد الساری (فینبغی ان یکون ذلک لمن کان بمکۃ) جو کہ اُوپر قریب گزری۔

پس جو متمتع عمرہ کرنیکے بعد حج کرنے سے پہلے مدینہ طیبہ کو چلا جاوے تو واپسی میں ثانی
عمرہ کر سکتا ہے یا نہ۔ امام صاحب کے نزدیک بغیر وطن اصلی کے جانے کے اس کا سفر واحد ہی رہتا
ہے اس لیے اس کو واپسی میں مفرد حج کا احرام باندھ کر آنا چاہیئے نہ قران کا نہ عمرہ کا۔
کیونکہ وہ مکی کے حکم میں ہے بعض وجوہ کے اعتبار سے اس لیے قران تو نہ کرے باقی عمرہ ثانی
کی گنجائش ہے کہ آفاق سے آ رہا ہے اور صاحبین کے نزدیک پہلا تمتع باطل ہو گیا اب قران
باندھے یا تمتع تو اس حاجی کو چاہیئے کہ اگر حج میں بہت ایام کی تاخیر ہے تو ثانی عمرہ کا احرام
باندھ کر جاوے تو امام صاحب کے نزدیک چنداں حرج نہ ہو گا اور صاحبین کے نزدیک
از سر نو متمتع ہو گا۔ باقی مکہ میں رہ کر نہ کرے اس میں احتیاط ہے اور ملا علی قاریؒ نے جو فرمایا
ہے اسکی موافق اور کسی کتاب میں منقول نہیں۔ اگر کہیں کسی نے لکھا ہے تو بس اتنا کہ ملا علی قاریؒ نے

یہ لکھا ہے کہ جس حالت میں اس ثانی عمرہ سے تمتع منعقد نہیں ہوا تو وہ گویا عمرہ مفرد ہی رہا۔
اس قاعدہ کی بنا پر جواز فرما دیا۔ لیکن مکہ سے اشہر حج میں عمرہ اور حج کو ادا کرنا اگرچہ تمتع منعقد
نہ ہو ممانعت سب کو عام ہے اگرچہ اسارۃ ولزوم جبر متفاوت ہو۔ اس لیے علماء نے فرمایا۔
کہ مکی کو اشہر حج میں عمرہ نہ کرنا چاہیئے اور عمرہ کرے تو حج نہ کرے اور اشہر حج کو عمرہ سے خالی
رکھے۔ ازاں سوا مکہ مکرمہ میں رمضان میں کثرت سے عمرہ کیا جاتا ہے اور تنعیم پر دکانیں لگ جاتی ہیں۔
جب رمضان تمام ہوتا ہے تو علی العموم مشہور ہو جاتا ہے کہ اب تنعیم سے عمرہ کا وقت جاتا رہا اور
حج اکبر کا وقت آگیا۔ دکانیں وغیرہ وہاں سے اٹھالی جاتی ہیں۔ اسمیں اور سب مذاہب کی خواہ اور اخلاقی
اقوال کی موافقت ہو جاتی اور طواف کی کثرت کرنا افضل لکھتے ہیں وہ کرنا رہے۔ واللہ اعلم۔

اور یہ بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ ایام تشریق میں عمرہ کرنا فی نفسہ ممنوع نہیں گرچہ
اس سال میں حج نہ کرے لیکن اسکی ممانعت کی وجہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ یہ دن حج کے لیے مقرر ہیں
اس لیئے اسکی تعظیم کے لیے ان ایام میں عمرہ نہ کیا جاوے اور عمرہ کے لیے سارا سال وقت ہے۔

لان الکراھۃ لغیرھا وھو تعظیم امر الحج و تخلیص وقتہ لہ

کذا فی الھدایۃ (جوھرۃ نیرہ) واللہ اعلم بالصواب

علامہ ملا اخون جانؒ فرماتے ہیں:۔ بر متمتع طواف قدوم نیست وطواف نفل میکند
ہر مقدار کہ خواہد وعمرہ نمیکند قبل از حج۔ انتہی ص۵۵

مسئلہ (پھر یہ متمتع) احرام حج کا اپنے میقات سے (جہاں جا کر رہا ہو) باندھ
کر حج کرے اور مکہ میں مقیم ہو تو آٹھویں (ذوالحجہ کو) احرام باندھ کر منیٰ کو جائے اور آٹھویں
سے پہلے باندھنا افضل ہے۔ پھر جیسا افراد (حج) میں ذکر ہوا بعینہ اسی طرح (افعال حج پورے)
کرے (زبدہ) **مسئلہ**۔ یہ متمتع اگر عمرہ کے احرام سے حلال نہ ہونا چاہے۔ یعنی عمرہ کے
افعال پورے کرنے کے بعد حلق نہ کرے ایسے ہی محرم رہے جب آٹھویں تاریخ آئے

تو حج کا احرام اس پر باندھے تو بھی جائز ہے۔ اگر چہ آٹھویں سے پہلے ہی باندھے سب جائز ہے بلکہ آٹھویں سے جتنا پہلے ہو سکے احرام باندھنا افضل ہے (نائل، غنیہ) **مسئلہ**۔ مکی کو احرام حج کے باندھنے کے لیے افضل مکان حطیم ہے پھر مسجد الحرام، پھر شہر مکہ پھر ساری حد حرم۔ اگر حد حرم سے باہر جا کر حج کا احرام باندھے گا تو احرام صحیح ہو جائیگا۔ مگر اس پر واجب ہے کہ اپنے میقات حد حرم میں جا کر پھر تجدید احرام کے لیے لبیک کہے ورنہ تجاوز میقات کی وجہ سے دم لازم ہوگا (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور یہ (متمتع) طواف زیارت میں رمل کرے اور اضطباع نہ کرے اور پھر (حج کی) سعی کرے (زبدہ) کیونکہ اضطباع تو احرام کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر احرام کھولنے سے پہلے طواف زیارت کرلے تو اضطباع بھی کرلے لیکن سُنت کے خلاف ہے اس لیے احرام سے حلال ہو کر طواف زیارت کرے **مسئلہ**۔ اور متمتع پر طواف قدوم نہیں ہے (زبدہ) کیونکہ اس متمتع نے حج کا احرام مکہ سے باندھا ہے اگر یہ متمتع عمرہ کے احرام سے فارغ ہو کر مکہ سے باہر میقات سے بھی باہر قدر سفر کی مسافت پر نکل گیا۔ جیسے مدینہ طیبہ کو چلا گیا تو اب واپسی میں حج کا احرام باندھ کر مکہ میں آیا تو اس متمتع پر بھی طواف قدوم سُنت ہے اور امام صاحب کے نزدیک تمتع بھی صحیح ہے۔ اگر چہ قدر سفر کی مسافت پر جا کر رہا ہو سوائے وطن اصلی کے (شامی غنیہ وغیرہ) **مسئلہ**۔ مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت اس متمتع نے اگر پھر بھی عمرہ کا احرام باندھ لیا تو امام صاحب کے نزدیک اس کا تمتع تو پہلے عمرہ سے بطریق مشروع منعقد ہو چکا ہے اب اسکو حج کا احرام باندھنا چاہیئے تھا۔ اگر باندھ لیا تو ملا علی قاریؒ کے قول میں یہ عمرہ مفردہ ہوگا اور کرنا بھی جائز ہے اگر چہ مکہ ہی میں رہ کر کرے اور ملا رحمۃ اللہ صاحبؒ اور مخدوم صاحب و ملا آخون جان اور دوسری روایات سے ممانعت کی رو سے ممنوع ہوگا۔ اگر چہ رحمۃ اللہ صاحبؒ اور بعض کے قول میں یہ ممانعت بوجہ مطلق اشہر حج میں مفرد عمرہ کرنے پر مبنی ہو اور بعض بوجہ عدم انعقاد عمرہ اشہر حج میں عبث فعل کے ہو اور

مذدوم صاحب وغیرہ کی ممانعت حکماً مکی ہونے اور اشہر حج میں حج وعمرہ کرنے یا بیچ میں ثانی عمرہ متخلل ہونے کی وجہ ہو جس کی بحث مع احتیاط کے اُوپر گذری البتہ صاحبین کے نزدیک دُوسرے سفر کی وجہ سے پہلا عمرہ مفردہ ہو گیا اور تمتع باطل ہو گیا۔ پھر دوبارہ تمتع کرے تو تمتع صحیح ہوگا۔ جیسے امام صاحب کے نزدیک وطن اصلی میں جانے سے تمتع باطل ہوتا ہے۔ پس بہتر ہے کہ واپسی میں مفرد حج ہی کا احرام باندھ کر آدے تو بالاتفاق بلا کراہتہ احکام پورے ہو جاویں گے البتہ امام صاحب کے نزدیک اس پر بوجہ بقاء تمتع کے دم شکر لازم ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک اگر حج کا احرام باندھ آیا تو دم ساقط ہو جائیگا اور تمتع باطل ہو گیا۔ (ناقل) **مسئلہ**۔ مکہ کا رہنے والا اگر کہیں باہر سے اپنی ضروریات کی وجہ سے گیا تو واپسی کے وقت حج کا احرام باندھ کر آئے تو اس پر بھی طواف قدوم سُنّت ہے۔ اگر میقات سے باہر نہ گیا تو سنت نہیں (شامی) **مسئلہ**۔ اور جو متمتع بعد احرام حج کے (کوئی) نفلی طواف کرے اور اس میں رمل و اضطباع اور سعی (حج) کر لے تو پھر طواف زیارت میں رمل اور سعی نہ کرے (زبدہ) یہ صورت جواز کی ہے۔ مگر متمتع کو بہتر یہ ہے کہ سعی پہلے نہ کرے بلکہ طواف زیارت کے بعد کرے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور پھر متمتع مثل قارن کے بعد رمی (جمرۂ عقبہ) کے ذبح کرے اگر قادر نہ ہو تو دس روزے رکھے جیسا کہ قران میں ذکر ہوا (زبدہ) **مسئلہ**۔ یعنی متمتع کو اگر قدرت ذبح کی نہ ہو تو تین روزے تو عمرہ کرنے کے بعد مکہ میں رکھے اور سات روزے جب حج کر چکے اور واپس ہو اس وقت رکھے لیکن تمتع کے پہلے تین روزوں کی صحت کے شروط بھی ہیں جو قران کے ہیں لیکن متمتع کو حج کا احرام باندھنا روزوں کی صحت کی شرط نہیں بلکہ افضل ہے جیسا کہ اُوپر قران کے بیان میں گذرا (ناقل)

تمتع کرنے کا دُوسرا طریقہ جو کہ ہدی ساتھ لایا ہو

مسئلہ۔ اور جان لے کہ تمتع کرنے والا اپنے ساتھ ہدی بھی لایا ہو اور یہ افضل ہے تو

مستحب ہے کہ وہ یوں کرے کہ اوّل احرام عمرہ کا باندھے (یعنی نفل پڑھ کر نیت احرام کی کرے اور قلادہ ڈالنے اور ہانکنے سے پہلے نیت کے ساتھ تلبیہ بھی کہنا افضل ہے۔ پھر ہدی کو ہانکے اور ساتھ لے چلے اور ہانکنا پیچھے سے بہتر ہے آگے کو کھینچنے سے، مگر جو ہانکنے سے نہ چلے تو مضائقہ نہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ ہدی کہتے ہیں، اس جانور کو کہ حرم میں ذبح کرنے کو بہ نیت عبادت اور ثواب لے جاتے ہیں۔ گائے ہو یا اُونٹ بکری ہو یا بھیڑ۔ اور بدنہ خاص گائے یا اُونٹ ہی کو کہتے ہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ ہدی اُونٹ کی سب سے افضل ہے۔ اس کے بعد گائے بیل، اس کے بعد بھیڑ بکری، اس کے بعد ساتواں حصہ اُونٹ کا یا گائے میں سے کرنا (عالمگیری) اگر دُنبہ یا بکری وغیرہ کی قیمت گوشت گائے کے ساتویں حصہ کے برابر ہو تو وہ افضل ہے کہ ان کا گوشت اچھا ہوتا ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اگر ہدی بدنہ ہو تو قلادہ بھی اس کے گلے میں ڈالے اور قلادہ یہ ہے کہ ٹکڑا جوتی یا زنبیل کا یا کچھ اور چیز صوف یا بالوں کی رسّی میں باندھ کر جانور کے گلے میں لٹکائے اور اشعار کرے یعنی اسفل کوہان کو بائیں طرف سے شق کرے ایسا کہ فقط کھال چیرے گوشت تک نہ پہنچے اور خون اسمیں سے نکلے اس سے جانور کا کوہان رنگ دے اور اشعار مستحب ہے مگر جسکو نہ آئے تو اسکو مکروہ ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور (یہ متمتع) عمرہ ادا کرے اور بعد عمرہ کے (احرام سے) حلال نہ ہو اگر حلق یا قصر کر بھی لیگا حلال نہ ہوگا۔ دم جنایت دینا واجب ہوگا اور احرام عمرہ باقی رہیگا اگر کوئی جنایت کریگا جزا اس کی دینی ہوگی (زبدہ) **مسئلہ**۔ یہ جو کہا گیا کہ بعد عمرہ کے حلال نہ ہو۔ اگر حلق کریگا تو بھی حلال نہ ہوگا اور دم جنایت دینا واجب ہوگا۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ پھر حج بھی کرنا چاہے۔ اگر حلق کے بعد حج کرنیکا ارادہ نہیں ہے تو اپنی ہدی کو جہاں چاہے کرے اسکی مرضی اور دم جنایت لازم نہ ہوگا اور اگر عمرہ کرنیکے بعد یہ ارادہ کیا کہ ہدی ذبح کر کے حلال ہو جاؤں اور پھر اس سال میں حج بھی کروں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جس صورت میں

وہ تمتع کے ارادہ سے آیا ہے اور ہدی بھی اس کے لیے ساتھ لایا ہے تو اس کو حج سے پہلے حلال ہونے سے ہدی مانع ہے اس لیے حلق کرنے سے دم جنایت لازم ہوگا۔

۱۔ اور اگر حلق کے بعد ذبح کر کے اپنے اصلی وطن کو چلا گیا اور وہاں سے پھر اسی سال میں حج کیا تو دم جنایت وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ حلال ہونے سے جو مانع ہدی تھی وہ بھی ذبح کر کے پوری طرح احرام عمرہ سے حلال ہو کر اپنے اصلی وطن میں گیا اسکو المام صحیح کہتے ہیں اور یہ مبطل عمرہ ہے پھر اگر حج کیا تو یہ حج مفرد ہوا جیسے وہ متمتع جو ہدی نہ لائے اور عمرہ کر کے حلال ہو۔ پھر اصلی وطن کو چلا جائے تو اس کا تمتع باطل ہو جاتا ہے اور ایسا کرنے سے دم جنایت بھی نہیں لازم ہوتا اور پھر آ کر حج کیا تو متمتع نہ ہوگا بلکہ مفرد بحج ہوا۔

۲۔ پس اگر وہ متمتع جو ہدی لایا تھا حلق کرنے اور ذبح کے بعد اپنے وطن کے سوائے اور کہیں چلا گیا مثلاً مدینہ طیبہ یا طائف اور پھر آ کر حج کیا متمتع ہوگا۔ امام صاحبؒ کے نزدیک لیکن اس صورت میں دو دم دینے لازم ہوں گے ایک تمتع کا دوسرا ایام نحر سے پہلے حلق کرنے کا اور متمتع اس لیے ہوا کہ حلال ہو کر اپنے اصلی وطن میں نہیں گیا۔ چونکہ امام صاحب کے نزدیک وطن کے سوائے اور کہیں جانے سے سفر کا حکم نہیں بدلتا۔ پس یہ حکماً مکی کے حکم میں ہے جیسے مکہ میں رہنے سے عمرہ باطل نہیں ہوتا۔

۳۔ اگر حلق کرنے اور ذبح کے بعد مکہ مکرمہ میں رہا اور پھر حج کیا تو باتفاق متمتع ہوگا کیونکہ عمرہ اور حج ایک سفر میں ادا کیا۔ مگر دو دم دینے ہوں گے۔ ایک وقت سے پہلے حلق کرنے کا اور دُوسرا تمتع کا اور مدینہ طیبہ یا طائف جانے کی صورت میں صاحبین کے نزدیک تمتع باطل ہو گیا جیسے وطن کو جانے سے باطل ہوا تھا۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ عمرہ کرنے کے بعد پھر حج کیا۔ اگر حج نہ کرتا اور بغیر حج کرنے کے اور کہیں یا وطن کو چلا جاتا یا مکہ مکرمہ ہی میں رہتا تو کچھ بھی لازم نہ ہوتا۔ پس اس مسئلہ میں بھی جملہ تین صورتیں ہیں :-

(۱) ایک یہ کہ حلق کرنے اور ذبح کے بعد اپنے اصلی وطن کو چلا جاوے اور پھر آکر حج کرے تو متمتع نہ ہوگا بلکہ مفرد بحج ہوگا لیکن کچھ دینا لازم نہ ہوگا۔ بالاتفاق

(۲) دوسرا یہ کہ مکہ مکرمہ میں رہے اور پھر حج کرے تو متمتع ہوگا۔ بالاتفاق۔ لیکن دو دم دینے ہوں گے۔

(۳) تیسرا یہ کہ اپنے وطن کے سوائے کہیں اور جا کر پھر آکر حج کرے یہ مختلف فیہ ہے۔ جیسا اوپر ذکر ہوا یعنی امام صاحب کے نزدیک متمتع ہوگا مثل مکی کے اور صاحبین کے نزدیک متمتع نہ ہوگا مثل اصلی وطن میں جانے کے (لباب وکبیر وغیرہ) اور یہ بھی یاد رہے کہ جن صورتوں میں متمتع ہوگا ان میں حج کے احرام باندھنے کے بعد ایک احرام حج ہی میں ہوگا۔ مثل اس متمتع کے جو ہدی نہیں لایا کیونکہ یہ ذبح کرکے عمرہ سے بالکل حلال ہو چکا تھا (فافہم تامل) یہ مسئلہ ہدی ساتھ لانے والے متمتع کا آج کل کثیر الوقوع نہیں لیکن تفصیل سے اس لیے لکھا گیا کہ مبادا کوئی عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اگرچہ ہدی بھی ساتھ نہ لے جائے فقط تمتع بلا سوق ہدی کرنے کا ارادہ ہو اور مکہ مکرمہ میں حلال ہو کر رہا یا اور کہیں چلا گیا اور وہاں بیمار ہو گیا یا

عہ ثم هذا المتمتع الذي ساق الهدي اذا دخل مكة وفرغ من افعال عمرته اقام محرما لان سوقه مانع عن احلاله قبل يوم النحر حتى لو حلق يجب عليه دم ولا يتحلل بذلك من عمرته الا ان يرجع الى اهله بعد ذبح هديه وحلقه وفي المحيط فان ذبح الهدي فرجع الى اهله فلما ان لا يحج لانه لم يوجد في حقه الحج الاحج والنية فلا يلزمه الحج وان بعث هديه ويحل ولا يرجع ويحج من عامه ذلك لم يكن له ذلك لانه مقيم على عزيمة التمتع فمنعه الهدي من الاحلال فان فعله ثم رجع الى اهله ثم حج لا شئ عليه لانه غير متمتع ولو حل بمكة فنحر هديه ثم حج قبل ان يرجع الى اهله تم هذا دم لتمتعه وعليه دم آخر لانه حل قبل يوم النحر وفي شرح قوام الدين

ایسے ہی پھر حج کرنے کا ارادہ نہ ہوا۔ اور ایسا ہی ہدی لانے والا جس کی تفصیل بیان ہوئی تو دونوں قسم کے متمتع کو اختیار ہے کہ حج نہ کرے فقط عمرہ کرنے پر اکتفا کرے۔ البتہ کسی ضرورت یا بیماری وغیرہ کے سوا بلا عذر مکہ مکرمہ میں اگر حج ترک کرنا بڑی بے ہمتی کی بات ہے۔

مسئلہ۔ (یہ متمتع ہدی لانے والا عمرہ کرنیکے بعد) پھر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے جیسا مذکور ہوا اور بعد رمی (جمرہ عقبہ) کے ذبح کرکے حلق یا قصر کرے اب دونوں احراموں سے نکل آیا (زبدہ) جیسا کہ اوپر تفصیل گزری **مسئلہ۔** یہ متمتع ہدی لانے والا بھی اس متمتع کی طرح جو ہدی نہیں لایا آٹھویں ذی الحجہ کو مسجد الحرام سے حج کا احرام باندھے لیکن اس کو آٹھویں تاریخ ذی الحجہ سے پہلے بلکہ عمرہ کرنیکے بعد ہی حج کا احرام باندھ لینا افضل ہے (غنیہ) چونکہ اس کو عمرہ کی وجہ سے چادریں احرام کی تو پہلے ہی سے اوڑھی ہوئی ہوں گی۔ اب فقط نفل پڑھ کر احرام حج کی نیت کرلے تو اب دو احراموں میں محرم ہو گیا (ناقل) **مسئلہ۔** اب جان لے کہ یہ متمتع جو ہدی لایا ہے بعد احرام حج کے باندھنے کے اور قارن اور جو متمتع ہدی نہیں لایا مگر بعد عمرہ کے حلال نہیں ہوا اور دوسرا احرام حج کا باندھ لیا ہو یہ تینوں شخص دو احرام میں ہوتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی جنایت ہو گئی تو مفرد سے دوگنی جزا دیں گے۔ کیونکہ مفرد پر ایک احرام ہے اور ان پر

بقیہ حاشیہ ص۳۲۴: معزیا الی شرح الطحاوی لو ساق الهدی ومن نیته التمتع فلما فرغ من العمرة بدا له ان لا یتمتع کان له ذلك ویفعل بهدیه ما شاء ولو بدا له ان یحج من عامه ذلك فهو علی ثلاثة اوجه فی وجه یکون متمتعا وعلیه هدیان هدی لاجل التمتع وهدی لاجل الاحلال له بعد ما ساق الهدی وفی ما اذا احرم بمکة ولو لم یرجع الی اهله وفی وجه لا یکون تمتعا ولا یجب علیه شیء وهو فیما اذا عاد بعد ما حل من عمرته وحج من عامه ذلك وفی وجه اختلفوا فیه وهو ما اذا خرج من المیقات بعد ما حل ولکنه لم یلم باهله فعند ابی حنیفة کانه بمکة وعلیه هدیان وعندهما لا یکون متمتعا کانه راجع الی داره۔ انتهی۔ (کبیر ص۲۳۳۔ وهکذا فی اللباب وغنیه رد ملا آخوند جان)

دو احرام ہیں (زبدہ) **مسئلہ** - ان تینوں پر دو جزائیں اس وقت لازم ہوں گی جبکہ جنایت محظور احرام کی کریں گے یعنی جو کام احرام میں کرنا ممنوع ہے اور اگر کسی واجب کام حج یا عمرہ کو بے عذر چھوڑا تو ایک جزا جنایت لازم ہوگی جیسا کہ جنایات کے بیان میں آئیگا (نافل) **مسئلہ** - اور متمتع بدون سوق ہدی کا جب بعد ادائے عمرہ کے حلال ہوا اور پھر احرام حج کا باندھے تو مثل مفرد کے ایک احرام حج میں ہے جزا جنایت ایک ہی دے گا مانند مفرد کے (زبدہ) **مسئلہ** - اور متمتع سوق ہدی والا جب (وقوف عرفہ کے بعد منیٰ میں ذبح کرکے) حلق کرلیتا ہے تو عمرہ (کے احرام) سے تو بالکل نکل آتا ہے، عورت کے حق میں بھی - مگر حج کے احرام سے حق عورت میں حلال نہیں ہوتا جب تک طواف زیارت نہ کرلے اور قارن بعد حلق کے احرام عمرہ سے بھی حق عورت میں حلال نہیں ہوتا ہے (زبدہ) کیونکہ اس نے عمرہ اور حج کی نیت ایک ہی احرام میں جمع کی ہے تو جب تک حج کے احرام سے عورت کے حق میں حلال نہ ہوگا تو دو جنایتیں لازم ہوں گی اور متمتع سوق ہدی والے کو عمرہ کے احرام سے حلال ہونے سے ہدی مانع تھا جب وہ اپنے محل پر ذبح ہوچکا تو عمرہ کے احرام سے ہر طرح حلال ہوجائیگا (غنیہ[عله]) قارن اور متمتع سوق ہدی والے میں یہی فرق ہے باقی اور سب احکام میں دونوں برابر ہیں (نافل) **مسئلہ** - پس اگر متمتع (سوق ہدی والا) بعد حلق کے اور طواف زیارت سے پہلے جماع کرے تو ایک جزا دے اور جو قارن کرے دو جزا دے اور

[عله] واذا حلق یوم النحر حل من احرامہ علی ظاہر الروایۃ کالقارن الا انہ یحل من احرام العمرۃ فی کل شئ حتی فی حق النساء لان المانع من التحلل سوق الہدی وقد زال بذبحہ والقارن یحل منہ فی کل شئ الا فی حق النساء کاحرام الحج وہذا ہو الفرق بین المتمتع الذی ساق الہدی وبین القارن والا فلا فرق بینہما بعد الاحرام بالحج علی الصحیح کذا فی البحر۔ قال فی رد المحتار وعلیہ فاذا حلق ثم جامع قبل الطواف لزمہ دم واحد ولو متمتعا ودمان لو قارنا اھ غنیہ صـ ۱۱۷

حلق سے پہلے دونوں دو جنایت کی جزا دیں گے (زبدہ) **مسئلہ**۔ جس نے اشہر حج میں عمرہ کیا بدون سوق ہدی کے اور قبل سر منڈانے کے وطن کو چلا گیا اور پھر حرم میں آکر سر منڈایا اگر اس سال حج کریگا متمتع ہوگا اور حکماً سفر واحد گنا جائے گا اور یہ جو وطن جاکر سر منڈا لیا تو دم لازم آئیگا کہ حلق حرم میں واجب ہے۔ اگر پھر اس سال حج کرے گا تو متمتع نہیں ہوگا ایسا ہی جو مکہ میں سر منڈاکر وطن کو جائے اور پھر آکر اسی سال حج کریگا تو متمتع نہیں ہوگا (زبدہ) لیکن اس دوسری صورت میں اس پر دم لازم نہ ہوگا۔ بہ سبب محل پر حلال ہونیکے۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ اس نے محل واجب (حرم) کا ترک کیا (نافل) **مسئلہ**۔ اگر متمتع جو ہدی نہیں لایا مکہ میں عمرہ سے فارغ ہوکر اپنے وطن کے سوائے اور کہیں جاکر رہا اگرچہ میقات سے بھی باہر قدر سفر کی مسافت پہ ہی ہو۔ مثلاً طائف یا مدینہ طیبہ میں جاکر رہا اور پندرہ دن کی نیت کرکے مقیم بھی ہوچکا ہو پھر اسی سال میں آکر حج کیا تو تمتع صحیح ہوگیا جیسا اُوپر گذرا (نافل)۔

مسئلہ۔ اور سوق ہدی متمتع اگر (وطن کو) چلا جائے اور پھر آئے تو بھی سفر واحد ہے حکماً اور متمتع ہے (زبدہ) کیونکہ جب تک ہدی ذبح نہ کریگا یعنی بعد عمرہ کے ترک تمتع کی نیت سے حلق اور ذبح نہ کریگا اور وطن کو چلا جائیگا تو احرام عمرہ باقی ہے جیسا اوپر گذرا (نافل) **مسئلہ**۔ اور قارن اگر وطن ہو آئیگا تو قران باطل نہ ہوگا (زبدہ) حاصل یہ ہے کہ جس صورت میں احرام عمرہ کے باقی ہوتے ہوئے وطن کو چلے جانے کے بعد آکر حج کیا تو متمتع ہو جائے گا (نافل)۔

ایک احرام پر دُوسرا احرام ملانے کا بیان

حج و عمرہ جمع کرنے کا بیان

مسئلہ۔ مکی کو حج اور عمرہ کو جمع کرنا منع ہے مطلقاً اور آفاقی کو مسنون ہے لیکن اوّل حج کا احرام باندھ کر اسکے بعد عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تنزیہی ہے اور مکی کو ہر طرح

مکروہ تحریمی ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ مکی اور آفاقی کو دو حجوں کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔
ظاہر الروایۃ اور علی الصحیح اس لیے یہ بدعت ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ دو عمروں کو جمع کرنا مکی
اور آفاقی کو مکروہ تحریمی ہے بلا خوف (غنیہ) **مسئلہ**۔ اگر مکی نے یا جو شخص مکہ والوں کے حکم میں
ہو اس نے عمرہ اور حج کے احرام کو ایک وقت میں جمع کیا یا احرام عمرہ کا پہلے باندھا پھر طواف عمرہ
کرنے سے پہلے اس پر حج کا احرام باندھا تو اب حج اور عمرہ دونوں سے ایک کو چھوڑے اس صورت
میں عمرہ کو چھوڑنا افضل ہے بالاتفاق۔ اور حج کو پورا کرے اور عمرہ کے چھوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ
عمرہ کے افعال کرنا تو موقوف کر دے یعنی فی الحال کوئی بھی فعل عمرہ کا نہ کرے بلکہ حج سے
پہلے کوئی نفل طواف بھی نہ کرے اگرچہ قدوم کی نیت سے ہو اگر کریگا تو وہ عمرہ سے محسوب ہوگا۔
پھر عمرہ اور حج کا جامع ہو جائیگا (فافہم) پھر جب حج کے لیے عرفات پر جاکر وقوف کریگا تو بلا نیت
رفض کے عمرہ مع احرام کے چھوٹ جائیگا (غنیہ) گویا باطل ہو جائیگا **مسئلہ**۔ اس عمرہ کے چھوڑنے کی
وجہ سے اس پر دم رفض لازم ہوگا اور عمرہ کی قضا کرنی بھی واجب ہوگی (غنیہ) **مسئلہ**۔ اگر
مکی نے عمرہ اور حج کو پورا کیا دونوں میں ایک کو بھی نہ چھوڑا تو گناہگار ہوا لیکن دونوں صحیح
ہو جائیں گے اور دونوں کے جمع کرنے کی وجہ سے دم جبر دینا لازم ہوگا (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور
اگر عمرہ کے طواف کے ایک دو یا تین شوط کر لینے کے بعد حج کا احرام باندھا تو اسمیں اختلاف ہے۔
لیکن اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حج کا چھوڑنا افضل ہے پس اس صورت میں حج کے
چھوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ جسوقت افعال عمرہ کر کے فارغ ہو اسوقت حج کے ترک کرنے کی نیت سے
حلق کرے تو حج کے احرام سے باہر ہو جائیگا اور اس حلق سے عمرہ کے احرام سے بھی از خود
حلال ہو جائیگا اور حج کے احرام سے فقط زبانی قول یا دل میں چھوڑنے کی نیت کرنے
سے نہیں نکل سکتا (غنیہ) **مسئلہ**۔ پس حج کے چھوڑنے کے بعد اس پر ایک تو دم رفض
حج کی وجہ سے لازم ہوگا اور اس چھوڑے ہوئے حج کی قضا اور ایک عمرہ کرنا بسبب

چھوٹنے حج کے۔ پس اگر عمرہ سے فارغ ہو کر اس کے بعد اسی سال میں پھر چھوٹے ہوئے
حج کو ادا کیا تو اس پر جو حج کے چھوڑنے کی وجہ سے عمرہ لازم ہونا کہا گیا وہ ساقط ہو جائیگا
باقی فقط دم رفض حج کا دینا ہوگا۔ لیکن چونکہ یہ شخص مکی ہے اس کو اشہر حج میں (تمتع)
یعنی عمرہ اور حج کو جمع کرنا منع ہے اور اس کو رفض کا حکم ہے مگر حج کر لیا تو دم جبر بھی
دینا لازم ہوگا۔ یعنی ایک حج کے چھوٹنے کا اور دوسرا پھر حج کرنیکا۔ بخلاف دوسرے
سال حج کرنیکے کہ اُس میں اشہر حج سے پہلے لازم شدہ عمرہ جو رفض حج کرنیسے واجب ہوا
تھا کر سکتا ہے اس کے بعد حج قضا کرے اور اگر اسی سال میں رفض حج کا عمرہ کرلے
تو بھی ہو سکتا ہے۔ حج کرنے کے بعد کرے۔ جب ایام تشریق بھی گذر جاویں اور آئندہ سال
میں فقط حج کر لے (غنیہ ص۱۱۳) **مسئلہ**۔ اگر حج کو نہ چھوڑیگا تو گناہگار ہوگا لیکن یہ حج و
جائز ہو جائیں گے اور دم جمع دینا ہوگا اور استغفار بھی کرے (غنیہ) **مسئلہ**۔ مکی کو
حج اور عمرہ کا جمع کرنا ہر طرح منع ہے اگرچہ اشہر حج سے پہلے جمع کرلے جیسے رمضان میں
مکی نے عمرہ کا احرام باندھا اور ادا کیا یا اس کے اکثر شوط کیے۔ اس کے بعد رمضان
ہی میں قبل حلق عمرہ کے حج کا احرام باندھ لیا تو اس پر دم لازم ہے اس واسطے[1] کہ اس نے
عمرہ سے فراغت پانے سے پہلے حج کا احرام باندھا تو گویا جامع حج و عمرہ کا ہوا (اللباب و
شرح و غنیہ و آخون جان) **مسئلہ**۔ اور اگر مکی نے حج کے احرام کے اُوپر عمرہ کا احرام

---

[1] ولا فرق فی حق المکی بین ان یجمع بینھما فی اشھر الحج (او غیرھا) بل فی غیرھا اشد کراھۃ لوقوع احرام الحج فی غیر وقتہ (فلو اھل المکی لعمرۃ فطاف لھا الاکثر فی غیر اشھر الحج ثم اھل بحجۃ) ای فی غیر اشہرہ (فعلیہ دم) کما صرح بہ صاحب المبسوط معللا بانہ احرم بالحج قبل ان یفرغ من العمرۃ ولیس للمکی ان یجمع بینھما فاذا صار جامعا من وجہ کان علیہ الدم انتہی۔ شرح اللباب ص۱۹۷)

باندھا۔ طواف تحیۃ وغیرہ کرنے سے پہلے یا بعد تو بالاتفاق عمرہ کو چھوڑ دے۔ اگر دونوں کو ادا کیا جائز ہے لیکن گناہگار ہوگا اور دم جمع لازم ہوگا (غنیہ) **مسئلہ۔** اگر آفاقی نے حج کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھا تو اس میں تفصیل ہے۔ پس اگر طواف قدوم کے شروع کرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تو قارن ہو جائیگا لیکن گناہگار ہوگا مگر دم قران لازم ہوگا بہ سبب صحیح ہونے قران کے اور اس صورت میں برائی تھوڑی ہے اور عمرہ کا چھوڑنا بھی نہ ہوگا (شرح اللباب) **مسئلہ۔** اور اگر طواف قدوم کے شروع کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ طواف کا ایک شوط کیا یا تمام کر دیا تو دونوں اس پر لازم ہونگے۔ لیکن بہ نسبت پہلی صورت کے سارے طواف پورے کرنے کے بعد کی صورت میں زیادہ گناہگار ہوگا۔ اس لیے زیادہ برائی کی وجہ سے دم جبر لازم ہوگا اور مستحب ہے کہ عمرہ کو چھوڑ دے (حیات وہندیہ) **مسئلہ۔** اگر آفاقی نے عمرہ کے احرام پر اس کے طواف شروع کرنے سے پہلے یا دو تین شوط کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا تو قران مسنون ہو جائیگا اور دم شکر لازم ہوگا اور اگر عمرہ کے چار شوط کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا تو قارن نہ ہوگا بلکہ متمتع ہو جائیگا (لباب) **مسئلہ۔** حج اور عمرہ کے احرام کو جمع کرنیوالے نے اگر عمرہ ادا نہ کیا اس سے پہلے عرفات پر جاکر وقوف کیا تو عمرہ چھوٹ جائیگا۔ یعنی بلا نیت چھوڑنے کے باطل ہو جائیگا۔ اگر عرفات کی طرف متوجہ ہوا تو جب تک بعد زوال عرفہ کے وہاں وقوف نہ کریگا تو فقط (توجہ سے) عمرہ سے نہ چھوٹے گا (ہندیہ) **مسئلہ۔** حج اور عمرہ کے جمع کی صورت میں جبکہ ایک کے رفض کرنیکا حکم ہو تو جس کا چھوڑنا ہے اس کے افعال کرنا تو ترک کر دے اور جس کو کرنا ہو اس کے افعال شروع کر دے۔ پس اگر عمرہ کا رفض کرنا ہو تو اس کے افعال کرنا تو ترک کر دے اور جب عرفات پر جاکر وقوف کریگا تو احرام عمرہ کا از خود بلا نیت کیے چھوٹ جائیگا اور اگر حج کو چھوڑنا ہو تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ

جس وقت افعال عمرہ کے بجالا کر فارغ ہو صرف حلق باقی رہتا ہو تو بقصد ترک حج کے حلق
کرے تو حج کے احرام سے نکل جائیگا اور اس حلق کرنے سے بلا نیت تحلیل کے عمرہ کے
احرام سے بھی حلال ہو جائیگا جیسا اوپر مکی کے حکم میں لکھا گیا ہے (غنیہ) **مسئلہ:** اگر حج
فوت ہو گیا اور عمرہ کر کے تحلیل احرام حج نہیں کی تھی اس سے پہلے پھر عمرہ کا احرام باندھ لیا تو
اس عمرہ کا چھوڑنا لازم ہے وہ اس طرح کہ جب پہلے فوت شدہ حج کی تحلیل کے لیے عمرہ کے
افعال کریگا تو اس کے افعال شروع کرنے سے دوسرا عمرہ چھوٹ جائیگا کیونکہ دو عمروں کا
جامع ہو گیا افعالاً۔ پس اس پر دم رفض اور عمرہ کرنا لازم ہوگا[علہ] **مسئلہ:** اور اگر بعد وقوف
عرفات کے اور ایام نحر سے پہلے یا ایام تشریق میں حلق کرنے سے پہلے یا اس کے بعد
طواف زیارت کے بعد اگر کوئی حج کا فعل رہتا ہو مثلاً رمی جمار یا سعی حج نہ کی ہو تو بھی اس
صورت میں عمرہ کا احرام حج کے افعال سے نہ ملانا چاہیئے۔ اس کے متعلق مسائل منیٰ سے
لوٹنے کے وقت محصب میں قیام کے بعد اور طواف صدر سے اوپر دیکھے جاویں۔ اسکا شروع
کا یہ عنوان ہے "کہ معظمہ میں یہ رواج ہو گیا ہے" (اللباب، شامی، حیات) باقی یہ بات ضروری
ہے کہ کسی صورت میں جمع احرامین کی وجہ سے خود احرام عمرہ چھوڑا جاوے اور کونسی صورت میں
احرام عمرہ تو نہ چھوڑا جاوے مگر فقط اعمال عمرہ کرنا موقوف کر دیئے جاویں۔ پس اگر حلق حج
سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا ہے تو اس صورت میں احرام عمرہ ہی کو چھوڑ دیا جاوے اور
دم رفض اور قضا عمرہ لازم ہو گی اور اگر بعد حلق حج کے اور طواف زیارت کرنے سے
پہلے عمرہ کا احرام باندھا ہے تو راجح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی جامع احرامین ہے کیونکہ

علہ ولو فاتہ الحج فاحرم بعمرۃ قبل ان یتحلل بافعال العمرۃ فعلیہ رفضھا لانہ جامع احرامی
عمرتین اداء فاذا احرم بعمرۃ صار جامعا بین عمرتین افعالا فیرفضھا وعلیہ دم وحجۃ
وعمرتان الا انہ یتحلل بالافعال عمرۃ فیبقی فی ذمتہ حجۃ وعمرۃ (غنیہ ص۱۲۵)

قبل طواف زیارت کے حق عورت میں احرام باقی ہے تو بھی رفض احرام عمرہ لازم ہوگا اور اگر بعد طواف زیارت کے احرام باندھا ہے تو اب واجب ہے کہ افعال عمرہ کرنا توموقوف کردے اور احرام عمرہ کو نہ چھوڑے اور بقیہ افعال حج کے پورے کرے پھر جب ایام تشریق گزر جائیں تو عمرہ کے افعال بجالا کر حلال ہو جائے تو اس صورت میں دم وغیرہ لازم نہ ہوگا کیونکہ اس حالت میں نہ جامع احرامین ہوا نہ جامع افعالین اور نہ کسی احرام کا رافضین چھوڑنیوالا ہوا۔ فقط اساءۃ ہوئی کہ ایام منہیہ میں احرام باندھا گیا۔ اس کے لیے استغفار کرے۔ البتہ چونکہ امر رفض لکھتے ہیں اس لیے احرام کا رفض کرنا بہتر ہے تو حلق اور طواف زیارت کے بعد کی صورت میں رفض کا طریقہ یہ ہے کہ بہ نیت رفض ادنیٰ محظور مثل ناخن لینے یا خوشبو لگانے سے احرام عمرہ چھوٹ جائیگا (سب مناسک ماخوذ از غنیہ واللباب وغیرہ) ضابطہ قابل یاد رکھنے کے ہے کہ جس صورت میں حج کے احرام کے اوپر عمرہ کا احرام جمع کیا جاوے۔ احرام اور عمرہ کے چھوڑنیکا حکم ہو تو خود احرام عمرہ کو چھوڑ دیا جاویگا اور اگر حج کے احرام سے بالکل ہی حلال ہو چکا ہو مگر بقیہ افعال حج رہتے ہوں تو اس صورت میں احرام عمرہ نہ چھوڑا جاوے فقط افعال عمرہ کے موقوف کر دیئے جاویں تو مقصود حاصل ہو جائیگا۔ اگر احرام ہی رفض کر دے تو بھی حرج نہیں کہ امر رفض مطلق ہے (تامل) تفصیل اُوپر گزری **مسئلہ**۔ البتہ اگر حج کی سعی رہتی ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اگر ایام تشریق بھی گزر چکے ہیں تو اب سعی حج سے پہلے احرام عمرہ کا باندھ کر عمرہ کیا تو کچھ حرج نہیں ہے اور کچھ دینا بھی نہیں پڑتا جیسے کسی نے سعی حج کو ترک کیا اور اپنے وطن کو روانہ ہو گیا۔ پھر لوٹ کر اپنے میقات سے احرام عمرہ باندھ کر مکہ مکرمہ میں آیا تو پہلے اس کو عمرہ کرنا چاہیئے۔ اس سے فارغ ہو کر بعد میں حج کی رہتی ہوئی سعی ادا کرنی ہوتی ہے اس صورت میں کچھ لازم نہیں ہوتا (غنیہ) **مسئلہ**۔ ایام تشریق کے بعد طواف وداع سے پہلے عمرہ کا احرام باندھے تو کسی قسم کا حرج نہیں جیسے اپنے اور والدین

یا اقرباء کے لیے بہت عمرے کرے اسکے بعد وطن کو جاتے وقت طواف وداع کرے کیوں کہ طواف وداع حقیقت میں حج کے اعمال میں سے نہیں (غنیہ) اس کے متعلق اوپر منیٰ سے مکہ مکرمہ کو لوٹنے اور محصب میں ٹھہرنے کے بعد اور طواف صدر سے تھوڑا اوپر بھی کچھ لکھا گیا ہے وہاں دیکھا جائے **مسئلہ**۔ عمرہ کے چھوڑنے سے اس کی قضاء اور دم رفض لازم ہوگا اور نہ چھوڑنے کی صورت میں نقصان دم جمع دینا ہوگا (غنیہ) اور ارتکاب معصیت سے توبہ و استغفار کرے۔

دو حجوں کو جمع کرنے کا بیان

مسئلہ۔ اگر دو حجوں کو ایک وقت میں معاً احرام میں جمع کیا یا ایک حج کا احرام باندھ کر اس کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھا تو امام صاحب کے نزدیک دونوں لازم ہونگے۔ لیکن پہلی صورت میں ایک کو چھوڑ دے اور دوسری صورت میں کہ ایک کے بعد دوسرا باندھا گیا ہے تو دوسرے کو چھوڑ دے (اللباب) **مسئلہ**۔ جس کو چھوڑا ہے اس کی قضا آئندہ سال میں کرے اور ایک عمرہ کرنا اور دم رفض (یعنی احرام چھوڑنے) کا لازم ہوگا۔ جیسا اوپر گزرا (ناقل) **مسئلہ**۔ دو حج کے جمع کرنے کے بعد جب تک وقوف عرفات کی صحت کا وقت باقی ہے یعنی نویں ذی الحجہ کے زوال سے لے کر دسویں کی فجر ہونے تک اس وقت میں جب مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو بموجب ظاہر الروایت اور دوسری روایت میں جبکہ ایک حج کے افعال شروع کریگا تو بلانیت رفض کے دوسرے حج کا احرام چھوٹ جائے گا۔ وہ افعال یہ ہیں طواف قدوم یا وقوف عرفہ۔ مثلاً آفاقی نے دو حج کا احرام باندھا تو ظاہر الروایت میں جب مکہ کی طرف روانہ ہو اور دوسری روایت میں جبکہ مکہ میں آکر طواف قدوم شروع کیا اور اگر مکی ہو تو جب عرفات کی طرف روانہ ہو یا دوسری روایت میں عرفات پر بعد زوال کے وقوف شروع کیا تو سوائے نیت

کے دوسرے حج کا احرام چھوٹ جائیگا (غنیہ) **مسئلہ:** اور اگر یوم عرفات پہ دوسرا احرام
باندھا تو وہ فوراً چھوٹ جائے گا بسوا نیت رفض کے اور اگر عرفات کے وقوف کے بعد
عرفات سے نکل کر روانہ ہو کر دسویں کی رات میں جمع کیا تو وقوف مزدلفہ سے یا اس کی
طرف چلنے سے چھوٹ جائیگا۔ ایسا ہی اگر مزدلفہ میں فجر ہونے دسویں سے پہلے باندھا تو
بھی چھوٹ جائیگا بلا نیت رفض کے۔ (غنیہ) **مسئلہ:** اوپر کی صورتوں میں دو احرام
باندھنے کے بعد جب تک ایک کو نہ چھوڑا گیا تو ایک جنایت کرنے سے دو جزائیں لازم
ہونگی اور چھوڑنے کے بعد دم رفض اس کے علاوہ دینا لازم ہوگا اور ایک کے چھوڑنے
کے بعد اگر کوئی جنایت ممنوع احرام کی تو ایک جزا لازم ہوگی اور دم رفض بھی دینا ہوگا۔ یہی
ظاہر الروایت میں جمع کے بعد مکہ سے باہر سے آنیوالا مکہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے یا مکہ
عرفات کی طرف نکل کر چلنے سے پہلے اور دوسری روایت میں حج کے افعال شروع کرنے سے
پہلے (مثلاً طواف قدوم شروع نہ کیا) اور مکی کو عرفات پر وقوف کرنے سے پہلے جنایت کرنے
سے دوگنا دم دینے پڑیں گے (لباب) **مسئلہ:** جب وقت وقوف عرفہ فوت ہوگیا
اور فجر دسویں کی ہوگئی۔ اس کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھا تو اب نہ افعال حج
سے بلا نیت کیے اور نہ مکہ اور عرفات یا مزدلفہ کی طرف بلا نیت رفض روانہ ہونے سے
اگرچہ رفض کی نیت بھی کرلے احرام حج نہ چھوٹے گا کیونکہ اب رفض حج کا امر نہیں اس
لیے کہ اب دو حج کا جمع ہونا ایک سال میں ممکن نہیں ہے۔ اب فقط بعض افعال پہلے
حج کے اور دوسرے حج کے احرام کا جمع ہے اور عرفات کے وقوف کے وقت فوت
ہونے سے پہلے دوسرے حج کا وقوف کرنا ممکن تھا جیسے دسویں تاریخ کی رات میں
مزدلفہ سے لوٹ کر فجر ہونے سے پہلے وقوف عرفہ کر سکتا ہے اور دو حج ایک سال
میں ادا کرنا غیر مشروع ہے (غنیہ) **مسئلہ:** پس اگر بعد وقوف عرفہ اور مزدلفہ کا حتیٰ کہ

دُوسرے حج کا احرام باندھا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ فقط پہلے حج کے باقی افعال پورے
کرے اور دُوسرے حج کے احرام میں رہے تاکہ آئندہ سال میں حج ادا کرے۔ یہ عام
کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ لیکن کرمانی نے کہا ہے کہ جب طواف زیارت بھی کر چکے یہ
حکم اس وقت ہے ورنہ طواف زیارت سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھے گا
تو دم جمع لازم ہو گا۔ کیونکہ حق حرمتہ زوجہ میں پہلا احرام باقی ہے۔ اس کی طرف نہر میں
اشارہ ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور اگر حج کا حلق کرنے سے پہلے دوسرے حج کا احرام
باندھا تو دم جمع لازم ہو گا (ظاہر الروایت) پس اگر پہلے حج کا حلق ایام نحر میں کریگا تو
دُوسرا دم جنایت بوجہ دوسرے حج کے احرام میں مخلوط کرنے سے بھی لازم ہو گا اور
اگر پہلے حج کا حلق نہ کیا اور دُوسرے حج کو آئندہ سال پُورا کیا تو پھر اس پہلے حج کے
حلق میں تاخیر کرنے کی وجہ سے دم لازم ہو گا۔ کیونکہ اُس حج کا حلق اسی سال ایام نحر
میں کرنا واجب تھا اور اگر ایام نحر کے بعد حلق کیا تو تین دم لازم ہوں گے۔ ایک تو
دو احراموں میں جمع کرنیکا۔ دوسرا ایام نحر کے بعد پہلے حج کے حلق کرنیکا۔ تیسرا دوسرے
حج کے احرام میں مخلوط کرنیکا (غنیہ) **مسئلہ**۔ حج کا احرام باندھا مگر حج فوت ہو گیا تو
پھر فوت شدہ حج کی تحلیل سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھا تو دوسرے احرام
کو ترک کرنا لازم ہے۔ وہ اس طرح کہ فوت شدہ حج کا تحلیل احرام کے لیے افعال
عمرہ بجا لا کر جب حلق کرنا ہو اس وقت حلق کرنے میں ثانی حج کے ترک کی نیت کرے
تو دونوں احراموں سے حلال ہو جائیگا۔ پھر شروع سال میں فوت شدہ حج کی قضاء
کرے۔ اس کے بعد پھر دُوسرے سال یعنی پہلا سال تو فوت ہو گیا۔ دوسرے سال میں
فوت شدہ حج کی قضا کرے اور تیسرے سال اس حج کو ادا کرے جسکا احرام باندھ کر
چھوڑ دیا اور اس صورت میں جملہ دو حج اور دو عمرے کرنے ہونگے۔ مگر چونکہ پہلے حج کی

تحلیل کے لیے ایک عمرہ کر چکا ہے باقی دُوسرے حج کے رفض کرنے کی وجہ سے دُوسرا عمرہ کرنا پڑیگا اور دم رفض بھی لازم ہوگا. اس حج کے ترک کرنیکی صورت ضابطہ قابل یاد سے تھوڑا اُوپر تیسرے مسئلہ میں بھی ہے۔ اُس مسئلہ کی شرح اس طرح ہے حج اور عمرہ کے جمع کی صورت میں جب ایک کے رفض کرنیکا حکم ہو الخ (ناقل)

دو عمروں کے جمع کرنے کا بیان

مسئلہ۔ دو عمروں کو معاً جمع کرے یا ایک کے احرام باندھنے کے بعد دُوسرے عمرہ کا احرام باندھے یا پہلے کا طواف شروع کیا پھر اگرچہ ایک دو شوط کیے یا سات شوط پُورے کیے تو دونوں لازم ہوگئے پس رفض یعنی چھوڑنے اور لازم ہونے اور وقت رفض وغیرہ میں ان کا حکم بھی وہی ہے جو دو حجوں کے ملانیکا ہے (غنیہ) **مسئلہ۔** البتہ یہ فرق ہے کہ دو حجوں کے جمع کرنے میں وقت صحت وقوف عرفات تک تو رفض کا حکم ہے اور اسوقت کے فوت ہونیکے بعد اگرچہ پہلے حج کا احرام باقی ہو اور بقیہ افعال واجبہ مثل رمی جمرہ عقبہ وغیرہ باقی ہوں اور اس پر دُوسرے حج کا احرام باندھا تو اب اس کے رفض کا حکم نہیں ہے۔ بخلاف دو عمروں کے جمع کرنیکے کہ ان میں پہلے طواف عمرہ کے فرض کرنے کے بعد اور اس کی سعی کرنے سے پہلے دُوسرا عمرہ جمع کرے تو بھی اسکے رفض کا حکم ہے. حالانکہ عمرہ کی سعی بھی واجب ہے فرض نہیں۔ واللہ اعلم (ناقل) **مسئلہ۔** پس اگر دو عمروں کو ایک ہی وقت میں معاً یعنی دونوں کی اکٹھے نیت کی تو ایک کو چھوڑ دے اگر ایک کی نیت سے فارغ ہو کر اس کے بعد دُوسرے کی نیت کر لی تو دُوسرا چھوڑ دے اگرچہ اس کے طواف کی سعی باقی تھی جبکہ احرام باندھا ہو (غنیہ) **مسئلہ۔** پس معاً کی صورت میں ایک کو اور تعاقب کی صورت میں پچھلے کو چھوڑ دے اور چھوڑنے کا طریق یہ ہے کہ امام صاحب کے

نزدیک ایک کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہُوا یا دوسری روایت میں جب اسکا فعل شروع کیا مثلاً عمرہ کا طواف یا بعد طواف ملایا ہے تو سعی شروع کرنے ہی اسے بلا نیت رفض کے دُوسرا عُمرہ چھوٹ جائیگا (غنیہ) **مسئلہ۔** پس اس پر چھوڑنیکی وجہ سے دم رفض اور اس کی قضا لازم ہو گی۔ اگرچہ پھر اسی سال میں قضاء کرے۔ یعنی پہلے عمرہ سے فارغ ہو کر پھر مرفوض چھوٹے ہوئی کی قضا کرے کیونکہ ایک سال میں تکرار عمرہ کی جائز ہے بخلاف دو حج کے (غنیہ) **مسئلہ۔** اگر پہلے عمرہ کی سعی کر لی ہو اور اس کا حلق کرنے سے پہلے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا ہے تو وہ عمرہ لازم ہو گیا لیکن اب اسکو نہ چھوڑے اس صورت میں فقط دم جمع لازم ہو گا (غنیہ) اس صورت میں اگر دُوسرا عمرہ کرنے سے پہلے حلق کریگا تو دُوسرا دم بھی لازم ہو گا۔ بوجہ دوسرے عمرہ کے احرام میں مخطور کرنیکے اور جب دُوسرے عمرہ کے افعال بجا لاکر فارغ ہُوا اس کے بعد حلق کیا تو دونوں احراموں سے حلال ہو جائیگا اور فقط ایکدم جمع لازم ہو گا (غنیہ)۔

دو احراموں کے جمع کرنے کا ضابطہ یہ ہے

مسئلہ۔ جس چیز کو چھوڑا ہے اسکے چھوڑنیکی وجہ سے ایک تو دم رفض دینا واجب ہو گا۔ دُوسرا یہ کہ اس چھوڑی ہوئی چیز کی قضا کرنی ہو گی۔ پس عمرہ کے چھوڑنیسے اس کی قضا اور دم رفض لازم ہے فقط اور اگر حج کو چھوڑا ہے تو اس کی قضا اور ایک عمرہ یعنی حج اور عمرہ کرنا ہو گا اور دم رفض بھی دیگا۔ **مسئلہ۔** جس شخص پر کسی چیز کا چھوڑنا واجب ہو۔ پس اگر نہ چھوڑے گا تو اس پر دم جمع کا لازم ہو گا فقط اور ترک رفض کی وجہ سے اساءۃ بھی ہو گی اور یہ صورت حج اور عمرہ کے جمع میں ممکن ہے جیسا کہ حج اور عمرہ کے بیان میں گذرا۔

ضروری مسئلہ۔ جس پر چھوڑنیکا حکم ہے تو وہ چھوڑنیکی نیت کرکے جس طرح چھوڑنے کا طریقہ ہے اس طریقہ سے چھوڑے فقط چھوڑنے کی نیّت سے بغیر طریقہ اختیار کیے یا طریقہ تو اختیار کیا۔ لیکن چھوڑنے کی نیت نہ کرے تو رفض نہ ہو گا۔ مگر دو حج کو عرفات

پر وقوف کرنے کے وقت صحت کے گذرنے سے پہلے جمع کرنے کی صورت میں یا دو عمرہ کو جمع کیا ہو پہلے عمرہ کی سعی کرنے سے پہلے تو ان دونوں صورتوں میں دوسرا حج یا دوسرا عمرہ بغیر نیت رفض کے فقط مکہ معظمہ کی طرف چلنے یا ایک کے اعمال شروع کرنے سے دوسرا چھوٹ جاتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا (غنیۃ واللباب) **مسئلہ**۔ جس نے دو چیزوں کو جمع کیا ہو اور ایک کو اس کے طریقہ سے نہیں چھوڑا ہے اور کوئی جنایت محظور احرام کی کریگا تو دو احرام میں ہونے کی وجہ سے دو جزائیں دینی ہوں گی (غنیہ) **مسئلہ**۔ اگر احصار ہو گیا تو بھی دو دم بھیج کر حلال ہونا پڑیگا۔ اگرچہ مسکین ہو یا غنی (غنیہ) **مسئلہ**۔ اس دم سے خود نہ کھلائے اور نہ غنی کو دے اگر دیگا تو ضمانت لازم ہوگی۔ بخلاف دم قران اور تمتع کے جس کو دم شکر بھی کہتے ہیں اور دم نفل اور اضحیہ آپ اور غنی کھا سکتا ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور دم جنایت وغیرہ فی الفور دینا واجب نہیں ہے تاخیر سے گنہگار نہ ہوگا۔ البتہ حقوق اللہ فی الفور ادا کرنا افضل ہے اور جن صورتوں میں فقط معصیت مع دم یا بلا دم واقع ہوئی ہو اسوقت استغفار بھی ضروری ہے۔

حج اور عمرہ کے احرام کو فسخ کرنے کا بیان

مسئلہ۔ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد احرام کو فسخ کرنا اور بدلنا جائز نہیں۔ فسخ کا مطلب یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد حج کا ارادہ ملتوی کر دینا اور حج کے افعال چھوڑ کر عمرہ کے افعال کرنا اور اس احرام کو عمرہ کا احرام بنا دینا یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ کا ارادہ فسخ کر دینا اور اس احرام کو حج کا احرام کر دینا اور عمرہ کے افعال نہ کرنا۔ [ع۵]

ع۵ (لا یجوز ولا یصح) فسخ احرام الحج الی العمرۃ عند الثلاثۃ) ای عندنا ومالک والشافعی (خلافاً لاحمد) حیث ذھب الی ظاھر الحدیث قال حیث

بقیہ حاشیہ ص ۳۲۹

جنایات کا بیان

یعنی حج اور عمرہ کے افعال چھوڑنے یا محظورات احرام کرنے سے جو جزائیں دینی لازم ہوتی ہیں ان کی تفصیل کا بیان ہے :-

مسئلہ۔ جان لے کہ جزاء جنایات کا فوراً ادا کرنا واجب نہیں۔ مگر جب ظن غالب آخر عمر ہو کہ خوف فوت ہونیکا تو فوراً ادا کرنا چاہیئے تاخیر میں گناہ ہوگا (اور افضل ہے کہ جلد ادا کرے پھر بھی بالفرض نہ دے سکا تو) وصیت جنایت کی لازم ہوگی اور بدون وصیت کے سوائے صوم (یعنی جس جنایت کی وجہ سے جزا میں روزہ رکھنا لازم ہوا ہو اس کے سوا جس میں دم یا صدقہ دینا ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے) وارث تبرع کر دیں تو بھی ادا ہو جاتا ہے (زبدہ) مگر روزہ رکھنے سے وہ کفارہ جائز نہ ہوگا۔ **مسئلہ۔** اگر وصیت نہ کی تو اس کے ترکہ میں سے دینا ان کے وارثوں پر واجب نہ ہوگا اگر احساناً دیدیں تو

بقیہ حاشیہ صـ۳۳ : قال سراقۃ العامنا ھذا ام لابد قال لابد وغیرہ ذھبوا الی انہ کان ذلک من خاصۃ تلک السنۃ لان المقصود منہ کان صرفھم عن سنن الجاھلیۃ وتمکین جواز العمرۃ فی اشھر الحج فی نفوسھم حیث کانوا یقولون ان العمرۃ فی اشھر الحج من افجر الفجور ویدل علیہ ما روی عن بلال بن الحرث انہ قال قلت یا رسول اللہ فسخ الحج لنا خاصۃ اولمن بعدنا قال لکم خاصۃ والجواب عن الحدیث الاول ان المشار الیہ بھذا ھو الاتیان بالعمرۃ فی اشھر الحج لا فسخ الحج بالعمرۃ وھو ان یفسخ نیۃ الحج بعد ما احرم بہ ویقطع افعالہ ویجعل احرامہ وافعالہ للعمرۃ وکذا لا یجوز فسخ العمرۃ بجعلھا حجاً عند الثلاثۃ ای من الائمۃ (والاربعۃ) جمیعھم بناء علی ان المسئلۃ فیھا روایتان عن الامام احمد واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم (اللباب وشرحہ صـ۱۹۹)

ادا ہو جائیگا۔ مگر جس جنابت کی وجہ سے روزہ لازم ہو چکا ہو وہ ان کی طرف سے ادا نہیں ہوتا (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور جنایت جان کر کرنا یا بھول کر یا خطا سے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور کسی کی زبردستی سے کرے یا خواہش سے سوتے یا جاگتے یا نشے میں یا اغما (بیماری کی بے ہوشی) میں تنگ دستی اور فراخی میں آپ کرے یا (کسی کو) کہہ کر کے کرائے سب برابر ہے بہرحال جزا واجب ہو گی (زبدہ) اس حکم میں مرد اور عورت برابر ہیں (نافل)۔

مسئلہ۔ اور عوام (متمول ومتکبرین) جو بعض امر جنایت کا جان کر کرتے ہیں کہ فدیہ دے لیں گے تو یہ سخت گناہ ہے اور جنایت عمد کا فدیہ دینے سے گناہ معاف نہیں ہوتا اور ان کا حج مبرور نہیں ہوتا۔ یہ ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ میں زنا کرتا ہوں (نعوذ باللہ) حد کھا کے پاک ہو جاؤں گا[عله] (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جس جگہ لفظ دم کا بولا جاتا ہے تو ذبح کرنا،

عله فقد ذكر ابن جماعة عن الائمة الاربعة انه اذا ارتكب محظور الاحرام عامدًا يأثم ولا تخرجه الفدية والعزم عليها عن كونه عاصيا قال النووي وربما ارتكب بعض العامة شيئًا من هذه المحرمات وقال انا افتدي متوهما انه بالتزام الفدية يتخلص من وبال المعصية وذلك خطأ صريح وجهل قبيح فانه يحرم عليه الفعل فاذا خالف اثم ولزمته الفدية وليست الفدية مبيحة للاقدام على فعل المحرم وجهالة هذا الفعل كجهالة من يقول انا اشرب الخمر وازني والحد يطهرني ومن فعل شيئًا مما يحكم بتحريمه فقد اخرج حجته عن ان يكون مبرورا انتهى -

وقد صرح اصحابنا بمثل هذا في الحدود فقالوا ان الحد لا يكون مطهرة من الذنب ولا يعمل في سقوط الاثم بل لابد من التوبة فان تاب كان الحد مطهرة له وسقطت عنه العقوبة الاخروية بالاجماع والا فلا لكن قال صاحب الملتقط في باب الايمان ان الكفارة ترفع الاثم وان لم توجد منه التوبة

بکری، بھیڑ یا ساتواں حصّہ گائے اونٹ کا بشرطِ اضحیہ مراد ہے اور سارا اونٹ یا ساری گائے کو بدنہ کہتے ہیں) وہ سوائے دو جنایت کے کہیں واجب نہیں ہوتا۔ ایک تو جنابت یا حیض یا نفاس میں طواف زیارت کرنا۔ دُوسرا بعد وقوف عرفہ کے قبل حلق جماع کرنا (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اور صدقہ جہاں مطلق بولا جاتا ہے تو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو، مانند صدقہ فطر کے مراد ہوتی ہے اور جس جگہ کسی قدر صدقہ کا ذکر ہو وہاں اسی قدر ہوتا ہے (زبدہ) جیسے کہا جاتا ہے کہ مٹھی بھر غلّہ یا کچھ ٹکڑا روٹی وغیرہ) اور کہیں مطلق فدیہ کا لفظ بھی آتا ہے تو وہاں وہ جزاء مراد ہوتی ہے جو اس سے پہلے اس قسم کی جزا ذکر ہو چکی۔ مثلاً کہیں لکھا ہو کہ اگر یہ کیا تو بھی فدیہ لازم ہوگا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ جس قسم کی جنایتوں میں جزا کی قدر اس سے پہلے مذکور ہو چکا ہو۔ پس یہ بھی اس قسم کی جنایت سے ہے تو اس پر بھی وہی فدیہ لازم ہوگا۔ دم ہو یا صدقہ وغیرہ غرض فدیہ کفارہ کو کہا جاتا ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر کوئی ممنوع احرام عذر سے بھی کریگا تو جزا دینی واجب ہوگی۔ اور اگر کوئی واجب (فعل) عذر سے ترک کیا ہو تو جزاء دینی نہیں آتی اور جو بے عذر چھوڑ دیا تو جنایت واجب ہوگی (زبدہ) البتہ بعض ایسے واجب (افعال) بھی ہیں جنکو عذر سے چھوڑا جائے تو بھی جنایت لازم ہوتی ہے جو آگے آئیں گے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور

بقیہ حاشیہ ص۲۹۱ کے بعد: التنوبة من تلك الجناية انتهى ويوبيده ما ذكره الشيخ نجم الدين النسفي في تفسيره التيسير عند قوله تعالى فمن اعتدى بعد ذلك فله عذاب اليم اى اصطاد بعد هذا الاعتداء قيل هو العذاب في الآخرة مع الكفارة في الدنيا اذا لم يتب منه فانها لا ترفع الذنب عن المصر انتهى۔ وهذا تفصيل حسن وتقييد مستحسن يجمع به بين الادلة والروايات والله اعلم بحقائق الحالات (شرح اللباب) ص۲۹۰

لڑکے (غیر بالغ) محرم پر کفارہ نہیں ہوتا (زبدہ)۔

مقدمہ ضوابط جنایات کے مسائل میں تاکہ سمجھنے میں سہولت ہو

ضابطہ۱ ۔ جو دم جنایت کسی کامل محظور احرام بلا عذر کرنے سے لازم ہو، ایسا ہی جو صدقہ کسی ناقص محظور بلا عذر کرنے سے دینا ہو، ان میں وہی دینا ہوگا جو لازم ہوا ہے اس کے بدلے (مساکین کو کھانا یا قیمت) صدقہ دینے کا یا (اس کے بدلے) روزہ رکھنے کا اختیار نہیں ہوتا (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور جو دم جنایت کسی کامل محظور احرام عذر سے کرنے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے تو اس میں یہ اختیار ہے کہ اس کے بدلے روزہ رکھے یا صدقہ دے یا حرم میں ذبح کرے اور جو صدقہ جنایت کسی ناقص محظور احرام عذر سے کرنے کی وجہ سے دینا پڑے تو اس میں یہ اختیار ہے کہ روزہ رکھے یا صدقہ دے۔ پس اس صدقہ میں یہ بھی اختیار ہے کہ اس کی قیمت دیدے یا دم خرید کرکے وہ طعام پکا کر مساکین کو کھلا دے اور دم جنایت محظور احرام عذر کی وجہ سے جو لازم ہوا تھا تو اس میں یہ اختیار ہے کہ دم کی قیمت دیدے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور جو بلا عذر کے ہوں تو ان میں یہ اختیارات نہیں ہیں (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور جو اصل میں روزے ہی لازم ہوئے ہوں۔ اگرچہ بوجہ تخییر کے واجب ہوں یا بوجہ تعیین کے، تو ان کے بدلے فدیہ دینا جائز نہیں ہے جیسا تمتع اور قران میں ہوتا ہے اور یہ حکم سوائے دم جماع کے اور دموں کیلئے ہے جن میں تخییر ہے اور جماع کے دم میں یہ تخییر نہیں ہوتی (غنیۃ المناسک)۔

ضابطہ۲: اور جو جنایات حرم کی ہیں یا شکار خشکی کے کرنیکی وجہ سے لازم ہوئی ہوں۔ ان میں انکی قیمت میں یہ اختیار ہے کہ روزہ رکھے یا صدقہ یا دم دے، یا قیمت دیدے جیسے کہ محرم نے شکار کو قتل کیا اور اسکی قیمت دم کے قدر کو پہنچی ہو یا قدر دم کو نہ پہنچی تو جو قیمت ہو وہی خیرات دیدے یا اسکے بجائے روزہ رکھے یا صدقہ دے۔

مسئلہ۔ اور جو غیر محرم حرم کا شکار کرے یا درخت کاٹے۔ ایسا ہی محرم درخت حرم کا کاٹے تو صدقہ دے یا دم یا قیمت دے۔ لیکن روزہ رکھنے کا اختیار نہیں اور محرم حرم کے درخت کاٹنے میں حلال کے برابر ہے کیونکہ یہ فعل محظور احرام نہیں ہے (غنیہ) احرام کے شکار کا دودھ نکالنے کا بھی یہی حکم ہے (ناقل)۔

ضابطہ[۳] :۔ جاننا چاہیئے کہ احرام میں عذر سے لباس پہننے یا خوشبو لگانے یا حلق کرانے یا ناخن لینے کے دم کے بدلے روزے رکھنے کا بھی اختیار ہے۔ اس دم کے بدلے تین روزے رکھے یا چھ مساکین کو صدقہ دے یہ تخصیص تین روزوں کی یا چھ مساکین کو صدقہ دینے کی ان چار محظورات احرام کے لیے شرعاً تقدیر کی گئی ہے اور دم قران اور تمتع میں دس روزے مقرر ہیں باقی شکار کی جزا میں محرم پر ان جزا کی قدر جتنے گیہوں ہوں یا طعام وہ جتنے بھی آدمیوں کو بقدر فطرہ کے آسکے اتنے ایام کے روزے رکھے یعنی ہر قدر فطرہ کے عوض روزہ رکھنا پڑیگا اس حساب سے کتنے بھی ہو جائیں یہی صحیح ہے[علہ] (اللباب ص ۲۲۳)

علہ (وما ذکرنا لزوم الدم والصدقۃ عینا) ای معینا (فی الانواع الثلاثۃ) ای المتقدمۃ من اللبس والطیب والحلق وکذا حکم القلم لعذر کما یاتی (انما ھو) ای باعتبار حکمہ المطلق (فی حالۃ الاختیار) بان ارتکب المحظور بغیر عذر اما فی حالۃ الاضطرار) بان ارتکبہ بعذر (کمرض وعلۃ) ای ضرورۃ (فھو مخیر بین الصیام) ای صیام ثلاثۃ ایام (والصدقۃ) ای علی ستۃ مساکین لکل مسکین نصف صاع (والدم ومن الاعذار الحمی) ای بجمع انواعھا (والبرد) ای الشدید (والحر والجرح والقرح والصداع) ای وجع الراس کلہ (والشقیقۃ والقمل) ای کثرتہ فی شعر راسہ (ولا یشترط دوام العلۃ ولا اداوھا الی التلف بل وجودھا مع تعب ومشقۃ یبیح ذلک) (اما الخطا والنسیان

(بقیہ حاشیہ ص ۲۲۴ پر)

مسئلہ۔ اگر شکار کی قیمت اتنی زیادہ ہو کہ اس سے کئی دم خرید سکتے ہوں (تو) محرم کو اختیار ہے کہ سب دم کو ذبح کرے یا سب کی قیمت کو موجب قواعد کے خیرات کرے یا طعام کھلاوے۔ قیمت اور طعام ہر ایک مسکین کو بقدر فطرہ کے یا ہر قدر فطرہ کے روزہ رکھے یا ایک دم ذبح کرے یا ایک دم کی قیمت دے یا طعام یا اس کے بدلے اُسی کے قاعدہ سے روزے رکھے جائیں۔ حاصل یہ کہ دم اور صدقہ اور طعام اور روزہ کو جمع کرنا بھی جائز ہے (غنیہ) البتہ دم کو حرم میں ذبح کرنے کے بعد گوشت کے دینے میں قدر فطرہ اور عدد (چھ مساکین) کی شرط نہیں ہے (اللباب)۔

ضابطہ۔ یہ بھی یاد رہے کہ صید کے دم میں خیال رکھنا چاہیئے۔ مثلاً شکار کی قیمت اتنی ہوئی کہ ہدی کی قیمت کے برابر نہیں ہے تو اس قیمت سے اتنی چھوٹی بکری یا بھیڑ جو اضحیہ میں دینی جائز نہیں ہوتی تو اس کو صید کے دم میں ذبح کرنا جائز نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے بعد) والاغماء والاکراہ والنوم والرق وعدم القدرة علی الکفارة) ای اذا صدر (عنه لغیر عذر (فلیست) ای هذه الاشیاء (باعذار فی حق التخییر ولو ارتکب المحظور لغیر عذر فواجبه الدم عینا (او الصدقة) ای معینة (فلا یجوز عن الدم طعام ولا صیام ولا عن الصدقة صیام فان تعذر علیه ذلك) بقی فی ذمته واذا تطیب او اکتحل بکحل مطیب او لبس او حلق او قلم) ای اظفار یده (لعذر) قید للکل (فهو مخیر) ای بین اشیاء ثلاثة (ان شاء ذبح شاة وان شاء تصدق علی ستة مساکین بثلاثة اصوع من بر لکل مسکین نصف صاع وان شاء صام ثلاثة ایام وهذا فی ما یجب فیه الدم علی وجه التخییر وعلما یجب فیه الصدقة) ای فیما فعله من عذر بان طیب ربع عضو او لبس اقل من یوم (ففیه یتخیر بین الصوم والصدقة) ای وجه بالطیبین مالا یجوز له اختیار الدم ایضا (اللباب وشرح ص۲۲۳)

بلکہ اس صورت میں اس قیمت کو صدقۃً ادا کرے یا اس چھوٹی بکری کو (اگر ذبح کر چکا ہو یا نہ) اطعام کے طور پر دیدے تو جائز ہے (غنیہ)۔

ضابطہ ۔ اور جو واجبات حج یا عمرہ میں سے کسی کا ترک عذر سے ہو تو کچھ جزاء لازم نہیں ہوتی۔ لیکن اس سے یہ مُراد ہے کہ جو عُذر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہو اور جو عُذر مخلوق کی طرف سے ہو تو یہ عُذر معتبر نہیں ہے۔ پس اگر کسی دُشمن نے وقوف مزدلفہ سے منع کیا اور وہ اس کے خوف سے وقوف مزدلفہ کا اس عُذر سے ترک کیا تو اس پر دم ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے خوف ازدحام تنگی کثرت مخلوق کے عُذر سے (ضعیف اور مریض عورت نے) ترک کیا ہو تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بھی اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اگر دُشمن کا خوف اس کے ڈرانے سے پیدا ہوا ہو تو وہ اس کے ڈرانیکی طرف منسوب ہوگا۔ پس وہ مخلوق کی طرف سے ہے۔ اگر اس طرح نہیں ہے تو وہ من اللہ ہے مثل خوف درندے کے ہے۔ ایسا ہی اگر محظورات احرام میں سے کوئی محرم سے جبراً کرائے جیسے خوشبو لگائے یا کپڑے پہنوا دے تو اس کو اس جبراً کروانے کے عُذر سے ان تین چیز کا اختیار نہیں رہتا جو اصلی عذر کرنے سے اختیار ہوتا ہے۔ بلکہ اس پر تو وہی واجب ہے جو بلا عُذر کرنے سے بلا تخییر حتمی لازم ہوتا ہے۔ پس ان جیسے عذروں سے جنایت ساقط نہیں ہوتی۔ اسی طرح عرفات پر سے اُونٹ حد عرفات سے باہر بھاگ گیا۔ اس کے پکڑنے کے لیے (اس عذر سے) چلا گیا اور وہاں آفتاب غروب ہو گیا تو اس عذر سے بھی یہ جنایت جو ترک واجب کی جزا دینی ہے لازم ہوگی (غنیہ)

ضابطہ :۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ جو اُوپر واجبات حج میں کہا گیا کہ ترک واجب (حج) سے دم لازم ہوتا ہے یہ قاعدہ عام نہیں ہے۔ بلکہ اس قاعدہ سے علماء نے دس عدد واجبات کو مستثنیٰ کیا ہے۔ ان میں سے چار تو وہ ہیں کہ بلا عذر ترک کیے

جائیں تو بھی دم لازم نہیں ہوتا۔ البتہ بے عذر کرنے کی صورت میں گناہ ہوگا جو بغیر توبہ کیے معاف نہیں ہوتا۔ وہ یہ ہیں ایک یہ کہ دو رکعت نفل طواف کے بعد جو کہ واجب ہے لیکن اس کے ترک سے دم نہیں آتا۔ دوسرا ترک تاخیر مغرب واسطے جمع عشاء کے مزدلفہ میں۔ تیسرا مزدلفہ کی بیتوتہ۔ چوتھا حجر اسود سے طواف کو شروع نہ کیا۔ باقی چھ رہے اگر وہ بلا عذر ترک کیے جائیں گے تو دم لازم ہوگا۔ اگر عذر سے ترک کیا تو کچھ لازم نہ ہوگا۔ وہ یہ ہیں:۔ پانچواں ترک سعی صفا مروہ کی عذر سے جیسے کہ عورت کے رفیقوں کا روانہ ہونا اور یا مرض وغیرہ کا ہونا لیکن مخلوق کا اژدھام یہاں عذر نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے تاخیر جائز ہے۔ جب فراغت ملے کر لے۔ چھٹا طواف یا سعی کا کسی جانور یا انسان پر چڑھ کر کرنا کسی عذر سے مثل چلنے کی طاقت نہ ہو بہ سبب مرض یا بوڑھاپن وغیرہ کے حالانکہ اپنے پاؤں سے چلکر کرنا واجب ہے۔ ساتواں مزدلفہ کا وقوف بہ سبب مرض یا ضعف بدنی یا عورت یا پیر مرد اژدہام خلق کے خوف سے چھوڑ دے۔ آٹھواں حلق نہ کر سکے بہ سبب سر میں پھوڑے پھنسیوں کے ہونیکے نہ ملنے نائی یا اُسترے کے کہ یہ نہ ملنا عذر نہیں۔ پس اس نہ ملنے حالق یا استرے کے حلق نہ کرنے سے جزا لازم ہوگی۔ خوب سمجھ لو۔ نواں یہ کہ عورت طواف زیارت کو ایام نحر سے تاخیر کر کے کرے بہ سبب عذر حیض یا نفاس یا مریض آدمی بوجہ ناموجودگی اٹھا کر کرانیوالے یا خود مریض کو اٹھوانے کا تحمل ہی نہ ہو یا قید ہونیکے۔ دسواں عورت طواف صدر کو اصل ترک کرے حیض یا نفاس کے عذر سے (جبات) ان صورتوں میں جزا لازم نہیں ہوتی۔

ضابطہ:۔ اُوپر کے پہلے چار واجبات کے ترک سے ہرچند کہ عذر سے ہوں یا بغیر عذر دم لازم نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق علماء نے یہ تعلیل کی ہے کہ یہ دو رکعت طواف کے ترک سے دم اس وجہ سے واجب نہیں ہوتا کہ یہ دو رکعت طواف کا واجب ہے۔ حج یا عمرہ کا واجب نہیں ہے۔ جو بھی شخص طواف کعبہ کا بغیر احرام حج یا عمرہ کے کرے تو اس

پر یہ دو رکعت واجب ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ ان دو رکعتوں کا وجوب مختلف فیہ ہے یا یوں اس لیے کہ ساری عمر ہیں اس کی ادا کا وقت ہے۔ پس اس کا ترک متصور نہ ہوگا۔ مدت حیات تک۔ دوسرا تاخیر مغرب کی واسطے جمع عشاء مزدلفہ کے۔ اس کے چھوڑنے سے دم کا لازم نہ ہونا اس لیے ہے کہ تصریح واقع ہوئی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ جب تاخیر نہ کی مغرب کی شب مزدلفہ میں بلکہ ہر دو نمازیں اپنے اپنے وقت پر ادا کر دی گئیں تو اس نے نماز مغرب کے حق میں ترک واجب کیا۔ لیکن جب فجر نے طلوع کیا تو وہ مغرب جائز ہو گئی اور اس کا نقصان زائل ہو گیا۔ تیسرا عدم وجوب دم بہ سبب ترک بیتوتہ مزدلفہ کے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وجوب مستقل نہیں ہے بلکہ وجوب جمع مغرب عشاء کے تابع ہے یا بیتوتہ کا وجوب مختلف فیہ ہے۔ چوتھا عدم وجوب دم ترک ابتدا طواف حجر اسود سے یہ بھی بواسطے اختلاف علماء کے ہے کہ بعضے اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں اور باقی جو چھ رہے یہ وہ ہیں کہ اگر ان کا ترک بغیر عذر کے ہو تو دم لازم ہوگا اور اگر عذر سے ترک ہو تو کچھ لازم نہیں۔ یہی علماء کی تصریح واقع ہے اور ان دس کے سوا باقی سب واجبات میں دم لازم ہوگا۔ اگرچہ عذر سے چھوڑے جائیں۔ یہی ذکر کیا گیا ہے التحفہ میں۔ بعض اصحابنا سے وہو الاظہر لیکن صاحب بدائع نے اس کے خلاف نقل کیا ہے کہ جمیع واجبات کے عذر سے چھوڑنے میں کچھ لازم نہیں ہوتا (حیات القلوب)

بیان محظورات احرام میں جو احرام میں کرنا ممنوع ہیں اور موجب کفارہ

انہیں سے خوشبو لگانے اور اسکے کھانے پینے کے محظور کے مسائل میں

مسئلہ۔ جو چیزیں بدن پر لگائی جاتی ہیں وہ تین قسم کی ہیں:۔ ایک قسم میں وہ ہے جو نری خوشبو ہے اور خوشبو میں گنی بھی جاتی ہے جیسے مشک اور کافور۔ اور اسی طرح کی اور چیزیں جیسے صندل، گل گلاب، زعفران، حنا، ریحان، خطمی، زنجبیل، دارچینی، الائچی،

لونگ، بنفشہ) ان کا استعمال کسی طرح سے کرے کفارہ واجب ہوگا۔ یہاں تک فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ان چیزوں کو بطور دوا کے آنکھ میں لگایا تو بھی کفارہ واجب ہوگا (ہندیہ وغیرہ) **مسئلہ:** دوسری قسم وہ ہے جس کی ذات میں خوشبو نہیں اور نہ وہ خوشبو کے حکم میں ہے۔ اور نہ کسی طرح ان سے خوشبو بنتی ہے جیسے چربی۔ پس خواہ اس کو کھائے یا ملے یا پاؤں کی بوائی میں بھرے تو کفارہ واجب نہ ہوگا (ہندیہ) **مسئلہ:** تیسری قسم وہ ہے جو اپنی ذات (کے اعتبار) سے تو خوشبو نہیں ہے لیکن اس میں خوشبو بنائی جاتی ہے اور (پھر) خوشبو کے طور پر بھی کام میں آتی ہے اور دوا کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے۔ جیسے زیتون اور تل کا تیل تو اس میں استعمال کا اعتبار ہوگا۔ پس اگر اس کو تیل کے لگانے کے طور پر استعمال کیا ہے تو خوشبو کا حکم ہوگا اور اگر کھانے میں یا بوائی کے اندر بھرنے میں استعمال کیا ہے تو اس کے واسطے خوشبو کا حکم نہ ہوگا (ہندیہ) ایسا ہی سرسوں کا تیل یا کھوپرے کا تیل وغیرہ ہو تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ تیل بھی اکثر بدن خواہ سر کے بالوں وغیرہ میں لگانے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ چیزیں خالص ہوں۔ اگر ان میں دوسری خوشبو چیز ملائی گئی جیسے تل اور زیتون کے تیل کو خوشبودار بناتے ہیں۔ تو پھر ان کا حکم بھی خالص خوشبو جیسا ہوگا (زنائل) **مسئلہ:** پس خوشبو کے منع ہونے کا حکم بدن اور ازار اور بچھونے میں برابر ہے (ہندیہ) **مسئلہ:** پس محرم بالغ اپنے پورے عضو کبیر کو جیسے ران یا پنڈلی یا چہرہ (یا سر یا داڑھی یا ہتھیلی وغیرہ) مثلاً مطیب کرے۔ یعنی خوشبودار چیزیں جیسے زعفران (جو کہ پہلی قسم کی جملہ چیزیں خوشبو میں سے ہیں) سارے عضو کو لگائے اگرچہ لمحہ بھر لگا رکھے تو دم دے۔ اگر پورا عضو نہ ہو اگرچہ اکثر ہو تو دم نہیں آتا بلکہ صدقہ دے (زبدہ) **مسئلہ:** اور ایسا ہی جو چھوٹا عضو ہو جیسے کان یا ناک، آنکھ، مونچھ، انگلی، تو بھی صدقہ دے (زبدہ) اگرچہ چھوٹے عضو سارے کو

لگانے (ناقل) مسئلہ۔ بڑے عضو سارے سے کم میں خوشبو لگانے سے اور چھوٹے عضو سارے کو خوشبو لگانے سے جو صدقہ دینا لازم ہوتا ہے یہ اس وقت ہے جبکہ خوشبو تھوڑی ہو اور اگر خوشبو زیادہ ہو تو پھر دم دینا ہوگا۔ اس حالت میں خوشبو کی کمی بیشی کا اعتبار کیا جائے گا۔ نہ عضو کی بڑائی چھوٹائی کا۔ اگرچہ عضو کی چوتھائی سے بھی کم ہو۔ پس خوشبو تھوڑی ہوگئی تو بڑے عضو میں سارے سے کم میں اور چھوٹے عضو اگرچہ سارے کو لگائی جائے تو صدقہ ہے یعنی اس صورت میں عضو کا اعتبار کیا جائے گا۔ (غنیہ) مسئلہ۔ اور خوشبو یا پھل خوشبو کا سونگھنا مکروہ ہے۔ مگر کفارہ کچھ نہیں۔ (زبدہ) پھل خوشبودار کے کھانے کے متعلق اور احرام باندھنے کے بیان کے بعد محظورات احرام کے بیان میں دیکھا جاوے۔

ممانعت گلے میں پھول ڈالنے کی

مسئلہ۔ آج کل یہ رواج ہو گیا ہے کہ جو شخص حج پر جاتا ہے تو دوست و احباب خوشبودار پھولوں کے ہار بنا کر اس کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ ایک تو یہ رسم کافروں اور فیشن پرست لوگوں نے ایجاد کی ہے ان میں ہی مروّج ہے۔ دیندار و علماء فضلاء اس کو پسند نہیں کرتے نہ ان کا عمل ہے بلکہ ان کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ دُوسرا یہ کہ اگر سفر میں جانے والا حج یا عمرہ کے احرام میں ہوگا تو اُن کے خوشبودار پھولوں کے ہار وغیرہ گلے میں ڈالنا یا سونگھنا ممنوع ہے۔ اگرچہ فقط اس سے کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوتا بلکہ مکروہ ہے کیونکہ پھولوں کی خوشبو کو لگانے کا حکم نہیں ہے اور نہ بدن و کپڑے میں ان کی خوشبو لگنے کا حکم رکھتی ہے۔ گویا فقط گلے میں پڑنے کجھسے سونگھنے کے حکم میں ہے اور مکروہ ہے اور ظاہری زیب و زینت احرام کی حالت میں خود کرنا تذلل و انکساری و میلے کچیلے رہنے کے خلاف ہے (ناقل) مسئلہ۔ اور اگر قبل احرام عضو کو مطیب کیا

اور بعد احرام کے اس عضو سے دوسرا عضو مطیب ہو گیا تو بھی کچھ ڈر نہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر
احرام کے بعد اپنے عضو سے مطیب کیا۔ پھر وہ پسینہ وغیرہ سے از خود دُوسرے عضو
کی طرف طیب منتقل ہو گئی تو ایک جنایت لازم ہو گی (حیات) **مسئلہ**۔ اور جو محرم غیر
کے عضو کو مطیب کر دے (بشرطیکہ محرم طیب لگانے والا اپنے ہاتھ وغیرہ کو خوشبو
لگنے نہ دے) یا سلا ہوا کپڑا پہنا دے تو اس پر کچھ لازم نہیں۔ مگر جو شخص لگوانے والا
محرم ہو گا تو کفارہ دے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر زعفران بغیر کسی چیز کے ملائے
اور بدون پکائے چبایا تو جو زعفران اتنا ہو کہ اکثر اجزاء میں مُنہ کے لگے تو دم
دیگا ورنہ صدقہ دے گا۔ (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو کوئی تھوڑا تھوڑا کئی عضو کو مطیب
کرے۔ اگر جمع کرنے سے اتنا ہو کہ ایک (بڑا) عضو یا اعضائے مطیبہ سے پُورا ہو جائے
تو دم دے ورنہ صدقہ دے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو ایک جگہ بیٹھ کر سارا بدن مطیب کیا تو
ایک ہی دم دینا ہو گا اور جو کئی مجلس میں کیا تو ہر مجلس کا کفارہ جدا دیگا۔ اگرچہ ایک دفعہ کا
کفارہ پہلے دیدیا ہو (یا نہ دیا ہو) خلافاً لمحمدؒ (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور کوئی جنایت کر کے کفارہ
دیدے اور وہ جنایت اب تک مستمر ہے موقوف نہیں کی تو دُوسرا کفارہ واجب ہو گا (زبدہ)
جیسے خوشبو لگا کر جزا دیدی۔ جزا دینے سے پہلے خوشبو کو دھو کر صاف نہیں کیا تو دوسری جزا
دینی پڑیگی حسب کثرت وقلت کے۔ پس چاہیئے کہ اسکو علیحدہ کر کے اسکے بعد جزا دیدیئے جاز ماتلی
مسئلہ۔ اگر کپڑا خوشبو کی چیز میں بھرا ہوا پہنے اگر خوشبو بہت ہے مگر بالشت در بالشت
سے کم لگی ہوئی ہے یا خوشبو تھوڑی ہے مگر بالشت در بالشت سے زیادہ میں لگی ہے
تو ایسے کپڑے کو جو سارے دن یا ساری رات پہنے رہے تو دم دے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور
تھوڑی خوشبو جو بالشت در بالشت سے کم میں لگی ہو تو صدقہ دے اگرچہ سارا دن پہنے رہے اور ایک
دن سے کم میں بھی صدقہ ہے (زبدہ) اور ایک دن سے کم میں اگرچہ بہت خوشبو بالشت در بالشت میں

بھرا ہُوا ہو تو صدقہ ہے[۱]۔ اور آدھی رات سے آدھے دن تک ایک دن شمار ہوگا۔ **مسئلہ**۔ اور یہ کپڑا مطیب اگر سلا ہُوا بھی ہو تو دُوسرا دم سلائی کا دینا ہوگا (زبدہ) اور سلائی سے مراد مطلق سلائی منع نہیں ہے مگر جو کپڑا بدن کی وضع پر سلا ہُوا ہو یا بُنا ہُوا ہو، اگرچہ اس میں سلائی نہ ہو جیسے جراب یا دستانے یا بنیان وغیرہ اور وضع پر سلا ہُوا جیسے کُرتہ، پاجامہ وغیرہ۔ پھر ان کو اعضاء پر معمول کی طرح بھی پہنے۔ اگر معمول کی طرح نہ پہنا۔ جیسے پاجامہ کو بغیر پاؤں داخل کیے ایسا تہبند کی طرح لپیٹ لیا یا کُرتہ کہ بغیر ہاتھ داخل کیے کندھوں پہ رکھ لیا تو کچھ لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ سوائے سر اور مُنہ کے باقی سب اعضاء کو ڈھکنا ممنوع نہیں بلکہ ان پر فقط سلا ہُوا لباس پہننا ممنوع ہے اور سر اور مُنہ کا ستر ممنوع ہے اگرچہ سلے ہوئے مثل ٹوپی کے یا بغیر سلے ہوئے کپڑے عمامہ، چادر وغیرہ سے ڈھانکے۔ خوب سمجھ لو۔ (ناقل)۔

---

[۱] المعتبر تطییبہ۔ الکثرۃ والقلۃ فی نفس الطیب بحر۔ والمرجع فی الفرق بین القلیل والکثیر العرف ان کان والا فما یقع عند المبتلی رباب والفتح) غنیہ ص۱۳۱

فان کان الطیب فی ثوبہ شبرا فی شبر فھو قلیل فان مکث یوما فعلیہ صدقۃ او اقل منہ فقبضۃ[۲] کذا فی اللباب والفتح قال فی در المختار ظاھرہ ان ما زاد علی الشبر کثیر لکن لا لا عتبار الکثرۃ فی الثوب بل لکثرۃ الطیب حینئذ عوذ فان مکث یوما علیہ دم او اقل منہ تصدقۃ وحینئذ۔

اذا کان الطیب فی نفسہ کثیرا لزم الدم وان اصاب من الثوب اقل من شبروان کان قلیلا لا یلزم الدم حتی یصیر اکثر من انتھی (غنیہ ص۱۳۱)

[۲] بالقاف المفتوحۃ والصاد المھملۃ وتضم ما حمل کفک علیہ فی القاموس واما القبضۃ یا المعجمۃ فھو قبضت علیہ من شی ولیس مناسبہ المقام (شرح اللباب ص۲۰۲)

احرام میں سلے ہوئے کپڑے اور خوشبو بھرے ہوئے پہننے کے مسائل

مسئلہ۔ اگر صرف شلوار یا پاجامہ ہی پاس ہے اور کوئی کپڑا چادر وغیرہ کسی کا نہیں ہے پس اس وجہ سے شلوار یا پاجامہ کو بلا پھاڑے حسب معمول پہن لیا تو اگر شلوار یا پاجامہ اتنا بڑا ہے کہ اس کو پھاڑ کر تہبند بنا سکتا ہے تو دم غیر مخیرہ لازم ہوگا ورنہ کفارہ میں تخییر ہوگی کہ دم دے یا صدقہ چھ مساکین کو دے یا تین روزے رکھے بہ سبب عذر عدم حصول کپڑے غیر مخیط کے خوب سمجھ لو (اللباب) **مسئلہ۔** اگر چادر کے یا تہبند کے کنارہ میں کافور، مشک وغیرہ کوئی خوشبو کو باندھے اگر کثیر ہے تو دم اور قلیل ہے تو صدقہ دے (زبدہ) تب دم لازم ہوگا کہ اس کپڑے کو رات دن پہنے رہے ورنہ کثیر میں بھی صدقہ ہے (تامل) **مسئلہ۔** اور یہ حکم ان خوشبوؤں کے لیے ہے جن کی جز و بو کپڑے میں سرایت یعنی لگ جاتی ہے۔ جیسے کافور و مشک وغیرہ۔ اور جس خوشبو کی ذات کپڑے کو نہیں چمٹتی بلکہ جبکہ ان کو آگ میں ڈالا جاوے یا پیسا جائے تب اس خوشبو کی ذات کپڑے کو چمٹتی ہے ایسی خوشبو کو بغیر پیسے کپڑے میں باندھنے سے کچھ لازم نہیں جیسے عود[1] اور صندل وغیرہ (حیات

---

[1] مخدوم محمد ہاشم صاحب فرماتے ہیں:۔ مراد تطییب آن ست کہ الصاق کند طیب را ببدن خود یا ثوب خود لما اگر شم کرد طیب را جائز باشد مع الکراہتہ وہم چنیں اگر مس کرد طیب را پس ملتزق نہ گشت چیزے از طیب ببدن وے یا آنکہ متعلق گشت رائحہ او فقط بجرم او پس ایں فعل مکروہ است ولیکن لازم نمی شود کفارت۔ آن دیگر مسئلہ واجب است بر محرم کہ احتراز کند از بستن طیب در طرف جامہ خود چون لزاں طیب بوئے خوش فائح نمی شود بنفس خود الا اگر بہ سبب او در طرف جامہ خود عود را یا صندل را یا چیزے دیگر را از آنچہ فائح نمی شود بوئے خوش از وے مگر بعلاج چنانکہ انداختن بر آتش یا مانند آن پس باکی نباشد۔ (حیات القلوب) ص ۹۲

ولو ربط بثوبه مسكا او نحوه يجب الجزا ولو ربط العود لم يجب لوجود الاتصال

بقیہ ص۳۵۳ پر

مسئلہ - سارے سر کو حنا (مہندی) سے خضاب کیا جو پتلا پتلا لیا تو دم دے اور جو سخت (گاڑھا) لیپا تو دو دم دے۔ ایک استعمال طیب کا دوسرا سر ڈھانکنے کا اگر سارے دن لگائے رکھے (زبدہ) **مسئلہ** - ایسا ہی اگر چوتھائی سر پر گاڑھی مہندی لگائی گئی تو بھی دو دم دینے پڑیں گے کہ چوتھائی سر کو ڈھانکنا بھی سارے سر کا حکم رکھتا ہے اور گاڑھی مہندی چوتھائی سر پر لگانا وہ بھی بہت سی خوشبو سمجھی جائیگی۔ جیسا اُوپر غنیہ کی عبارت میں گزرا (نائل) عـــه

مسئلہ - اور جو (سر پر مہندی) دن سے کم (مدت) رکھا۔ ایک دم (طیب کا) اور ایک صدقہ (سر ڈھانکنے کا) ہوگا یہ مرد کا مسئلہ ہے اور عورت پر ایک ہی دم ہے (خوشبو کا)۔ بلکہ سر کھولنا اس کو ستر کی وجہ سے منع ہے اور سر کھولنا احرام کی جنایت نہیں ہے اگر سر کھولیگی تو کچھ لازم نہ ہوگا (نائل) یہ قانون یاد رکھا جاوے، وہ یہ کہ اگر تھوڑی خوشبو بڑے عضو کامل پر لگائی جائے تو دم ہے اور اگر بہت سی خوشبو ہو اور سارے عضو سے کم پر لگائی گئی تب بھی دم ہے۔ اگرچہ چوتھائی عضو سے کم پر ہو۔ اور اگر تھوڑی خوشبو سارے عضو سے کم پر لگائی گئی تو صدقہ ہے اگرچہ بڑے عضو پر ہو۔ پس صدقہ کا لازم ہونا دو باتوں پر مشروط ہے۔ ایک یہ کہ خوشبو تھوڑی ہو۔ دوسرا یہ کہ بڑے عضو کامل پہ نہ لگائی گئی ہو۔ اور دم کا لزوم ایک پر مشروط ہے۔ وہ یہ کہ خوشبو بہت اگرچہ سارے عضو سے کم پر

(بقیہ حاشیہ ص۳۵۲ کے بعدم) فی الاول دون الثانی ایضا وان ربط العود فلا شئ علیہ وان وجد رائحتہ ولو احمر ثوبہ فعلق بہ کثیر فعلیہ دم وقلیل فصدقۃ وان لم یعلق بہ شئ فلا شئ علیہ مختصرا از غنیہ ص۱۳۰ و ۱۳۱

عـــه ولو خضب راسہ او لحیتہ او کفہ بحناء فعلیہ دم ان کان مائعا وان کان ثخینا فلبد [؟] فعلیہ دمان علی الرجل دم للتطیب ودم للتغطیۃ وعلی المراۃ دم واحد للتطیب فقط وھذا ان دام یوما اولیلا علی جمیع راسہ او ربعہ والا صدقۃ للتغطیۃ ودم للتطیب (غنیہ ص۱۳۳)

لگائی جائے یا خوشبو تھوڑی ہو اور بڑے عضو کامل پر لگائی گئی ہو ۔ خلاصہ یہ ہوا کہ تھوڑی خوشبو بڑے عضو سے کم پر اور چھوٹے عضو پر اگرچہ سارے پر لگائی گئی تو صدقہ ہے اور بہت سی خوشبو ہے تو بڑے عضو خواہ چھوٹے عضو سارے پر یا کم پر لگانے سے دم لازم ہو گا (از افادہ غنیہ وشامی ولباب مع شرح علی قاریؒ) **مسئلہ** عورت نے اپنی ہتھیلیوں کو حنا لگائی تو اس کو دم واجب ہو گا کیونکہ ہتھیلی کامل عضو ہے (غنیہ) ایسا ہی مرد اگر اپنے ہاتھوں یا داڑھی کو حنا کا خضاب لگائے تو دم ہے (غنیہ ولباب) **مسئلہ**۔ یہ قانون ہے کہ سر ڈھانکنے میں دم تب ہے جبکہ سارا دن ڈھانکے اور بدن پر خوشبو لگانے سے ایک لحظہ کے لیے بھی دم ہے البتہ کپڑے مطیب پہننے میں دم تب ہے جبکہ سارا دن پہنے رہے (غنیہ)

مسئلہ۔ وسمہ کے خضاب جس میں خوشبو نہیں ہوتی اس کے لگانے سے کچھ نہیں۔ اگر گاڑھا لیپا جس سے سر ڈھک جائے تو ڈھانکنے کی جنایت لازم ہو گی۔ پتلا لگایا تو کچھ نہیں (ہندیہ) اگر اس سے جوئیں مر جائیں تو ان کی جزاء لازم ہو گی (ہندیہ)

مسئلہ۔ خطمی سے سر کے بال یا داڑھی دھوئی تو امام صاحب کے نزدیک ایسا ہی اگر خطمی گاڑھی سے سر پر لیپ کیا تو دو جنایتیں لازم ہوں گی حنا کی طرح (غنیہ)۔

مسئلہ۔ مخدوم محمد ہاشم صاحب نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ اگر کپڑے میں خوشبو لگی اور اسی وقت لگتے ہی بدن سے کپڑا اتار دیا یا خوشبو دھو ڈالی تو کچھ لازم نہ ہو گا مگر اس طریقہ سے دھوئے کہ ہاتھوں کو نہ لگے۔ اگر لگ گئی تو لگتے ہی جنایت لازم ہو گی (حیات) کپڑے اور بدن پر خوشبو لگنے میں یہی فرق ہے۔

تنبیہ۔ مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ شریف کے رکن اسود کو اکثر اوقات عطر لگا رہتا ہے اس لیے احرام والے کو چاہیئے کہ ایسے وقت میں حجر اسود کا استلام ہاتھ اور بوسہ سے نہ کرے بلکہ اشارہ سے کرے تاکہ طیب کا استعمال لازم نہ آئے۔

مسئلہ۔ غنیہ الناسک میں لکھا ہے کہ اگر احرام والے نے رکن کا استلام کیا اور اس کے
منہ یا ہاتھ کو خوشبو لگی۔ پس اگر بہت لگی تو دم اور تھوڑی لگی تو صدقہ لازم ہوگا (غنیہ) **مسئلہ** (جو
چیز حقیقت میں خود خوشبو نہیں ہے جیسے) زیتون کا تیل یا تل کا تیل۔ سارے بڑے عضو کو
لگائے۔ اگرچہ تھوڑی دیر لگایا ہو تو دم دے اور کم میں عضو سے صدقہ دے (زبدہ)۔
مسئلہ۔ اور جو (اس قسم کا تیل وغیرہ) کھا دے یا ناک میں ٹپکائے یا زخم کو لگائے تو کچھ
نہیں نہ دم نہ صدقہ (زبدہ) یعنی تدہین لگانے کی طرح بدن کو ملنے یا بالوں اور سر میں ڈالنے کے
طریقہ سے نہ ہو۔ **مسئلہ**۔ اگر مشک یا عنبر یا زعفران یا اور کوئی چیز جو خود خوشبودار حقیقی میں
شمار کی گئی ہیں وہ استعمال کرے اگرچہ دوا کے طور پر بدن کو لگائے یا زخم میں ٹپکائے یا
کھائے ہر طرح جنایت ہے) قلیل میں صدقہ اور کثیر میں دم دے اور اعتبار قلت اور کثرت کا
عرف پر ہے (زبدہ) یعنی وہاں کے لوگ جس قدر کو کثیر یا قلیل کہتے ہیں اگر رواج قلت کثرت کا وہاں نہ ہو تو
جسکو خوشبو لگی ہے اسکی رائے کے اعتبار سے جو کثیر قلیل ہو وہ حکم ہوگا (ہندیہ)۔

خوشبو کی چیزوں کو طعام وغیرہ میں ملا کر کھانے کا بیان

چونکہ یہ مسئلہ نہایت اجمال میں لکھا ہوا ہے اسلیے مابین ہلالین ان کی توضیح کر دی
گئی ہے (نائل)
مسئلہ۔ اور جو (خوشبوئیں خود حقیقی کہلائی جاتی ہیں جیسے مشک، عنبر
زعفران اگر) پکے کھانے میں ملا ہوا (جیسے زردہ، پلاؤ وغیرہ میں ملا کر پکاتے ہیں)
کھایا تو کچھ نہیں اگرچہ غالب ہو اور جو پکا ہوا نہ ہو یعنی جو طعام پکایا ہی نہیں جاتا تو اگر
خوشبو کی چیز غالب ہے اگرچہ خوشبو نہ دے تو دم واجب ہے اور جو مغلوب ہو اگرچہ
خوشبو خوب دے تو کچھ نہیں نہ دم نہ صدقہ مگر مکروہ ہے (زبدہ) حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ
جو خوشبوئیں طعام میں ملا کر پکائی گئی ہوں ان میں سے اگرچہ بو بھی آتی رہے اور طعام
سے بھی زیادہ ہوں یا کم تو کچھ لازم نہیں ہوتا اور اگر کھانا پکنے کے بعد میں ملائی جائیں

جیسے مصالحہ، دار چینی، الائچی وغیرہ چیزیں ڈالی جاتی ہیں تو بھی کچھ لازم نہیں۔ البتہ اس صورت میں اگر خوشبو آتی رہی تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ایسے طعام میں خوشبو لگائی گئی جسکو پکایا نہیں جاتا (جیسے نمک چٹنی اچار وغیرہ) تو اگر خوشبو غالب ہے تو دم واجب ہوگا جبکہ ان میں سے زیادہ کھائے اور اگر تھوڑا کھائے تو صدقہ دے اگرچہ خوشبو نہ دے اسوقت مدار اجزاء پر ہے نہ بُو آنے پر (اگر تھوڑا تھوڑا ملکر رکھا یا تو دم دے) (زبدہ) پس اگر کھانیکی چیز غالب ہے تو کچھ لازم نہیں اگرچہ بہت کھائے لیکن اس صورت میں اگر خوشبو دیگی تو مکروہ ہے (غنیہ)[علہ] یہی حکم پان وغیرہ میں الائچی ملاکر کھانے کا ہوگا۔ لیکن میرے ناقص خیال میں یہ آتا ہے چونکہ پان، طعام نہیں ایک گھاس کا پتہ ہے اور اس پر الائچی وغیرہ رکھ کر یا پہلے وہ منہ میں رکھ کر اسکے بعد

علہ قلوا کل طیبا کثیرا وھوان یلتصق باکثر فمہ یجب الدم وان کان قلیلا بان لم یلتصق باکثر فمہ فعلیہ الصدقۃ ھذا اذا اکلہ کما ھو من غیر خلطۃ او طبخ فلو جعلہ فی الطعام وطبخہ فلا باس باکلہ لانہ خرج من حکم الطیب وصار طعاما وکذلک کل ما غیرتہ النار من الطیب فلا باس باکلہ ولو کان ریح الطیب یوجد منہ وان لم تغیرہ النار یکرہ اکلہ اذا کان یوجد منہ رائحۃ الطیب وان اکل فلا شئی علیہ کذا فی شرح الطحاوی وفی الفتح فان جعلہ فی طعام قد طبخ کالزعفران والافاویہ من الزنجبیل والدارچینی یجعل فی الطعام فلا شئی فعن ابن عمر انہ کان یاکل السکباج والاصفر وھو محرم وان لم یطبخ بل خلطہ بما یوکل بلا طبخ کالملح وغیرہ فان کانت رائحتہ موجودۃ کرہ ولا شئی علیہ اذا کان مغلوبا فانہ کالمستھلک اما اذا کان غالبا فھو کالزعفران الخالص فیجب الجزاء وان لم تظھر رائحتہ والحاصل انہ اذا خالط الطیب یطعم مطبوخ فالحکم للطعام لا للطیب فلا شئی علیہ سواء کان الطیب غالبا او مغلوبا وسواء مستہ النار اولا وسواء یوجد ریحہ اولا الا انہ یکرہ ان وجد ریحہ کانہ منا لا زبدۃ

الائچی وغیرہ منہ میں رکھ کر چبایا جاتا ہے تو گویا یہ کسی طعام میں مخلوط کر کے کھا لے کے حکم میں نہیں ہے کہ مخلوط بالطعام ہو بلکہ خوشبو کے حکم میں ہے۔ فافہم (نائل)

خوشبو پینے کی چیز میں ملا کر پینے کا بیان

مسئلہ۔ اگر خوشبو پینے کی چیز میں ملائی اگر (خوشبو) غالب ہے تو دم دے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ دے۔ مگر جو مغلوب کو مکرر استعمال کرے تو دم واجب ہے (زبدہ) جیسے خشک خوشبو، زعفران، الائچی، قرنفل، لونگ چائے وغیرہ میں ڈالے جائیں یا خود دونوں پتلی ہوں جیسے عرق گلاب شربت وغیرہ میں ملا کر پیتے ہیں۔ پس اگر بہت پیا تو دم اور تھوڑا پیا ہے تو صدقہ اور اگر تھوڑا تھوڑا دوبارہ پیا تو دم لازم ہے۔ اور اگر دو مجلس میں تھوڑا تھوڑا پیا تو دو صدقے لازم ہونگے اگرچہ پینے کی چیزیں خوشبو ملا کر یکائی جائیں بخلاف کھانے کی چیز کے دونوں میں یہ فرق ہے (غنیہ)[عله] **مسئلہ۔** کھانے پینے کی چیز کے سوا اگر بدن پر استعمال کی چیز میں ملائی جائے تو وہ بھی پینے کی چیز کا حکم رکھتی ہے جیسے اشنان (کھلی) میں خوشبو ملا کر نہانا یا بال سر وغیرہ دھوئے تو تھوڑی ملانے سے صدقہ اور بہت ملانے سے دم ہے۔ تھوڑی کو دو دفعہ استعمال کیا تو بھی دم ہے (نائل) **مسئلہ۔** اگر خوشبودار سرمہ ایک دو بار لگایا تو صدقہ لازم ہے اور اگر بہت بار لگایا تو دم واجب ہوگا (ہندیہ) **مسئلہ۔** اگر بغیر ملائے خوشبو کے فقط سرمہ لگایا کچھ لازم نہیں۔ اگر خوشبو کی چیز ملی ہوئی ہو تو تین بار یا زیادہ لگانے سے دم ہے اور تین بار سے کم میں صدقہ ہے اگرچہ

[عله] وان خلط بمشروب کالهیل والقرنفل یا لقهوة فالحکم الطیب ما لغا کان او جامدا فان کان الطیب غالبا یجب دم۔ ان یشرب کثیرا والا فصدقة وان کان مغلوبا فصدقة الا ان یشربه مرارا فدم ان اتحد المجلس والا فلکل مرة فصدقة انتهی واذا خلطه بغیر الماکول والمشروب بما یستعمل فی البدن (کاشنان) ونحوه فحکمه لحکم خلطه بالمشروب (کبیر۔ وغیره) (غنیہ ص۱۳۲)

سُرمہ میں خوشبو زیادہ لگائی گئی ہے۔ کیونکہ یہاں کثرتِ فعل معتبر ہے نہ کثرتِ خوشبو، پس اگر خوشبودار سُرمہ کسی ضرورت سے لگایا گیا تو کفارہ دینے میں اختیار ہو گا کہ مقررہ کفارہ دے یا قیمت صدقہ دے یا روزہ رکھے (کافی الحکم والمحیط ومنحۃ الخالق علی البحر الرائق)۔

احرام کے مخطورمیں سے سلے ہوئے لباس پہننے کی جنایت کا بیان

مسئلہ۔ اور جو سِلا ہُوا کپڑا اس کپڑے کے پہننے کی طرح پہنا یا سر ڈھکا جس سے سر ڈھکتے ہیں (جیسے بدن پر کرتہ، پاجامہ اور سر پر عمامہ چادر وغیرہ اگرچہ سلے ہوئے نہیں جیسے سوئٹر اور گنجی وغیرہ جو اُوپر ضابطہ میں بیان کیے گئے اور سر پر دوا کا لیپ گاڑھا دیا یا سر پر پٹی باندھی جس سے سر ڈھک گیا) تو دونوں صورتوں میں دن کامل یا رات کامل میں دم دے۔ اور اس سے کم میں اگرچہ گھنٹہ بھر ہو صدقہ دے۔ نصف صاع اور گھنٹہ سے کم میں ایک مشت گندم دے اور دن سے زیادہ میں ایک ہی دم ہے اگرچہ کئی دن پہنے رہے (زبدہ)۔

مسئلہ۔ عورت پر سر ڈھانکنے میں کچھ لازم نہیں اور اگر سر کھولے گی تو کچھ دینا نہیں آتا۔ کیونکہ اسکو جو سر ڈھانکنے کا حکم ہے وہ ستر کیلئے واجب ہے۔ کھولنے سے ترکِ ستر کا گناہ ہوگا اور یہ سر عورت کو ڈھانکنا اور کھولنا احرام کے مخطورات میں سے نہیں ہے (ہدایہ۔ نائل) اس کی زیادہ تحقیق اُوپر عورت کے حج کرنیکے طریقہ میں گزر چکی ہے **مسئلہ۔** اور جو (کوئی محرم) رات کو (لباس مخیط) نکالے اس نیّت سے کہ دن کو پھر پہنوں گا۔ اس طرح نکالا کرے اور فجر کو پہنا کرے تو ایک دم ہوگا۔ جب تک کہ ترک کی نیّت سے نہ نکالے اگر ترک کی نیّت سے نکالا پھر پہنے تو دوسرا کفارہ ہوگا پہلے کا کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اور پورے دن پہن کر دم دیا اور پہنے ہی رہا موقوف نہیں کیا تو دُوسرا کفارہ دینا ہوگا اور بیچ میں کفارہ نہ دیا ہو تو ایک ہی کفارہ دینا ہوگا (زبدہ) **مسئلہ۔** اگر کئی کپڑے جیسے کرتا، پاجامہ، عمامہ پہنے اگر ایک ہی سبب سے سب کو پہنا ہے۔ یعنی سبکو بضرورت پہنا یا سب کو

بضرورت پہنا یا سب کو بلا ضرورت پہنا تو ایک ہی کفارہ ہوگا۔ ایک ہی مجلس میں پہنے یا کئی میں (زبدہ) لیکن دن یا رات ایک ہو۔ اگر کچھ آج اور کچھ دوسرے دن پہنے اگرچہ سب ضرورت سے پہنے ہوں یا سب بلا ضرورت کے تو دو جنایتیں لازم ہونگی بہ سبب تعدد ایام کے (ناقل)۔

مسئلہ۔ اور جو کوئی کپڑا ضرورت سے اور کوئی بے ضرورت پہنا تو کفارہ مکرر دیگا (زبدہ) جیسے عمامہ ضرورت سے باندھا اور کرتہ بے ضرورت کے پہنا۔ اگرچہ ایک ہی دن میں ہوں۔ اور مجلس بھی ایک ہی ہو تب بھی جدا جدا جنایت لازم ہوگی۔ کیونکہ ضرورت جدا سبب ہے اور بے ضرورت جدا سبب ہے لیکن اس صورت میں دو جنایتیں اسوقت لازم ہونگی جبکہ وہ اعضا جن پر لباس محیط پہنا گیا ہے وہ بھی علیحدہ علیحدہ ہوں جیسے اوپر گزرا۔ پس اگر عضو ایک ہوگا مثلاً ٹوپی ضرورت سے پہنی اور اس پر عمامہ بے ضرورت باندھا یا کرتہ ضرورت سے پہنا اور اس پر کوٹ وغیرہ بے ضرورت پہنا تو اس صورت میں ایک ہی جنایت لازم ہوگی کیونکہ محل لبس ایک ہے۔ البتہ بے ضرورت پہننے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔ اس صورت میں جزا اس لباس کی دینی ہوگی جو لباس پہلے پہنا ہوگا یعنی اگر پہلے ضرورت سے پہنا ہے تو جزا مخیرہ ہوگی اور اگر پہلے بے ضرورت پہنا ہے تو کفارہ حتمی یعنی بلا تخییر کے دینا ہوگا (شامی غنیہ) **مسئلہ**۔ سر پر ٹوپی ضرورت سے پہنی اور کچھ حصہ سر خالی پڑا تھا اس پر عمامہ بے ضرورت کے باندھا تو جو حصہ سر ٹوپی سے خالی تھا وہ بے ضرورت عمامہ سے ڈھک گیا تو اس کا کفارہ جدا دینا ہوگا۔ پس اگر وہ حصہ سر چوتھائی کے برابر ہے جو سوائے ٹوپی کے خالی پڑا تھا تو دم لازم ہوگا اور اگر چوتھائی سے کم ہے تو صدقہ ہے اور یہ دو جنایتیں شمار ہونگی۔ ایک ضرورت کی دوسری بے ضرورت کی اگرچہ عضو ایک ہے خوب سمجھ لیا جاوے (شامی) اور جس حصہ سر پر ٹوپی ہے اس پر جو عمامہ باندھا ہے وہ متداخل ہوگیا۔ **مسئلہ**۔ ضرورت اور بے ضرورت سے ایک دن میں جدا جدا اعضاء پر اس طرح لباس پہنا جاوے۔ مثلاً عمامہ ضرورت سے اور کرتہ بے ضرورت اور

پاجامہ ضرورت کی وجہ سے تو دو کفارے دینے ہونگے ایک ضرورت کیوجہ سے دوسرا کفارہ بے ضرورت کا۔ پس عمامہ اور پاجامہ کا ایک کفارہ ہوگا بسبب ایک وجہ ضرورت کے اور ایک کرتے کا کفارہ بسبب عدم ضرورت اس لیے کہ ضرورت وغیر ضرورت کی جنایت آپس میں متداخل نہ ہوں گی۔

(اس مسئلہ کی مفصل تحقیق کی اس لیے ضرورت ہوئی کہ ایک مفتی صاحب کو اس میں یہ خیال آیا تھا کہ اگر ایک دن میں کئی کپڑے ضرورت ہی کی وجہ سے پہنے گئے ہوں لیکن ضرورت کی نوع مختلف ہو تو وہ جنایتیں شمار ہونگی اور دو جزائیں لازم ہونگی۔ آگے اسکی ہی تفصیل ہے تاکہ پھر کسی کو یہ وہم پیدا نہ ہو۔)

پس جاننا چاہیئے کہ ایک دن میں بہت سے اعضاء پر لباس پہننے سے ایک جنایت لازم ہوتی ہے اگرچہ جدا جدا مجلسوں اور اوقات میں پہنے۔ مثلاً صبح کو عمامہ باندھا۔ ظہر کو کرتہ اور عصر کو پاجامہ پہنا گیا تو ایک ہی جنایت شمار ہو کر کفارہ ایک ہی دینا لازم ہوگا۔ بشرطیکہ سب لباس ضرورت سے پہنا گیا ہو یا سب بے ضرورت پہنے ہوں اور اگر کوئی ضرورت سے اور کوئی بے ضرورت کے پہنا گیا تو جنایتیں بھی مکرر لازم ہوں گی کیونکہ ضرورت کی وجہ سے کفارہ مخیرہ لازم ہوتا ہے اور بے ضرورت کی جنایت کے کفارہ میں تخییر نہیں ہوتی جو جزا لازم ہوتی ہے وہی دی جاتی ہے اس لیے ضرورت کو جدا سبب قرار دیا ہے اور بے ضرورت کی جنایت کو علیحدہ سبب شمار کیا گیا۔ اسی وجہ سے کہ کفارہ مخیرہ جیسے ذبح اور صدقہ اور روزہ رکھنے کا اختیار ہوتا ہے اور غیر مخیرہ جن میں وہ اختیار نہیں ہوتا یہ آپس میں متداخل نہیں ہوتے۔

تنبیہ:۔ پس اگر ایک دن میں کئی اعضاء پر ضرورت سے لباس تو پہنا۔ لیکن ہر عضو کی ضرورت کی نوع مختلف قسم کی ہے۔ مثلاً درد کی وجہ سے عمامہ باندھا اور

سوت سردی کیوجہ سے کرتہ پہنا تو اس صورت میں بھی ایک ہی مخیر کفارہ بہ سبب ضرورت
کے لازم ہو گا۔ کیونکہ مطلق ضرورت کو جدا سبب اور بے ضرورت کو جدا سبب قرار دیا گیا۔
اس تفرقہ کی وجہ وہی ہے جو اوپر لکھی گئی تخییر و عدم تخییر وہ یہ کہ اس لباس کی جنایت اور
خوشبو لگانے اور حلق وغیرہ اور ناخن لینے۔ ان چار جنایتوں کو عذر سے کرنے کی حالت میں یہ
اختیار ہوتا ہے کہ دم دے یا چھ مساکین کو بقدر فطرہ کے صدقہ دے یا تین روزے رکھے
اور بغیر عذر کی جنایت کرنے سے یہ اختیار نہیں ہوتا بلکہ جو کفارہ لازم ہوتا ہے حتماً وہی دینا پڑتا
ہے جیسا کہ اوپر ضوابط جنایات کے تیسرے ضابطہ میں لکھا گیا۔ اگر دم لازم ہوا تو دم ہی دے
یا اصل صدقہ ہی واجب ہوا ہو تو وہ دے مگر ان کے بدلے روزے وغیرہ نہ رکھے جائیں گے
اس لیے غیر اختیاری کفارہ کو اختیاری میں تداخل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا جیسا کہ عنقریب اوپر گزرا۔
بخلاف اس صورت کے کہ جس میں سب اعضاء پر ضرورت سے کپڑے پہنے گئے ہوں کیونکہ
سبب اور جنس جنایت ایک ہے یعنی سب لباس کو ایک دن میں ضرورت سے پہنا گیا ہے
اور ضرورت انواع کو شامل ہے۔ ہاں اگر اصل میں جنس جنایت ہی مختلف ہوتی مثلاً ضرورت
سے بال منڈائے اور ضرورت سے مخیط کپڑا پہنا اور ضرورت سے خوشبو لگائی اور ضرورت سے
ناخن کٹائے گئے تو ہر ایک جنایت کا کفارہ مخیرہ جدا جدا دینا لازم ہو گا۔ اگرچہ سبب جنایت
کا ایک ہو یعنی ضرورت یا غیر ضرورت اور اگر جنس جنایت کی ایک ہے تو اس کا قانون
یہ ہے کہ اصل میں اس جنایت کے سبب پر نظر کی جائے گی۔ پس اگر سب ضرورت
سے ہیں یا سب بغیر ضرورت تو ایک جنایت لازم ہو گی اور اگر پہلی ضرورت چلی گئی۔ اس
کے بعد دوسری ضرورت لاحق ہوئی تو جنایات متعدد ہوں گی (غنیہ) **مسئلہ**۔ مثلاً صبح کو
عمامہ ضرورت سے باندھا پھر وہ ضرورت چلی گئی اور عمامہ بھی اتار دیا پھر ظہر کے وقت
اور ضرورت پیدا ہوئی تو کرتہ پہن لیا تو دو جنایتیں شمار ہوں گی۔ اگرچہ پہلی جنایت کا

کفارہ دے چکا ہو یا نہ۔ یہی امام صاحبؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے اگرچہ عضو پہلا ہی ہو (غنیہ) **مسئلہ۔** اور اگر پہلی ضرورت باقی ہے چلی نہیں گئی۔ پھر دوسری ضرورت واقع ہوئی اور اس کے لیے محظور کیا تو ایک ہی کفارہ لازم ہو گا۔ مثلاً کسی کو پھوڑا نکلا اسکو خوشبو سے دوا کی پھر دوسرا پھوڑا یا زخم نکلا اور پہلا پھوڑا باقی ہے اچھا نہیں ہوا پھر اس کو بھی خوشبو لگائی تو ایک جزا دینی پڑیگی۔ کیونکہ علت عذر باقی ہے اور جنس جنایت بھی ایک ہے یعنی طیب (اور) اگر علت عذر تو ایک ہو مگر جنس جنایت مختلف ہو مثلاً ایک پھوڑا نکلا ہوا ہو اس پر طیب لگائی اور پھر دوسرا پھوڑا پیدا ہوا اور پہلا پھوڑا باقی ہے اگرچہ عضو مختلف ہوں یا متحد پھر دوسرے پر پچھنے لگوانے کیلئے یا ایسے ہی اس پر سے بال بھی منڈائے گئے۔ ایسا ہی سر پر عذر سے عمامہ باندھا اور پھر اگرچہ اس ہی عذر سے بال بھی منڈائے گئے تو دو جنایتیں شمار ہونگی اور دو کفارے دینے پڑینگے۔ کیونکہ جنس جنایت مختلف ہیں۔ یعنی طیب اور بال منڈانا اور لباس سے سر کا ڈھانکنا وغیرہ۔ خوب یاد رکھو زائل پہلے جو لکھا گیا کہ ایک پھوڑے کے ہونے نہیں رہا اس کے بعد دوسرا پھوڑا نکلا یا زخم پیدا ہوا تو اس صورت میں اگر دوسرے زخم میں خوشبو سے دوا کی جائیگی تو دوسری جنایت شمار ہوگی اور کفارہ بھی جدا دینا پڑیگا۔ کیونکہ اس حالت میں پہلا عذر چلا گیا اور اسکے بعد دوسرا پیدا ہوا تو دوسرے عذر کو مستقل شمار کیا جائیگا۔ اگرچہ جنس جنایت ایک ہے **مسئلہ۔** پھوڑے پر خوشبو یا کسی دوا میں خوشبو ملا کر لگانے سے دم تب لازم ہوگا جبکہ خوشبو دوا سے زیادہ ہو اور ملا کر پکائی بھی نہ گئی ہو اور پھوڑا بھی پورے عضو تک یا اس سے زیادہ پھیلا ہوا ہو اور اگر پورے عضو سے کم ہے۔ پھر اس پر وہ خوشبو یا دوا لگائی گئی تو صدقہ لازم ہوگا۔ اگر دوسری بار لگائی گئی تو دم ہے اور اگر دوا خوشبو ہی ملا کر پکائی گئی تو کچھ لازم نہیں ہے۔ **مسئلہ۔** پس اگر پھوڑا بہت عرصہ تک رہا اور کئی بار اس پر دوا لگائی گئی تو ایک ہی دم ہے اور اگر اسکے بعد دوسرا پھوڑا نکلا اسی جگہ پر

یا دوسری جگہ اور پہلا پھوڑا ابھی اچھا نہیں ہُوا ہے اور اس دُوسرے پھوڑے پر بھی وہ دوا لگائی
تو ایک ہی کفارہ کافی ہوگا اور اگر پہلا پھوڑا اچھا ہو گیا اسکے بعد دُوسرا پَیدا ہُوا اور دوا
لگائی تو دو کفارے دینے پڑینگے۔ پہلے کا کفارہ دے چُکا ہو یا نہ (غنیہ)۔

یہ قانون یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک دن میں مخیط کپڑے متعدد اعضاء پر
پہنے۔ ان چار باتوں میں جنایت دوبارہ لازم ہوتی ہے۔ ایکؔ یہ کہ سلا ہُوا کپڑا پہن کر
اس کی جزا دے اور اس کے بعد وہ لباس نہ اتارے بلکہ پہنے رہے۔ دُوسرؔی یہ کہ ایک
عضو پر لباس ضرورت سے پہنے اور دُوسرے عضو پر بے ضرورت کے پہنے یا پہلی
ضرورت یقیناً چلی گئی تھی اس کے بعد دوسری ضرورت پیدا ہوگئی ہو۔ تیسرؔی یہ کہ ضرورت
کے چلے جانے کے بعد کپڑا پہنے رہے یا پہلے بے ضرورت پہنا تھا۔ پھر اس پر ضرورت
واقع ہوگئی۔ چوتھؔی یہ کہ سلا ہُوا کپڑا خوشبو میں بھرا ہُوا ہو پہنا جاوے[1] (غنیہ) اور ایک ہی جزا

---

[1] تنبیہ۔ قد یتعدد الجزاء فی لبس واحد بامور الاول التکفیر بین اللبسین وان
تحد السبب کان کفر للاول ودام علی اللبس والثانی تعدد السبب والثالث الاستمرار علی
اللبس بعد زوال العذر او بعد ما دونہ والرابع لبس المخیط المصبوغ بطیب للرجل
ویتحد الجزاء مع تعدد اللبس بامور منہا اتحاد سبب اللبس کحمی غب وعدم العزم علی
الترک عند النزع وجمع اللباس کلہا فی مجلس او یوم ان اتحد السبب واتحاد موضع
اللبس وان تعدد السبب الخ (غنیہ المناسک ص۱۳۵) ایسا ہی اللباب وکبیر میں ہے۔

[2] تنبیہ: جزا گاہی متعدد می شود بکفارت دادن میان دو لبس کہ اول پوشد بعدہ کفارت
دہد و مداومت کند بر لبس و متعدد می شود بتعدد سبب و استمرار بعد از زوال عذر و بحدوث
عذر دیگر و بلبس مخیط مصبوغ بطیب و متحد می شود جزا با تعدد لبس باتحاد سبب و بعدم عزم
بر ترک نزد کشیدن لباس در مجلس یا در روز و حکم شب مثل حکم روز است در جمیع مذکورات (مناسک ملا عبد
الرحمن عثمان ص۲۴۳ واللباب وغنیہ)

لازم ہوتی ہے باوجود تعدد لبس کے وہ یہ کہ سبب متحد ہو اور ترک کرنے کی نیت نہ ہو بوقت کپڑے اتارنے کے اور سب اعضاء پر لباس کرنا ایک مجلس یا ایک دن میں ہو۔ رات کا حکم مثل دن کے ہے (و ملا اخون جانؒ) یہ مسائل غنیہ اور اللباب سے مع شرحہ اور شامی اور بدایع اور مبسوط سرخسی سے بڑی تحقیق سے موجودہ علماء کے مشورہ سے لکھے گئے ہیں۔ اس تحقیق کرنے کی وہ ہی وجہ ہوئی جو اوپر عرض کر دیگئی کہ بعض حضرات کو عذر کی نوع مختلف ہونے کی صورت میں بھی دو کفارے لازم ہونیکو فرمایا تھا۔ پھر حضرت مرشدی قدس سرہٗ تھانوی کی تصدیق تصحیح سے مسئلہ طے و صاف ہوا جو اختلاف کرنیوالوں نے بھی رجوع کیا۔ الحمد للّٰہ خاطر خواہ اختلاف رفع ہو گیا (ناقل) **مسئلہ**۔ جان لے کہ کفارہ لفظ عام ہے صدقہ اور دم پر بولتے ہیں۔ سو پورے دن کپڑے پہننے میں دم ہے اور کم میں صدقہ ہے (اور خوشبو لگانے میں کثرت و قلت خوشبو اور عضو کے سارے یا کم میں دم اور صدقہ ہے جیسا اُوپر گزرا۔ اور ان میں مجلس متحد ہو گئی تو جنایت بھی ایک شمار ہو گی اور اگر مجلس متعدد ہو نگی تو جنایت مکرر لازم ہونگی) ان کا لحاظ کر لینا چاہیئے (زبدہ) **مسئلہ**۔ بس جو کوئی سلے ہوئے کپڑوں میں احرام باندھے تو اگر بعد احرام (کی نیت کرنے) کے پورے دن پہنے رہے تو دم دے اور کم میں صدقہ اور جو سونے میں سر ڈھکا تو حسب قلت و کثرت وقت کے کفارہ دے کیونکہ سونا جاگنا اس باب میں برابر ہے مگر سوتے کو گناہ نہیں ہوتا (زبدہ) اور گناہ کا نہ ہونا اسوقت ہے کہ جب سونے کے وقت ارادہ سے نہ ڈھانکے اور اگر جب جاگے اس وقت معلوم ہو تو اتار دے (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر بخار کیوجہ سے کپڑا پہنا پھر وہ بخار زائل ہو گیا (اس کے بعد) کپڑا نہیں اتارا تھا کہ دُوسری دفعہ بخار ہو گیا تو دُوسرا کفارہ دے۔ کیونکہ ہر مرض کا سبب جُدا ہے (زبدہ) بشرطیکہ پہلا مرض دُور ہو گیا ہو۔ اگر باری کا بخار ہو گیا مثل تپ غب کے جو کہ حقیقت میں باقی رہتا ہے تو اس میں ایک ہی کفارہ ہے۔ اس لیے کہ پہلا مرض باقی ہے زائل

نہیں ہو گیا تھا۔ اور پہلی صورت میں دُوسرا مرض جدید پیدا ہُوا ہے اور پہلا مرض بالکل اچھا ہو گیا تو گویا اب پھر سرِ نو عذر ثابت ہُوا اور یہ علیحدہ مرض شمار ہو گا (نائل) **مسئلہ**۔ اگر ایک کُرتے سے مثلاً ضرورت رفع ہو سکتی ہو اور دو کُرتے پہنے تو کفارہ ایک ہی ہو گا مگر گناہ ہو گا (زبدہ) بہ سبب ایک محل کے۔ **مسئلہ**۔ اور جب یقین ہو کہ اب ضرورت نہیں رہی اور پھر بھی سلا ہُوا کپڑا پہنے رہے تو حسب قلت و کثرت زمانہ کے کفارہ دے گا بلا تخییر (زبدہ) یعنی پہلے مرض کے چلے جانے کے بعد جو بے ضرورت کے جتنا وقت پہنے رہا اس کی جزا میں ویسی تخییر نہ ہو گی بلکہ اتنا ہی کفارہ دینا ہو گا۔ یعنی جو پہنے رکھنے کے وقت کی قدر لازم ہو گا۔ کیونکہ یہ بے ضرورت کے پہنے رکھا تو یہ کفارہ حتمی ہُوا (نائل) **مسئلہ**۔ چوتھائی سر اور چوتھائی چہرہ کا ڈھکنا سارے سر اور سارے چہرہ کے ڈھکنے کے حکم میں ہے[عہ]۔ (اگرچہ مہندی یا مٹی گارے ہی سے ہو البتہ مہندی سے ڈھکنے سے دو کفارے لازم ہونگے۔ ایک ڈھکنے کا اور دوسرا خوشبو لگانے کا) اور کان، ناک اور گردن کا ڈھکنا کچھ ڈر نہیں (ایسا ہی وہ ڈاڑھی جو ٹھوڑی سے نیچے لٹکی ہوئی ہو) اور ہاتھ ناک پر رکھنا بدون کپڑے کے جائز ہے اور کپڑے کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر چغہ کو اپنے کندھوں پر ڈال دیا چادر کی طرح لیکن ہاتھ نہیں داخل کیے تو کچھ لازم نہیں۔ اگر ہاتھ تو نہیں داخل کیے لیکن بٹن لگا دیئے تو کفارہ لازم ہو گا۔ اگر ایک ہاتھ ڈال دیا تو بھی کفارہ لازم ہو گا۔ البتہ امام زفرؒ

عہ ولو غطی راسہ بطین لزمہ جزاء (اللباب ص۲۶) وکذا فی (الحباب) ایضاً فی (غنیہ ص۲۶) ولا باس ان یغطی اذنیہ وقفاہ ومن لحیتہ ماھو اسفل من الذقن بخلاف فیہ وعارضہ وذقنہ ولا باس ان یضع یدہ علی انفہ بلا ثوب فتح وکرہ الظاھر انہ لو کان الوضع بالثوب ففیہ الکراھیۃ التحریمیۃ فقط لان الانف لا یبلغ ربع الوجہ، غنیہ ص۳۶

کے نزدیک چغہ اور قبا کو نقط کندھوں پر ڈالنے سے بھی جنایت ہے کیونکہ عربوں میں اسی
طرح کا لباس معمول میں ہے (مناسک آخون جان وغنیہ) باقی کراہتہ تو باتفاق ہے اسی طرح
پاجامہ میں ٹانگیں نہیں داخل کیں تو بھی کچھ نہیں۔ لیکن دُوسرے کپڑے ہوتے ہوئے اچھا
نہیں (ناقل) **مسئلہ**۔ بغیر بیماری کے سر یا مُنہ پر پٹی باندھی۔ اگر چوتھائی حصّہ سے کم
پر پٹی باندھی تو مکروہ ہے اور ضرورت سے باندھی تو مکروہ نہیں لیکن دونوں صُورتوں میں
اگر پوری رات یا دن باندھی تو صدقہ دینا ہو گا۔ اگر چوتھائی پر یا زیادہ پر باندھی تو دم دینا لازم ہو گا
پس ضرورت کی حالت میں کفارہ اختیاری ہو گا۔ پس اگر صدقہ لازم ہُوا ہے تو اسمیں یہ اختیار ہو گا
کہ ایک مسکین کو صدقہ دے یا ایک روزہ رکھے اور اگر دم لازم ہُوا ہے تو دم دے یا چھ مساکین کو
صدقہ دے یا تین روزے رکھے اور بے ضرورت کی جنایت میں یہ اختیار نہ ہو گا۔ (غنیہ)

محظور بال منڈانے اور ناخن کٹوانے کی جنایات کا بیان

مسئلہ۔ اور بال چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی (یا اس سے زیادہ) کے دور کرے
استرہ یا نورہ سے اکھاڑ کر کسی طرح ہو۔ با اختیار یا بے اختیار یا کتروائے یا موضع حجامت
کے بال منڈا کر حجامت کرائے یا ایک ساری بغل کو یا ساری زیر ناف کو یا ساری گردن کو
مونڈے یا ناخن چاروں ہاتھ پاؤں کے ایک مجلس میں یا دونوں ہاتھ کے یا دونوں پاؤں کے
ایک مجلس میں یا ایک ہاتھ کے یا ایک پاؤں کے کاٹے تو سب صورتوں میں (ایک) دم واجب ہو گا
(زبدہ) اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے تین ناخن ایک مجلس میں اور دو ناخن دُوسری مجلس
میں کٹوائے تو بھی ایک دم لازم ہو گا کیونکہ یہ ناخن ایک ہی عضو کے ہیں (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور
جو موضع حجامت کو مُنڈا اور حجامت نہ کی تو صدقہ دے (زبدہ) کیونکہ پچھنے کی جگہ تھوڑی ہوتی ہے
جس صورت میں پچھنے نہ لگائے گئے تو پُورے عضو کا مونڈنا نہ پایا گیا اور پچھنے لگانے سے
گویا پچھنے کی جگہ جس ضرورت کے لیے منڈائی گئی تھی وہ ضرورت پُوری ہوئی تو اب اس

جگہ کو پورے عضو کا حکم ہو گا۔ اس پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ جس عضو کے سارے مونڈنے سے پورا صدقہ لازم ہوتا ہے (جیسے ساری ران یا سینہ یا پنڈلی) پس اگر ایسے عضو پر پچھنے لگوانے کیلئے مونڈے تو بھی صدقہ ہی ہونا چاہیئے (واللہ اعلم) کسی کتاب میں یہ نظر سے گزری تھی مگر یاد نہیں رہا۔ **مسئلہ**۔ اور اگر فقط پچھنے تو لگائے مگر بال نہیں مونڈائے تو کچھ لازم نہیں ہے۔ خون کا نکلنا محظور احرام نہیں جیسے فصد لینا (ناقل) **مسئلہ**۔ اور جو ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے اور دوسری مجلس میں دوسرے ہاتھ کے ناخن کاٹے تو دو دم دیگا (زبدہ) اس صورت میں اگرچہ پہلے کا کفارہ دے چکا ہو یا نہیں۔ کیونکہ ہر عضو جدا ہے اور مجلس بھی متعدد ہے۔ اگر تیسری مجلس میں ایک پاؤں کے اور چوتھی مجلس میں دوسرے پاؤں کے ناخن کاٹے تو سب ہاتھوں، پاؤں کے چار دم لازم ہوں گے (اللباب) **مسئلہ**۔ اگر پانچ ناخن سے کم تراشے یا پانچ ناخن متفرق (اعضاء میں سے کاٹے) مثلاً دو ایک ہاتھ کے تین ایک ہاتھ کے لیے یا سولہ ناخن متفرق چار چار ہاتھ پاؤں کے لیے تو تینوں صورتوں میں بدلے ہر ناخن کے صدقہ کامل دینا ہو گا۔ مگر مجموعہ صدقات قیمت دم کی قدر ہو جائے تو کچھ کم کرنا چاہیئے تاکہ دم کی قیمت سے کم ہو جائے (زبدہ) اگر دم دیدے تو بھی ان کی مرضی (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور اگر چوتھائی سر منڈایا اور دم دیا اور پھر چوتھائی سر منڈالیا تو دوسرا دم دیگا اور اگر پہلا کفارہ نہ دیا تو ایک ہی دم دے۔ ایسے ہی جو سارا سر ایک جلسہ میں منڈائے تو ایک دم ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ سر کو چار مجلس میں چار حصہ کر کے منڈایا اور پہلے حصہ کا کفارہ نہ دیا تو ایک کفارہ ہو گا۔ کیونکہ محل جنایت ایک ہے اگر ایک حصہ کا کفارہ دے دیا ہو تو دوسرے حصہ کا کفارہ دوسرا دینا ہو گا۔ یا ایک حصہ کو ضرورت سے منڈایا اور دوسرے کو بغیر ضرورت کے منڈایا اگرچہ ایک ہی مجلس میں ہو۔ یا ایک حصہ کو آج اور دوسرے کو دوسرے دن منڈایا اگرچہ دونوں حصے ضرورت سے یا دونوں بغیر ضرورت کے منڈائے ہوں اور باوجود اس کے کہ

پہلے حصہ کا کفارہ نہ دیا ہو ان سب صورتوں میں دو جنایتیں قرار دی گئی ہیں (غنیہ) **مسئلہ**۔ جو گنجا سر کے بال لے اگر بقدر چوتھائی سر کے بالوں کے ہوں تو دم دے اور جو کم ہوں تو صدقہ دے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو سارے سینہ یا ساری ران یا ساری پنڈلی کے بال مونڈے یا لبیں کترے یا چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی سے کم مونڈے یا بعض حصہ گردن کو مونڈے مگر ساری گردن نہیں مونڈی تو صدقہ دے۔ مگر چند بال ہیں بدلے ہر بال کے ایک مُشت گندم دے اور زیادہ ہیں تین بال سے پُورا صدقہ دے (زبدہ) اگرچہ سر کے ہوں یا دوسرے بدن کے (زناقلی)، فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے کہ ساری لبیں مونڈیں جائیں تو صدقہ دے کیونکہ ڈاڑھی اور لبیں ایک عضو ہے۔ پس مونچھیں ڈاڑھی کی چوتھائی سے بہت کم ہیں اور یہی قول صحیح ہے[علہ]۔ (غنیہ) اور زبدہ کی عبارت بھی اسکے موافق ہے اور بعض کا جو قول ہے کہ لبیں مستقل جدا عضو ہے یہ صحیح قول ہے (زناقلی) **مسئلہ**۔ اگر سر یا ڈاڑھی وغیرہ سے تین بال توڑے تو ہر بال کے بیچے ٹکڑا روٹی کا رے اور بعض نے کہا ہے کہ فطرہ کے قدر غلہ دے لیکن قدر فطرہ اس وقت ہے کہ تین بالوں سے زیادہ ہوں اگر نہیں ہیں تو ہر بال کے عوض ٹکڑا دے۔ مگر یہ بھی تب ہے کہ کسی ایسے کام کی وجہ سے گرے ہوں جو احرام میں ممنوع ہو۔ اگر کسی ایسے کام کرنے سے گریں جو کام مامور بہ ہو۔ جیسے وضو کرنے سے تو بال ہیں ایک مُٹھی طعام یعنی گندم کی دے (غنیہ)[علہ۲] **مسئلہ**۔ اگر بال از خود گریں تو کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ

علہ: لو حلق شاربہ کلہ او بعضہ او قصہ فعلیہ صدقۃ وھو المذھب الصحیح لانہ بعض اللحیۃ ولا یبلغ ربع المجموع غنیہ ص۱۳۸

علہ۲ داللحیۃ مع شاربہ عضو واحد فیعتبر ربع الکل فتح و بحر۔ وینبغی ان یراد بقولھم۔ فی اقل من الربع صدقۃ ای لعد ان یکون خصلۃ (لمانی الخانیۃ) وان نتف من راسہ او انفہ او لحیتہ ثلاث شعرات ففی کل شعر کف من طعام ولی (زناقلی ص۳۶۹ مطبوعہ)

یہ احتمال ہے کہ احرام سے پہلے ٹوٹے ہوں یا از خود نکل پڑے ہوں . پس اگر محرم کے فعل سے گرے ہیں اور وہ خود بھی جان لے کہ میرے فعل سے گرے ہیں تو جزا لازم ہوگی (نائل)

تنبیہ - سمجھ لے کہ چوتھائی سر اور چوتھائی ڈاڑھی کا حکم سارے سر اور ساری ڈاڑھی کا ہے اور باقی سب اعضاء میں پورے عضو کے مونڈنے سے دم ہوتا ہے۔ اگر پورا نہ ہوا گرچہ اکثر ہی تو صدقہ ہے . مگر سینہ یا ران یا پنڈلی یا شانہ مثلاً جو عضو مقصود کامل مونڈنے میں نہیں ہیں ان کے سارے مونڈنے سے بھی صدقہ ہوتا ہے . (زبدہ)

مسئلہ - اور محرم دوسرے محرم کا چوتھائی سر یا ساری گردن مونڈے تو مونڈنے والے پر صدقہ ہے اور منڈانے والے پر دم ہے اور اگر محرم حلال (یعنی غیر محرم) کا سر مونڈے تو حلال پر کچھ نہیں . مگر محرم جو کچھ چاہے صدقہ دے . اگرچہ تھوڑا ہی ہو . اور اگر حلال محرم کو مونڈے تو محرم پر دم اور حلال پر صدقہ کامل ہے (زبدہ) **مسئلہ** - اگر محرم نے کسی حلال کے یا محرم کے یا حلال نے محرم کے ناخن تراشے تو ان کا حکم بھی وہی ہے جو بالوں کا تھا (بدایع) لیکن محیط میں لکھا ہے کہ اگر محرم نے حلال کا سر منڈایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۸ کے بعد) خصلۃ: نصف صاع ۱۶ فتبین ان نصف الصاع انما هو فی الزائد علی الشعرات الثلاث اما اذا لم یزد نضدق لکل شعرۃ بکف من طعام هذا اذا سقط بفعل محظور الاحرام کالنتف اما اذا اسقط بفعل المامور به کالوضوء ففی ثلاث شعرات کف واحد من طعام افادہ ابو سعود (غنیۃ الناسک ص ۱۳۷)

تنبیه - لا یخفی ان الشعر اذا سقط بنفسه لا محظور فیه لاحتمال قلعه قبل احرامه وسقوطه بغیر قلعه واذا سقط بفعل المحرم بان احس به وادرکه فحینئذ یلزمه الجزاء افادہ الشارح (غنیه ص ۱۳۸ واللباب ص ۲۲۰)

محرم کے ناخن تراشے تو اس پر صدقہ ہے (غنیہ) مگر جو حاج منیٰ میں اور سب کام سے فارغ ہو چکے ہوں فقط حلق ہی باقی رہتا ہے تو ان کو اب ایک دوسرے کا حلق کر کے حلال ہونا جائز ہے اور کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ اب یہ فعل ان کو کرنا مباح ہے لیکن حلق کرنے سے پہلے ناخن وغیرہ نہ لیں (اللباب، غنیہ) اور یہ ضرور نہیں کہ مونڈنے والا پہلے اپنا سر مونڈوائے[عنہ]۔ یہ مسئلہ اوپر منیٰ میں حلق کرنے کے بیان میں گزرا ہے۔ (ناقل)

بغیر طہارت طواف کرنیکی جنایات کا بیان

مسئلہ۔ جس نے طواف قدوم یا طواف صدر جنابت یا حیض یا نفاس میں کیا یا طواف فرض بے وضو کیا تو دم دے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر نصف سے زیادہ (یعنی چار شوط) طواف جنابت یا بے وضو ہونے کی حالت میں کیا تو بھی وہی حکم ہے جو کامل کا ہے (ہندیہ) **مسئلہ**۔ اگر طواف زیارت نصف سے کم بے وضو کیا تو ہر بار کے عوض نصف صاع گیہوں صدقہ دے اور اگر نصف سے کم جنابت کی حالت میں کیا تو اس پر قربانی ہے۔ اگر اعادہ کیا تو دم یا صدقہ ساقط ہوگا (ہندیہ) **مسئلہ**۔ اور اگر بدن پر نجاست لگی ہو یا کپڑا نجس ہو تو کچھ نہیں مگر مکروہ ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اگر طواف فرض جنابت یا حیض یا نفاس میں کیا تو اونٹ یا گائے ساری دینی واجب ہوگی (زبدہ) اس کو بدنہ کہتے ہیں۔ اور یہ اس وقت لازم ہوگا جبکہ سارا طواف زیارت یا چار شوط جنابت یا حیض نفاس سے کرے اور اگر تین شوط یا کم کیے تو دم لازم ہوگا (غنیہ)۔ **مسئلہ**۔ اور جان لے کہ جو طواف حالت جنابت یا حیض یا نفاس میں کیا ہے اعادہ اسکا

[عنہ] اذا حلق راسہ او راس غیرہ عند جواز التحلل لم یلزمہ شئی (اللباب ص ۱۵۲ و غنیہ)

واجب ہے اور جو بے وضو کیا ہے تو اعادہ اس کا مستحب ہے اور اگر اعادہ کرے تو کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اور اگر سعی پہلے طواف کے ساتھ کی ہو تو اعادہ سعی کا نہ کرے۔ کہ دُوسرا طواف جابر نقصان ہے اور طواف پہلا معتبر ہے (زبدہ) اور بعض کا قول ہے کہ بے وضو کیے ہوئے طواف کا اعادہ بھی واجب ہے۔ لیکن منسک متوسط اور غنیہ اور ہدایہ نے پہلے قول کی تصدیق کی ہے۔ پس اعادہ کے واجب ہونے کے قول کی صورت میں نہ کیا اور وطن کو چل دیا تو جب تک میقات سے تجاوز نہیں کیا تو لوٹ کر اعادہ طواف کرے۔ اگر تجاوز کر گیا تو اس کو اختیار ہے کہ جزا دے یا لوٹ کر اعادہ طواف کرے (غنیہ) میقات سے نکل جانے کی صورت میں لوٹنے کے وقت جدید احرام عمرہ کا باندھ کر آوے کیونکہ پہلا احرام[1] پُورا ہو گیا تحلیل کے حق میں۔ طواف زیارت کو جنابت حیض نفاس کی حالت

علہ ولو طاف الزیارة جنبا او حائضا او نفساء کلہ او اکثرہ وھو اربعة اشواط فعلیہ بدنة ویقع معتداً بہ فی حق التحلل (ای باعتبار النساء ان وقع بعد الحلق) ویصیر عاصیا ویعیدہ طاھراً حتما فان اعادہ سقطت عنہ بدنة ولو رجع الی اھلہ وجب علیہ العود لاعادة ثم ان جاوز المیقات یعود باحرام جدید وان لم یجاوزہ عاد بذلک[1] الاحرام فاذا عاد باحرام جدید بان احرم بعمرة یبدأ بالطواف للعمرة ثم یطوف للزیارة ولو لم یعد وبعث بدنة اجزاہ ثم ان اعادہ فی ایام النحر فلا شی علیھا وان اعادہ بعدھا سقطت عنہ البدنة ولزمہ شاة للتاخیر (غنیہ ص۱۲۵) ولباب ص۲۳۱

[1] قولہ عاد بذلک الاحرام۔ لانہ فی حکم المکی مادام فی ارض الحل لکن لایخفی ما فی العبارة من التسامح اذ الاحرام الاول قد تم وانقضی فکیف یعود وکان الظاھر ان یقول عاد بلا احرام اھ حباب (ارشاد الساری ص۲۳۱)

میں اکثر شوط کرنے سے تو بدنہ لازم ہوتا ہے۔ لیکن احرام سے حق نساء میں بھی حلال ہوگیا۔ اگرچہ اعادہ طواف کا واجب ہے۔ پس میقات سے نکل جانے کی صورت میں لوٹتے وقت جدید احرام عمرہ کا باندھ کر آئے (کہ مکہ مکرمہ میں بغیر احرام آنا ممنوع ہے) اور پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کرے اس کے بعد طواف زیارت کا اعادہ کرے (غنیہ ص۱۶۰، واللباب ص۱۶۱) **مسئلہ**۔ غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ جس طواف کے بعد سعی کی جائے تو یہ بھی سعی کے واجبات میں سے ہے کہ وہ طواف جنابت اور حیض ونفاس سے پاکی کی حالت میں کیا جاوے اور اس طواف کا وضو سے کرنا یا حقیقی نجاست سے بدن یا کپڑے یا مطاف کا پاک ہونا سعی کے واجبات میں سے نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ پس اگر طواف قدوم کو جنابت حیض سے کیا۔ اس کے بعد سعی کی تو اب سعی کو طوافِ زیارت کے بعد اعادہ کرنا واجب ہے اور اگر نہ کیا تو دم لازم ہوگا (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور اگر اس طواف قدوم کا قبل وقوف عرفات کے طہارت سے اعادہ کرلیا تو پھر سعی کا اعادہ کرنا لازم نہیں کیونکہ جس طواف ناقص کے پیچھے سعی کی گئی تھی اس کے اعادہ سے وہ نقصان پورا ہوگیا تو گویا سعی کا واجب بھی ادا ہوگیا۔ اگر طواف کا اعادہ تو نہ کیا مگر طواف میں نقصان کرنے کی وجہ سے جو دم لازم ہوا تھا وہ ذبح کیا اب بھی سعی کا واجب ادا ہوگیا[عہ] (غنیہ) **مسئلہ**۔ اگر طواف قدوم کو بے وضو کیا یا حقیقی نجاست بدن یا کپڑے پر لگی تھی تو اب طواف زیارت کے بعد سعی کا اعادہ مستحب ہے۔ اگر سعی کا اعادہ نہ کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں (غنیہ) لیکن طواف قدوم کو بے وضو کرنے کی وجہ سے بدلے ہر شوط کے صدقہ دینا لازم ہوگا۔ پس صدقہ دیا یا خود طواف

عہ فلو طاف القدوم علی غیر طہارۃ وسعی بعدہ ان کان جنبا علیہ اعادۃ السعی وجوبا بعد طواف الزیارۃ وان لم یعد فعلیہ دم ھذا اذا لم یعد طواف القدوم طاھرا قبل الوقوف والا سقط عنہ اعادۃ السعی علی المختار غنیۃ ص۱۶۱ وان کان محدثا یعید السعی بعد طواف الزیارۃ استحبابا وان لم یعدہ شیٔ علیہ۔

کا اعادہ کیا تو سعی کے اعادہ کا استحباب بھی ادا ہو گیا (نائل) **مسئلہ** - عمرہ کا سارا طواف چار شوط یا ایک شوط جنابت یا حیض یا نفاس سے یا بغیر وضو کیا تو اس پر دم لازم ہو گا۔ کیونکہ عمرہ کے طواف میں تھوڑے یا بہت اشواط کو جنب یا بے وضو کرنے میں جو کفارہ لازم ہوتا ہے ان میں فرق نہیں ہے اسلئے کہ عمرہ میں بدنہ اور صدقہ لازم نہیں ہوتا۔ پس اگر طواف کا اعادہ کیا تو دم ساقط ہو جائیگا (غنیہ) یہ حکم خاص عمرہ کے طواف کے ساتھ ہے۔ باقی عمرہ کی سعی کو جنابت میں حج کی سعی کی طرح جنایت میں صدقہ بھی ہوتا ہے (حیات) **مسئلہ** - اگر طواف زیارت جنابت میں کیا اور طواف صدر ایام نحر میں کیا تو یہ طواف (صدر) طواف زیارت ہو جائیگا اور طواف صدر کے ترک کا دم دینا ہو گا۔ مگر جو پھر طواف کر لے تو یہ طواف صدر ہو جائیگا اور دم ساقط ہو گا اور اگر طواف صدر کو ایام نحر سے باہر کیا تو بھی یہ طواف زیارت ہو گا لیکن دم تاخیر دینا پڑیگا اور دوسرا دم ترک صدر کا دیگا مگر جو طواف کر لے تو دوسرا دم جو ترک صدر کا ہے ساقط ہو گا (زبدہ) **مسئلہ** - اور جو طواف زیارت بے وضو کیا تو اگر طواف صدر ایام نحر میں کیا ہو تو یہ طواف زیارت ہو جائیگا اور جو بعد ایام کے نحر کے کیا تو منتقل نہ ہو گا اور دم اسکے ذمہ واجب رہیگا (زبدہ) اور ایام نحر کے بعد طواف زیارت کا اعادہ کیا تو وہ دم جو طواف زیارت کو بے وضو کرنے کی وجہ سے لازم ہوا تھا ساقط ہو جائیگا اور اوپر کی صورت میں دم اسلئے ساقط نہ ہوا تھا کہ بے وضو کیے ہوئے طواف زیارت کی بجائے بعد ایام نحر کے طواف صدر منتقل ہو کر طواف زیارت نہیں ہوتا (شامی ص۲۸۱) **مسئلہ** - اور طواف عمرہ اگر جنابت میں یا بے وضو کرے تو دم دے اور عمرہ کے کسی واجب چھوڑنے میں بدنہ یا صدقہ نہیں ہوتا بلکہ دم ہوتا ہے ایک بکری یا ساتواں حصہ گائے یا اونٹ کا مگر احرام عمرہ میں محظور احرام کرنے سے صدقہ بھی ہوتا ہے مثل احرام حج کے (زبدہ) **مسئلہ** - اور طواف قدوم یا طواف صدر اگر بے وضو کرے تو واسطے ہر شوط کے نصف صاع صدقہ دے (زبدہ) لیکن پھر

دھوسے کرنا مستحب ہے اگر کر لیا تو جزا ساقط ہو جائیگی (غنیہ) **مسئلہ**۔ ستر عورت بھی طواف کے واجبات میں سے ہے پس اگر چوتھائی عضو کھلا رہا تو اس طواف کا اعادہ واجب ہے ورنہ دم لازم ہوگا۔ اگر کسی عذر سے ہوگا تو کچھ لازم نہیں[1] (رجاب) **مسئلہ**۔ اور طواف نفلی کا حکم مثل طواف قدوم کے ہے (غنیہ)

نوٹ:۔ اسکے بعد ایک اہم تصحیح و تتمہ مضمون اس جلد کے آخر میں ملاحظہ کریں۔

اشواط طواف و سعی اور رمی کی پتھری چھوڑنے کا بیان

مسئلہ۔ اور اگر طواف زیارت میں سے ایک یا دو تین شوط چھوڑ دے تو دم دے مگر جو طواف صدر ایام نحر میں کیا تو طواف صدر کے اشواط سے بھرتی دیکر طواف زیارت کو پورا کرینگے اور دم ساقط ہوگا مگر طواف صدر کے نقصان کے بدلے ہر شوط کے صدقہ کامل دینا ہوگا۔ یہ بھرتی دینا خاص ان طوافوں کے لیے مخصوص ہے بخلاف سعی کے جیسے اوپر لکھا گیا **مسئلہ**۔ اور اگر طواف صدر ایام نحر سے خارج کیا تو بھی بھرتی دینگے مگر بہ سبب تاخیر اشواط طواف فرض کے ایام نحر سے بدلے ہر شوط کے صدقہ پورا دینا ہوگا۔ اور بہ سبب ترک اشواط صدر کے بدلے ہر شوط کے دوسرا صدقہ دینا ہوگا۔ (زبدہ) **مسئلہ**۔ طواف زیارت کے ایک یا دو یا تین شوط چھوڑے اور ایام نحر ہی میں کر لیے تو کچھ لازم نہیں۔ اور بعد ایام نحر کیے تو بدلے ہر شوط کے صدقہ دے اگر وطن کو چلا آیا تو دم حرم میں بھیج کر ذبح کرائے۔ کیونکہ طواف زیارت کے ایک شوط سے

---

[1] حدیث امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یطوف بالبیت عریان ۱۲ بخاری (ناقل) استدل بہ علی اشتراط ستر العورۃ فی الصلوٰۃ لانہ اذا کان شرطا فی الطواف الذی ھو شبیہ بالصلوٰۃ فاشتراطہ فی الصلوٰۃ اولی۔ عینی علی البخاری (ناقل)

تین شوطوں کے چھوڑنے تک دم ہے[عله] اور اگر خود واپس آکر وہ شوط پورے کرے تو بھی اختیار ہے لیکن اس صورت میں اگر میقات سے نکل گیا ہے تو جدید احرام عمرہ کا باندھ کر آئے جیسا اُوپر گزرا یا دم بھیج کر حرم میں ذبح کرائے اور اگر مکہ مکرمہ میں ہو یا مکہ کے باہر ہو لیکن میقات کے اندر ہے تو اگر طواف پورا کرنا افضل ہے بہ نسبت دم کے کیونکہ متروکہ چیز کا جبر اسکی جنس اولیٰ ہے (بدائع غنیہ) **مسئلہ** - اور اگر طواف زیارت کے چار شوط چھوڑ دیئے تو جب تک ادا نہ کرے ساری عمر حق عورت میں احرام سے نہ نکلے گا۔ اسی احرام سے آکر ادا کرنا واجب ہوگا دوسرے احرام کی ضرورت نہیں ہے۔ اگرچہ میقات سے نکل گیا ہو کیونکہ جب مکہ معظمہ کو عود کرے گا تو میقات سے گزرتے وقت کے لیے وہ پہلا احرام جو حق نساء میں باقی ہے وہی کافی ہے) طواف زیارت کا بدل دینا کافی نہ ہوگا (زبدہ) **مسئلہ** - (طواف زیارۃ کے اعادہ سے پہلے اگر عورت سے قربت کی ہو تو) بدلے ہر جماع کے کہ جلسہ متعددہ میں کیا ہے (تو متعدد) دم واجب ہوگا (زبدہ)۔

طواف صدر یا طواف قدوم کے اشواط چھوڑ نیکے کفارہ کا بیان

مسئلہ - اور اگر ایک یا دو تین شوط طواف صدر کے یا طواف قدوم کے ترک کرے تو بدلے ہر شوط کے صدقہ کامل دے اور اگر چار یا زیادہ شوط صدر یا قدوم کے چھوڑے تو دم دے (زبدہ) **مسئلہ** - اگر سارا طواف قدوم چھوڑا تو کچھ لازم نہیں ہوتا لیکن اساءت ہے کیونکہ سُنّت ہے اور اگر شروع کرنے کے بعد چھوڑا تو اکثر اشواط میں دم ہے

عله ولو ترک منه شوطا او شوطین او ثلاثة فعلیه دم فلو اتم الباقی فی ایام النحر فلیس علیه شیئ ولو اتمه بعدها یلزمه صدقة لکل شوط نصف صاع من بر ولو عاد الی اهله لبعث شاة وان اختار العود یلزمه احرام جدید ان جاوز الوقت وفی بدایع والافضل ان یبعث بالشاة وان کان بمکة فالرجوع افضل لانه جبر الشیئ بجنسه فکان اولی اھ (غنیه ص۱۴۶)

اور اس میں ہر شوط کے بدلے صدقہ مثل طواف صدر کے ہے اور نفل طواف کا حکم مثل قدوم
کے ہے (غنیہ شامی) اس کے متعلق کچھ مفید تحقیق مواقیت سے بغیر احرام کے تجاوز کرنے کی
جنایت کے بیان میں آئیگی۔ **مسئلہ**۔ طواف صدر کے کل یا اکثر شوط چھوڑے تو جبتک مکہ میں
ہے ترک ثابت نہ ہوگا۔ مگر جبکہ مکہ کی بنا سے نکل جائے اور میقات سے نہیں نکلا تو واجب ہے کہ
لوٹ کر طواف کرے اور میقات سے نکل گیا تو اختیار ہے کہ جدید احرام عمرہ کا باندھ کر لوٹے اور
طواف صدر کرے اور تاخیر کیوجہ سے کچھ لازم نہیں۔ مگر لوٹنے کے وقت پہلے اگر عمرہ کرے
اسکے بعد طواف صدر کرے اور اگر نہ لوٹے تو دم حرم میں دونوں ذبح کرائے اختیار ہے اور اگر
طواف صدر کے تھوڑے شوط چھوڑے ہوں تو بدلے ہر شوط کے صدقہ دے۔ یعنی ایک شوط
ہو تو ایک مسکین کو۔ اگر دو شوط ہوں تو دو مساکین کو۔ اور تین شوط چھوڑے ہوں تو تین
مساکین کو نصف نصف صاع گیہوں قدر فطرہ کے دے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اگر قارن
نے بلا وضو دو طواف کیے ایک عمرہ کا اور دوسرا قدوم کے لیے اس کے بعد دو سعی کر لیں۔
ایک عمرہ کی دوسری حج کے لیے پس عمرہ کے طواف کو دسویں ذوالحجہ کے دن سے پہلے
وضو سے لوٹا لیوے تو اس پر کوئی جنایت لازم نہ ہوگی۔ اگر دسویں سے پہلے نہ لوٹایا
اور دسویں کی فجر (صبح) ہوگئی تو دم لازم ہوگا۔ کیونکہ عمرہ کے طواف کو بلا وضو کرنیسے دم
لازم ہوتا ہے۔ اب قارن کے لیے طواف عمرہ کے لوٹانے کا وقت فوت ہوگیا اور طواف
زیارت میں رمل کر کے حج کی سعی کو لوٹانا مستحب ہے اگر نہ لوٹاوے تو اس پر کچھ لازم نہیں
مگر چونکہ طواف قدوم بلا وضو کیا تھا اس کے ہر شوط کے بدلے قدر فطرہ صدقہ دینا ہوگا۔ اگر

ع ولو ترکہ کلہ فلا شئ علیہ وقد اساء بخلاف ما لو شرع فیہ ثم ترک
اکثرہ فعلیہ دم او اقلہ فصدقۃ لانہ کالصدر ولو جوبہ بالشروع در المختار۔
وحکم کل طواف تطوع کحکم طواف القدوم۔ لباب وغیرہ) غنیۃ المناسک ص ۱۴۷

اور اقل میں ہر شوط کے بدلے صدقہ مثل طواف صدر کے ہے اور نفل طواف کا حکم مثل قدوم کے ہے (غنیہ شامی[۱]) اس کے متعلق کچھ مفید تحقیق مواقیت سے بغیر احرام کے تجاوز کرنے کی جنایت کے بیان میں آئیگی۔ **مسئلہ**۔ طواف صدر کے کل یا اکثر شوط چھوڑے تو جبتک مکہ میں ہے ترک ثابت نہ ہوگا۔ مگر جبکہ مکہ کی بنا سے نکل جائے اور میقات سے نہیں نکلا تو واجب ہے کہ لوٹ کر طواف کرے اور میقات سے نکل گیا تو اختیار ہے کہ جدید احرام عمرہ کا باندھ کر لوٹے اور طواف صدر کرے اور تاخیر کیوجہ سے کچھ لازم نہیں۔ مگر لوٹنے کے وقت پہلے اگر عمرہ کرے اسکے بعد طواف صدر کرے اور اگر نہ لوٹے تو دم حرم میں دونوں ذبح کرائے اختیار ہے اور اگر طواف صدر کے تھوڑے شوط چھوڑے ہوں تو بدلے ہر شوط کے صدقہ دے۔ یعنی ایک شوط ہو تو ایک مسکین کو۔ اگر دو شوط ہوں تو دو مساکین کو۔ اور تین شوط چھوڑے ہوں تو تین مساکین کو نصف نصف صاع گیہوں قدر فطرہ کے دے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اگر قارن نے بلا وضو دو طواف کیے ایک عمرہ کا اور دوسرا قدوم کے لیے اس کے بعد دو سعی کر لیں۔ ایک عمرہ کی دوسری حج کے لیے پس عمرہ کے طواف کو دسویں ذوالحجہ کے دن سے پہلے وضو سے لوٹا لیوے تو اس پر کوئی جنایت لازم نہ ہوگی۔ اگر دسویں سے پہلے نہ لوٹایا اور دسویں کی فجر (صبح) ہوگئی تو دم لازم ہوگا۔ کیونکہ عمرہ کے طواف کو بلا وضو کرنیسے دم لازم ہوتا ہے۔ اب قارن کے لیے طواف عمرہ کے لوٹانے کا وقت فوت ہوگیا اور طواف زیارت میں رمل کر کے حج کی سعی کو لوٹانا مستحب ہے اگر نہ لوٹاوے تو اس پر کچھ لازم نہیں مگر چونکہ طواف قدوم بلا وضو کیا تھا اس کے ہر شوط کے بدلے قدر فطرہ صدقہ دینا ہوگا۔ اگر

---

[۱] ولو ترکہ کلہ فلا شئ علیہ وقد اساء بخلاف ما لو شرع فیہ ثم ترک اکثرہ فعلیہ دم او اقلہ فصدقۃ لانہ کالصدر لوجوبہ بالشروع درالمختار۔ وحکم کل طواف تطوع کحکم طواف القدوم۔ لباب وغیرہ) غنیۃ المناسک ص۱۴۷

جنب کی حالت میں کیا ہو تو اب حج کی سعی کو طواف زیارت کے بعد لوٹانا واجب ہے۔ ورنہ دم لازم ہوگا

مسئلہ۔ اگر عمرہ کرنیوالا قارن نہیں ہے تو وہ عمرہ کو سارے سال میں لوٹا سکتا ہے۔ سوائے پانچ روز ایام نحر اور تشریق کے۔ اور طواف قدوم کے لوٹانیکا وقت وقوف عرفات سے پہلے تک ہے یہ مسائل اوپر بھی بلا طہارت طواف کرنیکے بیان میں گزر چکے ہیں۔

ولو طاف القارن طوافین للعمرۃ والقدوم محدثا وسعی سعیین اعاد طواف العمرۃ قبل یوم النحر ولا شئ علیہ وان لم یعد حتی طلع فجر یوم النحر لزمہ دم لطواف العمرۃ محدثا وفوات وقت القضا ویعید الرمل فی طواف الزیارۃ والسعی بعدہ استحبابا وان لم یعدھما (ای الرمل والسعی یاب) فلا شئ فی الحدث وفی الجنابۃ ان لم یعد السعی فعلیہ دم وکذا الحائض فتح۔ وقولہم ان المعتمر یعید الطواف محلہ ما اذا لم یکن قارنا۔ اما فی القارن اذا دخل یوم النحر فلا اعادۃ تمامہ فی البحر غنیۃ الناسک ص۱۲۸

مسئلہ۔ اگر قارن نے عمرہ کے طواف کے اکثر شوط یعنی چار پھیرے پورے کرنیکے بعد جاکر وقوف عرفات کو زوال کے بعد کر لیا تو اسکا قران صحیح ہو گیا۔ اب باقی تین شوط عمرہ کے طواف زیارت میں سے لیکر سات پورے کر لیے جاوینگے اور پھر طواف زیارت کو پورا کرے۔

ولو طاف القارن للعمرۃ اکثر ثم طاف للزیارۃ یکمل طواف العمرۃ من الزیارۃ لان العزیمۃ فی الاحرام حصلت الافعال علی الترتیب الذی شرع فبطلت نیتہ (غنیۃ ص۵۸)

مسئلہ۔ اگر قارن نے عمرہ کا طواف تو کر لیا مگر اس کے بعد عمرہ کی سعی نہ کی ہو تو دسویں کے روز طواف زیارت کر لینے کے بعد جو حج کی سعی کریگا تو وہ عمرہ کی سعی سے واقع ہو جائیگی پھر اس کے بعد حج کی سعی اور کرنی پڑے گی۔

وفی الکبیر ولو طاف القارن لعمرۃ ولم یسع لها ثم سعی یوم النحر لحجۃ فان سعیہ یکون عن العمرۃ اھ (غنیہ ص۵۸)

مسئلہ۔ اگر قارن نے عمرہ کے طواف کے تین شوط کیے اس کے بعد طواف قدوم کے بھی تین شوط کیے تو یہ تین شوط طواف قدوم کے بھی طواف عمرہ میں گنے جائینگے۔ باقی عمرہ کا ایک شوط رہا وہ پورا کرنا ہوگا اور طواف قدوم سارا ادا کرنا ہوگا۔ ایسا ہی اگر قارن نے عمرہ کا طواف تو کر لیا مگر عمرہ کی سعی نہیں کی۔ پھر طواف قدوم یا طواف زیارت کر لیا اور طواف قدوم یا طواف زیارت کے بعد حج کی سعی کر لی تو یہ سعی منتقل ہوکر عمرہ کی سعی سے واقع ہوگی۔

ولو طاف القارن لعمرۃ ثلاثۃ اشواط ثم طاف للقدوم کذلک فما طاف للقدوم محسوب من طواف العمرۃ فبقی علیہ للعمرۃ شوط فیکملہ وکذالو طاف للعمرۃ وحجۃ وسعی ینوی ان یکون لحجۃ کان سعیہ لعمرۃ۔ کما فی الھندیۃ عن المحیط (غنیہ ص۵۹)

مسئلہ۔ اگر طواف زیارت کے بعد حج کی سعی کو چھوڑا۔ اس کے بعد عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کی سعی کی تو اب یہ عمرہ کی سعی حج کی چھوڑی ہوئی سعی کی طرف منتقل نہ ہوگی مسئلہ اگر طواف زیارت کا سارا طواف یا بعض شوط چھوڑے ایسا ہی طواف صدر کو چھوڑ کر وطن کو گیا پھر میقات آفاقی سے عمرہ کا احرام یا حج کا باندھ کر آیا۔ پس اگر عمرہ کے احرام سے آیا ہے تو عمرہ کا طواف شروع کریگا اور اگر حج کا احرام باندھا ہے تو طواف قدوم ہی کریگا تو اس صورت میں چھوڑے ہوئے طواف زیارت یا صدر کو ان سے پورا نہ کیا جائیگا۔ اگرچہ پورا طواف چھوڑا ہو یا بعض۔ پس یہ طواف اس سے ہی واقع ہوگا جس کا احرام باندھ کر آیا منتقل نہ ہوگا۔ ایسا ہی اگر حج کی سعی کو ترک کیا ہے تو پھر جب حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے گا اور اس حج یا عمرہ کی سعی کریگا تو یہ سعی اگلی چھوٹی ہوئی سعی حج یا عمرہ کی طرف منتقل نہ ہوگی بخلاف پہلی صورت کے۔

ان مسائل کی تفصیل یہ ھے :- جو شخص عمرہ کے احرام سے آکر جو پہلا طواف کریگا تو وہ طواف عمرہ سے واقع ہوگا۔ اگرچہ نیّت کسی اور طواف کی ہو۔ اگر حج مفرد کے احرام سے آیا ہے تو جو طواف وقوف عرفہ سے پہلے کریگا تو وہ طواف قدوم سے شمار ہوگا۔ اگر قران کے احرام سے آیا ہے تو جو پہلا طواف کریگا وہ عمرہ سے ادا ہوگا اور دوسرا طواف قدوم سے واقع ہوگا اگرچہ نیّت مختلف کی ہوگی۔ یعنی پہلے طواف میں قدوم کی اور دوسرے میں عمرہ کی یا مطلق طواف کی نیّت کی ہو۔ خاص طرح کسی طرف کی نیّت معیّن نہ کی ہو اور جو مفرد حج کا احرام باندھکر آیا ہو تو جو طواف وقوف عرفہ کے بعد کریگا تو وہ طواف زیارت ہو جائیگا۔ اگرچہ طواف قدوم ترک کر دیا ہو کیونکہ طواف قدوم کا وقت وقوف عرفہ کے بعد گذر چکا اور طواف زیارت کے بعد جو طواف کریگا وہ طواف صدر یعنی وداع سے ادا ہوگا۔ مطلب یہ کہ جس طواف کا وقت ہوگا وہ شمار ہوگا۔ نیّت کا معیّن کرنا شرط نہیں بلکہ سُنت ہے۔

پس اگر معتمر نے جو عُمرہ کا احرام باندھ کر آیا، سعی چھوڑی تو اس پر دم لازم ہے اگرچہ متمتع ہو۔ جب مفرد معتمر احرام عمرہ سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھکر حج کرے گا اور جو طواف زیارت کے بعد سعی کی حج کی کریگا تو اس حج کی یہ سعی چھوٹی ہوئی پہلی سعی عمرہ یا چھوٹے ہوئے طواف کے اشواط کی طرف منتقل نہ ہونگے بخلاف قارن کے۔ خوب سمجھ لو۔

الحاصل ان کل من علیہ طواف فرض او واجب او سنۃ اذا طاف یقع عما یستحقہ الوقت وھو الذی انعقد علیہ احرام دون غیرہ لانہ الاحق فیبدأ بہ حتی لو ترک طواف الزیارۃ کلہ او بعضہ او الصدر کذلک ثم عاد باحرام عمرۃ او حجۃ یبدأ بطواف العمرۃ او القدوم ولا ینتقل الی طواف الزیارۃ او الصدر ولا یکملہ منہ وکذا لو ترک سعی الحج وعاد باحرام عمرۃ او حجۃ یبدأ بطواف ما احرم بہ ولیسعی لہ ولا ینتقل سعیہ الی سعی الحج (غنیہ ص ۸۵)

مسئلہ۔ اگر حج کی سعی کو طواف زیارت کے بعد نہ کر سکا اگرچہ بغیر عذر کے تاخیر کی اور ایام نحر کے بھی گزر گئے اگرچہ کئی مہینے بلکہ کئی سالوں کی تاخیر ہوگئی تو کچھ لازم نہ ہوگا۔ اگر بغیر عذر کے تاخیر ہوئی ہوگی تو مکروہ ہے۔ ایسا ہی عمرہ کی سعی کا حکم ہے۔

(ولو اخر السعی عن ایام النحر ولو شهورا) بل ولو سنین (لا شیٔ علیه) الا انه یکره له (وکذا الحکم فی سعی العمرۃ)

سعی رمی اور دیگر واجبات کے ترک کرنے کا بیان

مسئلہ۔ اگر پوری سعی یا اکثر شوط سعی کے بے عذر ترک کیے یا سعی کو بلا عذر سوار ہو کر کیا تو دم دے پھر جو پیادہ ہو کر اعادہ کرے تو دم ساقط ہوگا اور اگر عذر سے کیا تو کچھ ڈر نہیں (زبدہ) **مسئلہ۔** اور اگر ایک یا دو یا تین شوط سعی کے چھوڑے تو بدلے ہر شوط کے صدقہ دے (زبدہ) **مسئلہ۔** جو کوئی عرفہ سے قبل غروب نکلا اگرچہ بھاگے ہوئے اونٹ کو پکڑنے گیا ہو تو دم واجب ہوگا۔ اگر قبل غروب واپس آگیا تو دم ساقط ہوا اور جو بعد غروب کے واپس لوٹا ساقط نہیں ہوگا (زبدہ) **مسئلہ۔** اگر وقوف مزدلفہ بے عذر کیا تو دم دے (زبدہ)

مسئلہ۔ اور جو رمی بالکل چاروں دن کی ترک کرے یا ایک روز کی ساری ترک کی۔ اگرچہ دسویں تاریخ کی ہو۔ یا اکثر کنکریاں ایک روز کی رمی سے ترک کی جیسے مثلاً چار کنکریاں دسویں کی رمی سے یا گیارہ کنکریاں اور دنوں کی رمی سے تو سب صورتوں میں دم دے (زبدہ) یعنی اگر تینوں جمروں کی ایک دن یا دو دن کی رمی ترک کی یا سب دنوں کی ترک کی تو ایک دم دینا ہوگا اگرچہ فقط دسویں کی ترک کرے یا تیرھویں کے دن واجب ہونے کے بعد اس کو بھی ترک کرے[عہ] (ناقل)

عہ ولو ترک رمی یوم کله او اکثره کاربع حصیات فما فوقها فی یوم النحر او احدی عشر حصاۃ فیما بعدہ فعلیه دم بالاتفاق وانما یتحقق الترک بغروب الشمس من اخر ایام وهو الرابع (باقی ص ۳۸۱)

مسئلہ۔ اگر تھوڑی کنکریاں ایک دن کی رمی سے ترک کرے جیسا تین یا اس سے کم
دسویں کو اور دس یا اس سے کم اور دونوں میں تبدلے ہر کنکر کے صدقہ کامل دینا واجب ہے (زبدہ)

مسئلہ۔ تیرہویں کی رمی کے ترک سے جزا کا لزوم تب ہوگا جبکہ تیرہویں کی رمی اسکے ذمہ
واجب ہو چکی ہوگی جیسا کہ رمی کرنے کے بیان میں گزرا۔ خوب یاد رکھو (ناقل)۔

یاد رکھنے کے قابل ضابطہ۔ اب جان لے کہ: جس مسئلہ میں کئی صدقے جمع
ہوتے ہیں جیسا بدلہ ہر کنکر کے رمی میں اور بدلہ ہر شوط کے طواف اور سعی میں اور بدلہ ہر ناخن کے اور
ہر بال کے تو ان سب جگہ اگر مجموعہ صدقات قیمت دم تک پہنچے تو کچھ کم کر دینا چاہیئے۔ تاکہ دم کی
قیمت سے کم ہو جائے اور جنایت کامل اور ناقص میں فرق رہے (زبدہ)۔

ان میں یہ خیال رہے کہ ہر جنس جنایت کے صدقے آپس میں ملائے جائیں گے
جیسے بال اکھاڑنے کے آپس میں اور ناخن تراشنے کے آپس میں اور رمی کے ترک کے آپس میں
اور سعی کے اشواط آپس میں اور ترک اشواط طواف کے آپس میں۔ پس اگر ہر جنس جنایت کے
صدقوں کی قیمت جمع کرنے سے دم کی قیمت کو پہنچ جائے تو قیمت سے کچھ کم کر دے۔ نہ
یہ کہ ناخن اور بالوں کو آپس میں اور اشواط طواف کو اشواط سعی سے ملایا جائے۔

(بقیہ ص۳۸۰ سے): وان اخرہ الی یوم آخر فعلیہ القضاء مع الدم عند ابی حنیفۃ
وعندھما یجب القضاء لا غیر وان اخرہ الی اللیل فلا شیء علیہ وان ترک الاقل
کحصاۃ او حصاتین او ثلاث فی الیوم الاول او عشر حصیات فما دونھا فیما بعدہ فعلیہ
لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ ذلک دما فینقص منہ ما شاء ولو اخرہ الی یوم آخر
فعلیہ القضاء مع الصدقۃ عند ابی حنیفۃ وعندھما یجب القضاء لا غیر و
لو ترک رمی الجمار الثلاث فی یوم واحد او فی یومین او فی الایام کلھا فعلیہ
دم واحد لاتحاد الجنس (غنیہ ص۹۱)

مطلب یہ ہے کہ غیر جنسوں کی جنایت کے صدقوں کو ملا کر جمع نہ کیا جاوے بلکہ ہر جنس کے صدقے جُدا جُدا دیئے جائیں۔ اگرچہ غیر جنس کے ساتھ ملانیسے دم سے زیادہ قیمت ہوجائے (غنیہ، اللباب باب جنایات) **مسئلہ۔** اگر حج یا عمرہ میں حرم سے باہر حلق کیا تو دم دے۔ اور ایسا ہی جو حج میں ایام نحر کے بعد حلق کرے تو دم دے اور جو محرم حد حرم سے نکلا اور پھر حرم میں آکر حلق کیا تو کچھ ڈر نہیں مگر جو حاجی بعد ایام نحر کے حرم میں آکر حلق کرے تو تاخیر کا دم دیگا (زبدہ)۔

احرامِ حج یا عمرہ میں دواعی وطی کرنیکی جنایات کا بیان

مسئلہ۔ اور (احرام حج یا عمرہ میں) جو بوسہ لیا یا ہاتھ شہوت سے لگایا یا مباشرت فاحشہ کی یا سوائے فرج کے اور کہیں جماع کیا انزال ہو یا نہ ہو دم واجب ہے (زبدہ) **مسئلہ** معانقہ یا بوسہ اور جو بھی دواعی وطی ہیں سوائے شہوت کے کیے تو کچھ لازم نہیں۔ لیکن کرنا نہ چاہیئے (زبدہ)

مسئلہ۔ کسی عورت کی طرف نظر کرنے سے منی نکلی اور یہ کتنی بار ہوا یا عورت کے تصور کرنے سے انزال ہوا یا احتلام ہوا تو اس پر کچھ واجب نہیں سوائے غسل کے (غنیہ) البتہ قصداً نظر اور تصور کرنے سے گناہ ہوگا۔ (ناقل) **مسئلہ۔** عورت یا مرد سے جماع کیا سوائے فرج اور دُبر کے اور جگہ میں یا مباشرت فاحشہ کی یا معانقہ یا بوسہ یا ہاتھ شہوت سے لگایا پھر انزال ہوا یا نہ ہوا اس پر دم ہے (غنیہ) لیکن ہر حال میں حج ناسد نہ ہوگا۔ یعنی دواعی وطی سے انزال ہو یا نہ ہو حج صحیح رہے گا مگر جو فعل شرعاً حرام ہے وہ تو ہر حال میں ممنوع ہے۔ علاوہ اس کے جو فعل اپنی عورت سے شرعاً جائز ہے وہ فقط احرام کی حالت میں ممنوع ہے (ناقل) **مسئلہ۔** اور اگر ہاتھ سے جلق کرے یا چوپایہ (یا چھوٹی لڑکی جو قابل شہوت کے نہیں) سے جماع کرے۔ انزال ہو تو دم دے اور بدون انزال کے کچھ دینا نہیں آتا (زبدہ) لیکن ایسا کرنا گناہ کبیرہ اور استغفار کرنی لازم ہے (زیادہ تفصیل غنیہ ص ۱۴۲ میں ہے)۔

طوافِ زیارت کے کچھ مسائل۔ اگر طواف زیارت بعد ایام نحر کے کرے بلا عذر، تو دم دے اور جان لے کہ دسویں تاریخ میں چار نسک ہیں۔ اول رمی، پھر ذبح، پھر حلق، پھر طواف۔ **مسئلہ۔** سو طواف (زیارت) کو سب سے مؤخر کرنا سنت ہے اور جو سب سے پہلے یا بیچ میں کرے تو کچھ حرج نہیں۔ لیکن مکروہ ہے (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اور تین نسک میں قارن اور متمتع کو ترتیب واجب ہے اور منفرد کو فقط رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے۔ کیونکہ ذبح کرنا اس پر واجب نہیں ہے۔ پس اگر ان میں تقدیم و تاخیر کریگا تو دم واجب ہوگا اور دم جنایت دم قران (اور تمتع میں مجرا نہیں ہوتا) بلکہ دُوسرا دم جدا دینا ہوتا ہے (زبدہ) **مسئلہ۔** اور جو کوئی کسی واجب کو ترک کردے بے عُذر تو دم دے اور اگر عذر سے چھوڑے تو کچھ دینا نہیں آتا (زبدہ) یہ تعمیم بعض نے جائز رکھی ہے اس کی تفصیل اوپر بیان جنایات کے چھٹے ضابطہ میں گزری۔ **مسئلہ۔** اور ایسا محظور احرام اگر عذر سے کرے کہ جسکے سبب دم دینا واجب ہوتا ہے تو اختیار ہے چاہے ذبح کرے حرم میں نہ حل میں، اور ذابح کو اس کا کھانا جائز نہیں (ذبح کے بعد گوشت مساکین کو دیدے، گوشت کی تقسیم میں نہ تعدد مساکین کی شرط ہے نہ قدر فطر کی) اور (یہ بھی اختیار ہے کہ) چاہے چھ مسکینوں کو نصف نصف صاع گندم یا ایک ایک صاع جو کا مالک کردے اور مسکین مکہ کے ہوتے افضل ہیں ورنہ جہاں کہیں چاہے دیدے۔ اور ہر مسکین کو قدر فطرہ سے کم نہ دے نہیں تو جائز نہ ہوگا اور اگر زیادہ دیگا تو زیادتی محسوب نہ ہوگی۔ مثلاً اگر تین صاع گندم سات مسکینوں کو برابر دے تو ایک مسکین بھی معتبر نہ ہوگا۔ اور جو تین کو دے تو تین اور مسکینوں کو دینا ہوگا اور چاہے تین روزے رکھے جہاں چاہے حرم ہو چاہے حل وغیرہ (زبدہ) تعدد مساکین وغیرہ کی تخصیص کے متعلق اُوپر تیسرے ضابطہ میں دیکھ لیا جاوے
رحاشیہ

مسئلہ۔ اور اگر ایسا عذر محظور سے کم ہے کہ اسمیں صدقہ ہے تو اختیار ہے چاہے نصف صاع گندم ایک مسکین کو دے یا روزہ رکھے (زبدہ)۔

اور عذر یہ ہیں:۔ بخار اور سردی اور زخم اور درد اور جوئیں اور مرض کا ہمیشہ رہنا یا ہلاکت تک پہونچانا شرط نہیں بلکہ عذر ہونے کو مشقت اور تکلیف کا ہونا کافی ہے (زبدہ) مسئلہ۔ اور خطا اور نسیان اور بے ہوشی اور نیند اور مفلسی عذر نہیں۔ اگر ان حالات میں بدون کسی عذر کے کچھ جنایات کریگا۔ ان کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور عذر والے جیسا اختیار اسکو نہ ہوگا (زبدہ) مسئلہ۔ اگر بہ سبب مفلسی کے کفارہ میسر نہ آئے تو اسکے ذمہ واجب رہتا ہے (زبدہ) یعنی جس نے بلا عذر کے ایسی جنایت کی جس پر کفارہ دم یا صدقہ تھا بلا تخییر کے لازم ہوا تو جب میسر آوے دیدے۔ اس دم یا صدقہ کے بدلے بہ سبب عدم موجودگی کے روزہ رکھنے کا اختیار نہیں ہے کہ یہ جنایت بلا عذر کی ہے۔

مگر ظہیریہ میں لکھا ہے کہ اگر دم اور صدقہ دینے سے بوجہ مفلسی کے عاجز ہے تو روزے رکھنے بھی جائز ہیں لیکن بحر الرائق نے اس قول کو ضعیف لکھا ہے اور مولانا مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھی نے اپنی بیاض میں لکھا ہے کہ سید محمد امین بن حسن میر غنی نے اپنے رسالہ میں معتبر کتابوں کی نقل سے ثابت کیا ہے کہ روزے رکھنے بھی جائز ہیں۔ بوقت عدم قدرت دم کے۔ اس عاجز کے پاس وہ تحقیق موجود ہے اور علماء کو دکھائی گئی تو بہت پسند فرمائی۔ مخدوم صاحب کی بیاض کے باب الحج میں درج ہے اور بحر الرائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں علامہ ابن عابدین شامی نے بھی سید میر غنی کی تحقیق کی طرف اشارہ کیا ہے[علہ]۔

علہ وہ یہ ہے وقد ذکرہ العلامہ زین الدین ابن نجیم فی البحر و العلامہ رحمۃ اللہ سندھی فی منسکہ ان المحرم اذا ارتکب المحظور علی وجہ الکمال من غیر عذر و ضرورۃ فعلیہ الدم ولا یجزیہ الصوم عند عجزہ عن الدم قلت بل المقرر المنصوص

(باقی ص ۳۸۵ پر)

مسئلہ۔ اگر کوئی عذر سے کچھ محظور کرے تو لازم ہے موضع ضرورت سے تجاوز نہ کرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۴ کے بعد) علیہ فی کثیر من کتب المذھب المعتبرۃ اجزاء الصوم
عند العجز من الدم قال فی الاسرار للشیخ الاجل الامام ابی زید الدبوسی قال
علمائنا فی کفارۃ الحلق واللبس والطیب والقصر اذا وجبت عن عذر کان المکفر فیہا
بالخیار بین النسک والصدقۃ والصیام واذا وجبت عن عمد وجبت علی ترتیب
الھدی اولا فان لم یجد فالصدقۃ فان لم یجد فالصیام وقال بتخییر المکفر عن الحلق
فی الحالین ویترتب علیہ الوجوب من اللبس والطیب فی الحالین انتہی۔ وفی المحیط البرھانی
فی نوع اللبس من الفصل الخامس وان لبس ما لا یحل لبسہ من غیر ضرورۃ اراق لذلک
دمًا وان لم یجد صام ثلثۃ ایام ثم ذکر بعدہ فی نوع الحلق وفی الاصل حلق المحرم راسہ
لغیر عذر اراق دما وان لم یجد صام ثلثۃ ایام وان فعل ذلک بعذر یتخیر بین
الکفارات الثلثۃ علی ما مر انتہی۔ وذکر فی الذخیرۃ ایضا مثل ما ذکرہ فی نوع
اللبس وذکر فی الظہیریۃ ومنسک الفارسی مثلہ فی الملتقی ویلبسہ ما لا یحل لبسہ بغیر
ضرورۃ یلزمہ دم ولفقرہ صوم ثلثۃ ایام انتہی۔ وھذہ نصوص صریحۃ فی اجزاء الصوم
عند العجز عن الدم۔ واما تضعیف ابن نجیم کلام الظہیریۃ بما نقلہ عن الامام الاسبیجابی
فلیس بصحیح اذ لیس فی کلامہ صریحا ما یخالف ما فی الظہیریۃ بل ھو موافق لہا علی
ما بینہ قال الاسبیجابی فی شرحہ لمختصر الطحاوی فی باب ما یجتنبہ المحرم فان لبس المخیط
یوما کاملا من غیر ضرورۃ فعلیہ لذلک دم لا یجزیہ غیرہ الی ان قال وان فعل ذلک لعلۃ
او ضرورۃ فعلیہ احد الکفارات ثم ذکر مثلہ فی الحلق ایضا فنقول مثل ھذہ العبارۃ موجودۃ
فی غیرھا کالکافی للحاکم الشہید والمبسوط للسرخسی وغایۃ البیان شرح الھدایۃ
والبدائع والتجرید لا بی الفضل الکرمانی حیث قالوا واما اذا فعل ذلک

(باقی صفحہ ۳۸۶ پر)

مثلا جو ٹوپی سے دفع ضرورت ہو عمامہ نہ باندھے اگر عمامہ باندھیگا تو گناہ ہوگا۔ دوسرا کنارہ

(بقیہ حاشیہ ص ۳۸۵ کے بعد) من غیر ضرورۃ یتعین فیہ الدم ولا یجزیہ الصوم انتہی۔ فقول الاسبیجابی وغیرہ فعلیہ لذالک دم لا یجزیہ غیرہ کلام مطلق قابل للتقیید بما اذا کان قادراً وما فی الظہیریۃ والاسرار والمحیط وغیرھا صریح فی جواز الصوم عند العجز۔ وقد تقرر فی کتب الاصول ان المطلق یحمل علی المقید فی الادلۃ فیما اذا اتحد الحکم والحادثۃ فکیف فی الروایات ومما یدل ایضا علی ان کلام الامام الاسبیجابی ومن وافق فی الاطلاق محمول ما اذا کان قادراً انہم قالوا اذا فعل ذلک بعذر فعلیہ ای الکفارات الثلاث شاء ولا شبھۃ فی ان التخییر بین الکفارات الثلثۃ انما یتصور من الغنی القادر واما الفقیر العاجز فیتعین فی حقہ الصوم لانہ لا قدرۃ لہ علی غیرہ وجھد المقل دموعہ فان قلت قدمت عن الاسرار ان الکفارات اذا وجبت عن عمد وجبت علی ترتیب الھدی ثم الصدقۃ ثم الصیام والذی تقدم عن المحیط والظہیریۃ وغیرھما وجوب الدم اولا فان لم یجد فصیام ولم یذکروا الصدقۃ فکیف التوفیق بین الکلامین قلت الظاھر ان الغالب ان من لم یجد الدم لا یجد الصدقۃ فقالوا بجواز الصوم عند عدم الدم بناءً علی الغالب والذی فی الاسرار بنا علی الامکان وحقیقۃ الامر فلا تدافع ۔ نقلتھا من رسالۃ الوھم فی جواز الصوم عن الدم سید محمد امین ابن حسن میرغنی الحینی الکی الحنفی من علیہ۔ اور اس اشعت العباد نا قل نے نقل کیا بیاض نصف الاول فقیہ محقق والمحدث مخدوم محمد ہاشم صاحب ٹھٹوی سندھی سے قدس سرہ۔ اور اسی رسالہ سے صاحب ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری نے حاشیہ علی شرح العلامہ ملا علی قاری میں تحقیق نقل کی ہے جو بندہ کے پاس موجود ہے۔ اس حاشیہ کا مصنف حسین بن محمد سعید عبد الغنی المکی الحنفی ہے۔ شرح اللباب کے صفحہ ۲۳۳-۲۳۴ پر ہے۔ (حاشیہ تمام ہوا)

دینا نہیں آئیگا۔ مگر جو عمامہ بغیر ٹوپی کے (بلا ضرورت) چوتھائی سر کے قدر ڈھک دے تو اس کا کفارہ جُدا واجب ہوگا (زبدہ) دُوسرے کفارہ کا لزوم اس شرط پر ہے کہ جس جگہ سر پر ٹوپی ضرورت سے پہنی ہے اور جو حصّہ سر پہ خالی پڑا تھا اس پہ عمامہ غیر ضرورت کے باندھا تو ٹوپی کی جزا ضرورت کی وجہ سے جُدا لازم ہو گی۔ اور عمامہ کی جزا۔ بغیر ضرورت کی وجہ سے جُدا لازم ہو گی جیسا اوپر لباس پہننے کی جنایت کے بیان میں گزرا۔ پس چوتھائی سر کے ڈھکنے سے دم اور کم میں صدقہ ہو گا (نامی)۔

افسادِ حج و عُمرہ کا بیان

مسئلہ۔ جماع قبل اور دبر آدمی سے قدر حشفہ کے غائب ہو جائے اگرچہ انزال نہ ہو۔ سوتے سے ہو یا اکراہ سے یا عورت نے ذکر حمار کا یا کٹا ہوا ذکر آدمی یا غیر آدمی کا اپنے فرج میں داخل کر لیا۔ اگر یہ فعل قبل وقوف عرفہ کے ہے (اور فاعل و مفعول دونوں یا ایک احرام میں ہوں تو محرم کا) حج فاسد ہو گیا (زبدہ) **مسئلہ۔** پس سب افعال حج کے بجا لائے (اور حلال ہو) جیسے صحیح حج میں کرتے ہیں اور (فساد کے بعد جب تک افعال حج بجالا کر حلال نہ ہو) محظورات سے بچے۔ اگر کوئی محظور کرے گا تو کفارہ اس کا دے گا اور دم افساد حج کا دینا واجب ہو گا اور (بلا تاخیر) اگلے سال (حج) قضا کرے۔ اگرچہ حج نفل ہی ہو۔ کیونکہ شروع کرنے سے واجب ہو گیا ہے (زبدہ) [عله] **مسئلہ۔** اور بدون بجالائے افعال حج کے احرام سے نہیں نکل سکتا ہے اور پھر قضا میں زوجہ سے جُدا ہونا واجب نہیں۔ مگر جو پھر خوف وقوع جماع کا ہو تو احرام کے وقت سے جُدا ہو لینا مستحب ہے (زبدہ) **مسئلہ۔** بعض نے جو اس سے پہلے مسئلہ

عله ای سنة آتیة شرح وعلیه قضاء الحج من قابل ای ولو نفلا لوجوبه بالشروع ۱ ص۲۳ ارشاد الساری۔

کے متعلق لکھا ہے کہ حج فاسد کا حکم بھی فوت شدہ حج کی طرح ہے کہ عمرہ کے افعال کر کے فاسد حج کے احرام سے حلال ہو جاوے۔ لیکن یہ قول غلط ہے صحیح وہی ہے جو سب کتابوں میں منقول ہے[عله]۔ **مسئلہ** اگر حج کا احرام باندھا پھر اس کو فاسد کیا یعنی وقوف عرفات سے پہلے جماع کیا اور پھر وہ حج فوت ہو گیا تو اس پر جماع کرنے کی وجہ سے ایک دم ہے اور فوت ہونے سے افعال عمرہ بجا لا کر حلال ہو جاوے کیونکہ افعال حج کرنے کا وقت نہیں رہا[عله۲]۔ **مسئلہ** مگر ان تین صورتوں میں بغیر افعال حج کے بھی احرام سے باہر آسکتا ہے۔ ایک یہ کہ حج فوت ہو جائے تو افعال عمرہ بجا لا کر احرام سے باہر ہو۔ دُوسرا احصار میں فقط دم حرم میں بھیج کر ذبح کرانے سے حلال ہو جاتا ہے۔ تیسرا دو حج یا دو عمروں کو ایک احرام میں جمع کرنے سے یا مکّی یا حلی نے حج اور عمرہ کو ایک احرام میں جمع کیا ہو تو ان صورتوں میں محرم پر واجب ہے کہ ایک حج یا ایک عمرہ کو چھوڑ دے۔ پس دو حج یا عمروں کے جمع میں فقط ایک کے افعال شروع کرنے سے دُوسرا چھوٹ جائیگا اور حج اور عمرہ کے جمع میں اگر حج کو چھوڑنا ہو تو عمرہ کے افعال بجا لا کر جب حلق کرے تو اسمیں احرام حج کے چھوڑنیکی نیّت سے حلق کرے۔ اور اگر عمرہ کو چھوڑنا ہو تو اسکے افعال کرنا تو ترک کر دے جب

عله قال فی البحر و من جعل حکم من فسد حجہ کفایت الحج یات بجرج بافعال العمرۃ لا بافعال الحج فھو غلط لان الروایۃ مصرحۃ فی سائر من الکتب ان الفسد حجہ یمضی فی الحج کما یمضی من لم یفسدہ و صرح بعضھم بحتم ذلک فعلم ان فاسد الحج یمضی فیہ ولا یتحلل بافعال العمرۃ بخلاف الفائتۃ ۔

انتہٰی شرح اللباب صـ۲۲۷ و کبیر ۔

عله۲ فلو اھل بحج ثم افسدہ بالجماع قبل الوقوف ثم فاتہ الحج فعلیہ دم للجماع و یحل بالعمرۃ لان الفاسد معتبر بالصحیح (بحر الرائق صـ۶۳)

وقوف عرفات کریگا تو عمرہ از خود چھوٹ جائیگا اور دم رفض لازم ہو گا اور چھوڑے ہوئے حج یا عمرہ کی قضاء کرنی بھی واجب ہو گی۔ ان مسائل کی زیادہ تحقیق اُوپر جمع احرامین کے بیان میں بالتفصیل دیکھ لی جاوے (حیات) **مسئلہ**۔ وقوف عرفہ سے پہلے جماع کرنے سے حج فاسد ہوتا ہے باطل نہیں ہوتا اس لیے اسی سال میں اگر فاسد کرنے کے بعد اور قبل فراغ حج فاسد کے قضاء کی نیت کریگا تو وہ نیت لغو اور غیر صحیح ہے[عله]۔ اور حج فاسد بدستور قائم رہیگا۔ جب تک کہ اس سے فارغ نہ ہو۔ اس لیے کہ اس سال میں تو فاسد حج کے افعال بجالا کر فارغ ہو اور آئندہ سال اس فاسد حج کی قضا کرے (اللباب وشامی) یعنی فقط حج کی قضا کرے اور افساد کی وجہ سے عمرہ نہیں کرنا پڑیگا اور اگر قضاء حج کو پھر فاسد کیا تو فقط ایک حج کرنا لازم ہو گا۔ یعنی پھر تیسرے سال ایک صحیح حج کرنا ہو گا۔ البتہ جو جنایات قضاءِ حج میں کی ہوں گی تو وہ دینی پڑیں گی (غنیہ) **مسئلہ**۔ جاننا چاہیئے کہ حج اور عمرہ کا مفسد فقط جماع ہے ایسا ہی احرام کا مفسد بھی یہی جماع ہے۔ البتہ فاسد حج وعمرہ کے افعال جو کیے جاویں گے وہ اس فاسد احرام سے ہی کرنے ہوں گے جیسا حج واحرام۔ کیونکہ افساد سے وصف فرضیت کا افساد مراد ہے اور نفل حج وعمرہ میں بھی ویسا ہی نقصان غلیظ واقع ہے اس لیے ان کی تکمیل کے لیے بھی قضا لازم ہوتی ہے۔ باقی مبطل حج وعمرہ واحرام کا سوائے ردت کے (اسلام سے پھر جانا) اور کوئی چیز نہیں (عیاذ باللہ) (حیات) **مسئلہ**۔ حج کی قضاء کے واجب ہونیکے چار سبب ہیں[عله۲]۔

عله فلو اهل بحجة اخرى ينوى قضاء قبل اداء فهى هى ونيته لغو لا تعم مالم يفرغ من الفاسد (رد المحتار)

عله۲ الموجبة لقضاء الحج اربعة (الفوات) اى فوت الوقوف (و الاحصار) اى من الوقوف فانه فى حكم الفوات ولو كان فرق بينهما فى التحلل عن احرامهما (والافساد)

(باقی صفحہ ۳۹۰ پر)

ایک حج کا فوت ہو جانا یعنی وقوف عرفات کا وقت نہ ملے۔ دُوسرا احصار یعنی عرفات پر جانے سے کہیں راستہ میں رکاوٹ ہو جاوے اس کا حکم بھی حج فوت ہو جانے کی طرح ہے۔ مگر دونوں کی کیفیت تحلیل میں فرق ہے۔ تیسرا حج کو جماع کر کے فاسد کرنا۔ اگرچہ فساد کی صورت میں اسی احرام سے فاسد حج کے افعال صحیح حج کی طرح پورے کرنے پڑتے ہیں۔ چوتھا حج کا احرام باندھ کر چھوڑنا (بطریق رفض) پس ان صورتوں میں اس پر ان کی قضا واجب ہے کہ اسکی بجائے دُوسرا حج کرے بالاتفاق اور قضا کے سقوط کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ جہاں سے پہلا احرام باندھ کر آیا تھا وہاں جا کر احرام باندھے اور مکہ مکرمہ میں ہے تو باہر آفاق کے میقات پر احرام کے لیے جانا ضروری نہیں۔ بلکہ مکی کے لیے ہے۔ پس احرام کے لیے جانا منع ہے۔ کیونکہ اس کا میقات اب مکہ والوں کا ہے۔ ہاں اگر باہر کہیں آفاق میں جا کر رہا ہو تو جب حج کو آوے تو وہاں کے میقات سے احرام باندھ کر آنا ہوگا۔ کیونکہ میقات سے بغیر احرام تجاوز کرنا ممنوع ہے (اللباب وشرحہ)۔

تنبیہ: اور میقات پر احرام کے لیے عود اس وقت واجب ہے جبکہ بغیر احرام کے میقات پر سے تجاوز کیا ہو (کبیر)۔

مسئلہ عجیبہ: جس نے اپنا حج فاسد کیا جماع کر کے تو علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ اس کو آئندہ سال قضا کرے اور کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اسکو اس سال میں قضا کرے ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے بایں طور کہ وہ افساد حج کے بعد محصور ہو جاوے۔ اس کے بعد

(بقیہ حاشیہ ص۳۸۹ کے بعد) ای بالجماع ولو کان یلزمہ اتیان بقیۃ افعال الحج (والرفض) ای رفض احرام الحج بعد احرامہ سایقا فانہ یجب علیہ قضاء الثانی بالاتفاق وزاد فی الکبیر ولا یشترط لسقوط القضاء احرامہ من حیث احرم اولا دلا من المیقات وانما یجب احرام من المیقات مطلقا (شرح ص۲۸۵ للباب)

دم دے کر حلال ہو جاوے پھر اس کا احصار دور ہو جاوے۔ تو اگر اس کو وقت حج کرنے کامل سکے پھر از سر نو احرام حج کا بہ نیت قضا حج فاسد کے باندھا اور وقوف عرفہ بھی پالیا تو یہ حج اس کا قضا فاسد حج سے واقع اور جائز ہو جائیگا اور کوئی صورت نہیں ہے۔ قضا کرنے کی اس سال جس میں اس نے حج فاسد کیا مگر اسی صورت میں اور یہ بھی امام ابی حنیفہؒ کے قول کی بنا پر متصور ہو سکتا ہے بخلاف صاحبینؒ کے۔ جیسا کہ علماء پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے اور اسی طرح حکم ہے اس صحیح حج کا جس نے اپنا حج فاسد نہیں کیا جبکہ وہ محصور ہو جاوے پھر دم دیکر حلال ہو جاوے پھر جا کر حج کرے۔ اور یہی حکم ہے عورت اور غلام کا جبکہ عورت کا خاوند عورت کو اور آقا غلام کو (حق عبد میں) حلال کرے۔ پھر از سر نو احرام حج کا باندھیں اور حج بھی پالیں تو سب ائمہ کے نزدیک انکا حج ہو جائیگا۔ اس میں صاحبینؒ کا اختلاف نہیں ہے جو کہ علماء پر پوشیدہ نہیں ہے (یہ مسئلہ اسی کتاب (کبیر) کے خواص میں سے ہے (کبیر)[علہ]

علہ مسئلہ عجیبہ وهی من افسد حجه بالجماع صرحوا بانه یقضیه من قابله وهل یتصور من عامه ذلك نعم یمکنه ذلك وذالك بان یحصر بعد الافساد فیتحلل بالدم ثم زال حصاره وامکنه ادراك الحج فاحرم به ثانیا وادرك الوقوف بعرفة فانه یجوز حجه ویقع قضاء عما افسده ولیس یتصور القضاء فی العام الذی افسده الحج فیه الا فی هذه المسئلة ولا یتصور ذالك فی الحج الا علی قول ابی حنیفة رض خلافا لهما۔ کما لا یخفی وكذالك حكم الصحیح الذی لم یفسد حجه اذا احصر فتحلل ثم حج وكذالك المرأة والمملوك حللهما الزوج والمولی ثم احرما بالحج ثانیا وادرکا مسئلتهما یتصور عند الکل کما لا یخفی فانها من خواص هذا المنسك والله اعلم۔

جامع المناسك مشهور منسك کبیر۔ مولانا رحمة الله سندهی نے

تنبیہ۔ یہ اوپر کہا گیا کہ مرد نے اپنی عورت کو حلال کیا، یہ حکم تحلیل کا اسوقت ہے جبکہ عورت نفل حج کا احرام باندھے اور مرد اس کو حق عبد میں محصورہ ہونیکی وجہ سے حلال کرے۔ زیادہ تفصیل احصار کے بیان میں آئیگی **مسئلہ۔** اور جو بعد وقوف عرفہ کے یہ حرکت ہو اگرچہ پہلے حلق اور طواف زیارت سے ہے تو بدنہ دے اگر بعد حلق کے قبل طواف ہے یا بعد طواف قبل حلق تو دم دینا واجب ہے (زبدہ) لیکن حج فاسد نہ ہوگا۔ مگر بعض محققین نے فرمایا ہے کہ بعد حلق کے اور طواف زیارت سے پہلے جماع کرنے سے بھی بدنہ لازم ہوگا (حیات) اور طواف کے بعد حلق سے پہلے جماع کرنے میں بالاتفاق دم ہے۔

(ناقل) **مسئلہ۔** حلق کرنے اور طواف زیارت کے بعد جماع کرنیسے کچھ لازم نہیں ہوتا۔ اگرچہ حج کی سعی بھی نہ کی ہو (غنیہ) کیونکہ اب محظورات کرنے اسکو مباح ہیں **مسئلہ۔** اور اگر قارن قبل طواف عمرہ اور وقوف عرفہ سے جماع کرے تو حج اور عمرہ دونوں فاسد ہوگئے۔ دم قران ساقط ہوگا اور دو دم ترک دو نسک (حج عمرہ) کے دینے واجب ہونگے اور سارے افعال (عمرہ و حج) کے بجالاکر دونوں احراموں سے باہر آئے جیسا اوپر معلوم ہوا (زبدہ) **مسئلہ۔** اور جو (قارن) بعد طواف عمرہ اور وقوف عرفہ کے حلق (اور طواف زیارت) سے پہلے (جماع) کیا تو بدنہ اور دم دیگا (دم عمرہ کے احرام کی وجہ سے اور بدنہ حج کے احرام میں ہونیکا) اور دم قران بھی دیگا (زبدہ) **مسئلہ۔** اور اگر بعد حلق (قبل طواف زیارت) کے کیا تو ایک دم دیگا اور دم قران بھی دینا ہوگا (زبدہ)۔

اس صورت میں دو دم لازم ہوتے ہیں کیونکہ قارن بعد حلق اور قبل طواف زیارت کے حق نساء میں حلال نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے دو دم لازم ہوتے ہیں علاوہ دم قران کے جیسا اوپر سوق ہدی کے بیان میں گزرا (ناقل) ان سب صورتوں میں جبکہ قران صحیح ہو تو دم

۱؎ ولو جامع بعد طوف العمرۃ وبعد الوقوف قبل الحلق وقبل طواف الزیارۃ کلہ لغنیہ ص ۳۹۳

قران بھی دینا ہوگا۔ مسئلہ۔[عله] اگر قارن نے عمرہ کے طواف کرنے کے بعد اور وقوف عرفہ سے پہلے مجامعت کی تو حج اس کا فاسد ہو جائیگا اور عمرہ فاسد نہ ہوگا اور اس پر دو قربانیاں واجب ہونگی اور قران کی قربانی اس سے ساقط ہو گی اور وہ آئندہ سال حج قضا کرے (ہندیہ) مسئلہ۔ اور چار شوط طواف عمرہ سے پہلے جماع کرنا مفسد عمرہ کا ہے اور دم واجب ہوگا۔ اور افعال عمرہ کے بجالا کر احرام سے نکلے اور عمرہ قضا کرے اور اگر بعد چار شوط کے ہے تو دم دے (اللباب) طواف عمرہ کے بعد اور سعی عمرہ سے پہلے جماع کرے تو بھی یہی حکم ہے۔
مسئلہ۔ جس صورت میں محرم نے جماع کیا تو اس کا وہ احرام بھی فاسد ہو جائیگا۔ البتہ جو افعال اس فاسد حج یا عمرہ کے پورے کرنے ہونگے وہ اسی فاسد احرام ہی سے کرے مگر جب حلق کرے اس فاسد احرام سے حلال ہوگا۔ اس کے بعد حج فاسد یا عمرہ کی قضا کرنی ہو گی تو اس وقت ان کے لیے جدید احرام باندھنے کی ضرورت ہو گی۔ یہ فاسد احرام کافی نہ ہوگا (حیات) مسئلہ۔ اگر پھر قضا حج کو جماع سے فاسد کیا تو پھر مفسد کی قضا

(بقیہ حاشیہ ص۳۹۲ کے بعد) او اکثرہ لم یفسد الحج ولا العمرۃ ولا یسقط عنہ دم القران وعلیہ بدنۃ للحج وشاۃ للعمرۃ وبعد الحلق قبل طواف الزیارۃ کلہ او اکثرہ شاتان کما قدمنا فبیل فصل لا تمتع ولا قران وقیل بدنۃ للحج وشاۃ للعمرۃ وقال الوبری بدنۃ للحج ولا شیئ للعمرۃ والذی یظہر انہ الصواب فتح ولو لم یحلق حتی طاف للزیارۃ اربعۃ اشواط ثم جامع قبل الحلق فعلیہ شاتان (غنیۃ ص۱۲۵)

سه والقارن یحل منہ فی کل شیئ الا فی حق النساء کاحرام الحج (غنیہ ص۱۱۷)

عله قال فی رد المحتار وعلیہ فاذا حلق ثم جامع قبل الطواف لزمہ دم واحد لو متمتعا ودمان لو قارنا ۔اھ غنیہ ص۱۱۷

تنبیہ۔ فی التبیین القارن اذا جامع بعد الوقوف یجب علیہ بدنۃ للحج وشاۃ للعمرۃ وبعد الحلق قبل الطواف شاتان (غنیہ ص۱۱۷)

کرنی لازم نہ ہوگی۔ فقط ایک حج کی قضا صحیح کرنی لازم ہوگی۔ جیسا اوپر گذرا۔

جماع سے بدنہ واجب ہونے کی تین شرطیں

پہلا یہ کہ وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا جاوے۔ **دوسرا** یہ کہ طواف زیارت اور حلق دونوں سے پہلے جماع کرے عند الجمہور۔ لیکن بعض محققین کے نزدیک طواف اور حلق سے پہلے ہو یا فقط طواف سے پہلے اور حلق کے بعد ہو تو بھی بدنہ ہے **تیسرا** یہ کہ جماع ایک دفعہ کر کے دوبارہ کیا تو ہر ایک (فاعل اور مفعول) پر پہلی دفعہ کی وجہ سے بدنہ اور دوسری بار جنایت کرنے سے دم لازم ہوگا (غنیہ ص۱۲۵ ؎) **مسئلہ**۔ غیر بالغ یا مجنون نے وقوف عرفات سے پہلے جماع کیا تو ان کا حج بھی فاسد ہو جائیگا۔ اگرچہ ان پر جنایت اور قضا لازم نہ ہوگی۔ اگر کسی احرام والی عورت سے غیر بالغ اور مجنون نے جماع کیا تو عورت کا حج بھی فاسد ہو جائیگا اور صبی و مجنون کا حکم حج میں اس طرح ہے جیسے کہ غیر مکلف سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اگرچہ اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہوتا ایسے ہی کھانے پینے

؎ (۱) الا ان الصبی والمجنون لا جزاء علیهما ولا قضاء وکذا لا معنی علیهما فی احرامهما الا انه یؤمر بمضیه وقضائه استحبابا (۲) او جامعها صبی او مجنون لسد حجها (غنیہ ص۱۲۴) (۳) ولو جامع مرارا قبل الوقوف فی مجلس واحد امرأة واحدة او اکثر فعلیه دم واحد وان اختلف المجالس فلکل مجلس دم علی حدة عندهما وقال محمد دم واحد ما لم یکفر للاول (۴) ولو جامع فی مجلس آخر ونوی به رفض الفاسد فعلیه دم واحد فی ترکهم جمیعا ولا یلزمه بالثانی شیء مع ان نیته الرفض باطلة لانه لا یخرج عنه الا بالاعمال بخلاف ما اذا کان مأمورا بالرفض کالمحصر بمرض او عدو فانه بذبح الهدی یحل ویرتفض احرامه وکذا لو تعدد الجماع بعد الاول بقصد الرفض فعلیه دم واحد ولو فی مجالس او مع نسوة ولا فرق بین الحج والعمرة فی جمیع ما ذکرنا (غنیہ ص۱۲۴)

سے اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا کرنی واجب نہیں ہوتی (فافہم) **مسئلہ**۔ احرام والے نے وقوف عرفات سے پہلے ایک ہی مجلس میں دو چار دفعہ جماع کیا ایک عورت سے یا دو تین سے تو اس پر ایک ہی دم ہے اور اگر مختلف مجالس میں کیا تو ہر ایک مجلس کے لیے جُدا جُدا کفارہ دینا ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک دم ہے۔ بشرطیکہ پہلی مجلس کا کفارہ نہ دیا ہو اور اگر دُوسری مجلس میں حج فاسد کے چھوڑنیکے ارادہ سے جماع کیا تو اس پر ایک دم ہے بالاتفاق۔ دُوسری بار سے اور کچھ لازم نہ ہوگا۔ باوجود اس بات کے کہ رفض کی نیت باطل ہوگئی اور احرام سے بغیر اعمال ادا کیے نہیں نکل سکتا۔ بخلاف مامور بالرفض کے جیسے محصر جو ذبح سے حلال ہو کر احرام کو چھوڑ چکا ہو (غنیہ)۔

احرام اور حد حرم میں شکار کی جنایات کا بیان

مسئلہ۔ اگر محرم شکار خشکی کا (جس کا تولد خشکی میں ہو۔ اگرچہ رہتا دریا میں ہو جیسے بطخ ہے) مثلاً قتل کرے یا دلالت اشارت سے قاتل کو بتائے۔ اگر قاتل اس کے کہنے کو جھٹلائے نہیں اور پہلے اس کے بتلانے سے جانتا بھی نہ تھا اور قاتل نے اس شکار کو قتل کیا۔ اگر اسی جگہ ہو جہاں بتلایا گیا تھا اور محرم وقت قتل کے احرام میں ہی ہو تو جزا واجب ہوگی (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر کئی بار قتل یا اشارہ کریگا تو جزا ہر دفعہ کی جُدا دیگا۔ بھولنا اور خطا وغیرہ حالات اسمیں برابر ہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اگر محرم اعانت قتل کی کرے کسی طرح جیسے مثلاً چھری یا نیزہ پکڑائے یا حکم قتل کا قاتل کو کرے تو بھی جزا دیگا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو شکار دریا میں پیدا ہوا اگرچہ خشکی میں رہتا ہو جیسے کنار دریائی اور بینڈک اور گیکڑا اور ناکو اور کچھوا اور سوائے اس کے کہ اگرچہ کھانا اس کا حلال نہ ہو شکار کرنا جائز ہے (زبدہ) دریائی جانوروں کا شکار اگرچہ حد حرم میں ہو جائز ہے۔ کیونکہ آیۃ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ اور حدیث ھو الطھور ماءہ والحل میتہ عام ہے۔ اسی طرح شافعیہ نے بھی تصریح کی ہے (شامی۔ شرح اللباب) دریائی کتا جس سے جند بید ستر

نکالتے ہیں وہ تو دریا اور تالابوں کے نزدیک جنگل میں زمین کے اندر گور کھود کر اسمیں بچے جنتے ہیں اور دریا تالابوں میں سے اکثر رات کو مچھلی پکڑ کر کھاتے ہیں رات دن پانی میں نہیں رہتے نہ پانی میں پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ ہمارے یہاں سندھ میں کثرت سے ہوتے ہیں جن کو سندھی میں (لدھڑہ) کہتے ہیں تو ان کا شکار کرنا خشکی کے شکار کی طرح ممنوع ہوگا (واللہ اعلم، ناقل) **مسئلہ**۔ اور خشکی کے شکار کرنے میں اگرچہ حرام ہو جیسے خنزیر مثلاً جزا واجب ہوتی ہے۔ مگر بھیڑیا اور کوّا (بقع[1] جیفہ خور) سوائے عقعق کے (جو خالط حبہ اور جیفہ ہو) اور چیل اور بچھوّ اور سانپ اور چوہا اور کتا اگرچہ وحشی ہو اور بلی گھریلو اور چیونٹی اور پسو اور چیچڑی اور پروانہ اور مکھی اور چھپکلی اور بھڑ اور نیولا اور سب ہوام (زہریلے جانور) اور جو حیوان غیر ماکول کہ حملہ کرے اور بدون قتل کے دفع نہ ہوسکے ان سب کے قتل میں کچھ نہیں آتا اور جو چیونٹی ایذا نہ دے اور ایسا ہی جو چیز کہ ایذا نہ دے اس کا قتل جائز نہیں اگرچہ قتل سے جزا واجب نہ ہو (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر حیوان غیر ماکول (شکار نے) حملہ نہ کیا یا کیا مگر بدون قتل دفع ہو سکتا ہے اور پھر بھی مار ڈالا۔ اگر کسی کا مملوک نہ ہو تو جزا دینی ہوگی۔ مگر بکری کی قیمت سے زیادہ دینا نہیں آتا اگرچہ ہاتھی ہو۔ (زبدہ) شرح اللباب میں لکھا ہے کہ غیر ماکول جانور نے محرم یا حرم میں حلال پر حملہ کیا۔ پس انہوں نے اس کو قتل کیا تو اس پر کچھ جزا نہیں آتی۔ نزدیک ائمہ اربع بخلاف زفرؒ۔ اور محیط اور منتقی میں ہے کہ اگر حملہ کرنیوالے جانور کا دفع کرنا بغیر کسی ہتھیار وغیرہ کے ممکن ہو پھر بھی قتل کیا تو جزا لازم ہوگی اور اگر ابتدا رہی میں اس نے حملہ نہ کیا ہو ایسے ہی اسکو

---

[1] البقع الغراب الذی یاکل الجیفۃ غیر العقعق (و ھو الاصم عینی) لانہ یجمع بین الحب والجیفۃ فکان کالدجاجۃ وقد اعلھا علیہ الصلوٰۃ والسلام وھی قد تخلط نہایۃ۔

قتل کیا تو بالاتفاق جزا لازم ہوگی۔ باقی ان کے مارنے سے جزا لازم نہیں ہوتی وہ حملہ کریں یا نہ کریں ان کے قتل سے مطلقاً جزا لازم نہیں ہوتی بہ سبب شرعاً منصوص ہونے کے جو اوپر لکھے گئے جیسے بھیڑیا اور چیل وغیرہ (ناقل) **مسئلہ**۔ اور جو یہ جانور (کسی کا مملوک ہو یا اونٹ وغیرہ ماکول جانور نے حملہ کیا اور محرم نے قتل کیا تو مالک کو قیمت دلائی جائے گی۔ جہاں تک پہنچ جائے اگرچہ بکری کی قیمت سے زیادہ ہو (زبدہ) اونٹ کی قیمت تو مالک کو پوری دیجائیگی اور محرم پر جزا محظور وغیرہ کچھ نہیں کہ وہ شکار نہیں ہے اگرچہ حملہ نہ کرے۔ اور جو جانور شکار مثل نیل گائے اور بارہ سنگھا وغیرہ کے اور کسی کے پلے ہوئے مملوک ہوں تو ان کی قیمت مالک کو تو پوری دلائی جائیگی اور جزا اس کے علاوہ دینی ہوگی (ناقل)

مسئلہ۔ یہ قانون یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شکار حرام گوشت والا کسی کی ملک ہو یا کسی کی ملک میں نہ ہو تو اس کی جزا میں بکری کی قیمت سے زیادہ نہ دی جائے گی۔ مگر مالک کو پوری قیمت دلائی جائیگی اور حلال گوشت والے شکار کی جزا میں پوری قیمت دیجائیگی جتنی بھی ہو جائے۔ اگر کسی کی ملک میں ہو تو اس کے مالک کو بھی پوری قیمت دلائی جائیگی (غنیہ) **مسئلہ**۔ قارن اگر شکار کو قتل کرے یا کسی کو حکم یا اشارہ کرے تو اس پر دو چند جزا لازم ہوگی (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور محرم کو ذبح کرنا بکری کا اگرچہ پالا ہوا ہو اور گائے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا جائز ہے اور جنگلی بط شکار ہے اسکو شکار کرنے سے جزا واجب ہوگی (زبدہ) **مسئلہ**۔ احرام والا اگر حرم سے باہر یا حرم کے اندر شکار کو ذبح کرے تو وہ مردار ہوگا۔ اس لیے کہ محرم بوجہ احرام کے اس کا اہل نہیں ہے اور بے احرام شخص اگر حرم کا شکار ذبح کرے تو کھانا جائز نہیں (ہندیہ)

مسئلہ۔ اور اگر حلال نے شکار کیا حل کا اور حل ہی میں ذبح کیا۔ اگرچہ محرم کے ہی واسطے شکار کیا ہو۔ اگر محرم نے دلالت یا اعانت کسی طرح کی یا امر نہ کیا تھا تو محرم کو یہ

شکار کھانا جائز ہے۔ اگر ان (باتوں) میں سے کچھ کیا ہو تو محرم کو کھانا جائز نہیں مگر حلال کو درست ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور ہرن وغیرہ پلا ہوا شکار ہے اس کے قتل سے جزا اور دوسری قیمت مالک کو دینی ہوگی (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اونٹ جو متوحش ہوگیا ہو شکار نہیں (زبدہ) ایسا ہی اور جانور گائے گھوڑا وغیرہ کا حکم ہے جو اصل میں شکار نہیں ہیں۔ اگرچہ جنگل میں بھاگ کر متوحش ہو جائیں۔ ان کے مارنے سے جزا لازم نہ ہوگی البتہ ان کے مالک کو قیمت دینی پڑیگی (نافل) **مسئلہ**۔ اور (شکار کا) قتل اگرچہ حالت اضطرار میں ہو جب بھی جزار واجب ہے (زبدہ)۔

یا ایها الذین امنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة او کفارة طعام مساکین او عدل ذالک صیاما لیذوق وبال امره ط عفا الله عما سلف ط

اے ایمان والو! وحشی شکار کو قتل مت کرو کہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں اسکو جان بوجھ کر قتل کریگا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں خواہ وہ پاداش، خاص چوپایوں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مسکین کو دیدیا جائے اور خواہ اسکے برابر روزے رکھ لیے جائیں تا کہ اپنے کیے کی شامت کا مزہ چکھے۔ اللہ تعالے نے گذشتہ کو معاف کر دیا۔ (ترجمہ حضرت مرشدی قدس سرہٗ تھانوی)

مسئلہ۔ جزا شکار کی یہ ہے کہ دو عادل آدمی اور اگر ایک عادل ہو تو بھی کافی ہے (لیکن ان میں شکار کرنیوالا شامل نہ ہو) قیمت اس شکار کی ٹھہرائیں موافق اس قیمت کے کہ موضع قتل میں ہوتی ہو جو وہاں قیمت نہ ہو تو اس کے قریب موضع کی قیمت کے موافق مقرر کر دیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور قیمت میں حسن و خوبی خلقی کا اعتبار

کریں جو تعلیم کیا ہو اسکی قیمت جزا میں نہ کریں مگر حق مالک میں قیمت تعلیم بھی دلائی جائیگی (زبدہ)
جیسے کبوتر یا تیتر۔ باز۔ باشے طوطے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ پس اگر تعلیم یافتہ جانور جو
کسی کی ملک میں ہو محرم نے اسکو قتل کیا تو مع تعلیم یافتگی کے ساری قیمت مالک کو دینی ہوگی
اور بیشتر تعلیم کے یعنی فقط جانور کی قیمت حق اللہ اس پر واجب ہوگی (نائل) **مسئلہ**۔ اور
اگر احرام سے باہر کوئی شخص کسی کے مملوک تعلیم یافتہ شکار کو حرم میں قتل کرے تو بھی یہی حکم ہے
(ہندیہ) **مسئلہ**۔ پھر (محرم) قاتل کو اختیار ہے کہ اس قیمت سے ہدی خرید کر حرم میں ذبح
کرے یا طعام خرید کر ہر مسکین کو بقدر فطرہ کے دے (طعام سے مراد یہ ہے کہ گیہوں وغیرہ
غلہ کے کر دے) جہاں چاہے (لیکن حرم کے مساکین کو افضل ہے) کم زیادہ قدر فطرہ سے
معتبر نہ ہوگا جیسا اوپر مذکور ہوا۔ (زبدہ) جزاء کے دم کو اگر حرم کی حد سے باہر ذبح کیا
تو دم جائز نہ ہوگا۔ پھر اگر اس کا گوشت ہر مسکین کو بقدر قیمت فطرہ کے دیدیا تو طعام کا
صدقہ ادا ہو جائیگا (نائل) **مسئلہ**۔ یا (وہ محرم قاتل) بدلے طعام ہر ہر مسکین کے ایک ایک
روزہ رکھ دے جہاں چاہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو طعام قدر فطرہ سے کم بچے یا اصل میں ہی تھوڑا ہو
جیسے چڑیا کی جزا تو اسکو یا تو ایک مسکین مستقل کو دیدے یا ایک روزہ رکھ لے

خلاصہ:۔ (۱) جو قیمت شکار کی دو عادلوں نے مقرر کی اگر اس سے ہدی خرید
ہو سکے تو وہ لیکر حرم میں ذبح کرے۔ ہدی ذبح کرنے کے بعد گوشت کی تقسیم میں نہ
عدد مساکین شرط ہے نہ قدر فطرہ۔[عہ]

عہ واذا قتل المحرم صیدا فعلیه قیمة یقومه ذوی عدل لها بصارة بقیمة الصید
وسواء کان الصید مما له نظیر او کان مما لا نظیر له ثم بلغت قیمة ثمن ھدی
فالقاتل بالخیار بین الطعام والھدی والصیام ... وھذا عند الامام وابی یوسف
وھو الاصح الخ (کبیر ص ۳۲۲)

(۲) اگر اس قیمت سے غلّہ خرید کر بانٹے تو قدر فطرہ کے ہر مسکین کو دیدے۔ پھر جتنے بھی مساکین میں بٹ سکے اور جو باقی قدر فطرہ سے کم بچ جائے وہ ایک مستقل مسکین کو دیدے یا اس کے عوض ایک روزہ رکھے۔

(۳) یا اس قیمت یا غلّہ کے عوض ہر قدر فطرہ کے روزے رکھے جتنے بھی اس کے عوض ہو سکیں۔

اور یہاں بطریق اباحت طعام دینا بھی جائز ہے اور قیمت دینی بھی جائز ہے۔ مگر ہر مسکین کو قیمت قدر فطرہ سے کم یا زیادہ نہ دے (زبدہ) طعام بہ طریق اباحت کے دینے سے یہ مراد ہے کہ صید کے کفارہ میں دم کی قیمت کا طعام کھلا دینا اس طرح پر کہ ہر مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے۔ اگر گیہوں کی روٹی ہو تو سالن کا ہونا ضروری نہیں۔ اور اگر جوار باجرہ ہو تو سالن بھی دیا جائے (ناقل) مسئلہ اور اگر ہر روز ایک مسکین کو (بقدر فطرہ غلہ) دیا کرے تو بھی جائز ہے (زبدہ) اور جو ہدی لازم ہوا اور حد حرم میں ذبح کیا تو پھر گوشت کی تقسیم میں عدد مساکین کی شرط نہیں۔ اگرچہ ایک مسکین کو دے اور فطرہ سے کم و بیش بھی جائز ہے۔ جیسے اوپر ضابطہ تیسرے میں گزرا۔ اور بیان ہدایہ میں بھی آئیگا (ناقل) مسئلہ۔ اور اصول اور فروع اور زوجہ اور غلام اور غنی (لاور) ہاشمی کو نہ دے مانند صدقات واجبہ کے (زبدہ) مسئلہ بے احرام اگر حرم کا شکار کرے تو اسکے لیے بھی یہی حکم ہے۔ جیسا محرم کا حکم ہے لیکن بے احرام کو فقط یہ اختیار ہے کہ ان کی قیمت کا ہدی خرید کر کے ذبح کرے یا طعام خرید کر مساکین کو دے۔ مگر اسکے بدلے روزہ رکھنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اس پر یہ تاوان ہے نہ کفارہ۔ (غنیہ) مسئلہ احرام والا حرم کی حد کا شکار کرے یا باہر کا جزا واجب ہونیکا ایک حکم ہے۔ حرم کی وجہ سے دو دم یا کچھ زیادہ لازم نہ ہوگا۔ مگر محرم کو حرم کے شکار کرنے میں از روئے معصیت اور

حرمت سے زیادہ قبیح ہے اس لیے کہ دو ممنوع کا مرتکب ہوا (عالمگیری و حیات) **مسئلہ**۔ اور جو کسی نے
اپنے رہنے کو خیمہ کھڑا کیا اور اسمیں شکار الجھ کر مر گیا تو کچھ ڈر نہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور شکار کو
زخمی کیا یا پر و بال اُس کے اکھاڑے یا کوئی عضو اسکا کاٹ ڈالا بشرطیکہ اس سے یہ جانور
مرا نہ ہو تو نقصان قیمت دینا ہوگا۔ مثلاً سالم شکار ایک روپیہ کا ہوا اور یہ نقصان جو اس
نے اس میں کر دیا ہے۔ اس نقصان کے ساتھ بارہ آنہ کا ہُوا تو چار آنے نقصان
قیمت کے دینے واجب ہونگے مگر جو قصد اصلاح شکار ہو جیسے بلّی سے چھڑانے میں مثلاً
نقصان ہُوا یا مر گیا تو کچھ نہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ جو زخم کھا کر شکار غائب ہُوا اور حال موت و
حیات کا معلوم نہ ہو تو ساری قیمت دینی ہوگی۔ احتیاطاً (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو زخم
اچھا ہو جائے کہ اثر بھی باقی نہ رہے جب بھی جزا دینی آئیگی (زبدہ) یہی بدائع میں ہے
اور محیط سے عالمگیری میں کہا ہے کہ ضامن نہ ہوگا۔ ایسا ہی اللباب میں ہے اور غنیہ میں
لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صدقہ لازم ہوگا۔ بوجہ عمدی جرم اور صدمہ پہنچانے
کے اور اگر اثر باقی رہا ہو تو بقدر نقصان جزا لازم ہوگی یہ تبین اور کبیر میں ہے (ناقل)
مسئلہ۔ اور اگر زخم کی جزا ہنوز نہ دی تھی کہ پھر اس جانور کو قتل بھی کر دیا تو جزار قتل
جُدا اور زخم کی جُدا دینی ہوگی (زبدہ) بدائع میں ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ قاتل
کفارہ قیمت شکار مجروح کا دے اور اگر سالم صحیح صید کی قیمت دیدی تو پھر جراحت کا کچھ نہیں (غنیہ)
مسئلہ۔ اور اگر بازو یا ٹانگ شکار کی توڑ دی ایسا کہ شکار اپنے آپ کو اپنے دشمن سے
بچا نہ سکے تو سارے شکار کی قیمت دینی ہوگی اگرچہ مرا نہ ہو (زبدہ) غنیہ میں ہے کہ
سارے شکار کی قیمت ادا کرنیکے بعد پھر اسکو قتل کر دیا تو دُوسری جزا لازم ہوگی اور اگر
پہلے ادا نہ کی تھی پھر اس کو قتل کر ڈالا تو اس پر دُوسری جزا لازم نہ ہوگی (جوہرہ) **مسئلہ**۔ اگر
انڈہ شکار کا توڑا جو گندہ نہ ہو تو قیمت بیضہ کی دے اور جو اس میں سے بچہ نکلے کہ

بہ سبب توڑنے کے مر گیا ہو یا نکل کر مر گیا تو قیمت زندہ بچہ کی دیگا۔ اور اگر بچہ بیضہ توڑنے سے پہلے ہی مردہ تھا تو انڈے اور بچہ میں کسی کی جزا نہیں آتی اور اگر معلوم نہ ہو کہ توڑنے سے مرا یا پہلے سے مرا ہوا ہے تو قیمت زندہ بچہ کی دے احتیاطاً (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور محرم دودھ شکار کا نکالے تو قیمت دودھ کی دیگا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اب جان لے کہ شکار حرم کا ہو۔ یا حل کا محرم کے حق میں سب برابر ہیں کہ سب کے قتل میں اور دلالت اور نقصان میں جزا واجب ہوگی (زبدہ) **مسئلہ**۔ سیّد محمد امین بن عابدینؒ نے رد المحتار اور منحۃ الخالق علی البحر الرائق میں لکھا ہے کہ شرح اللباب میں ہے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ دریائی شکار جیسے مچھلی وغیرہ جس طرح حل میں جائز ہے اسی طرح حرم میں بھی جائز ہے۔ ایسا ہی غنیۃ الناسک میں لکھا ہے۔ پس دریائی شکار کرنے سے محرم اور غیر محرم پر کچھ جزا لازم نہیں ہے۔ اگرچہ حرم ہی کی حد میں ہو (ناقل) **مسئلہ**۔ اور اگر جوں کو مارے یا پکڑ کر دھوپ میں ڈالے تاکہ جوئیں مر جائیں تو ایک جوں میں ایک ٹکڑا روٹی کا۔ اور دو تین میں ایک مُشت گندم دے اور تین سے زیادہ میں پُورا صدقہ دے (زبدہ)۔ **مسئلہ**۔ اگر کپڑے کو پاک صاف کرنے کی نیت سے دھوئے اگرچہ جوئیں مر جائیں تو کچھ نہیں اس میں نیت کا اعتبار ہے (غنیہ[علہ]) **مسئلہ**۔ ایسا ہی ٹڈی میں یعنی تین سے

علہ القاء القملۃ کقتلہا ولو القی ثوبہ فی الشمس او غسلہ لقصدہ لا بحط فعلیہ الجزاء وان نعلمہ لا لذلک فماتت لا شیٔ علیہ لعدم القصد الشرط فی التسبب (غنیہ ص۵۵) من قتل جرادۃ فی الاحرام او الحرم تصدق بما شاء وتمرۃ خیر من جرادۃ ولو قتل المحرم قملۃ من بدنہ او ثوبہ تصدق بما شاء کجرادۃ (د ر) مثل کف من طعام (ھدایہ) والقملتان والثلاث کالواحد وفی الزائد علی ثلاث بالغا ما بلغ نصف صاع کذا فی الفتح ومثلہ فی البحر زاد فیہ وینبغی ان یکون الجراد کالقمل ففی الثلاث وما دونہا تصدق

(باقی ص ۴۰۳ پر)

زیادہ ہیں نصف صاع گندم اور تین تک جو کچھ چاہے دیدے (زبدہ) اور ٹڈی کو حرم میں مارنے سے بھی یہی حکم ہے جو احرام میں مارنے کا ہے (غنیہ) کیونکہ ٹڈی شکار میں داخل ہے۔ بخلاف جوں کے کہ وہ فقط مخطور احرام ہے مثل بال اکھاڑنے اور ناخن کو کاٹنے کے (نافل) **مسئلہ**۔ اور اگر جوں کے قاتل کو (محرم اپنے بدن پر مارنیکو) دلالت کرے تو کچھ صدقہ دے (زبدہ) یہ حکم جوں کے مارنیکا اس وقت ہے کہ محرم اپنے بدن پر سے جدا کرادے اور اگر زمین پر سے پکڑ کر مارے یا کسی دوسرے کے بدن سے اُٹھا کر مارے یا دوسرے کو دلالت کرے تو کچھ نہیں (حیات) ایسا ہی اگر اپنے بدن سے خود یا دوسرے کو کہہ کر اُٹھوا دے اور پھینک دے تب بھی جزا لازم ہے مطلب یہ ہے کہ یہ جوں مثل بالوں و ناخن کے ہے اس لیے کہ اپنے بدن سے جدا کرنا منع ہے۔ اگر چہ مارے نہیں باقی یہ جو کتابوں میں جوں کا مارنا منقول ہے یہ باعتبار عرف کے ہے کیونکہ جوں ماری جاتی ورنہ اصل میں مارے یا نہ مارے فقط اپنے بدن سے دور کرنا ممنوع ہے اور غیر کے بدن سے خود مارے یا دوسرے کو امر کرے تو کچھ نہیں (نافل)۔

تحقیق عجیب۔ محرم پر جوں کے مارنے یا دوسرے کو امر کر کے قتل کرانیسے جو کفارہ لازم ہوتا ہے وہ اس لیے نہیں ہے کہ جوں کا قتل فی نفسہ مخطور احرام ہے بلکہ جوں کا اپنے بدن سے جدا کرنا مخطور ہے۔ مثل بالوں و ناخنوں کے۔ پس اگر محرم نے اپنے بدن سے جوں کو پکڑ کر زمین پر ڈالدیا یا دوسرے کو امر کیا کہ میرے بدن سے جوں کو جدا کر دے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۲ کے بعد) بما شاء وفی الاربع فاکثر تصدق بنصف صاع اھ وفی البدائع ولم یذکر فی ظاہر الروایۃ مقدار الصدقۃ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہ اطعم فی القملۃ الواحدۃ کسرۃ وفی الثنتین او الثلاثۃ قبضۃ من الطعام وفی الاکثر نصف صاع وجزم بہ فی الکفایۃ واللباب (غنیہ صفحہ ۱۵۵)

پھر اگرچہ مامور نے جُوں کو مارا نہیں فقط اس کے امر سے محرم کے بدن یا کپڑے سے جُدا کر دیا تو محرم پر جزا لازم ہے کیونکہ اُس کے بدن یا کپڑے سے جُدا کرنا مانند قتل کے ہے اسلیے کہ جزا کا موجب ازالہ بدن سے ہے اس میں قتل کی خصوصیت نہیں[1] (بحرالرائق منحۃ الخالق و اللباب ص۲۵۲ و غنیہ ص۱۵۶)۔

ان عبارات سے صریح معلوم ہوا کہ اگر کوئی محرم دُوسرے کے کپڑوں یا سر سے جُوئیں نکالے جیسے کوئی اپنے بچوں وغیرہ سے جُوئیں نکالے تو کچھ حرج نہیں (ناقل)

اور کچھ مسائل شکار کے متعلق۔ مسئلہ۔ اور حل میں جو کوئی احرام باندھے اور اس کی مٹھی میں (قبل احرام) صید ہو تو واجب ہے کہ یا اس شکار کو چھوڑ دے اسطرح کہ ضائع نہ ہو یا قفس میں رکھے یا کسی حلال کے پاس امانت رکھدے اور وقت احرام (باندھنے سے پہلے) اگر شکار گھر میں ہو یا قفس میں ہو اگرچہ قفس ہاتھ میں یا رسّی شکار کی گردن میں باندھکر ہاتھ میں لیے ہوئے ہو تو ان صورتوں میں چھوڑنا شکار کا واجب نہیں چونکہ یہ شکار قبل احرام پکڑا تھا (زبدہ) **مسئلہ۔** اور اگر بعد احرام کے پکڑا ہو تو بہرحال اس کا چھوڑنا واجب ہے (زبدہ) اگرچہ حقیقتاً ہاتھ میں ہو یا قفس میں۔

---

[1] الصدقۃ بقتل القملۃ فلانها متولدۃ من التفث الذی علی البدن والمحرم ممنوع من الازالۃ بمنزلۃ الشعر حتی لو قتل ما علی الارض من القمل فانہ لا شیٔ علیہ او لقتلها من بدن غیرہ الخ ایضا فافاد ان الدلالۃ موجبۃ فیها فلو اشار المحرم الی قملۃ علی بدنہ فقتلها الحلال وجب الجزاء وعلم من التعلیل ان القاء القملۃ کالقتل ان الموجب ازالتها عن البدن لا خصوص القتل کما صرح بہ الاسبیجابی (بحرالرائق) ولو قتل محرم قملۃ فی غیر بدنہ وثوبہ فلا شیٔ و فی الشرح اذا قتل المحرم قمل غیرہ لا شیٔ علیہ بخلاف ما لو حلق راس غیرہ کما مر اھ (غنیہ ص۱۵۶)

اس لیے کہ اَب اس کا مالک نہیں ہُوا بوجہ احرام کی حالت میں پکڑنے کے۔ ایسے ہی وہ شخص حلال جو حرم میں صید پکڑے (غنیہ) **مسئلہ**۔ پھر وہ شکار کہ قبل احرام پکڑا تھا اور وقت احرام کے چھوڑ دیا ملک محرم سے نہیں نکلتا۔ اگر کوئی پکڑ لے تو وہ اس کو (بعد نکلنے احرام کے) لے سکتا ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو بعد احرام پکڑ کر چھوڑا تو اس کو نہیں لے سکتا کہ بہ سبب احرام کے اس کا مالک نہیں ہُوا تھا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اگر کوئی دُوسرا محرم عاقل بالغ اس شکار کو (اس کے ہاتھ میں) قتل کر دے تو پکڑنیوالا اور مارنے والا دونوں پُوری پُوری جزا دیں گے۔ اور پکڑنے والا قاتل پر رجوع کرے (یعنی مارنے والے سے تاوان لے) اور جو حلال نے قتل کیا۔ اگر حرم کا شکار ہے تو قاتل بھی جزا دے اور اگر حل کا ہے تو حلال قاتل پر کچھ نہیں مگر پکڑنے والا محرم جزا دے کر رجوع اس پر کریگا۔ اگر جزا مال کی دے (یعنی اس سے تاوان اس وقت لے جب دم وغیرہ خرید کر دے) اور جو روزہ رکھے تو رجوع نہیں ہوسکتی (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو دو محرم ایک شکار کو قتل کریں تو دونوں جزا کامل دینگے (زبدہ) **مسئلہ**۔ جو محرم شکار پکڑ کے فروخت کر دے بیع باطل ہے اگرچہ مشتری حلال ہو اور خرید نا محرم کا شکار کو باطل ہے اگرچہ بائع حلال ہو اور ایسے ہی اور تصرفاتِ ہبہ وغیرہ شکار میں محرم کو باطل ہیں۔ (زبدہ) یہ تصرفات اس وقت ناجائز ہیں جبکہ شکار زندہ ہو یا کسی محرم کا ذبح کیا ہُوا ہو یا حد حرم میں ذبح کیا ہُوا ہو۔ اور اگر حلال نے حل میں ذبح کیا ہو وہ شکار محرم اور حرم کے باشندوں کو کھانا و خرید کرنا وغیرہ جائز ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور جب محرم یا حلال حرم میں داخل ہو اور اس کے پاس شکار ہو اگرچہ قفس میں ہو تو واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے کہ وہ اب حرم کا شکار ہوگیا۔ (زبدہ)

اس مسئلہ کے متعلق تحقیق۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ

نے جو زبدۃ المناسک میں حرم میں شکار کو داخل کرنے سے مطلقاً ارسال کا حکم فرمایا ہے خواہ حقیقتاً اس کے ہاتھ میں نہ ہو یا قفس میں۔

اور عبارت[1] بحر الرائق اس کی نفی کر رہی ہے۔ غالباً مولانا کے اس قول کا منشا بعض کتب کا اطلاق ہے۔ لیکن بحر سے ان اطلاقات کا اس صورت کے ساتھ مقید ہونا معلوم ہو گیا (جبکہ صید حقیقتاً داخل کرنے والے کے ہاتھ میں ہو) تو اس تصریح کے بعد اطلاق پر عمل نہ ہو گا۔ پس جس شخص نے قبل احرام حل میں شکار پکڑا۔ پھر اس کے بعد احرام باندھا یا نہ باندھا اور آ کر حرم میں داخل ہوا۔ پس اگر شکار اس کے ہاتھ میں حقیقتاً ہے تو اس کو چھوڑ دے اور اگر حد حرم سے باہر قفس میں ڈال کر اس کے بعد حرم میں داخل ہوا تو اب اس کو چھوڑنا واجب نہیں۔ اگرچہ قفس ہاتھ میں لیے ہوئے ہو۔ (غنیۃ المناسک[2]) اور حضرت گنگوہی قدس سرہ کی موافق یہ عبارات ہیں[3]۔ اور ہر چند مسئلہ اختلافی ہے لیکن احوط ارسال ہی ہے (ناقل)

---

[1] من أحرم وفی یدہ صید حقیقۃ او ادخل الحرم کذالک وجب ارسالہ وان کان فی بیتہ او قفصہ لا یجب ارسالہ (بحر)

[2] ایضا ولو ادخل محرم او حلال صید الحل الحرم صار حکمہ حکم صید الحرم ومن دخل الحرم بصید فعلیہ ان یرسلہ فیہ اذا کان فی یدہ حقیقۃ حتی اذا کان فی اھلہ او فی قفصہ لا یجب ارسالہ کذا فی الھدایۃ والکفایۃ وغیرھما (غنیۃ المناسک ص۱۱۶)

[3] کلما دخل من الصید فی الحرم من الحل صار حکمہ حکم صید الحرم سواء کان مملوکا او غیر مملوک وسواء دخل بنفسہ او دخل غیرہ حلال او محرم ولا ید خل شئی منہ فی الحرم حیا الا وجب ارسالہ۔ کبیر لملا رحمۃ اللہ واما لو دخل بہ الحرم فانہ یلزمہ ارسالہ بمعنی اطلاقہ وانہ لیس لہ ایداعہ لانہ صار من صید الحرم (رد المحتار ص۳۴۳) قول الشارح

بعض عرب لوگ حدِ حرم میں اپنے گھروں میں طوطے، تبتیر، قمری وغیرہ قفس میں پالنے کو رکھتے ہیں۔ ان کو بحر الرائق کی روایت سے جواز کی گنجائش ہے۔ مگر معتبر اور احتیاط اس میں ہے کہ نہ پالے جاویں (ناقل) مسئلہ۔ جو محرم نے بعد احرام کے یا حلال نے وقت دخول حرم کے شکار کی بیع کی تو بیع رد کی جائے گی۔ اگر صید تلف ہو مشتری غائب ہو گیا تو بائع جزا دے گا (زبدہ) مسئلہ۔ اگر کسی کے پاس باز ہو اور وقت دخول حرم کے اس نے اس کو چھوڑا جو اس باز نے کبوتر حرم کا مار ڈالا تو اس شخص پر کچھ نہیں (زبدہ) یہ جبکہ شکار پکڑنے کے لیے نہ چھوڑا ہو بلکہ حرم کی عزت کے لیے چھوڑا ہو۔ اگر خود شکار کے لیے چھوڑا تو جزا لازم ہو گی (ناقل) اگر حلال دودھ صید حرم کا نکالے تو قیمت دُودھ کی دے (زبدہ) لیکن جب دُودھ کی قیمت دے دی تو

ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف الخ فادّعی الشیخ محمد طاھر بان القفص علی الغلاف قیاس مع الفارق لان المامور بہ فی المصحف عدم المس فاذا اخذہ بغلافہ لا یکون ساق المامور بہ فی الصید عدم التعرض ومن اخذہ بیدہ حال کونہ فی القفص فھو متعرض للصید لا محالۃ واعتمد ان من دخل الحرم حلالا او محرما وفی یدہ اوقفص معہ او فی ید خادم معہ صید واجب ارسالہ لان الصید بعد دخولہ فی الحرم بای وجہ کان صار صید الحرم استند فی ذالک لکثیر من عبارات المؤلفین فانظرہ۔ ایضاً (قولہ الشارح لان تسبیب الدابۃ حرام) لا یخفی ان الحرمۃ لا تثبت الا اذا سببھا بلا سبب شرعی واما اذا دخل الحرم والصید فی یدہ اوکان صید الحرم ابتداء فقد وجب علیہ اطلاقہ کما فی المبسوط والمحیط وغیرھما لوجوب الامن بالنص والامن لا یتحقق الا بارسال المطلق

(التحریر المختار لرد المختار صفحہ ۱۶۷ الجزء الاول)

دودھ اس کا ہے (اللباب) مسئلہ۔ اگر محرم نے حل یا حرم میں اور حلال نے حرم میں ٹڈی یا شکار کا انڈہ بھونا یا شکار کا دودھ نکالا اسی طرح حرم کا درخت کاٹا تو ان پر جزا لازم ہے اور بیچنا ان اشیاء کا مکروہ ہے۔ اگر بیچ ڈالا تو قیمت کا مالک ہو جائیگا۔ لیکن مشتری کو بلا کراہت لینا جائز ہے اور ان چیزوں کی جب جزا دے دی تو اب ان چیزوں یعنی ٹڈی اور انڈے اور دودھ کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ چیزیں ذبح کے لائق نہیں ہیں کہ احرام یا حرم میں ذبح کرنے سے حرمت لازم ہو (لباب) لیکن بھوننے والے اور درخت کاٹنے والے کو ان چیزوں سے نفع لینا مکروہ ہے۔ اور دوسرے آدمی کو مکروہ نہیں (غنیہ صفحہ ۱۵۶) مسئلہ۔ اور جو حلال صید حرم کا ذبح کرے قیمت صید کی اس کے ذمہ واجب ہو گی۔ خواہ اس قیمت سے ہدی خرید کر حرم میں ذبح کرے۔ خواہ طعام مسکینوں کو دے۔ جیسا اوپر مذکور ہو چکا اور روزہ رکھنا اس کو کافی نہیں ہے (زبدہ) لیکن وہ صید جو حرم میں ذبح کیا گیا ہے کھایا نہ جائے گا جیسا اوپر گزرا (ناقل) مسئلہ۔ اور اگر محرم حرم کا شکار قتل کرے تو اسکے کفارہ میں روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور حلال صید حرم کے قاتل کو دلالت کرے تو گنہگار ہوتا ہے مگر دینا کچھ نہیں آتا بخلاف محرم کے کہ دلالت میں جزا کامل دینا ہے[عہ] (غنیہ صفحہ ۱۶۱) مسئلہ اگر دو حلال شکار حرم کا قتل کریں تو نصف نصف صاع جزا دیں (زبدہ) بشرطیکہ ایک ضرب سے قتل کریں۔ ایسا ہی اگر دس حلال ایک ضرب میں قتل کرینگے تو دس حصہ میں جزا تقسیم ہو گی (ہندیہ) مسئلہ۔ اور اگر دو احرام والے ہیں۔ اگرچہ شکار

عہ ولا شئی فی دلالۃ الحلال علی صید الحرم ولو لمحرم الا الاستغفار لان الضمان علی المحرم جزاء والدلالۃ فعل وعلی الحلال فی صید الحرم جزاء المحل وفی الدلالۃ لعدم تیصل بالمحل شئی بحر (غنیہ صفحہ ۱۶۰-۱۶۱)

حل ہی کا ہو تو ہر ایک پر پُوری پُوری جزا جُدا جُدا لازم ہو گی (ہندیہ) اگر دس احرام والے ہونگے تو سب پر جُدا جُدا پوری جزا لازم ہو گی۔ **مسئلہ**۔ اگر ہرنی حرم میں سے بھڑکا کر نکال دے اور ہرنی حرم سے نکل کر جنی اور (ماں اور بچہ) دونوں مر گئے تو دونوں کا ضمان دینا ہو گا اور اگر ہرنی کا ضمان دے چکا پھر بچہ دیا تو بچہ کا ضمان نہیں آتا مگر (بچہ زندہ ہو تو) رَد کرنا اس کا حرم میں واجب ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر کسی کے سواری کے ہاتھ پاؤں یا منہ سے شکار تلف ہو تو سوار جزا دے (زبدہ) بشرطیکہ جانور پر سوار ہو یا اس کو ہانک کر لے جا رہا ہے یا اس کو رسّی میں لے جا رہا ہو (ہندیہ) **مسئلہ**۔ جو جانور درخت حرم کی شاخ پر ہو اگر ایسا ہو کہ جو گرے تو حل میں گرے تو وہ شکار حل کا ہے اور اگر ایسا ہو کہ گرے تو حرم میں گرے تو وہ شکار حرم کا ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو پاؤں جانور کے حرم میں ہوں اور سر حل میں شکار حرم کا ہو گا (زبدہ) **مسئلہ**۔ حرم کی ہوا کا حکم بھی حرم کا سا ہے اگر کوئی اُڑتے ہوئے جانور کو حرم کی زمین کی محاذات میں اُوپر ہی اُوپر پکڑ کے مارے تب بھی جزا واجب ہو گی (غنیہ) جیسے کوئی ہوائی جہاز کے ذریعہ سے کسی اُڑتے ہوئے شکار کو زمین حرم کے محاذات میں پکڑے یا کوئی بھی شکار ہوائی جہاز میں زندہ ساتھ لے جا رہا ہو اور حد حرم میں گزرے تو اس شکار کا چھوڑ دینا واجب ہو گا کہ اُڑتے ہوئے پرندے کو حرم میں کسی نے گز یا بندوق سے مارا تو بھی یہی حکم ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور جو شکار کہ محرم ذبح کرے اگرچہ حل کا ہی ہو حرام مردے کے حکم میں ہے اور شکار حرم کا حلال ذبح کرے یا محرم وہ بھی حرام مردہ کے حکم میں ہے۔ مگر بعض کے نزدیک جو حلال شکار حرم کا ذبح کرے حلال ہے مگر کفارہ دینا واجب ہے۔ (زبدہ) پس پرہیز اس میں ہے کہ حلال کا حرم میں ذبح کیا ہُوا شکار نہ

عـلـه اذا ذبح محرم صيدا فى الحل او حلال فى الحرم قبل اداء جزاءه وبعده

نفیس

کھایا جائے اور اکثر کے نزدیک حرمت ہی راجح ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر بیضہ حرم کے شکار کا بھونا یا شیر (دودھ) حرم کے شکار کا نکلا اور ضمان دیدیا تو بیضہ اور شیر کا مالک ہو جاتا ہے اور کھانا اس کا حرام نہیں ہے اور بیع بکراہت جائز ہے مگر مشتری کے حق میں مکروہ نہیں (زبدہ) لیکن تصدق کر دے نفع خود نہ اٹھائے اور بیع کرنے کے بعد وہ قیمت بھی مساکین کو دیدے (ناقل)۔

حرم کے درخت اور گھاس کاٹنے کی جزا کا بیان

مسئلہ۔ اگر حرم کی تر گھاس کاٹے تو قیمت اس کے ذمہ واجب ہوگی مگر خشک گھاس کو اور اذخر اور کھنبی توڑنا جائز ہے (زبدہ) اگرچہ تر ہو۔ **مسئلہ**۔ اگر درخت حرم کا کاٹ ڈالا جو خود بخود نکلا ہو اور اس قسم سے بھی نہ ہو کہ جس کو لوگ لگاتے ہیں تو قیمت اس کی واجب ہوگی حلال کاٹے یا محرم (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور قیمت گھاس اور درخت سے طعام (یعنی گیہوں غلہ وغیرہ) صدقہ کرے یا ہدی خرید کر حرم میں ذبح کرے جیسا مذکور ہو چکا اور بعد ادائے ضمان کے گھاس لکڑی ملک کاٹنے والے کی ہے اور استعمال اس کا جائز ہے اور بیع مکروہ ہے۔ مگر مشتری کے حق میں مکروہ نہیں (زبدہ) شرح اللباب اور غنیہ اور عالمگیری میں لکھا ہے کہ جب اس کی قیمت ادا کر دے تو اس کاٹے ہوئے درخت

بقیہ صفحہ گذشتہ
او فی الحل بعد اخراجہ من الحرم قبل اداء جزاءہ فذبیحتہ میتۃ لا یحل اکلہا لہ ولا لغیرہ من محرم وحلال سواء اصطادہ ھو او غیرہ محرم او حلال ولو فی الحل و سواء مضطرا او مکرہا اولا الخ (غنیہ ص۱۵۶) ھم و اما شوی بیضا او جرادا او حلب لبن صید فادی ضمانہ ملکہ فلم یحرم اکلہ وجاز بیعہ و یکرہ ویجعل ثمنہ فی الفداء ان شاء لعدم الزکوٰۃ ویجوز للتناولہ مع الکراھۃ ولغیرہ من غیر کراھۃ ومثلہ ما لو قطع حشیش الحرم او شجرۃ وادی قیمتہ ملکہ ویکرہ بیعہ (ردالمحتار غنیہ ص۱۵۸)

سے کاٹنے والے کو نفع لینا مکروہ ہے۔ اگر بیچا ہے تو بیع جائز ہے اور اس کی قیمت
تصدق کرے (انتہی) کیونکہ کاٹنے والے کو اس سے نفع لینا مکروہ ہے اگر بیچا نہیں ہے تو
یوں ہی درخت خود کسی مسکین کو ہبتہً یا صدقتہً دیدے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ اگر خود
لکڑی اپنے کام میں صرف کرے تو مکروہ نہیں[عہ] (ناقل) **مسئلہ**۔ اور اگر یہ درخت کسی کی
ملک میں بھی ہو جیسے کیکر مثلاً کسی کی مملوک زمین میں نکل آیا تو دوسری قیمت مالک کو بھی دینی ہوگی
(زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو درخت کسی نے لگایا ہو خواہ لگانے کی قسم سے ہو جیسے انار مثلاً یا نہ ہو
جیسے کسی نے مثلاً کیکر جما دیا تو اس کے کاٹنے سے جزا نہیں آتی مگر مالک کو قیمت دینی ہوگی
(زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر مملوک نہ ہو ایسا ہی خود بخود نکل آیا اور لگانے کی قسم سے ہو جیسے
انار خود بخود جم گیا تو بھی جزا نہیں مگر مملوک ہو تو مالک کو ضمان دے۔ (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور
پتے اس درخت کے توڑے کہ انکے توڑنے سے درخت کو نقصان نہ ہو تو جائز ہے
ورنہ جائز نہیں ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور پھلدار درخت اگرچہ خود نکلے کاٹنا جائز ہے۔
مگر مملوک میں اجازت مالک کی شرط ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور خیمہ لگانے سے یا
تنور چولہا کھودنے سے یا چلنے میں گھاس لکڑی ٹوٹے تو کچھ نہیں اور خشک لکڑی اور
درخت یا ٹوٹا ہوا اکھڑا ہوا درخت کہ ہرا نہیں ہو سکتا قطع کرنا جائز ہے (زبدہ)۔
مسئلہ۔ اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے۔ اگر شاخ حرم میں اور جڑ حل میں ہو تو حل
کا درخت ہے اور جو جڑ حرم میں اور شاخیں حل میں ہوں تو حرم کا درخت ہے اور جو

عہ الضیف و بمالکہ اداء الضمان کما فی حقوق العباد و یکرہ الانتفاع بالمقلوع بعد
اداء الضمان بیعاً وغیرہ و الکراھتہ تحریمیۃ فان باعہ تصدق بثمنہ وجاز للمشتری
الانتفاع بہ من غیر کراھتہ بخلاف صید الحرم و المحرم فانہ لا یجوز بیعہ و ان
ادی قیمتہ لا یملکہ اصلاً الخ (غنیہ) صـ۱۶۳ وقیل لا بأس بصرفہ الی حوائجہ (شرح اللباب)

آدھی جڑ حل میں اور آدھی حرم میں ہو تو بھی درخت حرم کا ہے (زبدہ)۔

یہ مسائل یاد رکھنے کے قابل ہیں (۱) جو دم جنایت لازم ہو اسکا حرم میں ذبح کرنا واجب ہے اگر حد حرم سے باہر ذبح کیا تو جائز نہیں۔ پھر اگر اسکا گوشت ہر مسکین کو قدر فطرہ کے دید یا تو صدقہ سے جائز ہو جائیگا جبکہ اس میں یہ اختیار ہو۔

(۲) اگر حد حرم میں ذبح کیا تو پھر قدر فطرہ کے دینا ضروری نہیں اور جو دم ایسے ہیں کہ ان میں اختیار ہے جو محظور احرام عذر سے لازم ہو یا حد حرم میں کے شکار اور درخت کاٹنے کے ہو تو وہ بھی حرم میں ذبح کرنیکے بعد گوشت کی تقسیم کرنے میں ہر مسکین کو قدر فطرہ سے کم وبیش دینا جائز ہے اور جن دموں میں یہ اختیار ہے کہ اگر دم کی قیمت ہی تقسیم کرے یا اس قیمت سے غلہ گیہوں وغیرہ لیکر تقسیم کرے تو پھر ہر مسکین کو قدر فطرہ کے دینا واجب ہے اگر کم دیگا تو جائز نہیں اگر زیادہ دیا زیادتی معتبر نہیں[عـہ] (ناقل)

عـہ ولا یجوز الذبح الا فی الحرم وان ذبح فی الحل لا یسقط عنہ الجزاء بالذبح الا ان یتصدق علی الفقراء بلحمہ بشرط ان یعطی کل فقیر من اللحم ما یساوی قیمۃ نصف صاع من بر او صاع من غیرہ فیجزیہ علی طریق البدل عن الطعام ان کانت قیمۃ اللحم مثل قیمۃ المقتول والا فیکمل (بحر) ویجوز ان یصدق بلحم الھدی علی مسکین واحد او مساکین بخلاف ما اذا اختار التکفیر بالطعام فانہ لا یجزیہ الا ان یطعم کل مسکین نصف صاع وان ذبح الھدی فی الحرم سقط الجزاء عنہ بنفس الذبح حتی لو ھلک بعد الذبح او سرق او ضاع بوجہ من الوجوہ خرج عن العھدۃ لان الواجب ھو الاراقۃ بخلاف ما لو ھلک قبلہ او استھلکہ بنفسہ قبل الذبح او بعدہ الخ (کبیری ص۳۲۴ غنیہ ص۱۰۳)

ایضا ولو استھلکہ بنفسہ بعد ذبح ضمن قیمتہ بخلاف ما لو ھلک بعد ذبح بغیر اختیارہ سقط کما مر غنیہ ص۱۰۴

مسئلہ۔ اب جان لے کہ متمتع سوق ہدی کا بعد احرام حج کے اور قارن اگر کوئی محظور احرام کریگا تو مفرد سے دو چند کفارہ دیگا جنایت دو احرام کی اور اگر کوئی واجب (حج) چھوڑے یا گھاس درخت حرم کی کاٹے تو ایک ہی جزا دے مثل مفرد کے (زبدہ) مسئلہ۔ کعبۃ اللہ کا غلاف وہاں کے مجاوروں سے خرید کرنا جائز ہے۔ البتہ کعبۃ اللہ شریف کے اُوپر چڑھے ہوئے میں سے کاٹ لینا حرام ہے اور سخت بے ادبی ہے بعض جاہل ڈاکو ایسا کرتے ہیں۔

(تاملؔ) مسئلہ۔ موم بتی اور زیتون کا تیل جو کہ حرم میں جلایا جاتا ہے یا خوشبو جو کعبۃ اللہ شریف کے لگانے کے لیے مجاوروں کے پاس رہتی ہے یہ چیزیں ان سے خرید کرنا حرام ہیں کیونکہ یہ چیزیں اصل میں جانے کے لیے وقف ہو کر آتی ہیں۔ ایسا ہی مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی میں تیل اور موم بتیاں جلتی ہیں لینا جائز نہیں اور آب زمزم اپنے وطن کو لے آنا جائز ہے۔ کعبۃ اللہ کا غلاف اُتارنے کے بعد وہ اُترا ہُوا غلاف کعبۃ اللہ کے مجاوروں بنی شیبہ کو بادشاہ کی طرف سے دیدیا گیا ہے تو اُن سے لینا جائز ہے (حیات القلوب)۔

مواقیت سے بغیر احرام کے تجاوز کرنیکی جنایات کا بیان

مسئلہ۔ اور جو شخص (مکہ یا حرم میں جانے کی نیت رکھتے ہوئے آفاق سے آئے اور حل میں رہنے والا حج یا عمرہ کی نیت سے) اپنے میقات سے بدون احرام تجاوز کرے (تو گنہگار ہوگا اور) اس پر دم واجب ہوتا ہے۔ اگر واپس ہُوا اور میقات پر آکر احرام کرلیا تو گناہ اور دم ساقط ہو جاتا ہے (زبدہ)[عہ] مسئلہ۔ اور جو واپس نہ ہُوا اور

عہ ایضاً جب حرم میں ذبح ہوا تو (لا یشترط فی التصدق بہ) ای لحمہٗ عدد المساکین؟ کما اشتہر عند العامۃ من اعتبار عدد السبعۃ ولو تصدق بہ علی فقیر واحد جاز ملباب
عہ ۲۶۲

ایضاً و اذا اختار طعاما للتکفیر اشتری بقیمۃ الصید طعاما واطعم کل مسکین نصف من بر او صاع من تمر و شعیر وھذا عندنا اعنی اعتبار قیمتہ نصیبہ

میقات سے بڑھ کر احرام باندھ لیا تو دم واجب ہو گیا[1] (اور دُوسرا گناہ نہ ہٹنے کا بھی ہو گا) مگر جو احرام باندھ کر ہنوز شروع نسک نہ کیا تھا (یعنی حج یا عمرہ جس کا احرام ہو اس کا فعل شروع نہ کیا) کہ پھر احرام باندھے ہوئے میقات پر چلا آیا اور میقات پر آ کر تلبیہ کہا تو دم اور گناہ ساقط ہو گا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور ایک شوط طواف کرنے سے نسک شروع ہوتا ہے اور قبل تمامی شوط کے شروع نہیں ہوتا اور ہٹ کر آنا (یعنی واپس میقات پر آنا) اس

---

[1] فان لم یحرم وما (بعد تحول السنة اوقبل فاحرم بما لزمه بالمجاوزة من الميقات سقط الاثم والدم بالاتفاق (غنیہ صـ۳۰)

[2] رواه ابن ابی شیبه عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لاتجاوزوا المیقات الا باحرام وفی روایة لا یجاوز احد المیقات الا محرما لاتستفیدعن معنی المجاوزة فعل هی مقید بمجاوزة نفس هذه المواضع بالدخول إعیانهم ثم الخروج من حدها آخر الی جانب مكة زادها تعظيما كما قوله تعالى وجاوزنا ببنی اسرائيل البحر۔ حتى يكون المجاوزعن عينها بلا احرام آثما (رساله آخون جان مرغینانی مهاجر حرمین)

[3] لوتذكر ركعتى الطواف بعد شروعه فى الطواف آخر فان قبل تمام شوط رفضه ولو بعده لزمه اتمام الطواف صـ۷۶ غنیه) ان الموالات بين الاشواط واجزاء الاشواط سنة مؤكدة والخروج منه بغير حاجة صـ۷۶ غنیه)

ایضاً (ويلزم) اى اتمامه (بالشروع فيه) اى فى الطواف التطوع وكذا فى الطواف تحية المسجد وطواف القدوم قوله بالشروع فيه اى بمجرد النية كالصلوٰة) اى كما تلزم الصلوٰة بالشروع فيهما مع تحقق سائر شروطها۔ لقوله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم ولئلا تصير العبادة ملعبة والقياس على الحج والعمرة فان الاجماع على ان من شرع فيها بنية النفل يلزمه اتمامها لقوله تعالى واتموا الحج والعمرة لله والله اعلم (اللباب مع شرحه صـ۹۸)

شخص پر واجب ہے لیکن اگر واپس لوٹنے میں حج کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو نہ پھرے
(زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو یہ شخص نہ پھرا (اگرچہ حج کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے) یا
واپس تو آیا مگر میقات پر آکر تلبیہ نہ کہا یا بعد شروع نسک کے پھرا تو تینوں صورتوں
میں دم متعین ہو گیا (زبدہ)

مفید ضروری تحقیق۔ یہ جو اوپر کہا کہ (میقات سے بدون احرام تجاوز کیا) اور
پھر میقات سے بڑھ کر احرام باندھ لیا تو دم واجب ہو گیا۔ مگر جو احرام باندھ کر ہنوز شروع
نسک نہ کیا تھا کہ پھر احرام باندھے ہوئے میقات پر آکر تلبیہ کہا تو دم اور گناہ ساقط ہو گیا۔
اور ایک شوط طواف کرنے سے نسک شروع ہوتا ہے اور قبل تمامی شوط کے شروع
نہیں ہوتا) اس پر اگر کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ جب ایک شوط پورا نہ ہونے سے نسک شروع
نہیں ہوتا تو اگر کسی نے نیت طواف کر کے ایک شوط پورا کرنے سے پہلے مثلاً طواف قدوم یا
طواف نفل کو چھوڑ دیا تو ترک طواف کی جنایت اس پر لازم نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جب شروع ہی
نہ ہوا تو گویا وہ قبل شروع نسک لازم نہیں ہوا تو ترک و رفض کس طرح ہو گا۔

ہاں البتہ طواف قدوم مطلقاً چھوڑنے سے تو ترک سنت کی اساءۃ ہو گی۔ باقی
کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اور نفل طواف کا حکم مثل طواف قدوم کے ہے کہ بعد شروع کے
چھوڑنے کی حالت اور قبل شروع تو لازم ہی نہیں ہوتا۔ حالانکہ جب نیت طواف کر چکا
تو اس پر اتمام لازم ہو گیا جیسے نفل نماز کا حکم ہے۔

پس حقیقت اس مسئلہ کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ شروع و لازم ہونا تو نیت کرنے
ہی سے متحقق ہو گیا۔ لیکن ترک میقات کی حالت میں اس کو امر ہے کہ تجدید احرام کے لیے
گویا اس کی اصلاح کے لیے طواف کو قبل پورے کرنے شوط کے چھوڑ کر میقات پر
جا کر تلبیہ کہہ کر آئے اگر ایک شوط پورا ہو گیا تو اب طواف کو چھوڑ کر جانا اس لیے منع

ہے کہ جب جزو طواف پُوری ہو گئی تو موالات اشراط کا جو سُنّت مؤکدہ ہے چھوڑ کر نہ جاوے اب تو دم ہی دینا ہوگا جیسے نماز کی ایک رکعت کے پُورا کرنے کے بعد دُوسری رکعت ملا کر شفع پُورا کرنا ہوتا ہے اور قبل پوری رکعت کرنے کے اس کو چھوڑ کر اس کی اصلاح کے لیے جماعت میں شامل ہونا ہوتا ہے۔ پس اگر نیّت طواف کرنے کے بعد ایک شوط پُورا نہ کیا ہو تو لوٹے اور ایک شوط پورا کرنے کے بعد دم تجاوز متعیّن ہو گیا اور لوٹ کر میقات پر نہ جائے (زائد) اور یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ:- میقات سے تجاوز کرنے سے گنہگار ہونا تب ہوگا جبکہ عین نفس میقات میں داخل ہو کر اس مکان کی حدِ آخر جو کہ مکہ کی طرف والی ہے۔ اس حد سے آگے حل میں بغیر احرام کے بڑھ جائے۔ صرف میقات میں بلا احرام داخل ہونے سے تجاوز متحقق نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ پس آفاقی مفرد حج نے طواف قدوم کے ایک شوط پورا کرنے سے پہلے اور مکی حج کرنے والے کو شروع وقوف عرفہ سے پہلے اور معتمر کو شروع طواف کے استلام کے وقت تلبیہ بند کرنے سے پہلے لوٹ کر میقات پر آنا چاہیئے۔ پس اگر مفرد نے طواف قدوم کا ایک شوط پُورا کیا اور مکّی نے وقوف عرفہ بعد زوال کے شروع کیا اور معتمر اگرچہ متمتع ہی ہو طواف عمرہ کے لیے پہلا استلام کرنے سے قطع تلبیہ کر چکا تو اب لوٹنے کا وقت جاتا رہا دم متعین ہو گیا۔ (غنیہ) اور نہ لوٹنے کا گناہ بھی باقی ذمّہ پر ہے مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے خوف فوت ہونے حج کے نہ پھرا تو گناہ نہ ہوگا۔ ایسا ہی مرض وغیرہ کی وجہ سے[ا]۔

مسئلہ۔ جس نے میقات سے بغیر احرام باندھے گزر کر حج یا عمرہ ہی کا احرام باندھا پھر وہ حج فوت ہو گیا یا حج کو فاسد کیا یا عمرہ کو فاسد کیا۔ پھر جب ان فاسد شدہ حج اور عمرہ کی قضا کی یا

عـه ولزمه ان یعود الیه و یحرم منهٗ ان لم یکن لهٗ عذر فان کان له عذر کخوف الطریق او الانقطاع عن الرفقة او ضیق الوقت او مرض شاق ونحو ذلك فاحرم من موضعه ولم یعد علیه لزمه دم ولم یاثم بترك الرجوع وکبیری۔

وقت شدہ حج کی قضا کرنے کے لیے میقات پر جا کر احرام باندھا تو دم تجاوز میقات ساقط ہو جائیگا (اعلام) **مسئلہ** - اور یہ جو اُوپر کہا گیا کہ میقات سے بغیر احرام تجاوز کرنے سے دم لازم ہوتا ہے۔ اس دم کے لازم ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ میقات سے گزرنے کے وقت اگر میقات پر رہنے والا یا حل میں رہنے والا ہے تو جب حج یا عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ معظمہ یا حد حرم میں جانے کا ارادہ رکھتا ہو اور اگر آفاق سے آنیوالا ہے تو اگرچہ کسی خانگی کاروبار کے لیے مکہ مکرمہ یا حرم میں جائے اگرچہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو تب بھی ایک نسک یعنی عمرہ یا حج اس پر لازم ہوگا۔ پس سوائے احرام کے جانے سے دم تجاوز بغیر احرام کی وجہ سے لازم ہوگا۔ پس اگر اس میقات سے جس سے بغیر احرام تجاوز کیا ہے اس کے سوائے کسی اور میقات پر چلا گیا۔ مثلاً میقات پر رہنے والا اور حل میں رہنے والا جس طرف سے بھی حد حرم سے باہر حل میں سے اپنے طریق کے سوا پر جا کر احرام باندھے۔ اور آفاقی اپنے میقات کے سوا کسی دُوسری طرف کے میقات پر جا کر احرام باندھ لے۔ مثلاً یلملم سے بغیر احرام کے گزرا پھر طائف کی طرف سے قرن المنازل پر جا کر احرام باندھا اگرچہ وہ اپنے میقات سے باعتبار حرم کے قریب ہو یا دُور ہو تو دم تجاوز ساقط ہو جائیگا۔ اپنے وطن کے میقات پر جانا ضروری نہیں[ع] **مسئلہ** - اور جو قران کو جاتا ہے اور میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرے تو ایک ہی دم دے مانند مفرد کے (زبدہ) **مسئلہ** - اگر کوئی

عہ ومن جاوز المیقات بغیر احرام ثم احرم بحجۃ او عمرۃ ثم فاتہ الحج او افسدہ او افسد العمرۃ ثم قضی ما فسد او ما فاتہ باحرام من المیقات سقط عنہ دم المجاوزۃ خلافاً لزفر (فی المبسوط والمحیط والھدایۃ اکبری ۶۶)

عہ فمن جاوز میقاتہ ثم عاد الی میقات ھو اقرب الی مکۃ من میقاتہ فلو احرم منہ سقط عنہ دم المجاوزۃ فی ظاھر الروایۃ وھو الصحیح (البحر ۵۶)

خارج میقات سے رہنے والا حل میں کہ مابین میقات اور حرم کے ہے کسی کام کو جائے مثلاً کوئی بمبئی سے جدہ (یا جدہ و مدینہ طیبہ) میں کسی ضرورت کو جائے تو اس شخص کو بدون احرام کے جانا جائز ہے۔ جب وہاں جا چکا تو وہیں کے لوگوں اور رہنے والوں کا حکم اسکو بھی ہو گیا۔ تو بس یہ شخص اب وہاں سے اگر مکہ میں کسی ضرورت کو جائے تو بدون احرام جانا اس کو درست ہے اور اگر حج (یا عمرہ) کرنا چاہے تو حل میں سے احرام باندھے جیسا وہاں کے لوگ کرتے ہیں (زبدہ)

مسئلہ اگر وطن سے تو حج کے ارادہ سے نکلا ہے۔ اب میقات سے بغیر احرام جانے کے لیے یہ حیلہ بناتا ہے تو یہ حیلہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اصل میں مثلاً جدہ یا مدینہ طیبہ حل کی حد میں کسی کام کو آیا پھر وہاں سے مکہ میں جانیکا ارادہ ہو گیا تو اگر حج یا عمرہ کے لیے جائے تو حل سے احرام باندھ کر جائے اور اگر کسی کام کو جائے تو بغیر احرام کے جا سکتا ہے کچھ جزاء لازم نہ ہو گی (غنیہ) **مسئلہ** اگر وطن سے حج کے ارادہ سے نکلا لیکن میقات ہی سے گذرنے سے پہلے یا وطن ہی سے یہ نیت کر لی کہ جدہ میں پہنچ کر حد حرم سے باہر باہر پہلے مدینہ طیبہ کو چلا جاؤنگا تو اس صورت میں بھی اس پر واجب نہیں ہے کہ اپنے میقات سے احرام باندھکر پہلے مکہ مکرمہ کو جائے اور بغیر احرام کے تجاوز سے جنایت لازم نہ ہو گی۔ کیونکہ اس کو اپنے میقات سے گذرتے وقت حرم یا مکہ مکرمہ میں جانیکا ارادہ ہی نہ تھا۔ بلکہ حل کی حد میں سے گذر کر دوسری طرف والے میقات سے بھی باہر نکل جانیکا ارادہ ہی تھا۔ اور یہ مسئلہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جانیکی نیت عین میقات پر معتبر ہے۔ اگر میقات پر سے گذر کر حل میں جا کر نیت کی اور میقات سے گذرتے وقت مکہ مکرمہ یا حرم میں جانیکی نیت تھی تو اس صورت میں یہاں دم لازم ہو گا۔ اور پھر بھی مدینہ طیبہ یا اور کہیں چلا گیا تو یہ شخص جب مدینہ طیبہ سے لوٹے تو اسکو اس طرف کے میقات سے احرام باندھکر آنا واجب ہے۔ پس اگر احرام باندھ کر آیا تو اپنے میقات سے بغیر احرام گذرنے سے جو دم اور نسک لازم ہوا تھا

وہ دونوں ساقط ہو جائیں گے۔ بعض کم نا فہم جو کہتے ہیں کہ اگر کوئی حج و عمرہ کا ارادہ کر کے
وطن سے نکلے اور میقات سے بغیر احرام اس نیت سے گزرے کہ پہلے مدینہ طیبہ ہی کو جائے
تو بھی اس کو پہلے مکہ مکرمہ کو جانا اور احرام باندھنا واجب ہے یہ انکا کہنا غلط اور غیر صحیح ہے
کیونکہ میقات سے گزرنیکے وقت احرام باندھنا اس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ مکہ مکرمہ یا حدود
حرم میں جانیکا ارادہ میقات پر رکھتا ہو۔ سب کتابوں میں اسی طرح منقول ہے کہ اگر کوئی
شخص باوجود مکہ مکرمہ کو جانیکی نیت رکھتے ہوئے اپنے میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کر گیا پھر
کسی طرف کے میقات پر چلا گیا اور وہاں سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں آیا تو جنایت دم ساقط
ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ تجاوز کے وقت اساءۃ کا مرتکب ہوا تھا اور پہلی صورت میں تو اساءت
بھی نہیں ہوئی بر سبب عدم قصد مکہ مکرمہ کو جانیکے (زائل) ۔ مسئلہ میقات یلملم سے مثلاً کوئی
بقصد مدینہ طیبہ کو جانے کے بغیر احرام کے گزر کر جدہ میں پہنچا وہاں سے مدینہ طیبہ کی
طرف جانیکا راستہ بند ہو گیا یا جدہ سے ہی پھر مکہ معظمہ کو جانیکا ارادہ ہو گیا تو اب جدہ ہی
سے احرام باندھکر مکہ مکرمہ کو چلا جائے اور کچھ جنایت لازم نہ ہوگی کیونکہ جس مقام میں آیا ہو
اس مقام کے رہنے والوں کے حکم میں آگیا۔ مگر ہو نہ کہ یہ جو جدہ میں آیا ہے بطریق مرور
(یعنی رہگذر کا کے) تو اب یہاں ہی سے احرام باندھ لے کہ دریائی راستہ سے آنیوالوں کے
لیے جدہ بھی میقات ہے جسکی بحث اوپر مواقیت کے بیان میں گزری اور دریا میں کسی میقات
میقات سے بھی گزر نہیں ہوا نہ کسی میقات کے محاذ سے آگے حل میں بڑھ گیا ہے۔ پس جب
جدہ ہی میں اگر مدینہ طیبہ کا ارادہ ملتوی کر کے مکہ مکرمہ جانیکا قصد کیا ہے جس مقام میں آ
کر وہاں سے مکہ معظمہ کو جانیکا قصد کریگا تو وہاں ہی سے احرام باندھنا لازم ہو گا۔ بشرطیکہ میقات
کے اندر حل میں بطریق مشروع نہ آیا ہو ورنہ حل ہی سے احرام لازم ہو گا۔ اگر میقات یا میقات سے
پہلے جس مقام میں آیا ہے پھر وہاں جب میقات پر آئیگا تو احرام لازم ہو گا۔ خوب سمجھ لو۔ عادگری

مسئلہ۔ جو آفاقی یعنی جو میقات سے باہر رہنے والا ہے بے احرام کے حرم میں جائے تو اس کو حج یا عمرہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کئی دفعہ گیا ہو تو بدلے ہر دفعہ بے احرام جانیکے ایک حج یا عمرہ کرے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر میقات پر عود کر کے احرام باندھ لیا تو آخر دفعہ کے جانیسے کافی ہو گا اور باقی اسکے ذمہ واجب رہیں گے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اگر آفاقی بدون احرام گیا اور پھر اسی سال حج فرض یا نذر یا عمرہ نذر ادا کیا تو بھی دخول بلا احرام کا نسک ساقط ہو گیا (زبدہ) لیکن بدون احرام کے جانیسے جو دم لازم ہوا تھا وہ نہ اتریگا۔ اگر اسی سال خواہ دوسرے سال بغیر احرام کے جائے لازم شدہ حج یا عمرہ کا احرام اپنے میقات پر جا کر باندھا یا تو دم اور نسک دونوں ساقط ہو جائیں گے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور جو اگلے سال گیا تو حج فرض یا نذر یا عمرہ نذر وغیرہ سے وہ نسک واجب شدہ دم ساقط نہیں ہوتا۔ اسکا احرام جدا باندھ کر ادا کرنا ہو گا (زبدہ) یعنی خاص طرح اس لازم شدہ نسک (حج یا عمرہ) کی نیت سے میقات پر جا کر احرام باندھ لیا۔ تو نسک اور دم دونوں ساقط ہوں گے بخلاف پہلی صورت کے کہ اگر اسی سال قضا حج یا عمرہ یا حج نذر یا عمرہ سنت یا مستحب کے لیے میقات پر جا کر احرام باندھا تو بغیر احرام کے داخل ہونیکی وجہ سے جو نسک و دم لازم ہوا تھا وہ نسک مع دم کے ساقط ہو جائیں گے اور اگر مکہ والوں کے میقات سے احرام باندھ کر ادا کیا تو نسک ساقط ہو گی اور دم اس کے ذمہ لازم رہے گا بہ سبب ترک واجب تجاوز بغیر احرام کے (حیات وغنیہ) **مسئلہ**۔ اگر آفاقی بغیر احرام مکہ مکرمہ میں آکر داخل ہوا اور وہاں ٹھہر گیا اور وہ سال بھی گزر گیا تو اب اگر خاص اس لازم شدہ نسک کے لیے حج کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کا احرام حرم سے باندھ لیا یا عمرہ کرنا چاہتا ہے اور اس کا احرام حل سے باندھا تو اپنے میقات سے بغیر احرام گذرنیکا دم باقی ہے لیکن وہ نسک ساقط ہو جائیگی۔ اس کو چاہیئے تھا کہ اپنے میقات پر جا کر احرام باندھ کر آتا

تو دم بھی اُتر جاتا۔ اب چونکہ وہ مکہ میں غیر مشروع طریقہ سے آیا ہوا ہے اس لیے مکہ والوں کے حکم میں نہیں ہے۔ (حیات) مشروع و غیر مشروع طریقہ سے مکہ میں آنے کی تحقیق مواقیت کے بیان کی آخر کے فائدہ میں دیکھی جاوے (مر پر سے فضائل جعرانہ کے بعد) (ناقل)

مسئلہ۔ اس وقت میں جو عربستان میں موٹریں چل رہی ہیں اُنکے ڈرائیور یا اڈوں والے بڑی لوگ کئی بار مکہ معظمہ میں بغیر احرام آفاق سے آتے جاتے ہیں تو احناف کرام کے نزدیک ہر بار مکہ مکرمہ میں آنے سے ان پر نسک لازم ہو گی عہ۔ البتہ شوافع کے نزدیک اگر کسی کام کی غرض سے مکہ مکرمہ میں آئیں تو نسک لازم نہ ہو گی۔ اگرچہ آفاق سے آتے ہوں۔ پس چونکہ یہ لوگ ابتلاء عام میں مبتلا ہیں اس لیے ان لوگوں کو یہ حیلہ کرنیسے جواز کی گنجائش ہے اور وہ یہ کہ حل میں کہیں معین مقام میں جانیکی نیت کر کے جائیں پھر وہاں سے مکہ مکرمہ میں بغرض اپنے کام نوکری کی ادائیگی کے لیے بغیر احرام جا سکتے ہیں۔ بندہ کے ناقص فہم میں موٹر ڈرائیوروں کو نہ بہت وسعت ہے کیونکہ ان کا ہیڈ کوارٹر جدہ میں ہے مکہ مکرمہ سے آتے جاتے ضرور پہلے جدہ میں جانا پڑتا ہے۔ پھر وہاں سے حکمنامہ لیکر جہاں کو جانا ہو جاتے ہیں اور ڈرائیوروں کا مبادلہ بھی ہوتا ہے۔ پس وہ لوگ مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت جدہ ہی میں جانے کی نیت کر لیں۔ جب جدہ سے پھر مکہ مکرمہ کا حکم ہو تو اسکی تعمیل کی غرض سے بغیر احرام کے جا سکتے ہیں (واللہ اعلم (ناقل)

مسئلہ۔ اگر کسی نے عمرہ کیا اور پہلے حلق یا قصر سے دُوسرے عمرہ کا احرام باندھا تو دم دیگا۔ پھر اگر دُوسرے عمرہ کے ادا کرنے سے پہلے حلق کرے تو دُوسرا دم اور دے۔ واللہ اعلم (زبدہ)۔

عہ لقوله ابن عباس رضی الله عنه من جاوز المیقات بغیر احرام فعلیه دم۔ یہی مذہب امام احمد بن حنبلؒ کا ہے اور امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ لقول النبی صلی الله علیه وسلم هن لهن ولمن اتی علیهن من غیر اهلهن من اراد الحج والعمرة ۱۲۰۰

ہدایا کا بیان

فائدہ۔ ہدی، اس جانور کو کہا جاتا ہے جو حرم میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بھیجکر ذبح کیا جاتا ہے اور بعض ان میں سے کسی جنایات کے کفارہ میں بھی ذبح کرنے پڑتے ہیں (نائل) **مسئلہ۔** ہدی بھیڑ یا بکری ہے تو ایک سال کی اور اونٹ پانچ سال کا اور گائے بھینس دو سال کی ہونی ضروری ہے۔ اور قلادہ ڈال کر شہرت دینی یا عرفات پر ساتھ لیجانا واجب نہیں۔ مگر دم قران اور تمتع کو اور نفل اور نذر کو اگر بدنہ ہو تو مستحب ہے کہ قلادہ ڈالے اور عرفات پر ساتھ لے جائے اور جو بھیڑ بکری ہو تو نہیں (زبدہ) **مسئلہ۔** اور ذبح کرنیوالے کو دم قران اور تمتع میں سے کھانا مستحب ہے اور دم نفل اگر حرم میں جا کر ذبح ہو تو اس کا کھانا بھی ذابح کو جائز ہے (زبدہ) **مسئلہ۔** اور دم جنایات اور دم احصار اور دم نذر اور دم نفل کہ راہ میں ذبح ہو اور حرم تک نہ پہنچے۔ ذابح کو اور اغنیاء کو جائز نہیں اگر کھائیگا تو ضمان دینا ہوگا (زبدہ) **مسئلہ۔** اور سب اقسام ہدی کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے خارج حرم سے جائز نہیں (مگر دم اضحیٰ خارج بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ حج اور عمرہ اور حرم کے متعلقات میں سے نہیں۔ ایسا ہی وہ دم نذر جس میں حرم میں ذبح کرنے کی نیت نہ کی ہو (حیات القلوب)۔

شرائط صحت ہدایا۔ مسئلہ۔ اور منیٰ کی کچھ خصوصیت نہیں (لیکن دم قران اور تمتع اور نفل اور اضحیٰ یا کوئی اور جو ایام نحر میں ذبح کرنا ہو تو وہ منیٰ میں افضل ہیں) اور فقراء حرم کو دینا افضل ہے ورنہ کچھ تخصیص ان کی نہیں ہے (زبدہ) **مسئلہ۔** اور دم قران اور تمتع کو ایام نحر میں ذبح کرے جو پہلے کریگا تو معتبر نہ ہوگا اور جو بعد ایام نحر کے کریگا تو معتبر ہوگا۔ مگر دم تاخیر (بھی دینا) ہوگا اور باقی ہدایا میں ایام نحر شرط نہیں (زبدہ) اگر متطوع ہے تو ایام نحر میں انکا ذبح کرنا افضل ہے تاکہ امام شافعیؒ کے خلاف سے

بھی بیچ ڈالے (حیات) **مسئلہ**۔ اور نکیل اور جھول ہدی کی بھی مستحب ہے کہ صدقہ کر دے
اور اُجرت قصاب کی ہدی میں سے نہ دے اگر صدقہ اور ہدیہ کے طور پر دے تو جائز ہے
(زبدہ) اگر ہدی شکر کا ہے تو اس کا گوشت ہدیۃً دے سکتا ہے اور اگر ہدی جنایت
یا نذر کا ہے تو صدقۃً مساکین کو دیا جائے (نافل) **مسئلہ**۔ اور ہدی پر سوار نہ ہو
اگر مضطر سواری کا ہو تو مضائقہ نہیں۔ اگر سوار ہونے یا بوجھ لادنے سے کچھ نقصان ہوگا
تو ضمان نقصان فقراء کو دینا ہوگا۔ اور اغنیاء کو دینا کافی نہیں (زبدہ) اگرچہ ہدی قران و
تمتع یا نفل کے ہوں قران سے نفع لینا مکروہ تحریمی ہے جب تک کہ اپنے محل پر ذبح نہ
ہوں (اللباب) **مسئلہ**۔ اکثر حاجی اپنے تسرروں کے دم ایسے ہی ذبح کر کے پھینک
دیتے ہیں یا اپنے احباب اغنیاء کو تقسیم کر دیتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ اگر ایسا کیا تو جو
گوشت خود پھینک دیا یا جتنا اغنیا کو دیا اتنی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگی کیونکہ ایسے
ہدایا کا گوشت مساکین پر تصدق کرنا واجب ہے۔ البتہ مساکین موجود نہ ہوں تو ان پر علامت
کیلئے نشان کر چھوڑے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ایسے ہدایا جنایات جنکا ایام نحر میں ذبح کرنا
قیام منیٰ میں ضروری نہیں ہے تو مکہ مکرمہ ہی میں اگر ذبح کرے تو وہاں مساکین کو دینے میں
سہولت سے گوشت تقسیم ہو سکیگا اور منیٰ میں اکثر تو سپاہی لوگ مذبح پر کھڑے رہتے ہیں ذابح
کو گوشت اُٹھانے ہی نہیں دیتے اس وجہ سے بچارے حاجی وہاں ہی چھوڑ کر چلے آتے ہیں۔ یہ
مسئلہ قابل یاد رکھنے کے ہے (نافل) **مسئلہ**۔ اور دودھ ہدی کا نہ نکالے اگر کثرت سے ٹپکنے
لگے تو اگر وقت ذبح کا قریب ہے تو سرد (پانی ڈالنے) سے بند کر دے اور جو ایام ذبح
بعید ہوں تو نکال کر فقراء پر صدقہ کر دے اگر اغنیاء کو دیگا یا آپ پئیگا تو ضمان دینا ہوگا۔
(زبدہ) ذبح سے پہلے ہدی سے منافع لینا جو منع ہے یہ سب ہدیوں کا برابر حکم ہے اگرچہ
وہ ہدایا ہوں جن کو بعد ذبح اغنیاء وغیرہ کو دینا اور خود کھانا جائز ہے مثل دم شکر۔

وغیرہ کے کیونکہ اغنیاء وغیرہ کو دینا بعد ذبح کے جائز ہے اور قبل ذبح کے منافع لینا مطلقاً
مکروہ تحریمی عہ ہے (غنیہ) **مسئلہ۔** اگر ہدی میں قبل از بلوغ محل ایسا نقصان ہو جائے
کہ قربانی اس کی نہیں ہو سکتی۔ تو اگر ہدی واجب ہے تو اس کے بدلے میں اور قائم کرے
اور نقصان دار کو جو چاہے کرے اور جو ہدی نفل ہو تو ذبح کر دے اور اس کے قلادہ
کو اس کے خون میں بھر کر اس کے کوہان پر دھبہ خون کا لگا دے (ایسا ہی جس کو قلادہ نہ
ڈالا ہو بھیڑ بکری وغیرہ کو خون لگا دے کہ اپنے محل حرم میں ذبح نہ ہوا ہو) یہ نشان
ہے (اسکا کہ غنی نہ کھائے (زبدہ) اگر مساکین موجود ہوں تو ان کو دے دے۔

مسئلہ۔ جس ہدی کا کھانا مالک کو جائز ہے اسکو ذبح کے بعد تصدق کر دینا واجب نہیں ہے
کیونکہ حرم میں خون بہانے سے قربت پوری ہو چکی لیکن تہائی گوشت کا تصدق کرنا مستحب ہے
جیسے دم قران وتمتع۔ اور وہ نفل قربانی جبکہ حرم میں پہنچ کر ذبح ہو (عالمگیری)۔

مسئلہ۔ اور جس ہدی کا کھانا مالک کو جائز نہیں ہے اسکا تصدق کر دینا واجب ہے۔
جیسے قربانی نذر اور کفارات اور دم احصار وغیرہ (ہندیہ) **مسئلہ۔** ہر قسم کے ہدیوں کو جبکہ حرم
میں بعد ذبح کے فقط گوشت مساکین کو دیا جائے تو مساکین کا عدد شرط نہیں ہے۔ جیسا کہ
مشہور ہے کہ چھ مساکین کو دیا جائے۔ اگر ایک مسکین کو سب گوشت ایک ہی دفعہ میں دیدیا تو
بھی جائز ہے۔ البتہ جن دموں میں اطعام یا قیمت دینا آیا ہے تو اگر اطعام یعنی گیہوں یا قیمت
دے تو پھر ہر ایک مسکین کو قدر فطرہ کے دینا ہوگا جتنے بھی مساکین کو قدر فطرہ کے بٹ سکے۔
مساکین کی تعداد شرط نہیں۔ یا جہاں تعدد مساکین منقول ہو تو اتنے ہی مساکین کو دینا پڑیگا
جیسا کہ ضوابط جنایات میں گزرا (اللباب) **مسئلہ۔** اگر حرم میں ذبح کرنے کے بعد تلف ہو گئی

عہ يكره له الانتفاع بها تحريما قبل الذبح سواء كان مما يجوز له اكله او لا فلا يركبها الا بالضرورة ولا يحمل عليها اشياء ولا يوجرها فان فعل بالضرورة تصدق بالاجرة (غنیہ ص۱۹۱)

ضائع ہو جائے تو ہر طرح کی ہدی میں عوض اس کے اوپر واجب نہیں اور اگر ذبح کے بعد وہ خود اس کو تلف کر دے تو اگر وہ اس قسم سے تھا جس کا تصدق کرنا واجب ہے تو اس کی قیمت اس کے ذمہ ہو گی۔ اس کو تصدق کرے اور اگر اس قسم سے ہے جس کا تصدق کرنا واجب نہیں تو اس کے عوض میں کچھ واجب نہیں (عالمگیری) البتہ کسی ایسی چیز سے مبادلہ کیا ہو جو کہ مستہلکہ چیز ہیں سے ہے جیسے غلہ طعام وغیرہ تو وہ چیز مساکین کو صدقہ کر دے (ناقل) **مسئلہ۔** جس پر قربانی واجب ہوئی لیکن پورا بدنہ اس پر واجب نہ ہو تو وہ ایک بدنہ یعنی اونٹ یا گائے میں چھ نفر کے ساتھ ساتواں خود شریک ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ سب قربت (اللہ تعالے کی رضا جوئی) کی نیت رکھتے ہوں اگرچہ مختلف جنس کی قربانی کرتے ہوں جیسے کسی پر دم احصار ہے اور کسی پر جنایت صید اور کسی پر دم تمتع ہو یا کوئی نفل ہی دم کرتا ہو مثل عقیقہ کے لیکن اس شرکت میں سب ایک ہی جنس کی قربانی کرتے ہوں تو افضل ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی فقط گوشت کھانے کے لیے شریک ہوا تو سب کی طرف سے قربانی ناجائز ہو جائیگی (غنیہ) **مسئلہ۔** اضحیہ کی قربانی کے لیے کسی نے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور آگیا تو اسکو بھی اس گائے میں شریک کرلیں گے اور ساجھے میں قربانی کریں گے۔ اس کے بعد کچھ اور لوگ اس گائے میں شریک ہو گئے تو یہ درست ہے اور اگر خریدتے وقت اسکی نیت شریک کرنے کی نہ تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنیکا ارادہ تھا تو اب اس میں کسی اور کا شریک کرنا بہتر تو نہیں ہے لیکن اگر کسی کو شریک کر لیا تو دیکھنا چاہیئے کہ جس نے شریک کیا ہے وہ امیر ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے یا کہ غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں۔ پس اگر امیر ہے تو درست ہے۔ اور اگر غریب ہے تو درست نہیں (بہشتی زیور) اس درست نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ شریک کرنا منع ہے۔ اگر

باوجود منع کے شریک کر لیا تو ان چھ شخصوں کی شرکت صحیح ہو گئی اور قربانی بھی جائز ہو گئی۔
البتہ اس فقیر پر واجب ہے کہ باقی چھ حصوں کا ضامن دے وہ اس طرح پر کہ ایام نحر باقی
ہیں تو چھ حصہ قربانی کر دے اور اگر ایام نحر گزر گئے تو انکی قیمت مساکین کو خیرات دیدے
اور بعضوں کے نزدیک غنی کو بھی چاہیئے کہ قیمت تصدق کر دے اپنے کام میں نہ لائے (عالمگیری)
حضرت مرشدی قدس سرہ کی خدمت میں یہ عبارت عالمگیری کی پیش کی گئی۔ اس کے بعد
بہشتی زیور کی عبارت کو درست کیا گیا۔ مگر غنی کو یہ شرکت کرنا بھی مکروہ ہے کہ بسبب
خلاف وعدہ کے کیا ہے۔ یہ مسئلہ اضحیہ کے متعلق ہے کہ غنی کسی کو شریک کر سکتا ہے اور مسکین
نہیں کر سکتا (ناقل) **مسئلہ۔** اگر اونٹ یا گائے تمتع کے لیے خرید کی پس اگر خرید کے
وقت یا خریدنے کے بعد خاص اپنے نفس کے لیے متعین کی یا اصل میں واجب ہی بدنہ
ہوا تھا اس کے لیے خریدی تو ان صورتوں میں اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ سات آدمیوں یا
اس سے کم کو اس میں شریک کرے اور اگر نہ اس پر بدنہ واجب تھا اور نہ خریدتے وقت اور
نہ بعد میں اپنے لیے تخصیص کی یا خریدتے وقت شرکت کی نیت کی تو ان میں کسی کو شریک
کرے تو جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ خریدتے وقت شرکت کی نیت کرے (اللباب وغنیہ)
تنبیہ۔ مسئلہ۔ جو حاجی مسافر ہے اس پر اضحیہ واجب نہیں ہوتا۔ اگرچہ غنی ہو۔
مگر جو بسبب اقامت مکہ کے مسافر نہیں رہا بلکہ مقیم ہو گیا تو بشرط غنی ہونے کے اس پر
اضحیہ یعنی قربانی بھی واجب ہے (زبدہ) **مسئلہ۔** دم قران وغیرہ سے اضحیہ ساقط نہیں ہوتا
بلکہ اضحیہ دوسرا واجب مستقل ہے کہ اس کا ادا کرنا بھی حاجی پر بشرط اقامت وغنا واجب ہے
(زبدہ) یعنی اضحیہ حج کے واجبات میں سے نہیں ہے (ناقل) **مسئلہ۔** یہ بات یاد رکھنے
کے قابل ہے کہ جو حاجی مکہ مکرمہ میں ایسے وقت داخل ہوا کہ منیٰ کی طرف حج کے لیے
نکلنے میں پندرہ دن سے کم ایام باقی ہوں جیسے کوئی شخص حج کے لیے پہلی ذوالحجہ کو

مکہ مکرمہ میں آیا تو اب اگر اس مکہ مکرمہ معظمہ میں اقامت کی نیت کرنے کا ارادہ ہو تب بھی وہ پہلے مکہ معظمہ میں مقیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اقامت کے لیے ایک شہر میں پندرہ ایام ٹھہرنے کی نیت کرنا ضروری ہے اور یہ شخص اگرچہ پندرہ دنوں کی نیت کر بھی لے تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی۔ اس لیے کہ وہ آٹھویں تاریخ کو منیٰ اور عرفات کو جانے والا ہے اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں پندرہ روز رہنا ممکن ہی نہیں ہے اور دو مقام میں پندرہ روز کی نیت کرنا غیر معتبر ہے اور اسی طرح وہ شخص جو مکہ مکرمہ میں حج سے پہلے مقیم ہو چکا ہو۔ یعنی پندرہ روز یا زیادہ رہنے کی نیت سے مقیم ہوا پھر جب منیٰ سے سب افعال حج کے پورے کر کے فراغت پالے اور مکہ مکرمہ کو واپس ہو تو منیٰ سے سفر کی نیت کرنے سے مسافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا وطن اقامت مکہ مکرمہ جو بیچ میں واقع ہے وہ مسافت سفر سے کم پر ہے اور وہاں اس کو آنا ہے اور جب مکہ مکرمہ کی بنا کو چھوڑ کر اپنے وطن کو یا اور کہیں جو وہاں سے بقدر سفر کی مسافت پر ہے روانہ ہو تو مسافر ہو جائیگا۔ اگر مکہ معظمہ میں کوئی حج کی نسک نہ رہتی ہو یا ایسے ہی منیٰ سے چاہے کہ مکہ مکرمہ سے باہر باہر دوسرے راستہ سے جو مکہ معظمہ میں آنا نہ پڑے تو مسافر ہو جائیگا (غنیۃ ناقل)

احصار یعنی راستہ میں رک جانے کا بیان

مسئلہ محصور کو بہتر ہے کہ بغیر حلال ہونے احرام کے اپنے وطن کو چلا جاوے یا وہاں رہ جاوے تا آنکہ احصار زائل ہو۔ پس اگر حج کو پا سکے تو بہتر ورنہ افعال عمرہ کے

ع ان كان بينه وبين خروجه الى منى وعرفات اقل من خمسة عشر يوما لم تصح نية الاقامة بمكة لانه عازم الحج لخروج الى منى وعرفات قبل خمسة عشر يوما فلم يكن ناويا الاقامة بموضع واحد بل موضعين مستقلين وشرط الصحة الاقامة اتحاد الموضع الخ (غنیۃ واللباب) (غنیہ ص۳ م) ایسا ہی منحۃ الخالق شرح بحر الرائق میں ہے۔ الجزء الثانی بحر الرائق باب الصلوٰۃ والمسافر

بجالا کر حلال ہو اور اگر بہ سبب بہت ایام احرام میں رہنے کی تنگی سے ہدی حرم میں بھیج کر ذبح کرانے سے حلال ہو جائے تو جائز ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ جو محرم بہ سبب خوف دشمن یا درندہ کے یا غلبہ مرض کے رک جاتے اس کو محصر کہتے ہیں (زبدہ) اسی طرح قید ہو جائے یا کوئی شرعی امر مانع ہو جائے (ہندیہ) **مسئلہ**۔ مرض کی حد جس سے کہ احصار ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کو چلنے اور سوار ہونیکی طاقت نہ رہے۔ لیکن اگر فی الحال قدرت ہو اور پیادہ چلنے یا سواری پر چلنے سے مرض کی زیادتی کا خوف ہو تو بھی یہی حکم ہے (عالمگیری) **مسئلہ**۔ اگر کسی کے خرچ کے دام چوری ہو گئے تو وہ محصر ہے (ہندیہ) اگر چلنے پر قدرت رکھتا ہو تو محصر نہیں آدمیوں سے سوال کر کے کھاتا جائے (غنیہ عن البزازیہ)[ع]۔ البتہ جو آدمی ایسا ہو جسکو چلنے کی نہ عادت ہے اور نہ برداشت ہے۔ اس کو غالب گمان یہی ہے کہ کچھ راستہ چل کر عاجز ہو جاؤنگا تو محصر ہے اور حلال ہو سکتا ہے **مسئلہ**۔ اگر کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کا شوہر نہیں اور کوئی محرم اُسکے ساتھ ہے پھر اسکا محرم مر گیا یا کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اسکے ساتھ محرم نہیں ہے لیکن اس کیساتھ اسکا شوہر ہے پھر اسکا شوہر مر گیا تو وہ عورت محصر ہے (عالمگیری) **مسئلہ**۔ اور اگر عورت کا محرم راستہ میں مر جائے اور وہاں سے مکہ مکرمہ تک تین دن یا اس سے زیادہ کا راستہ ہے تو وہ بمنزلہ محصرہ کے ہے اور اسی طرح اگر کسی عورت نے بغیر اجازت شوہر کے نفل حج کا احرام باندھا

ع۔ وهلاك النفقة الا اذا قدر على المشى بدونها كما اذا كان قريبا من عرفة او مكة او كانت الراحلة يتصور بيعها وانفاق قيمتها وهو قادر على المشى بدونها لابدون النفقة وفى البزازية سرقت نفقة بعد الاحرام ان قدر على المشى لا يكون محصرا او يمشى ويسال الناس اھ (غنيه ص ١٢٦) ايضا۔ هلاك النفقة فان سرقت نفقته ان قدر على المشى فليس بمحصر والا فمحصر وان قدر عليه الحال الا ان يخاف العجز فى بعض الطريق جاز له التحلل (لباب صفحہ ۲۷۲)

(اور محرم ساتھ نہیں) پھر اسکے شوہر نے اسکو حج کو جانیسے منع کردیا تو وہ بمنزلہ محصور کے ہے بحق شرع (عالمگیری) اور اگر محرم ساتھ ہے تو محصرہ ہے حق عبد میں۔

اور یاد رکھے کہ حق شرع میں محصرہ ہو تو ذبح کرانے سے حلال ہوگی اور حق عبد میں محصرہ ہو تو شوہر اسکو ادنےٰ محظور سے حلال کردے مثلاً ناخن لینے یا خوشبو لگاکر وغیرہ (نافل)

مسئلہ۔ اور اگر عورت نے حج فرض کا احرام باندھا اور اسکے ساتھ شوہر یا محرم نہیں ہے تو محصرہ ہے بحق شرع۔ اور اگر اسکا محرم یا شوہر ہے اور جسوقت بس شہر کا قافلہ حج کو جاتا ہے اسوقت اس عورت کو استطاعت حج کی بھی ہے تو وہ محصور نہیں اور اگر اسکا شوہر ہے اور کوئی محرم اسکے ساتھ نہیں ہے اور شوہر نے اس کو منع کیا تو محصرہ ہے۔

جب عورت نے حق اللہ میں محصرہ ہو تو کیا شوہر کو یہ اختیار ہے کہ اپنی عورت کو احرام سے (بطریق رفض) باہر کرادے۔ امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت ہے کہ شوہر کو یہ اختیار ہے (ہندیہ) مگر اس صورت میں چونکہ محرم ساتھ نہیں ہے تو حق اللہ ہی میں محصرہ ہے تو رفض احرام ذبح بھیج کر کرلئے اور اگر حق عبد میں محصرہ ہوتی ہے اگرچہ مقیمہ ہو یا مسافرہ اگرچہ کوئی محرم ساتھ ہو اور مکہ مکرمہ میں ہو یا کہیں اور واجب ہے کہ وہاں رہ جائے۔ پس مکہ میں ہو تو عرفات پر نہ جائے بلکہ وقوف عرفہ کا وقت فوت ہونیکے بعد افعال عمرہ کے بجالاکر حلال ہو اور اگر رجعی طلاق دی ہو تو زوج کے ساتھ ہولے اگرچہ وطن کو لوٹے یا حج کو جائے اسکو نہ چھوڑے لیکن مرکو افضل ہے کہ رجعت کرے (غنیہ) اسکے متعلق کچھ شرائط وجوب ادائے حج کی چوتھی شرط عدت میں بھی ذکر کیے گئے ہیں وہاں دیکھ لیے جائیں مسئلہ۔ عام علماء کے نزدیک جس طرح حج سے احصار ہوتا ہے اسی طرح

عمرہ سے بھی احصار ہوتا ہے (ہندیہ) یعنی عمرہ کے نفقط طواف سے رکاوٹ ہو جائے اگرچہ سعی سے رکاوٹ نہ ہو۔ کیونکہ وہ واجب ہے۔ مسئلہ۔ اگر یہ محصر مفرد ہے (بالحج) یا معتمر تو ایک دم یا قیمت دم کی دیکر کسی کو حرم میں بھیجے تاکہ وہ شخص حرم میں جاکر ذبح کرے۔ اور تاریخ و وقت ذبح کی معین کر دے تاکہ بعد ذبح حلال ہو اور ایام نحر اس ذبح میں بھی ضروری نہیں (زبدہ) اگر ایام نحر پانے ممکن ہوں تو ان میں ذبح کرنا افضل ہے (ناقل) مسئلہ۔ اور اگر دم یا اسکی قیمت میسر نہ ہو تو حلال نہیں ہو سکتا جب تک کہ حرم میں ذبح نہ ہو یا خود جاکر طواف اور سعی کر کے حلق نہ کرے (زبدہ) یعنی افعال عمرہ بجالا کر حلال ہو اور اس دم کے بدلہ صدقہ اور روزہ جائز نہیں اور جبتک کہ ذبح کرا کر حلال نہ ہو تو احرام ہی میں رہے جتنا ہی وقت ہو (غنیہ)[1]

ضروری فائدہ۔ اگر محصر کو ایسا آدمی نہ مل سکے جسکے ہاتھ ہدی بھیج کر حرم میں ذبح کرائے تو اس صورت میں محصر کو بہت ہی مشکل آئیگی۔ اس تنگی کو رفع کرنے کے لیے ذیل کی عبارات سے جواز کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ میں لکھتے ہیں :۔ علماء حنفیہ نے جواب دیا کہ حدیبیہ میں نصف حل ہے اور نصف حرم ہے تو شاید آپ نے حصہ حرم میں ذبح کیا ہو، اور دوسرا جواب یہ کہ مشرکین نے ہدی کو بھی روکا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا:۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ

تو ہدی کو اپنے محل میں جانے نہیں دیا اور مبسوط میں کہا ہے کہ آپ نے حل میں ذبح کیا اس واسطے کہ اسوقت آپ کو ایسا آدمی نہیں ملتا تھا جس کے ہاتھ حرم میں بھیجیں تو آپکے

---

[1] و بالعمرۃ عن الطواف فقط (غنیہ ص۲۶۶)

[2] وان لم یجد الهدی او ثمنه او من یبعث بهدیه بقی محرما حتی یجد او زال المانع والا بقی محرما ابدا ولا یجزی عن الهدی بدل الهدی لا صدقة ولا صوم (غنیہ ص۲۷)

واسطے یہ امر خاص تھا۔ صاحب مبسوط نے یہ جو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص تھا۔ انتہیٰ۔ تو پھر ہم لوگوں کے لیے اجازت نہیں۔ اصل مذہب کی اس سے تائید فرمائی (لیکن بعد میں صاحب عین الہدایہ مترجم اپنی رائے لکھتے ہیں)۔

میں کہتا ہوں کہ اس قول کے موافق جس کسی کو آدمی میسر نہ ہو تو اسکو جائز ہوگا کہ مقام احصار میں ذبح کر دے اور شک نہیں کہ اگر لے جانا ممکن نہ ہو یا آدمی میسر نہ ہو تو اس کے سوائے چارہ ہی نہیں ہے (انتہیٰ)

ہمارے نزدیک تو ضرورت اور تنگی کی وجہ سے جواز کی گنجائش نکلی اور امام شافعیؒ کے مذہب میں تو مطلق جواز ہے (فیذبح عنه فی الحرم) خلافاً للشافعی حیث جوز ذبحه حیث احصر ولو فی الحل کما قدر فی محله۔ (شرح اللباب ص ۲۷۶) پس اس توافق سے بھی وسعت ہوئی واللہ اعلم (ناقل)۔

دوسری ضرورت اگر یہ پیش آئے کہ ہدی نہیں ملتی بہ سبب عجز مسکینی کے مثلاً جدہ یا کامران وغیرہ سے حکام نے جہازوں کو روک دیا بلکہ واپس کر دیا تو اغنیاء وہاں جہاز ہی میں سے اگر مل سکا تو جانور لے کر ذبح کر سکتے ہیں یا واپس ہو کر وطن وغیرہ میں کر لیں گے۔ مگر مساکین کس طرح کریں، تو اسکا حیلہ یہ لکھتے ہیں کہ جب حج کرجانا ہو تو احرام

عــہ (ولا یفید اشتراط الاحلال عند الاحرام شیئاً) ای لا من سقوط الدم ولا من حصول التحلل بدونه والمعنی ان المحصر لا یحل الا بالذبح فی الحرم سواء اشترط عند احرام الاحلال بغیر ذبح عند الاحصار اولا وھذا المسطور المذھب فی کتب المذھب وذکر فی الایضاح قال ابوحنیفة الشرط یفید سقوط الدم ولا یفیه التحلل ونقل الکرمانی والسروجی عن محمد انه ان کان قد اشترط الاحلال عند الاحرام اذا احصر جاز له التحلل بغیر ھدی (شرح اللباب ص ۲۷۵ وکبیر ص ۲۰۰)

باندھنے کے وقت یہ شرط کر لے کہ اگر میں محصر ہو جاؤں تو حلال ہو جاؤں گا (اس کو
اشتراط الاحلال عند الاحرام) کہتے ہیں تو محصر ہونے کے وقت بغیر ذبح کرنے ہدی
کے بھی حلال ہونا جائز لکھتے ہیں۔ لیکن مشہور مذہب وہی ہے کہ بغیر ذبح کرنیکے حلال نہ ہوگا
اور اشتراط کو معتبر نہیں سمجھا گیا۔ لیکن کرمانی اور سروجی نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ
اگر یہ شرط احلال کی احرام کے وقت اور محصر ہوا تو جائز ہے حلال ہونا بغیر ہدی
کے (ردالمحتار) اور کیونکہ اب اس زمانہ میں بہت ہی انقلاب ہو رہا ہے۔ اگر کہیں جنگ
وغیرہ شروع ہو جانیکی وجہ سے ایسی رکاوٹیں پیدا ہو جائیں تو ناچاری میں گنجائش نکل
سکتی ہے۔ مطلقاً احلال جائز نہیں ہے (نائل) **مسئلہ**۔ اور جو محصر قارن ہے تو دو دم
بھیجے۔ اگر ایک دم بھیجے گا تو ایک بھی احرام سے نہ نکلے گا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور اگر محصر
دم نہ بھیجے بلکہ صبر کرے یہاں تک کہ مانع زائل ہو جائے اور پھر آپ ہی جائے تو بھی
درست ہے اگر زمانہ حج کا پالیا تو بہتر ورنہ افعال عمرہ کر کے حلال ہو جائے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور
محصر فقط ذبح سے حلال ہو جاتا ہے حلق کرے یا نہ کرے (زبدہ) لیکن ذبح کے بعد کوئی
ادنیٰ مخظور ناخن وغیرہ لینے سے حلال ہونا چاہیئے۔ اگرچہ وہ ان کے محض ذبح سے
حلال ہو جاتا ہے مگر حلق کرنا افضل ہے (عالمگیری) جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ
نے صلح حدیبیہ میں کیا تھا (غنیہ) اور بعض لکھتے ہیں محض ذبح سے حلال ہونا اس محصر
کے لیے ہے جو آفاقی یا حلی میں محصر ہو اگر حد حرم میں محصر ہو کہ مکہ مکرمہ میں نہ جاسکے تو
بالاتفاق ذبح کے بعد حلق واجب ہے۔ لیکن اکثر متون میں یہ نہیں لکھتے بلکہ مطلقاً ذبح سے
حلال ہو جانا منقول ہے جیساکہ صاحب زبدہ قدس سرہ نے فرمایا۔ [عہ] واللہ اعلم۔ اس مسئلہ

عہ و ذبحہ یحل بلا حلق وتقصیر سواء احصر فی الحل او الحرم الا انہ لو حلق
او قصر فحسن کما فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ عام الحدیبیۃ لیعرف استحکام
غنیہ ص ۴۳۳

سے انتقال کی بحث شرح علی القاری میں ص۲۸۰ پر دیکھی جاوے۔ مسئلہ۔ اگر وقت
ذبح سے پہلے حلال ہو گیا یا معلوم ہوا کہ ذبح حرم میں واقع نہیں ہوا بلکہ حل میں ہو گیا
ہے تو کفارہ جنایت کا دینا واجب ہو گا۔ اگر جنایات مکرر ہوں تو کفارہ بھی مکرر دیگا
(زبدہ) وقت سے پہلے حلال ہونیکی صورت میں جب وہ وقت آئیگا تو حلال ہو جائیگا
پہلا حلال ہونا معتبر نہ ہوگا اور حرم کی حد سے باہر ذبح ہونیکی صورت میں دوسرا دم حرم کی حد میں
بھیج کر ذبح کرانے سے حلال ہو گا۔ البتہ مکرر جنایات سے مکرر کفارہ کا لازم ہونا محل نظر آتا ہے۔
اس لیے کہ اس نے اپنے کو حلال سمجھ کر مکرر ارتکاب کیا ہے جیسا محرم رفض کی نیت سے محظور
کرتا ہے تو سب ارتکاب سے ایک ہی جنایت لازم ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں کچھ فرق
نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (بعض محشی الزیلعی سے شامی، ردالمحتار باب الاحصار) مسئلہ۔ یہ
جاننا چاہیئے کہ عورت محرمہ اپنے زوج یا محرم کے راستہ میں مرجانیسے تو حق شرع میں محصرہ ہے

بقیہ صفحہ ۴۳۲ عزیمۃ علی الانصراف ویأمن المشرکون منهم فلا یتخلون بمکیدة اخری
بمصلح هذا عندهما وعلیه المتون وهو ظاهر الروایة عن ابی یوسف فما فی اللباب انه
بمجرد الذبح لا یخرج من الاحرام حتی یحل بفعل ادنی ماله یحظره الاحرام ولو بغیر
حلق مخالف لما ذکروه اه مع انه لا تظهر له ثمرة تامل ردالمحتار (جلد۲ ص۲۶۹)

عه ولو ظن ذبحه فی یوم المواعدة ففعل کالحلال او ذبح فی الحل ففعل کالحلال
علی ظن الذبح فی الحرم فظهر خلافه لزمه جزاء ما جنی ویتعدد بتعدد الجنایات
قاله الطحاوی بناءً علی انه ظاهر کلامهم هنا لکن قولهم فیما مر ان المحرم لو نوی الرفض
ففعل کالحلال علی خروجه من الاحرام بذلک لزمه دم واحد لجمیع ما ارتکب
امر یقتضی عدم التعدد هنا ایضا لعدم الفرق ظاهرا ولذا قال بعض محشی الزیلعی
وینبغی عدم التعدد هنا ایضا کذا فی رد المحتار (جلد۲ ص۲۶۸)

ایسا ہی جب حج فرض یا نفل یا عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے ساتھ کوئی محرم یا زوج نہ ہو تب بھی وہ جبکہ مقام احصار اور مکہ معظمہ کے درمیان مسافت سفر ہو اور اسی طرح جس عورت نے حج فرض کا احرام باندھا بغیر اذن زوج کے اور اسکے ساتھ کوئی اور محرم نہیں ہے۔ اور زوج نے بہ سبب نہ ہونے محرم کے جانبسے منع کیا تو وہ بھی محصرہ ہے شرعاً۔ پس ان سب صورتوں میں اور محصروں کی طرح حرم میں ہدی بھیجکر ذبح کہانے سے احرام سے حلال ہو گی (اللباب) مسئلہ۔ اور اگر عورت نے حج نفلی کا احرام بغیر اذن زوج کے باندھا اور اس کے ساتھ کوئی محرم ساتھ ہو پھر زوج نے جانے سے منع کیا تو اب حق عبد میں محصرہ ہے یعنی زوج ہی کے حق کی وجہ سے محصرہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عورت کو جب شرعاً سفر کرنیکی ممانعت ہو گی تو اس وقت حق شرع کی وجہ سے محصرہ ہے جیسے عورت نے احرام باندھا اور کوئی محرم وغیرہ ساتھ نہیں۔ اور اگر نفلی حج کا احرام باندھا اور محرم ساتھ ہے تو اب شرعاً سفر کرنیکی تو اجازت ہے مگر زوج اگر اجازت نہ دے تو اب حق زوج کی وجہ سے محصرہ ہے۔ باقی اگر فرض حج کا احرام باندھا اور محرم ساتھ ہے تو اب زوج کو منع کرنے کا حق نہیں۔ خوب سمجھ لو۔ پس جس صورت میں عورت حق زوج میں محصرہ ہو گی تو زوج کو اختیار ہے کہ اپنی عورت کو احرام سے باہر کر دے۔ وہ اس طرح کہ ادنیٰ محظور مثل ناخن تراشنے یا بوسہ دینے یا خوشبو لگانے سے حلال کرے۔ پس ان باتوں سے حلال کرنا اولیٰ ہے بہ نسبت تحلیل بالجماع کے بوجہ تعظیم حج کے۔ بحر الرائق نے کہا ہے کہ تحلیل بالجماع کی کراہت میں اختلاف ہے لیکن کراہت کو ترجیح ہے (اللباب وغنیہ) زوج کو اپنی عورت کو ان محظورات سے تحلیل کرنیکا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ مرد کو اپنی زوجہ کے احرام کا علم ہو تو اس فعل سے حلال ہو جائیگی۔ اگرچہ تحلیل کا ارادہ نہ ہو۔ اور اگر احرام کا علم نہیں ہے تو حلال نہ ہو گی۔ بلکہ اگر جماع کیا تو حج

کا فاسد ہو جائے گا۔ **مسئلہ** ۔ پس جس صورت میں تحلیل بغیر ذبح فقط فعل محظور سے مثلاً[عہ] ہوئی ہے تو اس عورت پر حج اور ایک عمرہ کرنا اور ایک ہدی ذبح کرنا کفارہ کا لازم ہو گا۔ بشرطیکہ اس سال حج نہ کرے اور اگر تحلیل کے بعد اسی سال میں جا کر حج کر لیا تو فقط حج کرے اور کفارہ کا دم بھی ذبح کرنا لازم ہو گا اور عمرہ ساقط ہو جائے گا۔ (بحر الرائق) اور جو ذبح بھیج کر حلال ہوئی ہو تو اس کا حکم نیچے آئے گا۔

مسئلہ ۔ اور اگر عورت نے نفل احرام کا حج باندھا بغیر اذن زوج کے اور اس کے ساتھ محرم نہیں ہے تو چونکہ اب حق شرع میں محصرہ ہے اس صورت میں حرم میں ہدی ذبح کرانے سے حلال ہو گی۔ نہ بفعل محظور۔ اور اگر زوج کے اذن سے نفل حج کا احرام باندھا اور مابین مکہ کے مسافت سفر ہے لیکن محرم ساتھ ہے یا محرم ساتھ نہیں مکہ مکرمہ مسافت سفر سے کم ہے تو اب زوج کو حکم نہیں ہے کہ اپنے اذن دیئے ہوئے قول سے رجوع کرے اس کا حق ساقط ہو گیا ہے۔ (غنیہ و بحر)

مسئلہ ۔ (جو شخص محصور ہو گیا اور حلال ہونا چاہتا ہے تو) پھر وہ محصر حرم میں ذبح کر کے حلال ہو لیتا ہے تو قضا اسکے ذمہ واجب ہوتی ہے (زبدہ) **مسئلہ** ۔ پس اگر احرام حج سے حلال ہوا ہے۔ اگرچہ حج نفل ہی ہو تو اگر اسی سال وقت حج باقی ہو اور قضا کرے تو (جدید احرام باندھ کر) ایک حج کرے (اور نیت قضا کی نہ کرے) اور آئندہ سال قضا کرے تو ایک حج اور ایک عمرہ کرے اگر (آئندہ سال اس حج اور عمرہ کو ایک احرام میں) قران کرے تو بھی جائز ہے (زبدہ) قضا کرنے میں بصورت شکر قران کرنے کے

عہ ولو جامع زوجۃ او امتہ محرمۃ ولا یعلم باحرامہا لم یکن تحلیلا و فسد حجہا وان علمہ کان تحلیلا وفی المنتقی المعانقۃ او التقبیل مع العلم بالاحرام تحلیل وان لم یرد بہا التحلیل وعنایۃ (غنیۃ الناسک صفحہ ۱۷۰)

دم قران بھی لازم ہوگا۔ **مسئلہ**[علہ]۔ دُوسرے سال میں قضا کی نیت کرنا نفل حج کیواسطے ہے اور اگر فرض حج ہو تو اس میں قضا کی نیت کرے۔ بلکہ فرض حج ہی کہے۔ کیونکہ وہ قضا نہیں ہُوا۔ اسکے ادا کرنیکا ساری عمر وقت ہے (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور اگر (اصل میں) قران سے (محصور ہوکر) حلال ہُوا ہے تو اگر اسی سال (احصار زائل ہونیکے بعد حج پر پہنچ سکتا ہے اور اگر) قضا کرے تو قران قضا کرے اور دُوسرے سال تو چاہے ایک حج اور عمرہ کرے اور چاہے ایک قران اور ایک عمرہ کرے (زبدہ)۔

تنبیہ۔ یہ جو زبدہ میں فرمایا گیا کہ قران سے حلال ہُوا ہے اسی سال قضاء کرے تو قران قضا کرے) یہ عبارت زبدہ کی مبہم ہے اس سے ظاہرا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ اگر اسی سال قضا کرے تو قران ہی کرے۔ اور جو بعد میں چھوٹا جیبی زبدہ چھپا ہے اس میں تو فقط یہ لکھا ہے کہ ایک حج قضا کرے) یہ کاتب سے رہ گیا ہے۔ حالانکہ اصل عبارت اس مسئلہ کی اسطرح ہونی چاہیئے۔ کہ اگر اس سال میں آکر کرے تو لا ایک حج اور ایک عمرہ) جو چھوڑے گئے کرے۔ پس اگر دونوں کو ملا کر قران کی صورت میں ادا کرے یا دونوں کو جُدا جُدا کرے اسکو اختیار ہے یہ لازم نہیں کہ اسی سال میں ضرور وجوبًا قران ہی کرے اور اگر قران کی صُورت میں ادا کریگا تو دم قران بھی دینا ہوگا اور پہلا قران ذبح سے تحلیل کرنے کی وجہ سے باطل ہوگیا اور وہ دم قران بھی ساقط ہوگیا۔

چونکہ قران ابتدا میں کرنا افضل ہے ایسا ہی جب وہ باطل ہوا تو اب اسکی قضا میں بھی صورت قران افضل ہے واجب نہیں فقط حج اور عمرہ چھوڑے ہوئے قضا کرنے

علہ ثم اذا قضهما من قابل فان شاء قرن بهما وان شاء افرد بهما وان كان المحصر قارنا فعليه قضاء حجة وعمرتين يقضيهما بقران وعليه دم القران وافراد ولا دم عليه (كبير ص ۲۲۲)

پڑ بیٹھے اور چونکہ حج کی تحلیل ذبح سے کی گئی اس لیے اس پر ایک عمرہ اصل تحلیل بالعمرۃ کے ترک کیوجہ سے بھی لازم ہوتا ہے۔ البتہ اسی سال ہیں جاکر حج کر لیا تو یہ عمرہ ثانی ساقط ہوجائیگا باقی اس پر وہ عمرہ جو حج کے ساتھ جسکی تحلیل ذبح سے کرلی تھی وہ بھی کرنا پڑیگا اور دوسرے سال کرے تو جملہ تین نسکین ایک حج اور دو عمرہ کرنے ہونگے جب دو یا تین نسکین کرنی ہونگی تو ان میں یہ اختیار ہے کہ حج کے ساتھ عمرہ ملاکر قران کرے اور ایک عمرہ جدا کرے یا تینوں کو جدا جدا کرے۔ مثلاً مفرد بالحج ہے وہ اگر پہلے سال کرے تو فقط ایک حج کرے اور اگر دوسرے سال کریگا تو چونکہ اس پر ایک عمرہ بھی لازم ہوا تھا وہ ملاکر قران کرے یا جدا جدا کرے اور پہلے سال میں حج کرنے سے وہ عمرہ ساقط ہوجاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب حج اور عمرہ کرنا ہے تو بصورت قران یا جدا جدا کرنیکا اختیار نہیں وجوبی امر نہیں ہے۔

اس حالت میں چند مفید مسائل لکھے جاتے ہیں:۔

مسئلہ۔ محصر مفرد اگر آفاقی سے دم بھیج کر حلال ہوا ہے پس اگر اسکی قضا کرنے کے لیے اسی سال میں وقت حج کے ملنے پر آئے تو پھر فقط حج کرے اور اگر از خود تمتع کرے یا قران کرے تو بھی جائز ہے منع نہیں ہے۔ البتہ تمتع یا قران کرنیکی صورت میں دم شکر بھی لازم ہوگا۔ **مسئلہ۔** اور جو قارن آفاقی میں محصور ہوکر حلال ہوا اور اسی سال میں اگر حج کرے تو چونکہ اس پر قران کی وجہ سے عمرہ بھی شروع کرنے سے لازم ہوچکا تھا وہ بھی کرنا ہوگا تو اب اسکو اختیار ہے کہ قران ادا کرے یا دونوں کو جدا جدا قضا کرے دوسرا عمرہ لازم نہ ہوگا اور اگر حج میں اتنے قدر وقت تنگ ہے کہ حج سے پہلے عمرہ نہیں کرسکتا تو اس حالت میں پہلے حج ہی کرنا ہوگا۔ عمرہ کو بعد ایام تشریق کے کرلے۔ اگرچہ عمرہ پہلے کرنا یا بعد میں یا قران کرے ہر صورت میں کرنیکا اختیار ہے۔ فافہم۔ دوسرا یہ بھی ہے کہ قارن دو دم ذبح کر کے حلال ہوا۔ اگر قضا میں قران کرنا ہے تو دم شکر

بھی لازم ہو گا۔ اور ذبح کرنے کی طاقت نہیں تو پھر روزے رکھنے لازم ہونگے۔ لن دجوہ سے قران ہی کی صورت اختیار نہ کرے یا روزہ رکھنے کا وقت مل سکے تو قران کرنا افضل ہے اور امر اختیاری ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور اگر اس حاجی نے حد حل یا حرم میں اگر محصور ہو کر ذبح بھیج کو تحلیل حاصل کی تو مفرد بالحج ہو خواہ قارن اب قران یا تمتع نہیں۔ کر سکتا کیونکہ حد حل یا حرم میں تحلیل کرنے کے بعد اسی جگہ والوں کے حکم میں ہو گیا تو حل یا حرم والوں کو قران یا تمتع کرنا منع ہے ہاں اگر اشہر حج نہ ہوں تو واپس آفاق کی حد میں کسی ضرورت سے جانا پڑے تو وہاں سے تمتع یا قران کرنا جائز ہے۔ یہ صورت دوسرے سال میں کرنے سے حاصل ہو گی۔ **مسئلہ**۔ حد حل میں حرم میں جو قارن محصور ہو کر ذبح بھیج کر حلال ہوا اور اسی سال میں احصار زائل ہونے سے حج کا وقت پا سکنے کی صورت میں اس کو قران کرنا جائز ہی نہیں اور اگر پہلے عمرہ جُدا کرے گا اور پھر حج کریگا تو متمتع ہو جائیگا یہ بھی منع ہے۔ اس لیے اس کو چاہیئے کہ پہلے حج ادا کرے پھر جب ایام تشریق بھی گزر جاویں تو وہ عمرہ جسکو چھوڑا گیا تھا وہ بھی ادا کرے اور اگر حل اور حرم کی حد میں رہے اور آئندہ سال میں حج ادا کرے تو مفرد بالحج ہو خواہ قارن ہو وہاں حل یا حرم سے چونکہ یہ وہاں کے حکم میں ہے اس کو قران کرنا منع ہے تو یہ سب نسک کو جُدا جُدا ادا کریں بشرطیکہ حج اور عمرہ کو اشہر حج میں بصورت قران یا تمتع نہ ہو۔ ہاں اگر اشہر حج سے پہلے جاکر لازم شدہ عمرہ کرنے اور حج کو بعد میں قضا کرے تو حرج نہیں۔ اس بیان سے اور سب جو صورتیں نکل سکیں ان کا حکم بھی معلوم ہو جائیگا (ناقل)۔

۱۔ وعلی المحصر بالحج ان احل من حجة بالهدی ولم یحج من عامه حجة وعمرة وقضاهما بقران او افراد فلو قضا الحجة من عام الاحصار لا تجب معها عمرة الخ۔ یہ صورت مفرد بالحج کی ہوئی۔

۲. وعلى القارن حجة وعمرتان عمرة القرآن وعمرة التحليل قبل الاولى
يتخير فى القضا بين الافراد والقران لانه التزام اصل القربة لا وصفها
فيفرد كلا من الثلاثة او يجمع بين حجة وعمرة ثم ياتى بعمرة

اب ثانی عمرہ کے لازم ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

هذا ان كان حل بذبح ولم يحج من عامه اما لو كان حل بالعمرة او
حج من عامه كان عليه عمرة القران فقط على ماهو رواية الاصل (غنیۃ الناسک ص ۱۶۸)

غنیہ کی عبارت (التزام اصل القربۃ لا وصفها) سے صریح معلوم ہوا کہ
پھر قضا میں قارن کو پہلے سال خواہ دوسرے سال قران کرنیکا وجوبی امر نہیں بلکہ تخیر
ہے۔ اور بھی تصریح کردی کہ اگر افعال عمرہ سے حلال ہو یا اسی سال میں جا کر حج کر لیا
تو اسکے ذمہ باقی فقط قران والا عمرہ جسکو چھوڑ آگیا لازم ہوگا اور ثانی عمرہ ساقط ہوا۔ سقوط کیوجہ
پہلے سال میں حج کرے یا تحلیل حج کی عمرہ کے افعال سے کرنیسے لکھا (ناقل)

تنبیہ۔ یہ یاد رہے کہ ثانی عمرہ کا لازم ہونا بسبب تہلیل بالھدی ہے۔ یعنی
اصل تحلیل بالعمرہ کا ترک کرنا اور اسی سال جاکر حج کر لیا تو گویا اصل تحلیل حاصل ہو گئی تو
وہ عمرہ ساقط ہو گیا بخلاف دوسرے سال میں کرنے کے۔ فافہم۔ [عہ] **مسئلہ**۔ اگر عمرہ
کے احرام سے حلال ہوا ہے تو وہ معتمر فقط ایک عمرہ ہی کی قضا کرے خواہ کبھی کرے (زبدہ)

عہ وان كان المحصر قارنا فعليه قضاء حجة وعمرتين يقضيهما بقران وعليه
دم القران وافراد ولا دم عليه كذا فى الحاوى وهذا اذا لم يقض فى سنة الاحصار
اما اذا زال الاحصار بعد التحلل بالذبح والوقت يسع تجديد الاحرام والاداء فانما
عليه عمرة القران على ما هو رواية الاصل كذا فى الفتح والجوهرة اذا قرن من
عامه ذلك سقطت عنه العمرة الثانية كما فى الفرد اذا حج من عامه۔ (ذلک انتہی کبیری ص ۲۴۲)

مسئلہ۔ اور جو محصر دم روانہ کر چکا پھر احصار بھی زائل ہوگیا۔ اگر ہدی اور حج دونوں پاسکتا ہے تو واجب ہے کہ جاکر حج ادا کرے اور ہدی کو جو چاہے سو کرے (زبدہ) یعنی واجب ہے کہ جاکر حج کرے اسکو حلال ہونا جائز نہیں اور ہدی کو فروخت کردے یا ہبہ کردے لیکن صدقہ کرنا افضل ہے (اللباب) **مسئلہ۔** اور اگر حج اور ہدی کو نہیں پاسکتا یا حج کو نہیں پاسکتا تو جانا کچھ ضرور نہیں چاہے جائے چاہے نہ جائے (زبدہ)

مسئلہ۔ اور اگر ہدی نہیں مل سکتا لیکن زمانہ حج کا پاسکتا ہے تو افضل ہے کہ جاکر حج کرے اگر نہ گیا تو کچھ بھی ڈر نہیں (زبدہ) یعنی حلال ہونا جائز ہے اور حج پر جانا لازم نہیں استحساناً (اللباب) چونکہ اس میں کچھ اختلاف ہے اس لیے چاہیئے کہ حج کو چلا جائے اور حلال نہ ہو۔ اور اس ہدی کی نیت نفل صدقہ یا کسی اور وجوب کی کرے (نائل)[ع۱]

مسئلہ۔ اور جس صورت میں حج کو نہیں پاسکتا اور ہدی کو پاسکتا ہے تو اگرچہ جانا ضرور نہیں ہے مگر جانے میں یہ فائدہ ہے کہ جاکر افعال عمرہ بجالاکر حلال ہوجائے تو افضل ہے جو اصل تحلیل ہے اور دوسرے سال فقط حج کرے عمرہ کرنا لازم نہ ہوگا کیونکہ

ع۱ ان یقدر علی ادراک الحج دون الهدی الافضل له التوجه الصواب ان یقال جاز له التحلل و لا لزمه المضی استحسانا (و روایة یجب) ای یلزمه المضی ولا یجوز له التحلل قیاسا وهو قول زفر وروایة الحسن عن ابی حنیفة وهو الافضل اتفاقا (اللباب وشرح ص۲۸۱) ــــــ ایضا ویفعل بهدیه ما شاء ای من بیع او هبة او صدقة ونحو ذلك (اللباب وشرح ص۲۸۲) ایضا و اما اذا قدر ای ادرك الحج دون الهدی لجواز التحلل بالهدی استحسان صیانة المال عن الضیاع و فی القیاس یلزمه التوجه ولا یجوز التحلل وهو قول زفر و روایة الحسن عن ابی حنیفة رحمهم الله تعالیٰ ولو زال احصاره قبل بعث الهدی ولم یقدر علی الحج صار حکمه حکم الفائت (غنیة ص۹۶)

وہ اس سال میں عمرہ سے تحلیل کرنے سے ساقط ہوجائیگا (غنیہ) **مسئلہ**۔ اور ہدی کو نہ پاسکے اور حج کو پاسکنے کی صورت میں جب تاریخ ذبح ہدی معین شدہ آئیگی تو اس احرام سے حلال ہوجائیگی۔ پھر اس سال میں حج کے لیے جدید احرام باندھنا پڑیگا کیونکہ احصار میں مطلق ذبح سے حلال ہوجاتا ہے۔ اصح روایت میں حسن کے نزدیک بعد ذبح ادنیٰ محظور کرنا تحلیل کے لیے شرط ہے ان کے نزدیک فقط ذبح سے تحلیل متحقق نہ ہوگی۔ پس یہ پہلے ہی احرام سے جاکر حج یا عمرہ کر سکتا ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ بعد ذبح ادنیٰ محظور سے تحلیل کرے بلکہ حلق یا قصر افضل ہے جیسا اوپر عالمگیری کی عبارت اور حاشیہ پر غنیہ سے گزرا **مسئلہ**۔ ہدی کی تاریخ ذبح سے پہلے اگر یہ نیت کرے کہ اب میں اس ذبح سے حلال ہونا نہیں چاہتا اور اس ہدی کو کسی اور واجب یا تطوع کے لیے نیت کرے تو اسکی نیت کا یہ اثر ہوگا کہ ایک یہ کہ اس احرام سے حلال نہ ہوگا اور دوسرا یہ کہ جس امر کے لیے دوسری بار نیت کرلی ہے تو اب یہ ہدی اس سے واقع ہوگا۔ پس اگر بعد ذبح کے نیت کی تو معتبر نہ ہوگی (غنیہ)[1] **مسئلہ**۔ اور جو بعد وقوف عرفہ کے احصار ہوگیا تو محصر نہیں ہوگا۔ کیونکہ وقت طواف ساری عمر ہے۔ مگر جو طواف ایام نحر سے موخر ہوگا تو دم

---

[1] و بعث ھدیا ثم زال احصارہ و حدث آخر و نوی ان یکون عن الثانی جاز وحل بہ و ان لم ینو حتی نحر لم یجز و لو بعث ھدیا لجزاء صید او قلد بدنۃ او جبھا تطوعا ثم احصر تنوی ان یکون لاحصارہ جاز و علیہ اقامۃ غیرہ مقامہ و لو ذبح المامور ثم زال احصارہ لم یضمن (غنیہ ص۶۹)۔

ایضا کمن وکل فی کفارۃ یمین فکفر الموکل ثم حنث فی یمین آخر فنوی ان یکون ما فی ید الوکیل کفارۃ الثانیۃ فانہ یجوز و ان لم ینو حتی تصدق المامور (کما مر اتفاق)

اور صاحب لباب نے جو قید لگائی ہے وہ اتفاقی ہے۔

تاخیر دینا آئیگا (زبدہ) جب محصر نہ ہوا تو اب ہدی ذبح کرنے سے حلال نہ ہوگا بلکہ محرم ہی رہے۔ سب چیزوں کے حق میں جبکہ اپنے وقت پر حلق نہ کرے پھر جب اپنے وقت پر حلق کیا تو باقی حق نساء میں محرم رہیگا۔ یہاں تک کہ طواف زیارت نہ کرے۔ پس اس رکاوٹ میں ایام نحر بھی گذر گئے تو اس پر چار دم دینے لازم ہوں گے۔ ایک وقوف مزدلفہ کا اور دوسرا رمی جمار کا۔ تیسرا تاخیر طواف زیارت کا۔ چوتھا تاخیر حلق کا ایام نحر سے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالےٰ کے۔ یہ بھی اس وقت ہے جبکہ احصار کسی دشمن وغیرہ کی وجہ سے ہو اور اگر کسی مرض یا سماوی عذر من اللہ کی وجہ سے ہو تو وہ عذر میں شمار ہے اور ترک واجبات عذر کے حکم میں ہے اور پانچواں دم حل میں حلق کرنے کا بھی لازم ہوگا۔ اگر حل میں حلق کیا اور اگر قارن یا متمتع ہے تو ترک رمی عقبہ اور ذبح اور حلق کی وجہ سے چھٹا دم بھی ہوگا اور ساتواں ذبح کو ایام نحر سے موخر کرنے کا۔ لیکن یہ سب اس وقت واجب ہونگے جبکہ احصار مخلوق کی طرف سے ہو کیونکہ جو احصار مخلوق کی طرف سے ہوگا۔ اس سے حقوق اللہ ساقط نہیں ہوتے بخلاف مرض وغیرہ کے کیونکہ وہ سماوی ہے تو وہ عذر ہے پس ان اقسام کا عذر سے ترک واجب موجب جنایت نہیں ہوتا۔ جیسے جنایات کے بیان میں گزرا (غنیۃ الناسک ص۱۱۱ رد المختار واللباب ومجر ومنحہ یہ جنایات اس شخص پر لازم ہونگے جو شرعاً محصر نہ بنا ہو گا جس کا بیان اوپر کے مسئلہ میں گزرا یعنی جس کو وقوف عرفات ملنے کے بعد باقی افعال میں احصار واقع ہوا تو وہ شرعاً محصر نہ ہوگا۔ خوب سمجھ لو۔ دناقل)

مسئلہ۔ اگر مکہ مکرمہ میں دونوں رکن حج سے بند ہوگیا تو محصر ہوتا ہے اور جو ایک سے رکا تو محصر نہیں۔ کیوں کہ اگر وقوف عرفہ سے رکا ہے تو افعال عمرہ کے بجالاکر حلال ہوا اور اگر طواف زیارت سے رکا تو یہ طواف موقت نہیں ساری عمر میں ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (زبدہ)۔

(حج عن الغیر) دوسرے کی طرف سے حج کرنے کا بیان

مسئلہ۔ جس نے اپنا فرض حج کر لیا ہو اس کو اپنے لیے نفلی حج کرنے سے دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا افضل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جس نے میت کی طرف سے حج کیا میت کے لیے ایک حج لکھا جائے گا اور حج کرنے والے کے لیے سات حج ہوں گے اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جس نے اپنے باپ یا ماں کے لیے حج کیا ہے تو اس کے لیے دس حج شمار ہوں گے (غنیۃ) [عـ] **مسئلہ۔** اب جان لے کہ عمرہ اور حج نیابۃً بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے ادا کر دے سو عمرہ اور حج نفل میں تو نیابت کے واسطے کوئی شرط نہیں۔ البتہ کرنے والے میں اہلیت ہونی چاہیئے کہ وہ اسلام اور عقل اور تمیز رکھتا ہو۔ (زبدہ) مگر نابالغ کا سمجھ دار ہونا شرط ہے یعنی مراہق ہو اور حج کے افعال کرنے کی پوری سمجھ رکھتا ہو۔ جو افعال اس کو بتائے جائیں۔ ان کو سمجھ کر پوری طرح ادا کر سکے اتنی تمیز ضروری ہے۔ مگر مراہق سے حج کرانا کراہت سے جائز ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ حج ایسے مرد بالغ سے کرایا جائے جو حج کے احکام بخوبی جانتا ہو۔ ایسا ہی بالغ ہونا اور حریت اور مرد ہونا بھی نیابت کے لیے شرط نہیں ہے۔ پس حج کرانا مراہق اور غلام اور باندی سے ان کے مولا کی اجازت سے اور عورت سے ان کے خاوند کی اجازت

عـ حج الانسان عن الغیر افضل من حجه عن نفسه بعد ان ادٰہ فرض الحج لان نفعه متعد وھو افضل من القاصر۔ نوح افندی وعن ابن عباسؓ مرفوعا من حج عن میت کتب للمیت حجة وللحاج سبع حجات وعن جابر بن عبد اللہ مرفوعا من حج عن ابیه او عن امه فقد قضی عنه حجة وکان فضل عشر حجج (کبیر و حاشیہ ابن حجر علی الایضاح اغنیۃ منہ)

اور محرم ساتھ ہونے سے جائز ہے ۔ الیکن ان سے کرانا مکروہ ہے ۔ البتہ عورت حرہ کی نیابت عورت کے لیے جائز ہے پھر بھی مرد سے کرنا افضل ہے[عه] **مسئلہ** یہ جو کہا کہ حج اور عمرہ نفل کی نیابت کے واسطے کوئی شرط نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کوئی دوسرے کی طرف سے نفل حج یا عمرہ تبرعاً کرے یعنی کسی کے امر کے سوار اور بغیر مال لیے ایسے ہی احساناً اپنے خرچ سے کرے اور اگر کسی کے حکم اور مال لینے سے کریگا تو نیابت کے سب شرائط لازم ہوں گے ۔ مگر تین شرط نفل حج و عمرہ کے لیے نہیں۔ ایک آمر پر حج کا فرض ہونا یا عمرہ کا واجب ہونا ضروری نہیں ہے ۔ دُوسرا خود اپنے سرجانے سے معذور ہونا ضروری نہیں ۔ تیسرا عذر دائمی ہونا تا مرگ ضروری نہیں ۔ پس امر اور مال سے نفل حج و عمرہ کرنے میں یہ بھی شرط ہے کہ آمر کے مال سے اکثر راستہ میں خرچ کرے اگر باوجود اس کے حکم اور مال کے اپنے مال سے تبرعاً حج یا عمرہ کریگا اور ایسا ہی اور کوئی مخالفت کی تو ضمانت ہوگی اور حج کرنیوالے کا ہوگا (غنیہ ص۱۸۱) **تحقیق** ۔ جو شخص یہ

عله هذا شرائط كلها في الحج الفرض واما في الحج النفل فلا يشترط شئ منها غالبا الا الاسلام والعقل والتميز والنية ولو بعد الاداء - لباب . وهذا ظاهر في الحج النفل عن الغير اذا كان تبرعا اما اذا كان بامره وماله فينبغي ان يشترط فيه جميع هذه الشرائط الا الثلاثة الاول منها فيشترط ان ينفق من ماله في اكثر الطريق وهكذا فان خالف كما اذا انفق من مال نفسه تبرعا او نحو ذلك ينبغي ان يكون ضامنا والحج له ضياء الابصار (غنيه ص۱۸۱)

عه ولا يشترط البلوغ والحرية والذكورة ولا ان يكون قدحج عن نفسه فيجوز احجاج المراهق والعبد والامة باذن المولى . كذا المرأة باذن زوجها وجوز محرم معها ولكن يكره الاحجاج بهم الاحجاج الحرة للمرأة ومع هذا الرجل افضل لها (غنيه ص۱۸۱)

حیلہ کر کے دُوسرے کی طرف سے حج بدل کرائے اس سے بھی حج بدل نہ کرانا چاہیئے ۔
وہ حیلہ مشہور یہ ہے کہ حج میں بہت دن کی تاخیر ہو تو حج پہ آنے والا میقات سے یہ ارادہ کر لیتا ہے کہ حل کی حد میں کسی معین مقام میں جانے کی نیّت کر کے بلا احرام جا کر رہتا ہے پھر وہاں سے کسی اور بہانہ سے بلا احرام مکّہ مکرمہ میں داخل ہوتا ہے اور جب حج قریب آتا ہے تو میقات پر جا کر احرام حج کا باندھ کر آتا ہے ۔ پس اگر ایسے حیلہ سے حج بدل کرایا جائیگا تو آمر کا حج میقاتی نہ ہوگا کیونکہ جب مکّہ مکرمہ میں نامور یہ حیلہ کر کے آتا ہے اور پھر میقات پر جا کر احرام باندھ لیتا ہے تو اپنے ظن میں یہ سمجھتا ہے کہ اب میرا احرام میقاتی ہوگیا ۔ حالانکہ مکّہ مکرمہ میں جب یہ حیلہ کر کے گیا تو مکّی ہوگیا ۔ اب جب محض احرام کے لیے میقات پر گیا تو اپنے میقات حرم سے تجاوز کر کے میقات آفاقی پر گیا تو اس کو پھر لوٹ کر مکیوں کے میقات پر آنا ضرور ہوگا ۔ اور مکّہ مکرمہ سے تلبیہ احرام کہکر حج کریگا تو آمر کا حج میقاتی نہ ہوگا ۔ تو اس حیلہ سے دوسرے کا حج نہ کرایا جاوے ۔ اسی طرح اسباب میں بھی ہے اور اگر وہ نائب اپنے میقات سے بغیر احرام کے مکّہ مکرمہ میں جانیکی نیّت سے تجاوز کر کے گیا تو اس صورت میں جب تک مکّہ والوں کے حکم میں نہ ہوگا تو اس کو اپنے میقات پر لوٹ کر جانا واجب ہے ۔ پس جب اس کو اپنے میقات آفاقی پر لوٹ جانیکا امر ہے تو میقات پر جا کر احرام باندھ لیا تو حج آمر کا میقاتی ہو جائیگا ۔ اس صورت میں آمر کے امر کا مخالف نہ ہوا ۔ البتہ اس میں میقات سے بلا احرام مکّہ مکرمہ کو جانا حرام ہے اگرچہ پھر لوٹنے سے حرمت اتر جائیگا ۔ لیکن پہلے ایسا ممنوع کام حج میں ارادہ سے کرنا قبیح ہے ہاں اگر لاعلمی سے ہوگیا تو حرج نہیں ۔ واللہ اعلم ۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ اُس صورت میں آمر کے امر کا مخالف ہونیکی وجہ سے حج آمر کی طرف سے صحیح نہ ہوا جیسے کہ غنیہ اور ارشاد الساری میں منقول ہے ۔ اگر پہلی صورت والا نائب جو حیلہ کر کے

مکہ مکرمہ آیا تھا وہ مثلاً مدینہ طیبہ کو زیارت کے لیے یا طائف کو اپنے کسی کام کے لیے گیا اور پھر واپسی کے وقت اس طرف کے آفاقی میقات سے آمر کے حج کا احرام باندھکر آیا تو اب آمر کا مخالف نہ ہوگا اور حج آمر کا صحیح ہو جائے گا۔ (ناقل) [عله]

عه ولا تجوز هذه الحيلة للمامور بالحج كما في البحر والدر لانه اذا دخل مكة غير محرم بالحيلة صارت حجة مكية وهو مامور بحجة آفاقية فكان مخالفا وليس له ان يخرج وقت الحج الى الميقات لاجل الاحرام ولو خرج واحرم منه لا يصير حجته آفاقية ويجب عليه العود الى الحرم والاحرام منه بتجديد التلبية فان لم يعد وجب عليه الدم لتركه الميقات كما ذكر في اللباب وشرحه قال في ضياء الابصار نعم لو جاز الميقات بلا احرام على قصد دخول مكة فدخلها فانه يجب عليه العود فلو عاد الى ذلك الميقات او غيره ولو بعد اشهر واحرم منه لم يكن مخالفا كما بينه الملا على رحمه الله تعالى في رسالة مستقلة اه وكذا الداخل بالحيلة لو خرج الى الميقات لحاجة غير الاحرام جاز ان يحرم منه آفاقية ولم يكن مخالفا والله سبحانه وتعالى اعلم (غنية الناسک ص۲۲۷)

اور ایک فتوی مفید اس بارے میں نقل کرتا ہوں تاکہ علمائے کرام کے لیے مفید ہے۔ ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری میں ص۲۹۳ پر درج ہے:۔

سوال ما قولكم رضي الله عنكم في رجل حاج عن الغير ذهب الى مكة من البحر فدخلها بغير احرام فهل يجوز ان يحرم للحج عنه من مكة ام لا بد ان يخرج الى احد المواقيت فيحرم له منه؟ افتونا نقلا اثابكم الله تعالى۔

الجواب الحمد لله يرجع ويحرم من الميقات المعين لمثله والله سبحانه اعلم كتبه علي بن عامر المقدسي الحنفي اه قال العلامة الحاب بعد ذكر زبدة ما ذكره الشيخ رحمه الله تعالى في رسالة لكن قوله بل هذا كالصريح في ان الآفاقي الداخل بغير احرام (بقیہ ص۴۴۷)

دوسرے کی نیابت سے حج کرانے کی شرطیں

مسئلہ۔ دُوسرے آدمی کو نائب بناکر اپنا فرض حج کرانا بھی ہو سکتا ہے مگر ادائے فرض حج کے واسطے چند شرائط ہیں کہ بدون ان کے فرض حج نیابت سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اول یہ کہ جو شخص اپنا حج کرائے اس پر پہلے حج فرض ہُوا ہو۔ اور وہ بعد فرض

والحال انہ مامور احرم من مکۃ لا یجب علیہ الا الدم وجہ صحیح عنہ یخالف ما صرح بہ العفیف فی شرحہ و نص عبارتہ بعد ان نقل عن المبتغی ولو خذ عن ھذا ان المامور بالحج عن الغیر اذا قدم مکۃ ولو فی اول السنۃ لیس لہ ان یعتمر قبل الحج من المیقات و یمکنہ التخلیص من وجوب احرام علیہ عند المجاوزۃ بالحیلۃ للعرفۃ ولا من مکۃ ولو فی رمضان فلو اعتمر صار مخالفا وضمن۔ ثم اعلم ان المامور المذکور اذا اراد ان یحرم بالحج عن آمرہ من مکۃ لا یجزیہ بل علیہ ان یخرج الی المیقات و یحرم بالحج عن آمرہ لیکون آفاقیۃ کما ھو مامور بہا واللہ اعلم فافھم۔ وفی المنتقی فی الملتقی للعلامۃ السید محمد امین المیرغنی۔

فائدہ: الآفاقی الحاج عن الغیر اذا تجاوز عن المیقات بغیر احرام للحج ھل ھو مخالف ام لا فقیل یکون مخالفا بمجرد المجاوزۃ فیبطل حجہ عن المامور سواء احرم بمکۃ او بینھا و بین المیقات او رجع الی المیقات و احرم منہ وقیل لا یکون مخالفا بل علیہ ان یرجع الی المیقات۔ ویحرم منہ عن الآمر۔ ملا علی فی رسالۃ لہ وکونہ غیر مخالف بمجاوزۃ للمیقات و لکن یلزمہ العود الی المیقات و یحرم منہ ھو الراجح من القولین کما حققہ العلامۃ شیخ شیخنا الشیخ یحیی بن صالح الحباب فی حاشیۃ علی ملا علی اھ بحروفہ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم اھ تعلیق الشیخ عبد الحق۔ ارشاد الساری صہ ۲۹۳)

ہونے کے خود جانے سے معذور دعاجز ہو گیا ہو اور تا مرگ عاجز ہی رہا۔ پس اگر کسی نے قبل فرض ہونیکے حج کرا لیا تھا اور بعد اس کے اس پر حج فرض ہو گیا تو فرض اس کے ذمہ ہے اور پہلا حج نفل رہیگا جو کرایا تھا اور ایسا ہی اگر بعد فرض ہونے کے عاجز ہونے سے پہلے کرادیا اور پھر عاجز ہُوا تو بھی حج فرض ادا نہیں ہوتا پھر کرنا واجب ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جس عُذر کے سبب عاجز ہو کر حج کرایا ہے اگر وہ عُذر ایسا ہے کہ اس کے رفع کی توقع ہے۔ مثلاً شدید بیمار تھا اور بعد حج کرانے کے وہ عُذر رفع ہو گیا تو حج فرض ادا نہیں ہوتا پھر خود کرنا لازم ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر عُذر ایسا تھا کہ اچھے ہونے کی اس میں صورت نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی کی آنکھیں جاتی رہی تھیں (ایسے قسم کی جو بن نہیں سکتیں نہ وہ کہ جو بن سکتی ہیں مثل موتیا بند وغیرہ) اور پھر بعد حج کرانیکے قدرت حق تعالےٰ سے وہ آنکھیں جو بالکل جاتی رہی تھیں اچھی ہو گئیں تو اب اعادہ حج کا اس پر فرض نہیں ہوتا۔ حج فرض اس کا ادا ہو چکا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر عقل اور بلوغ کی حالت میں کسی پر حج فرض ہُوا اسکے بعد مجنون ہو گیا۔ ایسا جنون کہ عمر تک رہتا ہے تو اسکی طرف سے حج بدل کرانیسے حج ادا ہو جائیگا[ع] (ناقل)

دُوسری شرط یہ ہے کہ جو عاجز ہو جائے وہ دوسرے شخص کو امر حج کر دینے کا کرے اور خرچ راہ کا اسکو دے اور جانیوالا اسکے خرچ سے سوار ہو کر حج ادا کرے (زبدہ) سواری ریل، جہاز، بحری، ہوائی، موٹر، اونٹ وغیرہ کے (ناقل) **مسئلہ**۔ اور جسکی طرف سے حج کرایا جا رہا ہے اگر وہ مُردہ ہے اور وصیت حج کرانیکی کر گیا ہے تو اُس کے

ع لو وجب الحج علی المجنون قبل طرء جنونہ صح الاحجاج عنہ شامی صـــ ۲۹۲
ایضاً تاسع عشر حقلہا وعقل وصی لکن لو وجب الحج علی المجنون قبل طرء جنونہ وامر ولیہ العاقل ان یحج عنہ صح۔ غنیۃ الناسک عن ردالمحتار صـــ ۱۸۰۔

وارث یا دمی اسی طرح دُوسرے کو امر کر کے خرچ راہ دیدیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ پس اگر زندہ کی طرف سے بدون امر کے حج کرا دیگا تو فرض زندہ کا ساقط نہ ہوگا۔ اور مُردہ بھی اگر وصیت کر کے مرا ہے تو بغیر امر وارث کے حج فرض مُردے کا ادا نہیں ہو سکتا (زبدہ) **مسئلہ**۔ مگر جو مردہ بدون وصیت حج کے مرگیا تو کسی نے، وارث ہو یا اجنبی، تبرعاً اس کا حج فرض ادا کر دیا تو حج فرض مُردے کا ادا ہو جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور جو روپیہ دیا مگر مامور نے اپنے روپے سے حج کیا تو اگر آمر کے روپے میں سے مجرا لے لیا تو حج فرض ادا ہو جائیگا ورنہ نہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور ایسے ہی اگر راہ میں سوار نہ ہُوا بلکہ پیدل حج کر دیا تو بھی فرض آمر کا ادا نہیں ہو گا۔ روپیہ واپس دینا ہو گا۔ اور خرچ میں اور سوار چلنے میں اکثر کا اعتبار ہے۔ اگر اکثر روپیہ ..... (زبدہ) اس کے متعلق کچھ آگے مکہ مکرمہ سے حج کرانیکے بعد لکھا گیا ہے **مسئلہ**۔ اگر آمر عاجز نے یا وارث نے مردہ کے حج کا امر تو کیا مگر روپیہ نہ دیا تو بھی حج فرض ادا نہیں ہو گا۔ آمر کا خرچ کیا یا اکثر راہ سوار چلا تو فرض ادا ہو جاتا ہے اور کم میں نہیں (زبدہ) **مسئلہ**۔ لباب اور شامی میں لکھا ہے کہ اگر آمر نے مامور کو پیدل چلنے کی اجازت دی ہو تو بھی یہ حج آمر کا نہ ہوگا اور مامور پر نفقہ کا ضمان لازم ہو گا۔ اس پر ارشاد الساری، الی مناسک الملا علی قاریؒ اور تحریر المختار علے رد المختار اور غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ اس حالت میں نفقہ کا ضمان لازم نہ ہو گا۔ کیونکہ جب مامور کو پیدل چلنے کا امر کیا گیا تو وہ حج آمر کی طرف سے نفل جائز ہوا۔ (ناقل)[عہ] **مسئلہ**۔ ہاں جو مردہ وصیت

عہ قوله فلو حج ماشيا ولو بامره يضمن الخ كذا نقله في رد المحتار وسكت عليه وكتب عليه العلامة الرافعي ما نصه هكذا (عبارت اللباب) ولا يظهر الضمان فيما لو امره به ماشيا لوقوع الحج من الآمر نفلا ولا ضمان لما انفقه للاذن به نعم عبارة البحر عن البدائع ومنها الحج راكبا حتى لو امر بالحج فحج ماشيا يضمن

بقیہ صفحہ ۴۵۰

کر کے مرا اور اسکے ثلث مال میں اتنی گنجائش نہیں کہ سوار ہو کر وطن سے حج ہو سکے تو جہاں سے ممکن ہو وہاں سے سوار ہو کر ادا کرے اور باقی پیدل چلے تو فرض حج مُردہ کا ادا ہو جاتا ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ اگر مامور نے روپیہ آمر کا اپنے روپے میں ملا لیا اور پھر اس مخلوط روپیہ سے حج کیا۔ اگر اکثر قدر روپیہ آمر کا خرچ ہو گیا ہے تو فرض آمر کا ادا ہو جائیگا۔ اور ضمان سے بری ہو جائیگا (زبدہ) **تیسری شرط** یہ کہ حج کرنیوالا اہل حج کرنے کا ہو۔ اعنی مسلمان اور عاقل اور ممیز ہو۔ اعنی مجنون، لڑکا (بے سمجھ) نہ ہو (زبدہ) اور لڑکا سمجھدار مراہق جو قریب بلوغ ہو اور ایسی عقل اور سمجھ رکھتا ہو کہ کسی فعل حج کو بوجہ بے سمجھی کے بے جانہ کر بیٹھے۔ اور بعض کے نزدیک تو مراہق کی نیابت سے بھی آمر کا فرض حج ادا نہیں ہوتا اس لیے نابالغ کو حج بدل پر بھیجنا مکروہ لکھتے ہیں۔ پس بالغ احکام حج جاننے والے کو بھیجنا چاہیئے۔[علہ] (لباب و شرح) **چوتھی شرط** یہ ہے کہ وطن آمر سے حج کرے

(بقیہ ص۴۴۹ سے) النفقة ويحج عنه راكبا لان المفروض عليه هو الحج راكبا فينصرف مطلق الامر بالحج اليه فان حج ماشيا فقد خالف فيضمن اه فعلى هذا يكون معنى قوله في اللباب ولو بامره انه امره بالحج المطلق وليس معناه انه امره به ماشيا اه (ارشاد الساري ص۹) ايضاً ولا يخفى ان هذه النقول ترشد الى انه لو امره بالحج وصرح له الاذن في المشى لا يشترط الركوب لعدم الامر به اصلا فما في اللباب انه لو حج ماشيا ولو بامره يضمن النفقة لا يظهر وجهه والله سبحانه وتعالى اعلم (غنیہ ص۱۲۸)

علہ فلا يصح احجاج الصبى غير مميز ومفهومه انه يصح احجاج المميز وبنا فيه قوله (ولا يصح احجاج للمراهق) ثم هذا من زياداته على الكبير والظاهر ان التميز شرط لصحة حج نفل للصغير والا فليس الصغير ولاية التبرع للغير ولا ان يجعل ثواب حجه لغيره لا سيما والاجازة فى الحج غير صحيحة فلا تيصور احجاج الصبى ولو

بقیہ ص۴۵۱

اگر گنجائش مال میں ہو ورنہ جہاں سے قبل میقات ہو سکے وہاں سے کر دے (زبدہ)۔

مسئلہ: پس اگر مامور نے آمر یا میت کے وطن کے سوا دوسرے ملک سے حج کیا تو جائز نہ ہوگا۔ جیسے دہلی کے رہنے والے کی طرف سے بمبئی سے مامور نے حج کیا یا لاہور کے رہنے والے کی طرف سے بہاولپور یا کراچی سے حج کیا تو جائز نہیں ہے۔ اگر آمر مریض یا میت کے وطن سے وہ جگہ جہاں سے مامور کو بھیجا جا رہا ہے۔ اتنی دور ہے کہ دن کو وہاں سے درمیانہ رفتار سے چل کر پھر رات کو واپس پہنچ سکتے ہیں تو جائز ہے۔ اور اگر میت یا مریض نے خود حکم کیا تھا کہ میرے وطن کے سوا فلاں جگہ سے حج کرایا جاوے تو جائز ہے[عہ] (اللباب)۔

بقیہ صفحہ ۴۵۰ سے: باذن ولیہ اللھم الا ان یقال العبارات الصحیحۃ الصحیح بدون لا لما فی الفتاوی السراجیۃ سواء کان لحاج عن غیرہ رجلا او امرأۃ وسواء کان عبدا او امۃ او صبیا مراھقا لکن فی البحر الزاخر وان احجوا صبیا لم یجز انتھی قال فی الکبیر ویمکن ان یقید ھذا بغیر المراھق لیرتفع الخلاف وحینئذ یصح عدم الجواز للاحتیاط ولما تقدم واللہ اعلم (اللباب وشرحہ ص۲۹۹) ایضا تمییز المامور لاعمال الحج فلا یصح احجاج صبی غیر ممیز و یصح احجاج المراھق لانہ اھل لعلمہ الافعال وان لم یکن اھل للوجوب کما فی الدر وحواشیہ (غنیہ ص۱۸)

عہ الا ان یکون ذلک المکان) ای الذی احج عنہ (قریبا منہ) ای عن وطنہ (بحیث یبلغ الیہ ویرجع الی الوطن قبل اللیل) ای فحینئذ لا یکون مخالفا ولا ضامنا الخ (اللباب وشرحہ ص۲۹۲)

قال فی الفتح ولو عین مکانا جاز عنہ اتفاقا (ولو اوصی) ای من لہ وطن ان یحج عنہ من غیر بلدہ یحج عنہ کما اوصی) ای علی وفق ما اوصی بہ (قرب) ای ذلک المکان الموصی بہ من مکۃ او بعد ولو اوصی خراسانی بمکۃ الخ۔ لباب و شرح ص۲۹۱ وبدایع ایضا وفی ضیاء الابصار ولو من مکۃ کما صرح بہ الملا مسکین او قریۃ منہ

مسئلہ۔ اگر باوجود مال کی ملکیت رکھتے ہوئے اپنے وطن کے بغیر اگرچہ مکہ معظمہ کے نزدیک یا دور کسی بھی جگہ سے حج کرائے تو جائز ہے مگر مکروہ ہوگا اور جائز ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ میت نے خود اس مکان کی وصیت کی ہو یا زندہ مریض ہے تو خود کہدے کہ فلاں جگہ سے میرا حج کرایا جاوے تو جائز ہوگا۔ اگر داخل میقات سے ہو یا مکہ مکرمہ کے شہر ہی سے کیوں نہ ہو جائز ہے۔ ایسا ہی بغیر وطن مگر قریب مکہ مکرمہ سے بغرض خرچہ کم ہونے اور روپیہ بچانے سے ہے تو مکروہ ہوگا (غنیہ واللباب وہندیہ) **مسئلہ۔** اور جو اپنے والدین وغیرہ عزیزوں کی طرف سے سوا ان کی وصیت کرنیکے تبرعاً حج کرائے اگرچہ مکہ مکرمہ ہی سے کرائے تو انشاء اللہ تعالیٰ فرض حج سے محسوب ہوجائیگا (نافل) اکثر لوگ اپنے والدین وغیرہ عزیزوں کے لیے مکہ مکرمہ میں نیابتاً حج کراتے ہیں۔ لیکن وہاں کے معلمین کی معرفت حج نہ کرایا جائے کیونکہ ان پر پورا بھروسہ نہیں ہوتا۔ وہ چند آدمیوں کی طرف سے روپیہ وصول کرکے حج کراتے ہیں۔ سُنا گیا ہے کہ ایک شخص سے حج کراکے سب کو فقط ثواب بخش دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ کہاں تک یہ سچ ہے۔ پس کسی معتمد نیک صالح سے حج کرایا جاوے اور خرچہ کے لیے اسکو روپے وسعت سے

ایضاً ان یحرم من میقات الآمر لو امرہ بالحج واطلق عن ذکر المیقات لان الامر بالحج تضمن الامر بالایفاء احرامہ من المیقات الخ واذا وقع الامر بخلافہ یسقط اشتراط الاحرام من المیقات حیث اطلق الامر عن ذکرہ انما ھو للامر بہ دلالۃ فاذا وقع الاذن بخلافہ کما لو امرہ بالقران او فوض الامر الیہ سقط الاشتراط حتی لو اعتمر عنہ من المیقات ثم اضاف الیھا الحج عنہ من مکۃ حتی صار قرانا جاز لانہ قد اتی بما امر بہ ولا یصیر مخالفا باحرام حجہ من مکۃ للاذن بہ دلالۃ ...فاشتراط الاحرام من المیقات انما ھو للامر بہ دلالۃ لانہ شرط فی نفسہ واللہ اعلم (غنیہ صـ۱۷۹)

مناسب دیئے جاویں۔ اور ظاہر میں صورت بیع اور مزدوری کی طرح معاملہ نہ کیا جاوے اور یہ حیلہ ان کے لیے ہے جو صاحب وسعت (مالدار) نہ ہوں۔ اور جس کی طرف سے تبرعاً حج کیا جاوے وہ حج کرانیکی وصیت بھی نہ کر گیا ہو۔ اگر وصیت خاص کسی مکان یا مطلق حج کی کر گیا ہو تو پھر اسکے کہنے کے مطابق یا اصل میقات سے حج کرایا جاوے۔ پس اگر حج کرانیوالا غنی ہو اور تبرعاً میقات ہی سے کرائے تو بہتر ہے ورنہ جہاں سے جی چاہے۔ جیسا اوپر گذرا۔[عہ] (ناقل)۔

عہ او مات بعد وجوب الحج ولم يوص به فحج رجل عنه او حج عن ابيه او امه حجة الاسلام من غير وصية قال ابوحنيفة رح يجزيه انشاء الله تعالى انتهى (كبير) ص۳۶۲

ایسا ہی لباب و شرح میں ہے۔ کیونکہ یہ حج تبرعاً ہے۔ اور ارشاد الساری الی علی القاری ص۱۹۶-۱۹۲ میں ہے۔ فان كان على احدهما حج الفرض واوصى به لا يسقط عنه بتبرع الوارث عنه بمال نفسه وان لم يوص به فتبرع الوارث عنه بالاحجاج او الحج بنفسه قال ابوحنيفة يجزيه ان شاء الله تعالى لقوله رسول الله صلى الله عليه وسلم للخثعمية ارايت لو كان على ابيك دين الحديث اه ارشاد الساري

ان يقال ان الاعمال تقع للعامل هنا ايضا كما هو مقتضى اطلاق عبارة الفتح وقاضی خان وغيرهما ولكن يسقط به الغرض عن الميت فضلا من الله تعالى عملا بنص وهو الحديث الخثعمية وان خالف القياس ولذا علقه ابوحنيفة بالمشية ويسقط بها الفرض عن الفاعل ايضا ص۲۹۶ ارشاد

ايضا من مات من غير وصية وعليه الحج ان فعل الولد ذلك مندوب هذا انتهى ولو حج عنه وارث او اجنبى او حج عنه ابنه او غيره يجزيه وسقط عنه حجة الاسلام انشاء الله تعالى عنه ولا فرق فى جواز ذلك بين قريب واجنبى لانه ايصال الثواب وهو لا تختص باحد وقد صرح الكرمانى والسروجى بذالك كما مر بيقوهما (كبير ص۳۶۲)

پانچویں شرط یہ کہ وقت احرام کے نیت حج آمر کی کرے۔ اگر زبان سے کہے:۔
لبیک عن الفلاں مثلاً تو بہتر ہے ورنہ قلب سے بھی کافی ہے (زبدہ) بلکہ نائب کو
چاہیئے کہ اپنے منیب کی طرف سے اس طرح نیت حج کی کرے تو افضل ہے:۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیدُ الحجّ عن فلان واحرمت بہٖ لِلّٰہِ تعالیٰ عنہٗ لبّیک بحجّۃ عنہٗ (غنیہ)
مسئلہ۔ اگر وقت احرام کے مبہم احرام کیا (آمر یا اپنے لیے) کسی کی طرف سے نیت نہیں کی تو شروع
افعال حج سے پہلے (آمر کی طرف سے) نیت کرلے۔ اگر افعال حج شروع کر لیے پھر (آمر کی
طرف سے) نیت درست نہیں ہوتی۔ مامور کا حج ہو جائیگا اور خرچ آمر کا واپس کرنا پڑیگا اور
اگر اپنی طرف سے حج کریگا جب بھی ضمان دیگا (زبدہ) **مسئلہ**۔ اور ایسا ہی اگر کسی دوسرے
شخص کی نیت (آمر کے حج کے) ساتھ کرلے خواہ دوسرا شخص بھی آمر تھا یا غیر آمر تو دونوں شخصوں کی
حج نہیں ہوگا (بلکہ یہ حج) اس مامور یعنی کرنیوالے کا ہوگا خرچ دونوں کا واپس کرنا لازم ہوگا (زبدہ)
مسئلہ۔ اور یہ حج مامور کا بھی نفل ہوگا۔ اس کے فرض حج سے واقع نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے
حج کی نیت دوسرے کیطرف سے کی تھی۔ جیسا کہ اوپر اوّل کتاب میں حج فرض سے واقع ہونیکی
شرائط میں لکھا گیا ہے اور اکثر کتابوں میں یہی منقول و مشہور ہے۔ لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ
اس پر نظر ہے۔ پھر اس پر ملا علی قاریؒ نے فرمایا کہ اس نظر پر بھی نظر ہے۔ مگر علامہ شامی
نے ان جمہور کیخلاف یہ حج مامور کے فرض سے واقع ہونا لکھا ہے۔ اور حضرت مخدوم محمد ہاشم صاحب
سندھی قدس سرہٗ نے جمہور کے موافق لکھا ہے۔ واللّٰہ اعلم (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر کسی شخص نے
نیز بلا امر دون امر کے دو اجنبی کی طرف سے یا اپنے والدین کی طرف سے ایک احرام میں نیت کی
تو بعد احرام کے قبل شروع افعال کے یا بعد فراغت حج کے اگر ایک کی طرف سے مقرر کردے
تو درست ہے۔ کیونکہ یہ حج اداکرنیوالے کا ہوا ہے ان دونوں کی نیت لغو ہوگئی۔ اب جسکو چاہے
ثواب دیدے چاہے دونوں کو ثواب دیدے ہر حال میں درست ہے (زبدہ) کیونکہ اس

صورت میں وہ مامور بحج نہیں ہے بلکہ حج کرنے میں متبرع ہے۔ پس ثواب حج کا دونوں یا ایک کے واسطے ٹھہرانا ہوگا۔ بخلاف مامور کے مسئلہ کے۔ خوب سمجھ لو (ناقل) **مسئلہ**۔ ایک شخص نے حج کیا اس کا ثواب والدین کی ارواح کو ایصال کیا تو بھی حج کرنیوالے کا فرض حج ادا ہو گیا بشرطیکہ نفل حج کی نیت نہ کی ہو۔ اگر مطلق حج کی نیت کر لی تو بھی فرض حج سے صحیح ہو جائے گا۔ جیسا کہ اوپر حاشیہ عبارت ارشاد الساری میں ص ۲۹۷ پر ہے:-

قال فی الشرنبلالیة قلت وتعلیل المسالة یعید وقوع الحج عن الفاعل فیسقط بہ الفرض عنہ وان فعل ثوابہ لغیرہ الخ

چھٹی شرط یہ کہ خود مامور حج کرے دوسرے سے نہیں کرا سکتا۔ اگر راہ میں بیمار ہو گیا اور دوسرے شخص کو بھیج دیا تو روپیہ واپس کر دے۔ حج آمر کا ادا نہ ہوگا۔ مگر جو آمر نے اجازت دیدی ہو اور یا اسکی رائے پر چھوڑ دیا ہو تو مضائقہ نہیں (زبدہ) پس وصی کو چاہیئے کہ جس کو حج کرنیکے واسطے مقرر کرے۔ اس کو اجازت دیدے کہ اگر تو بیمار ہو جائے تو کسی اور سے میرا حج کرا دینا (ہندیہ) ساتویں شرط یہ کہ میقات آمر سے احرام حج کا باندھے اور مخالفت آمر کے حکم کی نہ کرے۔ پس اگر آمر نے حج کو کہا اور مامور نے تمتع کر دیا تو ضمان دیگا اور حج مامور کا ہوگا نہ آمر کا۔ علیٰ ہذا جو افراد کی جگہ قران کر دیا تو مخالف ہو گیا اور روپیہ واپس دیگا مگر جب آمر نے اجازت دی ہو کہ قران کر دینا تو درست ہے۔ مگر دم قران (مامور) اپنے مال سے دے آمر کے مال سے درست نہیں (زبدہ) یعنی اگر اسکے مال سے دم قران دیا تو وہ قیمت اسکو واپس کرنی پڑیگی۔ ہاں اگر آمر اس سے نہ لے تو پھر کچھ حرج نہیں (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو امر کیا۔ ایک نے حج کے لیے دوسرے نے عمرہ کے لیے اور دونوں شخصوں نے حج اور عمرہ کے جمع کرنیکی اجازت بھی دی پھر اس نے قران کیا تو جائز ہے۔ اگر انہوں نے جمع کی اجازت نہ دی تھی تو امام صاحب ابی حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں (غنیۃ اللباب)۔

مسئلہ ۔ اور تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں اگرچہ آمر نے اذن دیا ہو کیونکہ میقات آمر سے حج نہ ہوگا۔ مگر جو اذن آمر سے کیا ہے تو ضمان نہیں آتا گو حج آمر کا ادا بھی نہیں ہوتا (زبدہ)

مسئلہ ۔ مگر غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ میقات سے احرام باندھنا اصل میں بنفسہ شرط نہیں ہے بلکہ آمر کے امر کی مخالفت سے بچنے کیلئے ہے۔ اسی طرح ملا علی قاریؒ نے مناسک میں لکھا ہے کہ میقات اصل میں حج کے لیے شرط نہیں ہو سکتا جب تک صریح دلیل نہ ہونے کی شرط نہ ملے۔ پس آمر کو چاہیئے کہ اپنے مامور کو ہر طرح اجازت دیدے کہ میری طرف سے جا کر حج کر جس طریقہ سے بھی تیری مرضی ہو اور سہولت ہو افراد یا قران یا تمتع) جو بھی کرے تو اس سے آمر کا حج ہو جائیگا اگرچہ تمتع ہی کرے کیونکہ آمر کے امر کی مامور نے مخالفت نہیں کی۔[عل]

تنبیہ ۔ پھر بھی احتیاط اس میں ہے کہ حج بدل میں تمتع نہ کیا جاوے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے (ناقل) کیونکہ یہ شرط لکھتے ہیں کہ سفر مامور بہ کے لیے کیا جائے۔ یعنی اگر حج کیلئے امر کیا گیا ہے تو پہلے حج ہی کرے۔ اگر پہلے عمرہ کیا تو گو یا وہ سفر مامور بہ میں صرف نہ ہوا یہی دلیل ہے مانعین تمتع عدم جواز کی (غنیۃ الناسک شرط ثالث عشر ص ۱۱۸) لیکن دوسرے کلام سے حکم

[عل] آخون جان ؒ ملا رحمہ اللہ تعالے مناسک میں فرماتے ہیں کہ ضامن می شود نفقہ را زیر انکہ امر آمر متضمن احرام از میقات ست واین مامور مخالفت امر او کرد پس مندفع شد بحث علی قاری کہ گفتم احرام از میقات شرط نیست دراصل پس چہ گونہ شرط می باشد در نائب (انتہی)

شرح للباب پر آخون جان فرماتے ہیں: سو قولہ فی اشکال آخر حاصلہ ان الاحرام من المیقات کان واجبا علی الاصیل فکیف یکون شرطا فی النیابۃ لابد لہ من نقل او دلیل قلت لعلہ شغل عن مراجعۃ الفتح فان المستفاد من کلام الفتح فی بیان المخالفۃ ان الامر بالحج تضمن مبلا سفرلہ ووقوع میقات اھل الآفاق مامور للحج من مکۃ مخالف لامر آمرہ و ملا آخون جان ارشاد الساری ص ۱۹۲

سفر نہیں بدلتا جیسے آگے امداد الفتاوی سے آئیگا۔ **مسئلہ** آمر کو چاہیئے کہ وہ اپنے مامور کو عام طرح اجازت دیدے کہ تمہاری مرضی پر ہے چاہے افراد حج کر دیا قران یا تمتع[عہ] (اللباب)

مامور نے حج کو فاسد کر دیا، اس کا حکم

مسئلہ پس بعد رعایت ان امور مذکورہ کے جو مامور نے حج آمر کی طرف سے کیا اگر تمام کر دیا تو بہتر اور جو حج فاسد کر دیا تو بھی مامور ضمان دیگا۔ (یعنی جو نفقہ بچا ہے وہ تو پھیر دے) اور جو خرچ ہو چکا ہے اس کا ضامن ہوگا (ہندیہ) اور پھر فاسد حج کی قضا کرے گا۔ وہ بھی مامور کی طرف سے ہوگی۔ اس سے آمر کا حج ادا نہیں ہوا۔ (زبدہ)

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب مامور نے وقوف عرفات سے پہلے جماع کر کے آمر کا حج فاسد کر دیا تو یہ مخالفت لازم آئی تو حج آمر کا نہ ہوا بلکہ مامور کا ہو گیا۔ اس فاسد حج کے افعال اول پورے کرے پھر اگلے سال اول فاسد حج کی قضا کرے۔ یہ حج قضا بھی مامور ہی سے واقع ہوگا۔ اسکے بعد تیسرا حج آمر کی طرف سے کرنا ہوگا۔ پس اگر مامور نے آمر کی طرف سے حج کر دیا تو ضمان سے بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر آمر کیطرف سے حج نہ کیا تو ضمان دینا لازم رہیگا۔ یعنی یا حج کر دے یا ضمان بھر دے دونوں میں سے ایک لازم ہوگا) پس اگر

عہ کیف، شئت مفردا او قارنا او متمتعاً) (لباب) فیه ان هذا القید سهو ظاهر (شرح) اس کے بعد قاضی عید لکھتا ہے۔ ولا یخفی ان هذا سهو منه لان المیت لو امره بالتمتع فتمتع المامور صح ولا یکون مخالفا بلا خلاف بین الائمة الاسلاف اھ هکذا فی الجباب شیخ صالح بن صالح علی حاشیة علی القاری ص ۳۰۲ اور آخون جان فرماتے ہیں: آمر را لائق آنکہ تفویض کند امر ابسوئے مامور و گوید از من حج بکن ہرچہ کیف باشد خواہ افراد خواہ قران تمتع ۔ انتہی۔

مکہ مکرمہ سے آمر کا حج کیا تو اس میں آمر کی مخالفت ہوئی دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ اسکا حج میقاتی نہ ہُوا کیونکہ مامور مکّی ہو گیا۔ لیکن اسکا تدارک اس طرح ممکن ہے کہ (اشہر حج سے پہلے مکہ مکرمہ سے بقدر سفر باہر مثلاً مدینہ طیبہّ یا طائف چلا جائے۔ پھر اشہر حج میں واپسی میں ذوالحلیفہ یا قرن المنازل یا اور کہیں) مواقیت خمسہ میں سے احرام باندھ کر آئیگا تو حج میقاتی ہو جائیگا۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ سفر ہذا کو حج مامور بہ کے غیر میں مصروف کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ دوسرے کام سے سفر حکم کا نہیں بدل سکتا۔ پس جب تیسرے سال اس طریق سے آمر کی طرف سے حج کریگا تو ادا ہو جائیگا (اور ضمان سے بری ہوگا) امداد الفتاویٰ حصہ خامسہ باب الحج) اور یہ جو کہا گیا کہ (اشہر حج سے پہلے مکہ مکرمہ سے باہر چلا جائے) اگر اشہر حج ہی میں کسی مشروع طریق سے باہر چلا جائے اور پھر وہاں سے احرام حج آمر کا باندھ کر آئے تو بھی جائز ہو جائیگا۔ وہ یہ ہے کہ مواقیت سے باہر کسی اپنے کام کی غرض سے مثلاً زیارت کو مدینہ طیبہّ وغیرہ گیا پھر واپسی میں احرام باندھ کر آیا۔ اگر فقط آمر کے میقاتی حج کرنے کے لیے گیا تو جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ مکی ہو گیا ہے یہ اس طرح ہوگا کہ مکی اگر مدینہ طیبہّ فقط حج کا احرام باندھنے کے لیے گیا تو اس پر اپنے میقات پر عود واجب ہوگا۔ اگر عود کر کے اپنے میقات سے احرام نہ باندھا تو دم لازم ہوگا۔ اور یہ تو مامور ہے پس آمر کے امر کی مخالفت سے آمر کا حج نہ ہوگا۔ جیسا بیان ہُوا (مشروع طریقہ سے آنیکی تحقیق جو مکہ مکرمہ یا حد حل اور خود میقات پر رہتے ہیں ان کے میقات کے بیان میں کثرت الوقوع مسئلہ کے بعد تنبیہ میں اور پھر اس بیان کے آخر میں جو فائدہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔ ایک میقات آفاقیوں کا دُوسرا میقات حل میں رہنے والوں کا تیسرا حرم کی حد اور مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کا اس میں مفصّل لکھا ہے (ناقل)

مسئلہ۔ اگر مامور بعد ادائے حج آمر کے اپنی طرف سے عمرہ بجالائے تو یہ درست ہے۔ حج آمر کا نقصان نہیں ہوتا مگر جس قدر اپنے عمرہ میں رہے نفقہ آمر سے نہ لے (زبدہ)

اگر مکہ معظمہ میں اس سبب سے رہنا ہو گیا کہ واپسی کے لیے سواری وغیرہ میں تاخیر ہوئی مثلاً تیرھویں کو منیٰ سے مکہ میں آیا اور وہاں سے پندرھویں یا سولہویں کے بعد سواری کا انتظام ہوا اور دو معلموں نے جانبکا حکم سنا دیا تو بیچ میں ان دنوں کا نفقہ آمر سے لے سکتا ہے۔ ضمان لازم نہ ہو گا کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے لیے نہیں رہا ہے۔ پس اس قیام کے وقت میں عمرہ کر لیا تو گنجائش ہے۔ یہ ایسا ہوا جیسے قیام کے وقت میں اور کوئی طواف نفلی وغیرہ کرتا ہے (ناقل) ہاں اتنا ہے کہ جب تک عمرہ میں مشغول رہے تو اپنی طرف سے خرچ کرے۔ جب عمرہ وغیرہ سے فارغ ہو تو آمر کے مال سے خرچ کریگا (ہندیہ) **مسئلہ** اور بعد ادا کر دینے حج کے بہتر یہ ہے کہ وطن آمر میں جہاں سے گیا تھا لوٹے اور اگر مکہ میں رہ گیا تو بھی حرج نہیں کہ حج ادا کر چکا مگر افضل ہے کہ لوائے نائب کا مثل ادائے امر کے ہو جائے (زبدہ) **مسئلہ** اور اگر کسی نے کسی کو حج کر دینے کا امر کیا اس نے دوسرے تیسرے سال ادا کیا اس سال ادا نہ کیا تو کچھ حرج نہیں حج آمر کا ہی ہو جائے گا (زبدہ)۔

مسئلہ۔ حج کرانے میں اجرت کے ساتھ حج نہ کرائے اور وقت امر کے ایسے الفاظ سے امر نہ کرے جس سے عقد اجارہ سمجھا جائے۔ مگر جو اجرت پر حج کرایا جائے تو حج آمر کا ہی ہوگا اور اجرت واپس کرنی ہوگی اور بقدر خرچ کرنیوالے کو روپیہ دلایا جائے گا (زبدہ)۔

انتباہ ضروری۔ بعض لوگ مالکان رقم سے یہ فرمائش کرتے ہیں کہ تم یہ رقم میری ملک کر دو کہ پھر ہر طرح کے تصرفات کرنے ان میں جائز و آسان ہوں۔ سو اگر ایسا کیا جائیگا تو اس سے حج بدل صحیح نہ ہوگا کیونکہ جب رقم اس کو ہبہ کر کے ملک کر دی گئی تو وہ رقم اس کے قبضہ میں آ کر اس کی ملک ہو گئی تو وہ جو اب اس رقم سے حج کریگا تو گویا اپنے ہی روپوں کے خرچ سے حج کیا تو حج کرنیوالے کا ہی ہو گا۔ اور نیابت میں شرط ہے کہ حج کرانے والے کے خرچہ سے کیا جاوے۔ جیسا کہ آگے طریقہ اسکی سہولت کا اس بیان کے آخر میں آوے

نذر حج وغیرہ کے بیان کے شروع سے پہلے آئیگا (ناقل) **مسئلہ**۔ جس شخص نے اپنا (فرض) حج نہ کیا ہو اگر وہ دوسرے شخص کی طرف سے حج (نیابۃً) کر دے باوجود شرائط (مذکورہ) تو حج آمر کا ہو جاتا ہے مگر مکروہ ہے (یعنی آمر کے لیے مکروہ تنزیہی ہے اور مامور کے حق میں مکروہ تحریمی ہے) بشرطیکہ اس پر پہلے اپنا حج فرض لازم ہو چکا ہو (غلبیہ) اور امام شافعیؒ کے نزدیک تو اس شخص سے حج کرانا جائز ہی نہیں جس نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو۔ شرح (ارشاد الساری)۔ **مسئلہ**۔ اور جو مسکین ہے جس پر وطن میں اپنا حج فرض نہ ہوا ہو تو اس کو بھی حج بدل پر نہ بھیجے۔ کیونکہ اس پر مکہ مکرمہ میں پہنچنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک تو جب حج بدل سے فراغت کرے گا تو آئندہ سال تک اپنے حج کرنے کے لیے رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اگرچہ آمر کا حج صحیح و جائز ہو جائے گا۔ بہرصورت ان سے حج نہ کرانا احتیاط و بہتر ہے۔ اسکی تحقیق اوپر حج کے واجب ہونیکی پانچویں شرط میں لکھی گئی ہے عہ (ناقل) **مسئلہ**۔ جو عورت مرد کی طرف سے حج کرے یہ بھی جائز ہے مگر مرد سے حج کرایا جاوے تو اولیٰ ہے اور افضل یہ ہے کہ مامور مسائل سے واقف ہو کیونکہ عوام ناواقف ادائے حج میں اکثر نقصان کرتے ہیں (زبدہ) اسکے متعلق شروع حج دوسرے کی طرف کے بیان میں گزر رہا ہے **مسئلہ**۔ اور اگر مامور سے حج فوت ہو گیا بہ سبب تقصیر مامور کے تو ضمان دیگا مگر جب دوسرے سال مافوت کی قضا کرے اور تیسرے سال) اپنے روپے سے آمر کا حج ادا کر دیگا تو آمر کا حج ادا ہو جائیگا اور ضمان سے بری ہو جائیگا اور اگر مامور کی تقصیر نہیں ہے تو ضمان دینا نہیں آتا۔ پھر دوسرے سال نیب کی طرف سے حج کر دے (زبدہ) (یعنی جب مامور سے ضمان اتر گیا تو وہ بری الذمہ ہو گیا۔ پس آمر کی طرف سے اس کے ورثاء پھر حج

عہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ تفصیل غنیۃ الناسک میں ص ۸۰ پر ہے وحاصلہ ان علی الوصی الاحجاج عن المیت من مالہ وعلی المامور حج آخر عن نفسہ بمالہ قضا لما لزمہ بالفرع

کرادیں نہ یہ کہ نائب پر حج کر دینا لازم ہے[1]۔ بلکہ اس پر فقط فوت شدہ حج کی قضا لازم ہے وہ بھی اس قول پر جو کہتے ہیں کہ یہ حج مامور سے واقع ہوتا ہے بوجہ لزوم شروع کے (غنیہ) مگر چونکہ اس میں بھی اختلاف ہے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مامور کے بلا تقصیر حج فوت ہونے سے تو وہ بری الذمہ ہو جاتا ہے اور وہ حج فوت شدہ ورثاء ہی کے قضا کرانے سے آمر کا حج ہو جائیگا۔ چونکہ وہ آمر ہی کی طرف سے واقع ہوتا ہے۔ ہاں اگر مامور کی تقصیر سے فوت ہوتا تو اس کی قضا اس پر ہوتی اور آمر کی ضمانت دینا اس کے علاوہ (ناقل)

مسئلہ۔ اگر آمر کے سوا تبرعاً حج یا عمرہ نفلی کسی کی طرف سے کیا جاوے تو اس کی طرف سے نیت کرنا حج کر نیکے بعد کرے اور جائز ہے (غنیہ و اللباب)[2] اگر پہلے نیت کر دی تو بھی حرج نہیں

بقیہ فٹ نوٹ ۱ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ جو حج بلا تقصیر مامور کے فوت ہو اس کی قضا آمر پر ہے یا مامور پر

قیل ان کون القضاء من نفسه ظاهر على قول محمدؒ لان الحج عنده يقع عن الحاج وعلى قول غير محمد من ان يقع عن الآمر ينبغي ان يكون القضاء عن الآمر و تلزم المامور نفقة فالظاهر ان قوله وحج عن الآمر هو المراد بقضاء الفائتة لا غيره (ارشاد الساری منه ۳۲۸)

۱ فلو انه لتقصير منه يضمن النفقة سواء كان الفوات بسبب الاحصار او غيره الخ

۲ فلو حج عنه الميت بمال نفسه اجزاه وبرئ من الضمان

(۱) وفاته بآفة سماوية احصار كان او غيره لا يضمن لعدم المخالفة - ثم اختلفوا فقال ابو يوسف وعليه قضاء الفائت وحج عن الآمر وفي الكبير عن الحاوي و عليه قضاء فائته ويستأنف الحج عن الميت اه فظاهرهما ان على المامور حجتين بماله وقال محمدؒ يحج عن الميت من بلده اذا بلغت النفقة والا فمن حيث تبلغ وعلى المامور قضاء الحج الذي فات عن نفسه حاصله ان على الورثة الاحجاج عن الميت من ماله وعلى المامور حج آخر عن نفسه بما لم قضاء لما لزمه بالشروع. والتحقيق ان قول ابی یوسف وحج عن الآمر

مسئلہ۔ اور احصار کا دم آمر کے مال میں سے دے اور قران اور تمتع کا دم مامور دیگا اپنے مال سے اگرچہ آمر نے اجازت قران اور تمتع دیدی تھی۔ ورنہ مخالف ہوگا اور ضمان دیگا۔ جیسا اوپر گزر چکا اور جنایت بھی خود مامور اپنے مال سے دیگا (زبدہ) تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر احصار آفات سماویہ مثلاً مرض وغیرہ اور جانور پر سے گرنے یا کسی بادشاہی رکاوٹوں سے واقع ہوا ہو تو دم احصار کا آمر کے مال سے دینا ہوگا اور اگر احصار اپنی تقصیر سے پیش آیا۔ جیسے مامور نے بیمار کرنے کے ارادہ سے قصداً ایسی دوا کھائی جس کی وجہ سے بیمار ہو کر محصر ہوگیا تو اس صورت میں دم احصار مامور پر ہے آمر کے مال سے نہیں لے سکتا۔ اور ایسا ہی حج کے فوت ہونے میں سمجھو جیسا اوپر کے مسئلہ میں گزرا۔ پس مامور کے قصور سے حج فوت ہوا تو ضمان لازم ہوگا۔ یعنی خرچہ واپس دینا اور آمر کا حج کر دیا تو ضمان بھرنا نہ ہوگا۔ دونوں میں سے ایک لازم ہوگا یہ اوپر گزرا۔ اور قران اور تمتع کا دم مامور پر ہے اگرچہ اجازت سے کیا ہو۔ اور اگر آمر نے لے تو بس بلا اجازت کی صورت میں تمتع دم ہمارا خرچہ حج کا مامور واپس کر دے اور اجازت سے کیا تو خرچ کا مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ آمر کی اجازت سے کیا ہے اگرچہ بعض کے نزدیک

حاشیہ وکذا قول الحاوی ویستانف الحج عن المیت بضم اوله مبنیا للمفعول والمعنی علی الورثة الاحجاج عن المیت من ماله فلاخلاف اصلا خلافا لما قیل ان کون القضاء عن نفسه ظاهر علی قول محمد لان الحج عنده یقع من الحاج وعلی قول علیه محمد من انه یقع عن الآمر سینبغی ان یکون القضاء عن الامر وتلزم المامور نفقه. فالظاهر ان قوله وحج عن الامر هو المراد بقضاء الفائتة لاغیره اھ (غنیہ منہ)

ھو . الا فجعل ثواب له بعد الاداء اذ بدون الامر به یقع الحج عن الفاعل بالاتفاق فهو لیس حاجا عنه بل هو فاعل ثواب حجه له والثواب انما یحصل بعد الاداء فبطلت نیة فی الاحرام فلا یحصل له ثواب الا اذا جعله له بعد الاداء کما قالوا فی مسئلة الحج عن ابوین ایضا بل لا بد من جعل ثوابه له بعد الاداء کما فی العبادة البدنیة (غنیہ منہ)

نزدیک تمتع کرنے سے آمر کا فرض حج سے صحیح نہ ہوا ہو۔ یہ بھی اوپر گزرا (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر کوئی وصیت کر گیا کہ میرا حج ادا کرا دینا تو اسکے ثلث مال سے حج کرایا جاوے۔ اگر ثلث میں گنجائش ہے کہ وطن سے میت کے حج ہو سکے تو بہتر ورنہ جہاں سے ممکن ہو وہاں سے کرا دیں اور جو اسقدر بھی نہیں کہ میقات سے کرایا جاوے تو وصیت باطل ہو گئی (زبدہ) یہ حکم اس وقت ہے کہ وصیت کرنیوالے نے کوئی مقام مقرر کرکے بیان نہ کیا ہو اور اس کا تہائی مال وطن سے حج کرانیکو کافی نہ ہو تو اسقدر مال جہاں سے حج کرانیکو میقات تک کافی ہو وہاں سے حج کرایا جاوے اور اگر اس نے وصیت میں بیان کر دیا کہ فلاں موضع سے حج کرایا جاوے۔ جہاں سے اس نے بیان کیا ہو خواہ وہ موضع مکہ سے قریب ہو یا بعید ہو (عالمگیری) اگرچہ مکہ ہی سے کرائے جیسا کہ اوپر چوتھی شرط وطن سے حج کرانے میں گزرا وہیں سے حج کرایا جاوے جہاں سے اس نے بیان کیا ہو خواہ وہ موضع مکہ سے قریب ہو یا بعید (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر کوئی شخص اپنے وطن سے نکل کر کسی ایسے شہر میں گیا جو مکہ سے زیادہ قریب تھا اور وہاں مر گیا تو اگر وہ حج کے واسطے نہیں گیا تھا کسی اور کام کو گیا تھا تو سب فقہاء کے قول کے بموجب اسکی طرف سے حج اسکے وطن سے کرایا جائیگا۔ اور اگر حج کیواسطے گیا تھا اور راستہ میں مر گیا اور اس نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرلیا جاوے تو بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب یہی حکم ہے۔ یہی قول صحیح ہے (عالمگیری) جبکہ ثلث مال وطن سے حج کرانیکو کافی ہو جیسا اوپر گزرا۔ **مسئلہ**۔ کسی شخص پر حج فرض ہوا اور اسی سال حج کے لیے روانہ ہوا اور راستہ میں مر گیا تو اس پر حج کرانیکی وصیت واجب نہیں ہوتی کیونکہ اسکو ادائے حج کا وقت ہی نہیں ملا اگرچہ مکہ ہی میں مرا ہو۔ وقوف عرفہ سے پہلے یا بعد مرا ہو تو اتمام حج لازم نہیں۔ اسکی تحقیق طواف زیارت کے بیان میں گزری اور کم سے کم دوسرے سال گیا اور مرا تو وصیت واجب ہو گی۔ اگرچہ وطن ہی میں مرا ہو یا مکہ میں (درالمختار و شامی)

مسئلہ۔ اگر وقوف عرفہ کے بعد اور طواف زیارت کرنیسے پہلے مرا ہو تو حج کے پورے

کرانے کے لیے فقط بدنہ کی وصیت واجب ہوگی (شامی) **مسئلہ**۔ پس جس شخص پر حج فرض ہو چکا ہو اور وطن سے ایک دو سال وقت وجوب ادار کے گزرنے کے بعد حج کو روانہ ہوا پس بعد وقوف عرفہ کے مر گیا اور باقی طواف زیارت رہ گیا تو فرض حج ادا ہو گیا۔ کیونکہ نص میں وارد ہے اِنَّمَا الْحَجُّ عَرَفَتَۃٌ یعنی حج تو وقوف عرفہ ہے۔ لیکن فرض طواف زیارت کے لیے بدنہ کی وصیت کرنی واجب ہوگی (ردالمختار) نہ کہ سارے حج کا اعادہ۔ چونکہ بموجب حدیث شریف کے حج تو پورا ہو گیا لیکن ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ بدنہ دینا اسکے منافی نہیں ہے بلکہ اس میں بھی میت کے مال سے بدنہ دینا واجب ہوگا (شرح لباب) اگر یہ حاجی جو وقوف عرفہ کے بعد مرا ہے ایسا ہے کہ حج فرض ہوتے ہی اسی سال حج کو آیا پھر وقوف کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے مر گیا تو اب اتمام حج کے لیے بدنہ کی وصیت لازم نہ ہوگی حج ہو گیا۔ کیونکہ اس پر وقت طواف کا آیا ہی نہیں جسکی وجہ سے اس پر لازم ہو اسکے متعلق بھی اوپر طواف زیارت کے بیان میں تحقیق گزری ہے جو لائق دید ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر یا مور مرا نہیں مگر بلا طواف زیارت کئے واپس آ گیا تو جب تک مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت نہ کریگا اس پر عورت حلال نہ ہوگی اور واپس جا کر بلا احرام اپنے خرچہ سے طواف کر لے (عالمگیری) بلا احرام سے یہ مراد ہے کہ اگرچہ میقات سے بھی باہر آفاق میں وطن وغیرہ میں نکل گیا ہو تو بھی واپسی میں میقات سے حج کا جدید احرام باندھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حق النساء میں احرام باقی ہے اور جدید احرام باندھنے کے بغیر میقات سے گزرنے سے کوئی اور نسک یعنی حج یا عمرہ بھی اس پر لازم نہ ہوگا۔ بخلاف اس عورت کے کہ طواف زیارت کے اکثر شوط جنابات یا حیض ہی کی حالت میں کر گئے ہوں جس کی تحقیق اوپر طوافوں کو سوائے طہارت سے کرنیکے بیان میں گزرا (ناقل) **مسئلہ**۔ اگر میت نے وصی سے یہ کہا تھا کہ جو شخص میری طرف سے حج کرے اسکو مال دینا تو وصی کو یہ جائز نہیں ہے کہ خود اسکی طرف سے حج کرے اور اگر میت نے

یہ وصیت کی تھی کہ میری طرف سے حج کیا جاوے اور اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا تھا تو وصی کو خود حج کرنیکا اختیار ہے (عالمگیری و غنیہ) مگر وصی کو خود جانیکا اختیار اس وقت ہے جبکہ یہ وصی میت کا وارث نہ ہو۔ یا وارث تو نہیں۔ لیکن میت کا مال میت کے وارثوں کو بھی نہ دیدیا ہو۔ پس اگر اس صورت میں یہ وصی میت کا وارث ہوگا۔ یا مال میت کے وارثوں کو حج کرانے کے لیے دیدیا ہو۔ تو اب یہ وصی خود نہیں جا سکتا۔ ہاں اگر اور وارث کبیر ہوں اور سب حاضر ہوں غائب نہ ہوں وہ آپس میں مشورہ کر کے اس وصی کو بھیجیں تو جائز ہے (شرح اللباب و غنیہ و ہندیہ) **مسئلہ**۔ اگر وصی کو کہا کہ جو شخص میری طرف سے حج کرے اس کو حج کا نفقہ دے تو وصی کو خود اسکی طرف سے حج کرنا مطلقاً جائز نہیں (اللباب)

مسئلہ۔ اگر اس طرح وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے۔ خاص طرح کسی ایک کو نہیں کہا تو اُن کے وارث اکٹھے ہو کر کسی اور کو اسکی طرف سے بھیج کر حج کرائیں (غنیہ)۔

مسئلہ۔ کسی شخص نے اپنی طرف سے حج کی وصیت کی تھی اور وصی نے اسکی طرف سے کسی شخص کو حج کے واسطے مقرر کیا اور جو خرچ اس نے حج کیلئے مقرر کیا تھا وہ اسکے سفر کو نکلنے سے پہلے یا سفر کو نکلنے کے بعد راستہ میں یا اس کو دینے سے پہلے وصی کے پاس سے تلف ہو گیا یا چوری ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول ہے کہ میت کے باقی مال کی تہائی سے حج کرایا جائے (عالمگیری)

مسئلہ۔ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے اور جو شخص اسکی طرف سے حج کے واسطے چلا وہ راستہ میں مر گیا تو اس میت کا جو باقی مال ہے اسکی تہائی میں سے اسکے گھر سے حج کرایا جائے یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور یہ حکم اسوقت ہے جب اس کا تہائی مال اس کے گھر سے حج کرانے کو کافی ہو اور اگر کافی نہ ہو تو استحساناً یہ حکم ہے کہ جہاں تک وہ پہنچ چکا ہے وہاں سے حج کرایا جائے (عالمگیری) بہتر یہ ہے کہ آمر تصریح سے مامور کو کہہ دے کہ اگر تو راستہ وغیرہ میں مر جائے تو وہاں سے کسی شخص کو میرے لیے حج کو بھیجا جائے (ناقل)۔

مسئلہ ۔ نفقہ جو مامور کے واسطے حاجت ہوتی ہے ۔ روٹی، گوشت، سالن، گھی، تیل چراغ کا اور احرام کے کپڑے یا پہننے کا لباس، سفر کے کپڑے، کپڑے دھونیکا مصالحہ یا مزدوری اور ضروریات راہ کی تشک پانی کے لیے ظروف برتن اور حجام وغیرہ کا خرچ ۔ مکان کا کرایہ ۔ حفاظت کا کرایہ اور جنس یعنی غلہ چاول جس شئے کی حاجت ہوتی ہے حسب عزت اور لیاقت مامور کے کرنا چاہیئے زیادہ نہ کرے اور کوتاہی بھی نہیں چاہیئے (زبدہ) بلکہ جس شخص کو اپنے ہاتھ سے کام کرنیکی عادت نہیں ہے اس کو نوکر کا خرچ بھی دیا جائے اور جو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا عادی ہو اسکو نہ دیا جائے (عالمگیری) **مسئلہ** ۔ (مامور کو چاہیئے کہ) صدقہ اور ضیافت مال آمر سے نہ کرے اور (کسی کو) قرض نہ دے اور وضو اور غسل جنابت اور دوا مال میت سے نہ لے ۔ بلکہ اپنے پاس سے کرے مگر جو آمر نے اجازت دیدی ہو تو یہ سب درست ہے ۔ اس واسطے چاہیئے کہ آمر سے ہر طرح کی اجازت لے لے تاکہ تنگی اور دشواری نہ ہو (زبدہ) **مسئلہ** ۔ اور راہ میں اگر مقام کیا ۔ قافلہ کے انتظار میں تو ایام قیام کا نفقہ مال آمر سے لے اور اپنی حاجت کو ٹھیرے تو اپنے پاس سے خرچ کرے (زبدہ) **مسئلہ** ۔ ایسا ہی بعد فراغ حج کے جو ضرورت مرکب یا قافلہ (جیسے موٹر یا جہاز ہوائی یا بحری جس میں جاتا ہے اسکی تاریخ روانگی میں تاخیر ہونیکی وجہ) سے قیام ہوا تو نفقہ مال آمر سے ہوگا ورنہ اپنے پاس سے خرچ کرے ۔ پھر جب وہاں سے چلے تو مال آمر میں سے خرچ کرنے لگے (زبدہ) **مسئلہ** ۔ مگر جو بعد حج کے وہاں رہنے کا عزم ہو گیا اور اوپر لکھا گیا ہے یہ جائز ہے (یعنی یہ واپس ہونا ضروری نہیں) تو اب نفقہ مامور کا مال آمر سے منقطع ہو گیا ۔ پھر اگر رجوع وطن کا قصد ہو گیا تو اب اپنے ہی پاس سے خرچ کرے آمر کے مال سے خرچ کرنا درست نہ ہوگا (زبدہ) **مسئلہ** ۔ ایسا ہی اگر مکہ میں ذوالحج سے پہلے پہنچ گیا تو نفقہ اپنے پاس سے خرچ کرے ۔ پھر جب ذی الحج شروع ہو جائے مال آمر سے خرچ کرنے لگے (زبدہ) مگر چونکہ آجکل جہازوں کی روانگی رمضان شوال ذوالقعدہ میں بھی

ہوتی ہے اور پہلے جہازوں میں حاجیوں کو جانے میں اختیار نہیں ہوتا تو ان صورتوں میں بہت مشکل پیش آئے گی۔ اس لیے آمر کو چاہیے کہ مامور کو اس وقت کے خرچ کرنے کی بھی اجازت دیدے تو اس کو سہولت ہوگی (ناقل) **مسئلہ**۔ پھر بعد حج کے جب وطن آمر میں لوٹ کر آیا یا مکہ میں قیام کی ٹھہرائی تو جو کچھ نقد جنس مال آمر سے باقی رہے وہ سب حوالہ آمر کے کردے اگر آمر خود تبرع کر کے دیدے تو لینا درست ہے۔ واللہ اعلم (زبدہ)۔ بلکہ آمر کو چاہیے کہ مامور کو کچھ زائد رقم دیکر اجازت دیدے کہ ان سے خاطر خواہ مرغوب کھانا میوہ جات شربت وغیرہ چیزیں لیکر کھائے پیئے اور بیماری وغیرہ میں دوا لے اور کچھ تبرکات زمزم اور کھجوریں مدینہ طیبہ کی وغیرہ احبابوں واقرباؤں کے لیے لیتا آئے اور مستعمل کپڑے وغیرہ بھی مامور سے واپس نہ لے تو بہتر ہے **مسئلہ**۔ اور بہتر ہے کہ آمر اپنے مامور کو کہدے کہ جو حج کے خرچ سے روپیہ کپڑے بچے وہ تمہارا ہے یعنی تم کو بخش دیا اور اگر میں مرجاؤں تو تمہارے لیے وصیّت ہے کہ تمہارا ہے تاکہ نائب کو تنگی نہ رہے۔ مگر یہ بات ضروری ہے کہ نائب جانیکے بعد یہ شرط نہ لگائے کہ بعد حج کے باقی سب بچی ہوئی چیزیں میری ہوں یہ شرط کرنا باطل ہے (ناقل) **مسئلہ**۔ بیٹا اپنے والدین کی طرف سے تبرعاً حج کرادے یا خود جاکر ان کی طرف سے حج کرے جبکہ والدین میں سے ایک پر حج فرض ہو چکا ہو اور مرتے وقت حج کرانیکی وصیّت نہ کی ہو تو بیٹے پر مندوب یقینی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جس شخص نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا یا ان کی طرف سے ان کا قرض ادا کیا تو وہ قیامت کے دن ابرادوں کے ساتھ اُٹھے گا۔ [عا]

[عا] وان كان شرطه لنفسه فالشرط باطل ويتعين الرد الاان تيبرع به الورثة. وهم من اهل التبرع او قال له الآمر وقت دفع وكلتك ان تهب الفضل عن نفسك وتقبضه لنفسك فيهبه من نفسه فان كان على موت قال والباقي مني لك وصية

(غنیہ ۱۵: ایسا ہی لباب میں ہے)

نذر حج اور عمرہ کا بیان

مسئلہ۔ حج جیسے کہ ابتداً اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس میں وجوب حج کی شرطیں جمع ہوں اور وہ حجۃ الاسلام ہے۔ اسی طرح کبھی اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس میں سبب وجوب کا بندہ کی طرف سے پایا جائے۔ وہ یہ کہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ حج واجب ہے یا یوں کہے کہ میرے ذمہ حج واجب ہے۔ خواہ حج میں کوئی شرط لگائے یا نہ لگائے۔ مثلاً یوں کہے کہ اگر میں ایسا کرونگا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ حج واجب ہے پس جب وہ شرط پائی جائے تو اس نذر کا پورا کرنا لازم ہوگا۔ ظاہر الروایۃ میں امام ابوحنیفہؒ سے یہ مروی ہے کہ اس (منذور حج) کے عوض کفارہ (دینا) کافی نہیں ہوسکتا۔ یہ بدائع میں ہے (عالمگیری) بلکہ حج ہی کرے۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے نذر کی اور یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے میرے ذمہ احرام ہے یا یوں کہا کہ میرے ذمہ احرام حج کا ہے تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا اور اس کو اختیار ہے جسکو چاہے معین کر دے (عالمگیری) **مسئلہ**۔ اور اسی طرح اگر کوئی ایسا لفظ کہا جو کہ احرام کے لازم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ بیت اللہ تک یا کعبہ تک یا مکہ تک پیادہ چلنا واجب ہے تو جائز ہے اور اس پر حج یا عمرہ واجب

عہ تبرع الولد بالاحجاج او الحج بنفسه عن واحد ابويه اذا مات وعليه حج الفرض ولم يوص به مندوب اليه جدا قال صلى الله عليه وسلم من حج عن ابويه او قضى عنهما ترضا بعث يوم القيامة مع الابرار وقال من حج عن ابيه او امه فقد قضى عنه حجة وكان له فضل عشر حجج وقال: ذا حج الرجل عن والديه تقبل منه ومنهما واستبشرت ارواحهما وكتب عند الله برا۔ فتح ملخصا (غنیہ ص۳۲۶)

ہو گا یہ بدائع میں ہے (عالمگیری) **مسئلہ**۔ پس اگر حج یا عمرہ کو معین کیا تو پیادہ پا چل کر حج یا عمرہ کرنا واجب ہے۔ اب اس میں بحث ہے کہ جب وہ پیادہ پا چل کر حج یا عمرہ کرے تو کہاں سے پیادہ پا چلے اور کب پیادہ پا چلنا چھوڑ دے۔ حج میں طواف زیارت کے بعد اور عمرہ میں طواف اور سعی کے بعد پیادہ پا چلنا چھوڑ دے اور پیادہ پا چلنے کے ابتدا میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعضوں کا یہ قول ہے کہ جہاں سے احرام باندھے وہاں سے پیادہ پا چلے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ جب اپنے گھر سے نکلے تو وہیں سے پیادہ پا چلے۔ یہ محیط میں لکھا ہے یہی صحیح ہے (عالمگیری) **مسئلہ**۔ اگر کل راستہ یا اکثر راستہ سوار ہو کر چلے تو قربانی دے (یعنی دم) اور اگر تھوڑا راستہ سوار ہو کر چلے تو اس کے حساب کے بموجب اسقدر حصہ قربانی کا واجب ہو گا۔ بعضوں نے کہا کہ پیادہ چلے یا سوار ہو کر چلنے میں اختیار ہے لیکن فقہاء نے کہا ہے کہ پہلا قول صحیح ہے۔ یہ تبیین میں ہے (عالمگیری) اسلیے چاہیئے کہ اسی طرح کے الفاظ نکال کر اپنے کو تکلیف میں نہ ڈالے کہ پھر نباہ نہ ہو سکے (ناقل)۔

مسئلہ۔ اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ اس سال میں دو حج واجب ہیں تو اس پر دو حج واجب ہونگے اور دس حج کے لیے کہا تو اس پر دس حج دس سال میں واجب ہونگے (عالمگیری) **مسئلہ**۔ اگر مریض نے کہا کہ اگر اللہ تعالےٰ مجھے اس مرض سے اچھا کرے تو میرے ذمہ حج واجب ہے۔ پس اچھا ہو گیا تو اسکے ذمہ حج لازم ہے۔ اگرچہ اس نے یہ نہ کہا کہ اللہ تعالےٰ کیواسطے کیونکہ حج تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوتا ہے۔ (عالمگیری) **مسئلہ**۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر میں اچھا ہو جاؤں تو میرے ذمہ حج ہے۔ پس اچھا ہُوا اور حج کیا تو اسی حج میں فرض ادا ہو گا اور حج فرض کے سوائے کچھ نیّت کی تو نیّت اسکی صحیح ہے (عالمگیری) یعنی حج فرض سے تب محسوب ہو گا جبکہ مطلق نیّت کی ہو گی اور اگر اس منذور کی نیّت کی تو وہی منذور ادا ہو گا۔ اگر نفل کی نیت کی تو نفل سے ادا ہو گا

اس سے فرض ساقط نہ ہوگا (نافل) مسئلہ۔ کسی پر حج پہلے سے فرض ہے اور ادا نہیں کیا ہے۔ اسکے بعد نذر کرتا ہے کہ مجھ پر حج ہے اور حج کیا مطلق نیت سے تو حج فرض سے محسوب ہوگا اور منذور ساقط ہو جائیگا کیونکہ وہ نذر فرض کی طرف لوٹ جائیگا (غنیہ) اور اگر حج کر چکا ہے اس کے بعد نذر کی اور حج کیا تو پھر ضروری ہے کہ اس نذر ہی کی نیت معین کرے ورنہ یہ حج نفل سے واقع ہوگا (غنیہ) مسئلہ۔ کسی نے بیت المقدس یا مسجد مدینہ طیبہ یا کسی اور مسجد و مقام کی جانب پیدل چلنے کی نیت کی سوائے بیت اللہ کے تو نذر کرنیوالے پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام مساجد پر بلا احرام داخل ہونا جائز ہے (عین الہدایہ) مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے یہ نذر کی کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے فرزند عطا فرما تو مع اس بچہ کے آکر حج کرونگا۔ تو اس شخص کو جب بچہ پیدا ہوا تو نادر پر حج کرنا واجب ہوگا۔ مگر بچہ کو ساتھ لیجانا واجب نہیں ہے نہ اس بچہ پر اسکے باپ کے کہنے سے حج واجب ہوگا۔ اگر لڑکا بالغ ہوا اور باپ کیساتھ حج کرنیکو گیا تو اگر حج فرض یا مطلق نیت سے حج کا احرام باندھکر حج کیا تو لڑکے سے فرض حج ساقط ہو جائیگا یعنی اگر اس حج کرنیکے وقت مسکین ہوگا اور حج کرنیکے بعد پھر غنی ہوا تو پھر اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ باقی نذر تو اس پر لازم ہی نہیں ہوا۔ (تحقیق از بعض علماء)

خاتم حضرت خاتم النبیین و سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بیان

مسئلہ۔ اب جان لے کہ زیارت روضۂ مطہرہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی افضل المستحبات ہے۔ بعض نے قریب واجب کے لکھا ہے (زبدہ) حدیث اور فخر عالم

ع قال فی البحر فاذا نذر الحج ولم یکن حج ثم حج واطلق کان حجۃ الاسلام وسقط عنہ ما التزمہ بالنذر لان نذرہ ینصرف الیہ وان کان حج ثم نذر ثم حج فلا بد من تعیین الحج عن النذر والا وقع تطوعا کما حررہ فی الفتح (غنیۃ الناسک ص۱۹)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اسکے واسطے میری شفاعت واجب ہو گی (زبدہ) اور فرمایا کہ جو کوئی میری زیارت کو آئے اور اس آنے میں اُسکو محض زیارت ہی مقصود ہو کوئی حاجت نہ ہو تو مجھ پر حق ہو گیا کہ میں اسکا قیامت کو شفیع ہوں (زبدہ) حدیث اور فرمایا ہے کہ جو کوئی بعد انتقال میرے زیارت میری قبر کی کرے تو مثل اسکے ہے کہ جس نے حالِ حیات میں میری زیارت کی (زبدہ) **مسئلہ** جس شخص پر حج فرض ہوا اوّل اسکو حج کر لینا بہتر ہے ورنہ اختیار ہے چاہے حج پہلے کرے یا مدینہ منورہ پہلے ہو آئے (زبدہ) **مسئلہ** جس شخص پر حج فرض ہوا اور مکہ مکرمہ میں حج کے مہینوں سے پہلے آیا ہوا اور پھر وہاں ہی حج کے مہینے اس پر آگئے تو اسکو پہلے حج کرنا چاہیئے (اللباب وغنیہ)[عہ] اس پر ارشاد الساری میں لکھا ہے کہ یہ اس زمانے میں تھا کہ اونٹوں پر جانا ہوتا تھا اور راستہ میں بدویوں کا غلبہ تھا اور تاخیر کی وجہ سے حج کے فوت ہو جانیکا خوف تھا۔ اب تو الحمد اللہ بالکل امن ہو گیا ہے اور روڈ بن گیا ہے۔ موٹریں ایک ہی دن میں پہنچ جاتی ہیں بلکہ اُخر دنوں میں تو سُنا گیا ہے کہ راستہ میں تنگ وقت کو جانیوالے پیادوں کو بھی موٹریں

عہ من کان حجه فرضا وجاء مکة قبل او ان الحج فهل له ان یزور قبل الحج ام لا والظاهر ان له ان یزور قبل دخول اشهر الحج واما بعده فلا (شرح، ص۳۳۳ غنیہ ص۲۰۱)

لعل هذا بناء علی ما کان فی زمن الشارح من الذهاب الی الزیارة علی الابل وکان الطریق مخوفا بسبب غلبة الاعراب ویحصل للقافلة التاخیر فی الطریق ایاما فیخشی من ذلک فوات الحج واما فی زماننا ولله الحمد فمع وجود هذا الامن العام یمکن ان کان راکبا علی الابل ان یذهب فی اول ذی القعدة مثلا ویرجع ووقت الحج باق بجملة طویلة ولا نخشی فوات الحج بل یمکن لمن یذهب علی سیارة ان یرجع فی اول ذی الحجة ویرجع ووقت الحج باق۔ والله اعلم (ارشاد الساری) ص۳۳۵

پہنچادیتی ہیں۔ پھر بھی اس صورت میں بہتر ہے کہ پہلے حج کرے (ناقل) **مسئلہ**۔ غرض جب عزم مدینہ مطہرہ کا ہو تو بہتر یوں ہے کہ نیت زیارت قبر مطہرہ کی کر کے جائے تاکہ مصداق اس حدیث کا ہو جائے کہ جو کوئی محض میری زیارت کو آئے شفاعت اس کی مجھ پر حق ہو گئی (زبدہ) **مسئلہ**۔ پس مدینہ منورہ نہ جانا اس وہم سے کہ راستہ میں بدوی لوگ لوٹتے ہیں یا فرض نہ ہونیکے سبب سے یا روپیہ زیادہ خرچ ہونیکی غرض سے کمئی محبت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان ہے ایسے وہم سے کوئی دنیاوی کام نہیں ترک کرتا ہے پس باوجود جانیکی وسعت اور طاقت کے زیارت کو چھوڑنا نہایت ہی بڑی غفلت ہے اور شناعت قبیحہ ہے (فتاوی رشیدیہ)۔

مقام غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اسقدر اپنی طرف بلانے کی ترغیب فرمارہے ہیں اور وہ بھی ہم اُمت کے لیے تاکہ شفاعت کے مستحق ہو جائیں اور ہم اُمتی کہلا کر بھی نہ جانیکے بہانے ڈھونڈتے رہیں۔ نہایت ہی شرم کی بات ہے۔

مخدوم محمد ہاشم قدس سرہٗ سندھی نے حیات القلوب میں ابن عدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے جید حسن سے روایت شدہ نقل کی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ ستم کیا۔ اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے رحمت و شفقت کا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا ہے کہ اگرچہ اس حدیث کی صحت میں محدثوں کا کلام ہے لیکن درباب ترغیب زیارت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مفید ہے (حیات)[علہ] **مسئلہ**۔ زیارت قبر مطہرہ

علہو من مکملات الحج زیارۃ سید القبور السید اھل القبور و رد فی فضلھا السنن اسناد بعضھا حسن کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من زار قبری وجبت لہ شفاعتی عین آثار السنن عن ابن خزیمۃ فی صحیحہ و الدارقطنی وآخرین واسنادہ حسن، خطبات الاحکام مصنفہ حضرت اقدس مرشدی شاہ محمد اشرف التھانوی قدس سرہٗ ونور مرقدہٗ۔ احادیث ضعیفہ کے حکم کے متعلق لکھتے ہیں۔ فان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال عند جمیع العلماء من ارباب الکمال (ارشاد الساری ص ۳۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں کے حق میں بھی مستحب ہے بنا بر روایت کے پس جس روایت میں عورتوں کے لیے زیارت قبور مکروہ ہے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو مستثنیٰ کیا جائے گا۔ پس زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مردوں خواہ عورتوں کے حق میں مستحب ہے (حیات) البتہ کثرت مردوں کے وقت نہ جائیں بلکہ اندھیرے میں جانا ان کو اولیٰ ہے۔

مسئلہ۔ اور جب مدینہ منورہ کو چلے تو کثرت درود شریف کی راہ میں بہت کرتا رہے۔ پھر جب درخت وہاں کے نظر آئیں تو اور زیادہ کثرت کرے جب عمارت وہاں کی نظر آئے تو درود پڑھ کر کہے:۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ (زبدہ)

(زبدہ)۔ **مسئلہ**۔ اور مستحب ہے کہ غسل کرے یا وضو اور کپڑے پاک صاف اچھا لباس پہنے اور نئے کپڑے ہوں تو بہتر ہے اور خوشبو لگائے اور پہلے سے پیادہ ہونے اور خشوع اور خضوع اور تواضع جسقدر ہو سکے فروگذاشت نہ کرے اور عظمت مکان (سرکار دو جہاں) کی خیال کیے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا چلے۔ جب مدینہ مطہرہ میں داخل ہو تو کہے:۔

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ (زبدہ)

(زبدہ) **مسئلہ**۔ (جب مدینہ طیبہ میں داخل ہو چکے تو) ادب اور حضور قلب اور دعا اور درود شریف بہت پڑھے وہاں جا بجا مواقع قدم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ امام مالکؒ مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھ کو شرم (حیا) آتی ہے کہ سواری کے گھوڑوں سے اس زمین کو پامال کروں کہ جسمیں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے ہوں (زبدہ)۔

مسئلہ۔ اور پھر جب مسجد نبویؐ میں داخل ہو تو اوّل داہنا پاؤں داخل کرے اور دعائے دخول مسجد اور درود شریف پڑھے اور باب جبریل سے داخل ہونا بہتر ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ داخل

ہونے کے وقت ادھر اُدھر دیواروں قنادیل وغیرہ اور مسجد کی چھت کی طرف نہ دیکھے بلکہ خوب ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے منبر کی جگہ کی طرف جاتے وقت حجرہ شریفہ کے آگے سے نہ گزرے بلکہ پیچھے کی طرف سے جائے (حیات) **مسئلہ** پھر (اوّل) روضہ مبارک میں کہ مابین قبر اور منبر کی زمین کا نام ہے یہ قطعہ جنت کا ہے (جسکے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ما بین منبری و قبری روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی میرے منبر اور گھر کے بیچ کی جگہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یہ وہ جگہ ہے کہ (جو اوّل بنا مسجد نبوی تھی) وہاں جاکر تحیۃ المسجد (کا دوگانہ نفل) پڑھے اس طرح کہ منبر داہنے مونڈھے کی سیدھ پر رہے اور وہ ستون جس کے نیچے صندوق ہے (قرآن شریف رکھنے کا) سامنے رہے کہ یہ موقف حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے (زبدہ) یعنی محراب کے بیچ سے تھوڑا داہنے مڑ کر محراب کے اس پائے کے سامنے ہو کر کھڑا ہو جو کہ منبر کیطرف والا ہے نہ وہ جو بائیں ہاتھ اور حجرہ مطہرہ کی جانب والا ہے اور وہی پایہ موقف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسکی پیٹھ میں استوانہ حنانہ کہلاتا ہے۔ جسکے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے اور منبر بننے کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خطبہ پڑھا تو وہ رونے لگا تھا اور محراب کے اس پائے پر یہ لکھا ہوا ہے ھذا مصلی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم (نافع) **مسئلہ**۔ اور بعد تحیۃ المسجد کے سجدہ (شکر) کرے کہ حق تعالیٰ نے یہ نعمت اس کو نصیب کی اور دعا کرے جو چاہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ پھر حجرہ مطہرہ کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے کچھ بائیں طرف کو مائل ہو کر تاکہ چہرہ شریف کی خوب مواجہ ہو اور باادب تمام اور خشوع کے ساتھ کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگائے محل ادب اور ہیبت ہے (زبدہ) **مسئلہ**۔ مخدوم محمد ہاشم صاحب قدس سرہٗ نے حیات القلوب فی

زیارت المحبوب میں لکھا ہے کہ حجرہ شریف سے چار پانچ ہاتھ کے فاصلہ پر ہٹ کر کھڑا ہو
اور حجرہ شریف کی دیواروں کو نہ بوسہ دے نہ ہاتھ لگائے۔ کیونکہ یہ بے ادبی ہے اسکے
علاوہ بوسہ دینا اور ہاتھ لگانا خاص طرح کعبہ کے رکن اسود اور رکن یمانی کے لیے مقرر
ہے اس لیے کسی اور جگہ کے ساتھ نہ کیے جاویں اگرچہ کعبۃ اللہ کے کسی اور رکن مثل رکن شامی اور
رکن عراقی کے ساتھ ہو اس لیے یہاں بھی منع ہے (حیات القلوب) **مسئلہ**۔ اپنا سینہ اور پشت
بھی حجرہ شریف کی دیواروں سے نہ لگائے کیونکہ یہ کام زیارت کے وقت میں ثابت نہیں ہیں۔
(حیات) **مسئلہ**۔ زیارت کے وقت حجرہ شریف کے گرد طواف بھی نہ کرے۔ کیونکہ طواف کرنا
مخصوصات کعبۃ اللہ پر سے ہے اس لیے کسی اور جگہ جائز نہیں۔ اگرچہ انبیاء و مرسلین اور اولیاء
صالحین رضوان اللہ علیہم کی قبریں ہوں۔ اس بات پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے۔
جیسے علامہ عزالدین بن جماعۃ نے تحقیق کی ہے اور ملا علی قاریؒ نے بھی ایسا ہی شرح اللباب
میں لکھا ہے (حیات) **مسئلہ**۔ قبر شریف مقدس کی طرف نماز نہ پڑھے کیونکہ یہ فعل حرام
ہے بلکہ فتویٰ دیا گیا ہے کفر کا۔ جبکہ یہ بارادہ عبادت اور تعظیم قبر شریف کی کرے (اللباب
شیخ رحمۃ اللہ سندھی (شرحہ) **مسئلہ**۔ شیخ رحمۃ اللہ نے اللباب میں لکھا ہے کہ حجرہ شریف
کی طرف نماز کی حالت میں منہ نہ کرے اور پشت بھی نہ کرے یہ صورت اس وقت ممکن
ہے کہ جب امام محراب عثمانی میں کھڑا ہوتا ہے تو پہلی صف حجرہ شریف کے سامنے سے بھی
بڑھ جاتی ہے تو اس وقت میں نمازی کی پشت حجرہ شریف کی طرف ہو جاتی ہے اور ایسا
ہی حجرہ مطہرہ کے پیچھے کی طرف کی صف بھی بڑھ جاتی ہے تو حجرہ کی طرف نمازی کا سینہ ہو جاتا
ہے۔ پس ملا علی قاریؒ نے شرح اللباب میں لکھا ہے کہ اب چونکہ دیواریں چوگرد قبر شریف کے
حائل ہیں تو یہ کراہت نہ ہوگی مگر اس وقت قبر شریف کی طرف قصد کر کے نماز پڑھی
جائے تو منع ہے۔ اس لیے مخدوم صاحب محمد ہاشم نے لکھا ہے کہ سوائے ضرورت کے

حتی المقدور دونوں حالتوں سے بچنا چاہیئے (اللباب شرح و حیات وغیرہ) ۔ [عله]

نہایت افسوس ہوتا ہے کہ آج کل بعض حاجیوں کو دیکھا گیا ہے کہ نماز باجماعت ہو یا انفرادی فرض یا نوافل نماز حجرہ شریف کو سامنے رکھ کر پڑھتے ہیں اس غرض سے قبر مطہرہ سامنے رہے بالکل ممنوع ہے ۔ حدیث شریف میں ہے لا تجعلوا قبری وثنا حجرہ شریف کے پیچھے حرام مسجد میں کہ اصحاب صفہ پر جو بیٹھتے ہیں انکی دیکھا دیکھی یہ بھی اسی طرح کرتے ہیں بلکہ

ع ولا یمس عند الزیارة الجدار) ای لانہ خلاف الادب ومقام الوقار وکذا لا یقبلہ لان الاستلام والقبلة من خواص بعض ارکان الکعبة والقبلة ولا یلصق بہ) ای بالترابه والصوق بطنہ لعدم ورودہ (ولا یطوف) ای لا یدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصاتہ لکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا عبرة بما یفعل العامة الجہلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والعلماء (ولا ینحنی ولا یقبل الارض فانہ) ای کل واحد منہا عنہ) غیر مستحسنة فتکون مکروھة واما السجدة فلا شک انہا حرام فلا یغتر الزائر بما یری من ای فعل الجاہلین بل یتبع العلماء العاملین (ولا یستدبر القبر المقدس ای فی صلاة ولا غیرہ الا لضرورة ملجئة الیہ (ولا یصلی الیہ) ای الی جہتہ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ حرام بل یفتی بکفرہ ان ارادہ بہ عبادتہ او تعظیم قبرہ وھذا علی تقدیر امکانی تصویرہ بل لا یکون بینہ وبینہ حجاب من جدارہ ۔ ولا تکرہ الصلاة خلف الحجرة الشریفة الا اذا قصد التوجہ الی قبرہ صلی اللہ علیہ و سلم ثم ھذہ الآداب کلہا مستفادة من حکمہ فلا ینبغی مخالفة امرہ خصوصا فی حضورہ کما نقل عن الامام الشافعی قدس اللہ سرہ ورحمہ حیث زار قبر الامام الاعظم ترک سنتہ من سنن مذہبہ معللا بانی استحی ان اخالف مذہب الامام فی حضوربہ وھذا یدل علی غایة ادبہ ونہایة شعورہ (لباب و شرح ص ۳۳۳)

وہ ناسد نیت سے نہیں بیٹھتے وہ تو کثرت حجاج وغیرہ سے یہاں نماز پڑھتے ہیں۔ کثرت جماعت کی وجہ سے تو حجرہ شریفہ کے آگے خواہ پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے سازاں سوا رجو اصل مسجد نبویؐ کی طرف ہے وہی افضل ہے اور اطراف سے تنگی کی وجہ سے مسجد شریف کی توسیع کی گئی تھی۔ خصوصاً اس حکومت سعودیہ میں تو نہایت مسجد شریف فراخ ہو گئی ہے۔

"تنبیہ۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ جو آداب زیارت حجرہ شریف کے لکھے گئے ہیں مستفاد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے۔ پس انکی مخالفت نہ کرنی چاہیئے خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے حاضری کے وقت وہ ممنوع کام کرنا زیادہ برا ہے (شرح اللباب) مسئلہ۔ حجرہ شریف کی طرف بہت نظر کرنا چاہیئے قربت کی نیت سے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مطہرہ کیطرف نظر کرنا بھی عبادت ہے۔ جیسے کعبۃ اللہ شریف کیطرف نظر کرنا عبادت ہے۔ پس مسجد شریف میں ہو یا اور کہیں باہر جہاں سے قبر خضریٰ پر نظر پڑے تو اسکی ہیبت و ادب اور دل کے حضور سے دیکھنا چاہیئے بلکہ ٹھہر کر صلوٰۃ و سلام کہے (حیات القلوب علی اللباب) مسئلہ۔ بعض جاہل لوگ روضہ کریمہ میں صیحانی کھجوریں تقرب کی نیت سے کھاتے ہیں اور انکی گٹھلیاں اور اپنے بال کترا کر بڑے قندیلوں میں ڈالتے ہیں اسی طرح کے اور کام کرنے یہ سب برے ہیں ان سے بچنا چاہیئے اور کرنیوالوں کو روکنا چاہیئے (اللباب علی غنیہ)

ع ولا یمر ببہ ای بمحاذاۃ قبرہ من جمیع جوانبہ (حتی یقف ویسلم) ای یتطوسلیلہ ا د انقضا ولو من خارج ای من المسجد وجدارہ فقد روی عن ابی حازم ان رجلا اتاہ فحدثہ انہ رأی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قل لابی حازم انت المار بی معرضا تسلم علی فلم یسلم ذلک ابو حازم مذ بلغہ الرویا (اللباب وشرحہ ص ۳۴۲)

م واما ما یفعلہ الجہلۃ من التقرب باکل التمر الصیحانی فی المسجد والقاء النوی فیہ وغیر ذلک من المنکرات الشنیعۃ والبدع الفضیعۃ فیجب ان یجتنبہ وینکر علی من یرتکبہ شرح اللباب۔ ایضا ما یفعلہ الجہلۃ من التقرب باکل التمر الصیحانی فی الروضۃ الکریمۃ وقطعہم شعورہم ورمیہا فی القندیل الکبیر ونحو ذلک (غنیہ ص ۲۰۰)

مسئلہ:- پس جب مواجہت میں سامنے حاضر ہو کر کھڑا ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کیطرف چہرہ مبارک کیے ہوئے لیٹے تصور کرے (زبدہ) اور یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلعم جان رہے ہیں کہ فلاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے (غنیہ) مسئلہ:- درمیانہ آواز سے اس طرح کرے نہ تو زیادہ بلند اور نہ بالکل آہستہ بلکہ ایسا کہ جیسے مودبانہ سلام کہے۔[علہ]

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللهِ مِنْ خَلْقِ اللهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ وُلْدِ آدَمَ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ - يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَشْهَدُ اَنَّكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ فَجَزَاكَ اللهُ خَيْرًا

علہ ثم قال مسلما ای مرید السلام مقتصدا ای متوسطا فی رفع کلامہ کما بینہ بقولہ (من غیر رفع صوت) لقولہ تعالیٰ ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ الآیۃ (ولا اخفاء) ای بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ہو السنۃ وان کان لا یخفی شئی علی الحضرۃ ثم اعلم انہ ذکر بعض مشائخنا کابی اللیث ومن تبعہ کالکرمانی والسروجی انہ یقف الزائر عند الزیارۃ مستقبل القبلۃ کذا رواہ الحسن عن ابی حنیفۃ وقال ابن عزبین جماعۃ ومن مذہب الحنیفۃ ان یقف الزائر للسلام عند راس القبر المقدس بحیث یکون عن یسارہ ثم یبعد الیٰ ان یقف قبالۃ القبر الشریف مستدبر القبلۃ قال وشذ الکرمانی من الحنیفۃ فقال یقف مستدبر القبر المقدس مستقبل القبلۃ وتبعہ بعضہم ولیس بشئی فاعتمد علی ما نقلتہ انتہیٰ کلامہ ونسبۃ الی الکرمانی غیر صحیح لانہ انما قال مثل ما نقل عن غیرہ من اصحابنا واما مانسب الیہ واللہ اعلم بہ ولم اجدہ فی النسخ التی طالعت علیہا بل الذی فیہا ھذا ویتوجہ الی النبی ——— (کبیر ص۲۰۳) ———

جزاك الله عنا افضل ما جزی نبیا عن امته اللهم اعط لسیدنا وعبدك ورسولك محمد ن الوسیلة والفضیلة والدرجة الرفیعة وابعثه مقاما محمودن الذی وعدته انك لا تخلف المیعاد وانزله المنزل المقرب عندك انك سبحانك ذو الفضل العظیم (زبدہ)

مسئلہ۔ اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور شفاعت چاہے کہے:۔ یا رسول الله اسئلك الشفاعة واتوسل بك الی الله فی ان اموت مسلما علیٰ ملتك وسنتك ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے۔ مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں۔ لیکن سلف یہاں الفاظ مختصر کہتے تھے۔ جہاں تک اختصار ہو مستحسن ہے اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ (پست آواز سے) خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے (زبدہ) مسئلہ۔ اور جس عزیز دوست) کا سلام کہنا ہو، عرض کرے۔

السلام علیك یا رسول الله من فلان ابن فلان یستشفع بك الی ربك (زبدہ)

مسئلہ۔ پھر بقدر ایک ہاتھ کے داہنی طرف کو ہٹ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کہے:۔

السلام علیك یا خلیفة رسول الله وثانیه فی الغار رفیقه فی الاسفار وامینه علی الاسرار ابابکر الصدیق جزاك الله عن امة محمد خیرا۔

پھر بقدر ایک ہاتھ داہنی طرف ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام کہے:۔

السلام علیك یا امیر المومنین عمر الفاروق الذی اعز الله به الاسلام امام المسلمین مرضیا حیا ومیتا جزاك الله عن امة محمد خیرا ــــــ اور یہاں بھی زیادتی و کمی کے الفاظ کہنے میں اختیار ہے پھر ذرا بائیں کو بڑھ کر (دونوں حضرات خلفاء کے بیچ میں) کہے:۔

السلام علیکما یا ضجیعی رسول الله صلی الله علیه وسلم ورفیقیه ووزیریه جزاکما الله احسن الجزاء جئنا کما نتوسل بکما الی رسول الله صلی الله علیه وسلم لیشفع لنا ویدعو لنا ربنا ان یحیینا علی ملته وسنته ویحشرنا فی زمرته وجمیع المسلمین ۔۔۔

مسئلہ - پھر آگے کو بڑھکر مقابلہ وجہ شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑا ہو کر جو کچھ ہو سکے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے اپنے اور والدین اور مسلمانوں کیواسطے (زبدہ) اسطرح کھڑا ہو جسطرح پہلے حاضر ہوا تھا۔ پھر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پڑھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں شفاعت طلب کرے اور دعا میں ہاتھ اٹھائے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ کہنا بھی مستحسن ہے :۔

یا رسول اللہ قد قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ وقولہ الحق ولو انّھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ط فجئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین من ذنوبنا فاشفع لنا الیٰ ربنا واساله ان یمیتنا علیٰ سنتک وان یحشرنا فی زمرتک امین (غنیہ ص۲۰۵)

فائدہ - روایت کی ابن ابی فدیک نے جو کہ مدینہ طیبہ کے علماء میں سے تھے اور حضرت امام شافعیؒ کے شیوخ میں سے تھے۔ فرمایا کہ میں نے سُنا ہے ان شخصوں سے پایا میں نے انکو کہ کہا انہوں نے کہ ہم کو بطریق روایت پہنچا ہے کہ یقیناً جو بھی حاضر ہو قبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو یہ پڑھے :۔

انّ اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبیّ یاایّھا الذین آمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما ط

اسکے بعد ستر مرتبہ یہ کہے صلی اللہ وسلم علیک یا رسول اللہ۔ پس پکاریگا فرشتہ اسکو کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرماتا ہے اے فلاں! اور پوری کیجائیں گی حاجتیں تمہاری۔ کذا رواہ البیہقی (حیات القاری[عہ]) ملا علی القاری

عہ وقال ابن ابی فدیک سمعت بعض من ادرکت یقول بلغنا انہ من وقف عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ ھذہ الآیۃ۔ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی ثم یقول صلی اللہ علیہ وسلم علیک یا محمد من یقولھا سبعین مرۃ ناداہ ملک صلی اللہ علیک یا فلان تسقط لہ حاجۃ کذا فی اشفاء قاری القاری فی مقرحہ رواہ البیہقی ابن ابی فدیک وثقہ جماعۃ احتج بہ اصحاب الکتب الستۃ (معنی قولہ بلغنا ای فی الحدیث)

نے لکھا ہے کہ صلی اللہ علیک کی جگہ یا رسول اللہ کہے تو زیادہ بہتر ہے۔ علامہ قسطلانی نے شیخ زین الدین مراغی وغیرہ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ یا رسول اللہ کہنا اولی ہے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ حضور کا نام لے کر پکارنے کی ممانعت ہے۔ لیکن اگر یہی لفظ روایت میں منقول ہے تو منقول کی رعایت کی وجہ سے ممانعت نہ رہے گی علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ ستر مرتبہ کی خصوصیت اس لیے کہ اس عدد کو اجابت میں دخل ہے۔ قرآن پاک میں بھی یہی منافقین کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔

پھر وہاں سے نکل کر اسطوانہ ابو لبابہ کے پاس آکر دو رکعت پڑھ کر دعا کرے (زبدہ)

یہ اسطوانہ وہ ہے کہ جس کے ساتھ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کو باندھا تھا۔ جب دعا ان کی قبول ہوئی تھی تب چھوڑا تھا۔ اس اسطوانہ کو اسطوانہ توبہ بھی کہتے ہیں۔ یہ روضہ مقدسہ میں منبر سے چوتھا ہے اور قبر مطہرہ سے دوسرا ہے یعنی اسطوانہ عائشہ صدیقہ رض اور اسطوانہ جو متصل حجرۂ مطہرہ کے شباک سے ہے ان کے درمیان میں ہے اور اسطوانہ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ قبر مطہرہ سے تیسرا ہے اور منبر مبارک سے بھی تیسرا ہے اور واقع ہے روضہ مقدسہ میں صف اول میں امام کی پشت میں جب کہ امام محراب مصلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑا ہو تو وہ پشت امام کے اسطوانہ سے حجرہ شریف کی طرف دوسرا ہے۔ یہ اسطوانہ جو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور ہے اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جگہ مسجد میں ایسی ہے کہ اگر لوگ اس کو جانتے تو وہاں نماز کے لیے قرعہ ڈالتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس جگہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور روایت ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد دس دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر نماز پڑھی۔ اس کے بعد آگے مصلی کی طرف بڑھے پھر صحابہ کرام بھی اس اسطوانہ کے پاس نماز پڑھتے رہے اور اس کے پاس دعا اللہ تعالیٰ

سے مانگے (نافل)[۱] اور تحویل کعبہ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ پر بیت المقدس کیطرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے تھے اس کی پہچان یہ ہے کہ روضہ مقدسہ میں اسطوانہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر پھر اس کو پیٹھ دے کر شام کی طرف چلو جب باب جبرئیل کے سامنے ایسا ہو کہ تمہارا داہنا مونڈھا اس کی طرف ہو تو وہاں کا جو ستون باب کی سیدھ میں ہے وہی جگہ ہے مصلی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور گنتی میں مع ستون عائشہؓ کے وہ ساتواں ہوتا ہے ۔ مسئلہ ۔ حجرۂ مطہرہ سے مشرق کی طرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے پیچھے جو دیوار اور جالی ہے اس کے پاس لوگ آکر اس جگہ دعائیں مانگتے ہیں اور اسکا نام مقام جبرئیل رکھا ہے اور ملائکوں پر سلام پڑھتے ہیں اور باب جبرئیل پر بقیع کی طرف مُنہ کر کے اہل بقیع پر اور اہل احد کے شہداء پر سلام پڑھتے ہیں ایسا نہ کرنا چاہیئے بلکہ بقیع اور احد پر جاکر وہاں سلام کرنا چاہیئے ۔ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان مقامات پر تشریف لے جاکر سلام پڑھتے تھے (نافل)[۲] اور

---

[۱] روی صلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہا ای بضعۃ عشر یوما بعد تحویل القبلۃ ثم تقدم الی مصلاہ الیوم وکان یستند الیہا وافاضل الصحابۃ کانو یصلون الیہا وفی الاوسط للطبرانی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی مسجدی لبقعۃ لو یعلم الناس ما صلوا فیہا الا ان یطیر لهم قرعۃ فعن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا اشارت الیہا (وانہم) ای وروی انہم (یستجاب عندہا الدعاء) ای فینبغی ان یصلی الیہا و یستند علیہما (للباب وشرح ص ۳۴۳)

[۲] ورواہ ابن النجار بسندہ الی ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال کانت قبلۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام وکان مصلاہ الذی یصلی فیہ بالناس الی الشام من مسجدہ ان تضع الاسطوانۃ المخلقۃ (سطون عائشۃؓ) خلف ظہرك ثم تمشی مستقبل الشام وہی خلف ظہرك حتی اذا کنت محاذیا باب عثمان المعروف الیوم

بقیہ ص ۴۸۳

اور اسطوانہ سر پردہ ہے کہ جس کے پاس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چار پائی بچھائی جاتی تھی جو متصل ہے شباک حجرہ شریفہ سے جو واقع ہے اسطوانہ توبہ سے مشرق کی طرف یعنی یہ تینوں ایک صف میں ہیں اور اسطوانہ علیؓ یہ اسطوانہ سر پر سے شمال کی طرف پشت پر (شباک ہی سے ملا ہو) واقع ہے اسی کو اسطوانۃ الحرس بھی کہتے ہیں (حضرت علیؓ دروازہ حجرہ شریف پر پہرہ دیتے تھے) اسطوانہ وفود جو کہ اسطوانہ علیؓ سے شمال کی طرف پشت پر واقع ہے۔ پس اسطوانہ علیؓ تو واقع ہے درمیان اسطوانہ سر پر اور اسطوانہ وفود کے یہ سمجھو کہ یہ تینوں شباک حجرہ کے متصل ہیں اس طرح پر کہ جنوب میں سر پر ہے اور درمیان میں اسطوانہ علیؓ اور اس کے شمال میں وفود ہے اور ان سب کے نزدیک دعا کرے۔

بقیہ صہ ۴۸۲ سے :- بباب جبرئیل وكان الباب على منكبك الايمن وانت فى صحن (اس وقت یہاں صحن تھا) المسجد كانت قبلة فى ذلك الموضع وانت واقف فى مصلاه صلى الله عليه وسلم (وتحقيق النصرة الامام العالم العلامة زين الدين ابى بكر بن الحسين بن عمر ابى الفخر المراغى المتوفى صہ ۸۱۶) للعه ولا يقف الزائر تجاه القدم الشريف ويسلم ملئكة ولا اهل البقيع ولا على الشهداء احد فى المسجد بل يسلم على اهل البقيع فى البقيع والشهداء فى مشهدهم باحد. واما ما يفعله ملقنو الزيارة الان من السلام على من ذكر فى المسجد فهو بدعة ولم نر من ذكره من مورخى المدينة فى الزيارة كما ذكر لكدوى فى الذخر النافع والسيد جمل واليل فى الذخيرة والسيد برزنجى فى النزهة انه بدعة لا أصل له الكواكب المعنى فى الزيارة محمد النبى عربى الشيخ عبد القادر بن محمد الحوارنى المدنى الحنفى. ايضا. ومنها ما يفعله اهل المدينة وغيرهم من الوقوف بالجهة الشرقية من المقصورة يصلون ويسلمون على جبريل وميكائيل واسرافيل فهو بدعة لا اصل له (ارشاد الناسک)

دعیات) اور ان اسطوانوں پر ان کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں اور باب حجرہ شریفہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں تشریف لاتے تھے وہ اسطوانہ علیؓ اور اسطوانہ وفود کے درمیان مقفل ہے۔ **مسئلہ**۔ پھر روضہ میں آکر نفلیں پڑھے۔ اگر وقت مکروہ ہو تو اذکار و استغفار و دعا کرتا رہے جب تک ہو سکے۔ پھر منبر کے پاس رمانہ پر ہاتھ رکھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر دستِ مبارک رکھتے تھے (زبدہ) مگر جب مسجد شریف کو آگ لگی تھی۔ تو منبر شریف اصلی چونکہ لکڑی کا تھا تو وہ بھی جل گیا تھا اس لیے وہ رمانہ بھی نہ رہا۔ مسجد نبویؐ دوبارہ جل گئی ہے۔ پہلی دفعہ جمعہ کی رات اوّل رمضان کے مہینہ میں ۶۵۴ھ میں اس کے بعد دوسری دفعہ ۸۸۶ھ تہائی باقی رات تیئیس ۲۳ رمضان میں۔ اس دوسری دفعہ بادل کی گرج سے بجلی کے گرنے سے حادثہ ہوا جس میں دس سے کچھ زیادہ آدمی بھی شہید ہوئے (خلاصۃ الوفا)[ع] **مسئلہ**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے کثرت سے حاضر ہو کر سلام عرض کرنا بلا کراہت کے جائز ہے

ع احترق المسجد النبوی اولاً لیلۃ الجمعۃ اوّل شھر رمضان سنۃ اربع وخمسین وست مائۃ۔ ثم احترق المسجد النبوی ثانیاً فی ثلث الاخرین لیلۃ الثالث عشرین شھر رمضان عام ست وثمانین وثمانمائۃ ۸۸۶ھ وقد قام رئیس المؤذنین شمس الدین بن الخطیب یھلل بالمنارۃ الشرقیۃ الیمانیۃ المعروفۃ بالرئیسیۃ مع بقیۃ المؤذنین وقد تراکم الغیم وحصل رعد قاصف سقطت صاعقۃ اصاب بعضھا ھلال المنارۃ الرئیسیۃ فقط شرقی المسجد الخ ومات فی ھذا الحریق المذکور زیادۃ علی عشرۃ النفس خلاصۃ الوفاء سید سمہودی۔

ایضاً۔ واما ما ذکرہ من اخذ رمانۃ فلا اثر لھا الیوم ولا خبر لمکانھا لانھا فات فی الحریق الثانی للمدینۃ وما حولھا (شرح اللباب ص۳۴۱)

تینوں اماموں کے نزدیک[1] سوائے امام مالک کے ۔

طریقہ زیارت کے لیے حاضر ہونیکا وھی ھے جو اُوپر ذکر ھُوا۔ مگر بعض جو مسجد شریف میں داخل ہوتے ہی پہلے حجرہ شریفہ کی طرف منہ کر کے سلام پڑھتے ہیں وہ بھی اس طریقہ سلف میں داخل ہو کر مستحسن ہو جائیگا جو اُوپر گزرا کہ مسجد میں یا باہر جہاں حجرہ شریفہ یا قبر نبوی پر نظر پڑے تو ٹھہر کر سلام پڑھے باقی یہ جو لوگ بعد نماز کے واپس جاتے ہیں اس وقت اکثر تو خود مواجہ شریفہ پر حاضر ہو کر سلام پڑھتے ہیں بعض جہاں نماز پڑھی وہاں ہی سے کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں اور اس کو طریقہ زیارت پر حاضر ہونے کے بجائے قرار دیتے ہیں (ہاں اس میں شک نہیں کہ جائز تو ہے لیکن یہ صورت کون سے طریقہ کے بجائے سمجھی جائے اس میں یہ عرض ہے یہ صورت اس طریقہ کے بجائے متصور کرنی چاہیئے جو بعید اً حجرہ منیفہ پر نظر پڑنے پر سلام پڑھا جاتا ہے نہ کہ مواجہ شریف میں حاضر ہو کر زیارت کے لیے کھڑے ہونے کی صورت میں جو کہ سلف کا طریقہ زیارت ہے۔ اس کی یہ بہین دلیل ہے کہ لکھتے ہیں جب مسجد میں داخل ہو تو مثلاً باب جبرئیل سے داخل ہو تو حجرہ شریفہ سے پیچھے کی طرف سے پہلے روضہ مقدسہ میں آکر تحیۃ کے نفل پڑھے۔ اگر بالفرض مواجہ

---

[1] (ولیکثر من الزیارت) ای بلا کراھتہ (عند الائمۃ الثلاثۃ - خلافاً لمالک) ولعلہ رحـ ان (کثار الزیارۃ سبب الملالۃ و دلیل الجمہور عمل السلف وحثہ صلی اللہ علیہ وسلم علی مطلق زیارۃ القبور بعد نہیہ عنہا و ذکرہ المصنف بقولہ لان الاکثار من الخیر خیر والذی یظھر ھو قول مالک کما یدل علیہ حدیث زر غباً تزدد حبا فان الغب ان ترد الابل الماء یوما وتدعہ یوما ثم تعود ولانہ ابعد من المشابہۃ المنھی عنہا شعرا لانسب ان یقال بجواز الزیارۃ فی اوقات للصادق النبی قیاسا علی ملازمتہ الصحابۃ لہ فی حال الحیاۃ اھ (لباب وشرحہ ص۳۴۲) -

مبارک سے گزر ہو تو تھوڑا ہی سامنے مواجہ پر ٹھہر کر سلام عرض کرے۔ پھر تحیۃ کے بعد حاضر ہو کر اصلی طریقہ زیارت کی طرح آکر سلام پڑھے۔ یعنی اس طریقہ کی تکمیل کے لیے اور پہلے تھوڑا ٹھہر کر سلام کو کافی نہیں سمجھا گیا۔ کیونکہ زیارت کے لیے یہی ہیئت منقول ہے کہ ایک تو تین چار ہاتھ کے فاصلہ پر مقصورہ سے ہٹ کر کھڑا ہونا اور مواجہ شریف کی طرف سامنا ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا گویا جیسے حیات میں زیارت کے لیے حاضر ہونے کا طریقہ ہے۔ اس لیے تو مناسکوں میں یہی تاکید منقول ہے۔ پس دور سے سلام پڑھنا اور بات ہے اور مواجہ مبارک میں جا کر زیارت کرنا اور چیز ہے۔ اس کو زیارت کے قائم مقام قرار دینا بعید از قیاس ہے۔ یہ سب زیارت قبر شریف کے متعلق عرض کیا گیا باقی دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا یہ اور بات ہے۔ مگر طریقہ زیارت جس کی ترغیب کا امر ہے وہی ہے جو فقہاء نے لکھا ہے مع ہیئت کے اور کثرت وقلت زیارت میں جو اتفاق ائمہ کرام ہے وہی شمار ہو گی (فافہم۔ ناقل)۔

پس اس عبارت سے صریح معلوم ہوا کہ یہ بحث سب اسی حاضری مواجہ شریفہ پر حاضر ہونے کے متعلق ہے کیا حضرت امام مالکؒ جب مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور ضرور مسجد نبویؐ میں خمستہ الاوقات نماز کے لیے آتے ہونگے تو حجرہ شریفہ پر نظر پڑنے کی صورت میں مسجد سے باہر یا داخل سلام درود وغیرہ کچھ نہ پڑھتے ہوں گے۔ کیا ان کے نزدیک اس صورت کو بھی کثرت زیارت میں داخل ہو کر سبب بے رغبتی متصور فرماتے ہونگے۔ اسلیئے اس صورت وہیئت کا کہیں نہ متقدمین ومتاخرین نے ذکر کیا ہے نہ معمول رہا ہے۔ اپنے حضرات کا بھی یہی معمول دیکھا گیا ہے جو عرض کیا گیا۔ یہ ایجادات اس زمانہ میں پیدا ہوئی ہیں اس لیے بہتر ہے کہ بسبب کثرت زائرین یا بوجہ اپنی کسی ضرورت وغیرہ کے زیارت کے لیے حاضر نہ ہو سکے تو وہ اس طریقہ

سه وعند المرور امام الوجه الشريف ينبغي ان يتقدم ويسلم قليلا ويصلي تحية المسجد ثم ياتي لسلام الزيارة (غنیہ ص۲۰۳)

پر ہی اکتفا کر لے کہ مسجد میں داخل ہو کر پہلے وہاں سلام و صلوٰۃ پڑھے کہ یہ صورت منقول و معمول
سلف ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ دوسرا کہ بالفرض اگر موسم حجاج کی کثرت کی وجہ سے مواجہ مقدسہ پر
حاضر ہونا مشکل ہو تو سرہانے شریف وغیرہ کی طرف سے حجرہ منیفہ پر حاضر ہو کر سلام عرض کر دے کہ
صحابہؓ مواجہہ کی طرف سے چونکہ اس وقت ازواج مطہرات کے حجرے تھے تو سرہانے کی
طرف سے حاضر ہو کر سلام پڑھتے تھے تو یہ صورت بھی گویا حاضری زیارت قبر مطہرہ کی طرح
متصور ہو سکتی ہے (واللہ اعلم) اور دیکھئے لکھتے ہیں کہ حاضری کے وقت نہ تو زیادہ قریب
کھڑا ہو نہ اتنا بعید جو حالت حیات میں معظم کی شان کے عرفاً معیوب ہو۔

اور عورتوں کے لیے لکھتے ہیںؑ کہ ان کو زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
اندھیرے میں جانا چاہیئے کہ مردوں کے ہجوم اور بے پردگی سے بچیں۔ اگر دور سے سلام
زیارت قبر مطہرہ کے بجائے ہوتا تو ان کے لیے وہی صورت دور کی بہتر و مناسب ہوتی۔

اور حدیث شریف:۔ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی اور حدیث:۔
لمن زارنی فی حیاتی۔ اور کان علی ان اکون شفیعا یوم القیامۃ۔ یہ سب زیارت ہی کی
ترغیب پر دال ہیں۔ ہاں اگر کسی وجہ سے کثرت سے حاضر نہ ہو سکے وہ اور بات ہے بلکہ امام
مالکؒ اس لیے قلت حاضری کو پسند فرماتے تھے کہ کثرت سے نفس اکتا جاتا ہے اور قلت
سے محبت بڑھتی ہے اور مجتہدین کثرت زیارت کو افضل فرماتے ہیں۔ پس یہ اختلاف بھی اسی
حاضری قبر شریف پر زیارت کے لیے فرماتے ہیں۔

جیسے اوپر حاشیہ میں گزرا۔ اکثر لوگ تو کثرت حاضری کی بجائے یہی حیلہ بعید سے سلام
پڑھنے کا اس لیے ہی اختیار کیا ہے۔ جب زیارت کے لیے حاضر نہ ہوتا ہو تو واپس جانے

ع واما النساء فتاخیر للزیارت لھن الی المساء اولی) ای لان حالھن فی
اللیل استر واخفی (شرح لباب ص۳۳۶)

کے وقت کے بجائے بہتر یہ ہے جب مسجد میں داخل ہو اس وقت چونکہ حجرہ شریفہ پر نظر پڑ جائے گی بس کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھ لے جو منقول بھی ہے۔ اس منقول کو ترک کر کے مثلاً بجاء ابتدار کے موخر کرنا پسندیدہ نہیں اور نہ سلف سے یہ طریقہ منقول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (تامل) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں پشت آواز کا سننا اور ثابت ہے اور زیارت کے لیے مواجہۃ شریف پر حاضر ہونا اور امر ہے جسکے ہم مامور ہیں اس طریقہ کو کسی اور ہیئت سے نہ بدلا جائے یہی ہمارے حضرات کا معمول ہے۔ **مسئلہ**۔ اور جب تک مدینہ منورہ میں رہے تلاوت اور ذکر کرتا رہے اور صلوٰۃ وسلام خوب کرتا رہے۔ اور راتوں میں بہت جاگے اور وقت ضائع نہ کرے اور حتی الوسع نماز مسجد نبویؐ میں پڑھے (زبدہ) **مسئلہ**۔ بلکہ کم سے کم مسجد نبوی میں ایک ختم قرآن مجید کے کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور جس قدر ہو سکے مسجد ہی میں پانچ اوقات نماز جماعت سے پڑھتا رہے۔ اگر اور کہیں باہر زیارت کو جائے تو جلدی کر کے قبل ظہر آجائے۔ مسجد شریف کے خادموں سے اگر اجازت مل سکے تو رات کو وہاں مسجد نبویؐ میں عبادت نوافل وغیرہ پڑھے اور اعتکاف کرنے کیلئے رہے تو افضل ہے اور بہتر ہے کہ اول مسجد نبوی میں جسکو روضہ کہتے ہیں (بغیر دوسرے کو ایذا دینے کے) کثرت سے عبادت کرے (حیات) **مسئلہ**۔ بلکہ جس وقت مسجد میں آنا ہو تو مستحب ہے کہ اس تھوڑے وقت ہی کے لیے اعتکاف کی نیت کرے (حیات) **مسئلہ**۔ مدینہ طیبہ میں ہر قسم کی عبادت بہت کرے جیسے نوافل صدقات روزہ وغیرہ خوب کرتا رہے۔

مسجد نبوی میں نوافل کے لیے افضل جگہ محراب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہے

جسکی پہچان اوپر گزری اور فرائض کے لیے صف اول افضل ہے یا روضہ مقدسہ۔ پس اگر امام روضہ سے باہر زائد مسجد کے محراب عثمانی میں کھڑا ہوتا ہو تو راجح صف اول میں تیامن امام ہی افضل ہے۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود روضہ کے اس مسجد شریف میں

ہوتا امام ہی کا امر فرمایا تھا (حیات القلوب) یعنی پہلی صف میں امام کے داہنی طرف کھڑا ہونا۔ **مسئلہ** مسجد نبوی میں کم سے کم چالیس نمازیں پڑھنے کا اہتمام کرے۔ کیونکہ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کریگا تو اس کے لیے آگ سے بیزاری عذاب سے بیزاری اور نفاق سے بیزاری لکھی جائے گی (رواہ الامام احمد فی مسندہ و طبرانی فی معجمۃ الاوسط۔ حیات)[عہ]

تنبیہ۔ اور مسجد نبوی میں بلند آواز نہ کرنا چاہیئے۔ ایک شخص نے آواز کو بلند کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ نہایت ہی مقام ادب ہے حاجیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے (ناقل)[عہ] **مسئلہ** مسجد نبوی خواہ مسجد الحرام میں پانی پلانے والوں سے قیمتاً پانی لینا یہ گویا بیع وشرا کرنا ہے یہ مسجد میں منع ہے بہتر یہ ہے کہ مسجد سے باہر ان سے معاملہ کیا جاوے اور رقم پیشگی یا بعد میں ان کو مسجد سے باہر دی جاوے۔

عہ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی فی مسجدی اربعین صلوٰۃ لا تفوتہ صلوۃ کتب لہ براءۃ من النار وبراءۃ من العذاب وبریٔ من النفاق رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات وروی الترمذی بعضہ کذا فی مجمع الزوائد وفضائل حج مصنفہ شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا سہارنپوری)

عہ (وتیاکہ) علی الزائر ان لا یرفع صوتہ بمسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقول السائب بن یزید کنت مضطجعا فی المسجد فحصبنی رجل فرفعت رأسی فاذا عمر رضی اللہ عنہ فقال اذھب فاتنی بھذین فجئت بھما فقال من این انتما قالا من الطائف قال لو کنتما من اھل البلد ما فارقتما فی حتی اوجعتکما جلدا ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم (اخرجہ البخاری ارشاد الناسک)

عہ ان بعض السلف کرہ شراء الماء من السقاء لیشربہ او لیسبلہ حتی

بقیہ ص ۴۹۰

پھر پانی مسجد ہی میں لے لے (نافل) مسئلہ۔ اور مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے رہنے والوں سے محبت اور دوستی رکھے ان سے دشمنی نہ رکھے۔ اگرچہ ان سے کوئی گناہ کا ارتکاب دیکھے۔ کیونکہ ان کو امید ہے خاتمہ بالخیر کی بہ برکت قرب و جوار حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اس لیے ان کو صدقات دینا چاہیئے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف وایذا نہ دینی چاہیئے۔ اور ان کی شکایت وغیبت سے زبان کو بچانا چاہیئے (حیات)

مدینہ طیبہ میں رہنے اور خاص کر وہاں مرنے کی بہت ہی ترغیب آئی ہے۔ حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہو کہ مدینہ میں مرے اور وہیں مرے۔ اس لیے کہ میں اس شخص کا سفارشی ہونگا جو مدینہ میں مریگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا مشہور ہے۔ اے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت تو اللہ کی راہ میں نصیب فرما اور میری موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں عنایت کر۔[۲] جو قبول ہوئی کہ مسجد نبوی میں ابولولو کافر کے ہاتھ سے شہادت نصیب ہوئی اور حجرہ مطہرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے اور حرہ کی لڑائی میں جبکہ مدینہ طیبہ پر چڑھائی ہو رہی تھی ایک شخص حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس آئے اور جنگ کی وجہ سے مدینہ پاک میں سخت گرانی اور اپنے کنبہ کی کثرت کا ذکر کر کے کہیں باہر جانے کا مشورہ کرنے لگے۔ حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا تیرا ناس ہو۔ میں کبھی بھی تجھے کسی دوسری جگہ منتقل

لا یکون متبایعا فی المسجد فان البیع والشراء فی المسجد مکروہ وقالوا لا باس ان اعطی القیمة خارج المسجد ثم یشرب او یسبل فی المسجد (الکواکب المضی)

۲ اللھم ارزقنی شھادة فی سبیلك واجعل موتی ببلد رسولك ۔ حدیث۔

من صبر علی لأوا مدینة دخل جنة ۔

ہونیکا مشورہ نہیں دونگا۔ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص مدینہ کی سختی اور بھوک پر صبر کریگا میں اس کا قیامت میں سفارشی یا گواہ ہونگا اور سفارش اور شہادت جو اہل مدینہ کی ہوگی۔ وہ عام مومنین کی سفارش و شہادت کے علاوہ خصوصی ہوگی جو اہل مدینہ کے اعزاز و اکرام پر دلالت کرتی ہے۔

مسئلہ۔ اور بعد زیارت قبر مبارک کے ہر روز یا جمعہ کو زیارت مزارات بقیع کی ضرور کرے کہ حضرت عثمان اور حضرت عباس اور حضرت حسن اور حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور ازواج مطہرات اور اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہاں تشریف رکھتے ہیں (زبدہ) بعضوں نے روایت کی ہے کہ اول روز جمعہ میں زیارت کرنا مکروہ ہے اس کی کچھ اصل نہیں جیسے تصریح کی ہے شیخ الدھلوی نے مشکواۃ کی شرح وغیرہ میں (حیات) **مسئلہ**۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ زیارت اہل بقیع کا طریقہ یہ ہے کہ جب بقیع میں داخل ہو پہلے تو جمیع اہل بقیع پر اجمالا اسلام کہے جسطرح پیغمبر خدا وہاں فرماتے تھے:۔

اسلام علیکم دار قوم مؤمنین و اتاکم ما توعدون غدًا موجلون و انا انشاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد۔ اسلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین و یرحم اللہ المستقدمین منا والمتاخرین نسئل اللہ ولکم العافیۃ (رواہ مسلم فی صحیحہ بعضہ عن عائشۃ وبعضہ عن بریدۃ مرفوعًا (حیات)

مسئلہ۔ اس کے بعد ان اصحابوں کی زیارت کرے کہ جن کی قبور بقیع میں ظاہر ہیں۔ امام مالکؒ سے ان اصحابؓ کی تعداد پوچھی گئی جو کہ مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے ہیں؟ تو فرمایا کہ وہ دس ہزار صحابہ تھے کہ ان میں سے بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں فوت ہوگئے تھے اور بعض بعد رحلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے (انتہیٰ)۔

اب جاننا چاہیئے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اکثر صحابہ کرام کی قبور معلوم نہیں ہیں اس

(حاشیہ صفحہ ۴۹۲ پر دیکھیں)

29/6/96 [illegible]

یہ جن حضرات کی مزارات ثابت ہیں ان کے مشاہد دس عدد ہیں جو کہ بقیع میں ہیں اول مشہد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ہے جو بقیع کے شرقی جانب واقع ہے۔ پس بقیع میں وہ سب حضرات سے افضل ہیں اس لیے ایک قول میں پہلے ان کی ہی زیارت کرنی چاہیئے۔ دوسرا مشہد سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن حضرت پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اس میں سات صحابہ مدفون ہیں۔ ایک بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو کہ رضاعی بھائی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے تیسرا و چوتھا عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ یہ دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ پانچواں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ چہار خلفاء کے بعد سب صحابہ میں سے بڑا رتبہ رکھتے تھے۔ چھٹا خنیس ابن حزافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مشہور صحابی ہیں۔ ساتواں اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ انصار میں سے بڑے صحابی ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس مشہد میں فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی والدہ ہیں وہ بھی مدفون ہیں۔ پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زیارت سے واپس ہو تو اس مشہد پر حاضر ہو کر سلام کہے۔ تیسرا مشہد سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ اور قبر حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کے نزدیک ہے اور حضرت زین العابدین بن حسینؓ کی قبر اور ان کے بیٹے حضرت محمد باقرؓ کی قبر اور انکے بیٹے جعفر صادقؓ کی قبر۔ ان سب حضرات کی قبریں اس مشہد میں ہیں اور بعضوں نے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیرون آمد از مدینہ منورہ و می گفت می ترسم کہ از آں خبث نباشم کہ مدینہ نفی آں مسکند حدیث ان المدینة تنفی خبثها کما ینفی الکیر خبث الحدید

کہا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر شریف بھی اسی مشہد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ہے اور ایک قول میں مسجد نبوی میں حجرہ مطہرہ کے پیچھے ہے۔ چوتھا مشہد ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا ہے۔ جس میں سوائے حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے باقی سب ازواج مطہرات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مدفون ہیں اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مکہ مکرمہ سے دس میل باہر مقام سرف میں ہے۔ پانچواں مشہد حضرت عقیل بن ابی طالب رضی کا ہے۔ پس حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ و ابن حارث بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کے فرزند ہیں اور حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے فرزند ہیں۔ یہ سب حضرات اسی مشہد میں ہیں۔ البتہ عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر میں اختلاف ہے۔ بعضوں کے قول میں مکہ میں یا مدینہ میں سرائے عقیل رضی میں کہتے ہیں۔ بعض ان کی قبر شام میں کہتے ہیں۔ چھٹا مشہد جو کہ مشہد عائشہ مشہد عقیل کے نزدیک ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں تین حضرات اولاد پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں۔ منسک کبیر اور متوسط میں یہی لکھا ہے۔ پس مخدوم صاحب نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ان سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں مکرمہ ہی مراد ہیں۔ سوائے حضرت فاطمہ رضی کے کیونکہ یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف تین فرزند اور چار صاحبزادیاں تھیں اصح قول میں۔ پس قاسم رضی اللہ عنہ جو کہ سب اولاد سے بڑے تھے اور حضرت عبد اللہ جن کا لقب طیب اور طاہر بھی تھا ان دونوں کی وفات مکہ مبارکہ میں ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مشہد جدا جنت البقیع میں ہے جو کہ مذکور ہوا اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر شریف کے مکان میں اختلاف ہے

جوکہ اوپر گزرا اس مشہد میں یقیناً نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس مشہد میں رقیہ اور زینب اور ام کلثومؓ ہی ہیں۔ ساتواں مشہد فاطمہ بنت اسدؓ کا ہے جوکہ والدہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مشہد سعد بن معاذؓ کا ہے جوکہ اکابر انصار میں سے ہیں نہ کہ مشہد فاطمہ بنت اسد کا جیسا کہ کہا ہے ملا رحمۃ اللہ سندھی اور ملا علی قاری نے اور علامہ مناوی نے شرح ایضاح المناسک میں کہا ہے کہ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ بقیع کے آخر میں مشہد فاطمہ بنت اسد کا ہے۔ اس کی کچھ اصل نہیں ہے بلکہ وہ مشہد سعد بن معاذؓ کا ہے (انتہیٰ) ملا رحمۃ اللہ سندھی نے لکھا ہے کہ فاطمہ بنت اسد کی قبر میں تین قول ہیں۔ پہلا قول یہی ہے کہ اسی مشہد میں ہے۔ دوسرا قول یہ کہ ان کی قبر سرائے عقیل میں ہے حضرت عباسؓ کی قبر کے نزدیک۔ تیسرا قول یہ کہ قبر ان کی سیدنا ابراہیم بن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے نزدیک ہے جیسا اوپر دوسرے مشہد میں گزرا۔ آٹھواں مشہد بی بی صفیہ بنت عبدالمطلب پھوپھی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ نواں مشہد امام مالک بن انسؓ جوکہ صاحب مذہب مشہور ہیں اور دسواں مشہد امام مالک کے مشہد کے قریب ہے اسمیں قبر نافع کی ہے جوکہ عمرؓ کے غلام تھے جوکہ تابعین میں بڑے اکابرین میں سے تھے۔ مدینہ طیبہ میں انکو امام نافع جوکہ قراء سبعہ میں سے تھے مشہور کر رکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے (حیات القلوب وغیر الباب غیبۃ)۔

فائدہ حسنہ:۔ جاننا چاہیئے کہ علماء کا اختلاف ہے کہ مشاہد بقیع میں سے پہلے کس مشہد سے ابتدا کرنا افضل ہے۔ پس بعضوں نے کہا ہے کہ ابتدا کرنا زیارت سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہے کہ اہل بقیع میں سب سے افضل ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابتدا کرنا سیدنا ابراہیم بن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کہ وہ جگر گوشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ

حضرت عباس بن عبد المطلب سے ابتدا کرے اور بی بی صفیہ بنت عبد المطلب پر ختم کرے اس لیے کہ مشہد حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ کا پہلے ہی ملتا ہے۔ پس بغیر سلام کے گزرنا ستم کی قسم میں سے ہے چاہیئے کہ اول حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مع ان صاحبوں کے جو اس مشہد میں ہیں سلام کہے۔ اس کے بعد ان صاحبوں پر سلام کہتا جائے جو جاتے وقت میں ملتے جائیں اور لوٹتے وقت آ کر بی بی صفیہ پر ختم کرے۔ ملا رحمۃ اللہ سندھیؒ اور شیخ علی قاری نے بھی پہلا قول اختیار کیا ہے اور یہی سہل ہے۔ زیارت کرنے والے کو اور علامہ ابن حجر مکی نے ایضاح المناسک میں لکھا ہے کہ زیارت میں ابتدا کرے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے۔ اس کے بعد حضرت عباس کی اس کے بعد جس پر گزر ہوتا ہو کہ ختم کرے بی بی صفیہ کی زیارت پر یہ صورت تو اس وقت ممکن ہے کہ جب آخر بقیع سے داخل ہو کر پہلے حضرت عثمانؓ کے مشہد پر سے گزرے ورنہ چاہیئے کہ جب بقیع کے دروازہ سے داخل ہو تو چونکہ مشہد حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قریب سے گزر ہوتا ہے تو پہلے اس پر سلام کہے۔ تھوڑے ہی توقف سے اس کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیارت سے لوٹے تو اس وقت پوری طرح آ کر سلام کہے (حیات القلوب) مسئلہ۔ جب بقیع کی زیارت سے لوٹ کر نکلنے کو ہو تو اس وقت دروازہ کے قریب ایک مرتفع جگہ ہے اس پر ٹھہر کر مقابر کی طرف مستقبل ہو کر اجمالی طور پر سلام کہے۔ ان سب پر جو کہ اس جگہ میں صحابہ اور یا آل اطہار تشریف رکھتے ہیں۔ اس طرح کہ السلام علیکم یا آل و اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من المہاجرین والانصار السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اگر ان حضرات کے نام معلوم ہوں جیسے عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابو سعید خدری وغیرہ تو ان کا نام لے کر سلام عرض کرے (حیات القلوب)۔

زیارت قبور کے آداب کا بیان

مسئلہ۔ مستحب ہے کہ زیارت قبور ہر ہفتہ میں ایک بار کرے اور افضل ایام زیارت کے لیے روز جمعہ پنجشنبہ اور سوموار اور خمیس (جمعرات) ہیں (حیات) مسئلہ۔ اور مستحب ہے کہ مقابر میں برہنہ پا داخل ہو جیسا کہ تصریح کی ہے ملا رحمۃ اللہ سندھی نے عہ اور جوتی سے مقابر میں جانے کی نہی میں بہت سی حدیثیں ہیں جو مسند احمد اور اسکے علاوہ اور کتب احادیث میں مذکور ہیں (حیات) اس پر مزید مخدوم صاحب نے فرمایا کہ ملا علی قاری نے جو شرح منسک المتوسط میں لکھا ہے کہ جوتی سے دخول قبور کی نہی میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ پس یہ بوجہ عدم اطلاع ان احادیث مذکورہ سے کہا ہے (حیات القلوب)

مسئلہ۔ جب قبر کے پاس آئے تو افضل یہ ہے کہ میت کے پاؤں کی طرف سے آئے نہ کہ سر کی طرف سے پس میت کے منہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو اور قبلہ کی جانب پشت کرے اور کہے:۔ السلام علیکم دار قوم مومنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسئل اللہ لی و لکم العافیۃ ۔ اس کے بعد بہت دیر تک دعا میں مشغول ہو اور قرأۃ قرآن جتنی ہو سکے کرے۔ جیسے سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کا اول مفلحون تک اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول سے آخر سورۃ تک اور سورۃ الزلزلہ اور الہٰکم التکاثر اور کافرون پڑھے۔ پس ان کو گیارہ بار یا سات بار یا تین بار پڑھے اور معوذتین بھی پڑھے اور ان کا ثواب ارواح میت کو پہنچا دے کہے:۔ اللھم اوصل ثواب ما قرأتہ الی فلان۔ ترجمہ:۔ اے اللہ تعالیٰ جو میں نے قرأۃ کی اسکا ثواب فلاں کو دے (حیات)

عہ و یستحب ان یمشی فی المقابر حافیا مرجبه المشائخ و اذا اتی قبرا فاولی ان یاتی من قبل رجلیه لا رأسه فیقف و یستقبل لوجهه و یحترمه کما یحترمه

(منسک الکبیر ملا رحمۃ اللہ سندھی رح) صفحہ ۲۰۹

مسئلہ۔ قبر کے پاس قدر دور کھڑا ہو جس قدر کہ اس کی حیات میں اس کے پاس حاضر ہونے کے وقت ادب سے آ کر کھڑا ہوتا ہو (حیات) یہ معظم و بزرگ کے مزار کے لیے ہے اور عامی قبور سے مناسب نزدیکی کی ممانعت نہیں باقی قبروں کے اوپر چلنا روندنا ہر طرح ممنوع ہے اور اوپر کے مسئلہ سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ماں باپ بھائی کے ساتھ توحیات میں ساتھ بیٹھے تھے تو ان کی قبر سے لپٹ لینا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ جن بزرگوار کے ساتھ حال حیات میں جس قدر ادب کے ساتھ سامنے حاضر ہوتے تھے اتنا ہی ادب اب بھی باقی رہے۔ اس کی اصل یہ حدیث[عہ] ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے مدفون ہونے تک تو) اپنے (اس) حجرہ میں (جس میں یہ حضرات مدفون ہیں) بے تکلف چلی جایا کرتی تھی۔ جب عمر رضی اللہ عنہ دفن کیے گئے پھر میں وہاں بدون اس کے کہ میرے کپڑے خوب مجھ پر لپٹے ہوئے ہوں حضرت عمر رضؓ سے شرم آنے کی وجہ سے کبھی نہیں گئی روایت کیا اس کو احمدؒ نے صہ ۱۲۶ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر مردہ کی قبر پر حاضر ہو کر اس کا اتنا ادب کرے جتنا حالت حیات میں کرتا تھا بشرط عدم تجاوز عن الشرح مثلاً قبر سے اتنے فاصلہ پر کھڑا ہو جتنے فاصلہ پر حیات میں اس کے پاس بیٹھا تھا ونحو ذالک اس حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اگر حضرت عمر رضؓ کے پاس ان کی حالت حیات میں کسی ضرورت سے تشریف لے جاتیں تو خوب پردہ میں لپٹ کر جاتیں۔ اسی طرز کی رعایت ان کی قبر پر کے وقت بھی کی یہ وجہ تھی اس طرح جانے کی اور یہ معنی ہیں حیاء عن عمر کے۔ باقی اس سے موتیٰ کے ایک خاص درجہ کے ادراک و اطلاع پر

عہ عن عائشۃ رضؓ قالت کنت ادخل بیتی الی قولہا فلما دفن عمر معھم فواللہ ما دخلتہ الا و انا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر رواہ احمد۔

(اس سے) استدلال کرنا اس کو بالکل قلب قبول نہیں کرتا الخ۔ قدس اللہ سرہٗ عظم مرشدی حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب قدس سرہٗ تھانوی) **مسئلہ**۔ فتح القدیر نے کہا ہے کہ قبور کو پاؤں سے لتاڑنا اور اس پر بیٹھنا نہ چاہیئے کہ یہ مکروہ ہے۔ (حیات) **مسئلہ**۔ جو فعل کہ سنت سے ثابت نہیں ہے اسکو قبر کے پاس کرنا مکروہ ہے اور سنت سے قبر کی زیارت اور اسکے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے (اور اپنے لیے اور موتی کے) سوا اور کچھ ثابت نہیں ہوا ہے (عالمگیری)۔

حضرت سید الشہداء امیر حمزہؓ اور شہداء احدؓ کی زیارت کا بیان

مسئلہ۔ اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ اور شہداء احدؓ کی بھی زیارت کرے اور مسجد فاطمہؓ میں جا کر نماز پڑھے اور ہفتہ کے روز مسجد قبا میں جا کر نماز پڑھ کر دعا کرے (زبدہ) **مسئلہ**۔ مخدوم صاحب نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ جب احد کی طرف جائے تو جاتے وقت خاص جبل احد ہی کی زیارت کی نیت کرے۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جبل احد کے حق میں (احد جبل یحبنا ونحبه کما رواہ البخاری) یعنی احد جبل ہم کو دوست رکھتا ہے اور ہم اسے دوست رکھتے ہیں۔ اور طیالسیؒ[ع] نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد کیے ہیں کہ وہاں کے درختوں سے کچھ چیز کھا لو اگرچہ کانٹے ہی ہوں۔ یعنی تبرک حاصل کرنیکے لیے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ احد ایک رکن ہے ارکان جنت میں سے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ بیشک ہوگا احد دروازہ پر جنت کے دروازوں میں سے (حیات) **مسئلہ**۔ مستحب ہے کہ زیارت جبل احد اور اس کے اہل کی جمعرات کے روز کیجاوے علامہ منادی نے شرح توضیح المناسک میں لکھا ہے کہ وجہ استحباب خمیس کے روز کی یہ ہے کہ ایک اثر[عہ۲] وارد ہے کہ بیشک جلتے

ع وزاد الطیالسی عن انس رضی اللہ عنہما فاذا جئتموہ فکلوا من شجرہ ولو من عضاھیہ تبرکا به (غنیہ ص۲۰۸)

عہ افضل الایام للزیارۃ یوم الجمعۃ والسبت والاثنین والخمیس ویستحب ان یمشی فی المقابر حافیا صرح به المشائخ۔ (کبیر ص۲۰۹)

ہاں اور اموات اپنے زیارت کرنے والوں کو روز جمعہ میں اور اس دن میں جو کہ جمعہ سے پہلے اور اس میں جو بعد اس کے ہے۔ سو اس اموات کے جاننے سے مراد زیادہ جاننا ہے۔ ان دنوں میں باقی اصل جاننا زائرین کو بدلیل ودوام جاننے اموات کے بابت ہے۔ پس چونکہ بقیع کی زیارت بروز جمعہ افضل ہے اور سینچر قبا کے لیے تو احد خمیس معین ہوئی (حیات القلوب) پس چونکہ یہ تعیین دلیل سے ثابت ہے اس پر قیاس کر کے ہم کو یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شرعی کام کے لیے از خود التزام کے ساتھ کوئی دن یا وقت معین کر کے اس میں وہ کام بہتر و ثواب جان کر کرنا شروع کر دیں تو یہ بدعت قبیحہ ہے۔ کیا شرعی مقرر کیے ہوئے سنت کام تھوڑے ہیں ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ از اں سوا یہ ہے کہ جن کاموں کا عوام از خود التزام کر کے اپنے خیال میں غیر ثواب کو ثواب سمجھ کر لازم کرتے ہیں ان سے شرعی استحباب چھوٹ جاتے ہیں اور اپنے معمول کیے ہوئے کاموں کو بہتر و افضل جانتے ہیں۔ خوب سمجھ لو (ناقل) **مسئلہ**۔ بہتر ہے کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بعد اول ہی روز میں احد کو جانا چاہیئے تاکہ ظہر کی نماز آکر جماعت کیساتھ مسجد نبویؐ میں پڑھے (حیات) آج کل موٹریں کثرت سے ملتی ہیں۔ ایک ریال میں احد، مسجد قبا اور مسجد قبلتین کی زیارت گھنٹہ سوا گھنٹہ میں کرا کر واپس لے آتی ہیں۔ **مسئلہ**۔ جب احد پر جائے تو ابتدا کرے سلام کہنے میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ بن عبد المطلب سے جو کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ان پر سلام کہنے میں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر بھی سلام کہے جو بی بی صفیہ ہمشیرہ حضرت حمزہؓ کے بیٹے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے تھے۔ اور بی بی زینب بنت جحش جو کہ امہات المؤمنین میں سے تھیں ان کے بھائی تھے اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر بھی سلام کہے۔ اس لیے کہ روایت کی گئی ہے کہ یہ دونوں صحابہ کرام بھی یعنی حضرت عبد اللہ اور حضرت مصعب ہمراہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

ایک ہی قبر میں مدفون ہیں (حیات) **مسئلہ**: حضرت سہل بن قیس بھی شہداءِ احد میں سے ہیں۔ ان کی قبر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قبر کی پشت کی طرف ہے یعنی جبل احد اور حضرت حمزہؓ کے درمیان اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابوامین اور خلاد اور خارجہ اور سعد اور نعمان رضی اللہ عنہم یہ حضرات حضرت حمزہ کی قبر سے مقدار پانچ سو گز پر بطرف مغرب جاری چشمہ کے نزدیک بلند کنارہ پر مدفون ہیں۔ ان سب پر ایک جگہ سلام کہے۔ باقی جو حضرات شہداءِ احد ہیں ان کا مدفن مشہور نہیں ہے۔ لیکن ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی اسی جگہ مدفون ہیں ملا رحمۃ اللہ منسک کبیر اور اوسط میں یہی لکھا ہے (حیات)۔

فائدہ حسنہ: ایک قبر جو کہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قدموں کے نزدیک ہے یہ شہداءِ احد میں سے نہیں ہے بلکہ ان کی ہے کہ جو حضرت حمزہؓ کی قبر کی تعمیر کرنے کو بھیجے گئے تھے۔ اسی طرح جو قبر مسجد کے صحن میں ہے وہ مدینہ طیبہ کے کسی امیر کی ہے۔ اور جو قبریں ایک احاطہ میں ہیں حضرت حمزہؓ اور جبل احد کے درمیان یہ قبریں اعرابیوں کی ہیں۔ یہ شہداءِ احد میں سے نہیں ہیں (حیات) **مسئلہ**: مسجد الفسیخ جو متصل احد جبل کی بغل میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس مسجد میں آیت یایھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم نازل ہوئی تھی۔ اور کہتے ہیں کہ بعد فراغ قتال احد کے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے نماز ظہر اور نماز عصر یہاں پڑھی تھی اور ابن جماعۃ نے لکھا ہے کہ اس مسجد سے قبلہ کی طرف جبل میں ایک جگہ آدمی کے سر کی مقدار ایک گڑھا تراشا ہُوا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے نیچے جو پتھر ہے اس پر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلّم بیٹھے تھے (حیات)۔

مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا بیان

مسئلہ۔ یہ وہ مسجد ہے کہ جو اوّل اسلام میں پہلے بنائی گئی ہے اور سوا مسجد الحرام و مسجد مدینہ و مسجد اقصیٰ کے اور سب مساجد سے افضل ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں مذکور ہے اُسِّسَ علی التقویٰ (حیات) اس کی بنا کے وقت سنگ بنیاد کا پتھر پہلے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے رکھا اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ (غنیہ ص۲۰۱) **مسئلہ۔** سنیچر کے روز چار رکعت مسجد قبا میں جاکر نماز نفل پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسجد قبا میں نماز پڑھنے والے کا ثواب مثل عمرہ کرنے کے ہے (رواہ ترمذی، حیات)۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسجد قبا میں دو رکعت نماز پڑھنا محبوب ہیں بہ نسبت بیت المقدس کو دو دفعہ جانے کے۔ رواہ ابن شیبہ بسند صحیح [۱]

---

[۱] ویستحب متاکدا ان یاتی مسجد قبا وھو اوّل مسجد وضع فی الاسلام و اوّل من وضع فیہ حجرا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ وھو افضل المساجد بعد المساجد الثلاثۃ والاولی ان یأتیہ یوم السبت ناویا بالتقرب بزیارۃ والصلوٰۃ فیہ لما صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صلوٰۃ رکعتین فیہ کعمرۃ الخ غنیہ ص۲۰۹

ایضًا عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ انہ قال لان اصلی فی مسجد قبا رکعتین احب الی من ان آتی الی بیت المقدس مرتین۔ رواہ ابن ابی شیبۃ بسند صحیح و رواہ الحاکم ولم یذکر مرتین وقال اسنادہ صحیح علی شرطھما وعدد الرکعات التی تقوم مقام العمرۃ رکعتان وفی روایۃ اربع رکعات الخ (کبیر ص۱۰۱)

مسئلہ یہ مسجد میں اس جگہ نماز پڑھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ وہ دو جگہیں ہیں ایک تو تحویل قبلہ سے پہلے کی ہے وہ جگہ مسقف بعد کے نزدیک چھت سے باہر ایوان مسجد میں ایک محراب بنا ہوا ہے اور دوسری جگہ جو تحویل قبلہ کے بعد کی ہے وہ اندر مسقف مسجد کے بیچ کے محراب والی جگہ ہے گویا یہ سمجھو کہ اندر کا محراب اور باہر کا محراب دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہیں۔ اور ایک محراب ایوان میں مرتفع زمہ پر تھا اس میں ایک پتھر بھی رکھا ہوا تھا جس میں یہ لکھا ہوا تھا :-

ان المسجد اسس علی التقوی و ان ھذا مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وہ محراب حقیقت میں مقام مصلی نہ تھا (جو کہ اب وکہ والا محراب مع وکہ کے حکومت سعودیہ نے کو جہ عدم ثبوت کے اکھڑوا دیا ہے) اور وہ پتھر جس پر آیت لکھی ہوئی تھی وہ اصل اول محراب جو تحویل سے پہلے کا تھا اس میں ہوتا تھا اور دکہ کے محراب میں گویا غیر جگہ پر رکھ دیا گیا تھا۔ اس لیے مناسکوں میں تاکید لکھی ہے کہ وکہ والے پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ اور ایک احاطہ جو مسجد کے صحن میں تھا جو محرابوں میں کھڑے ہونے والوں کی پشت کی طرف واقع تھا جس میں کھجوروں کے درخت اور دوسرا بھی ایک درخت تھا۔ مشہور یہ تھا کہ یہ جگہ وہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی جبکہ ابتدا ہجرت کے وقت قبا میں تشریف فرما ہوئے تھے (حیات) وہ درخت وغیرہ احاطہ سب سعودی حکومت نے توڑ کر ایوان کر دیا ہے تاکہ زائرین کی کثرت میں ایوان مسجد وسیع ہو جائے۔ اُونٹنی والی جگہ تو گویا موجود ہے وہاں دعا مانگنے کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ پہلے محبوس تھی اور وکہ کے محراب کی تو کچھ اصل ہی نہ تھی (زناقل)۔

قبا میں بیر اریس کی زیارت کرنی چاہیئے جو کہ مسجد قبا کے قریب ہے دروازہ مسجد سے نکلتے ہی سامنے ہے مغرب کی طرف اس وقت اس کا نام بیر خاتم مشہور ہے۔

روایت ہے کہ اس بیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اندر اُترے تھے اور اس کے کنارے پر بیٹھے تھے اور کہا گیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وفات اس بیر کے پانی سے غسل بھی دیا گیا تھا اور اس کنوئیں میں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتم بھی گر گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے گری تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے نائب معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گری تھی جو کہ قبیلہ بنی اوس سے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذات خود کنوئیں میں اُتر کر تلاش کی اور ان اصحاب سے بھی متتابع تین روز تک تلاش کروائی گئی تھی لیکن دستیاب نہ ہوئی۔ (حیات)

پس کنوؤں کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ :۔ زیارت کرنے والے کو چاہیئے کہ اس بیر کے پانی سے وضو کرے اور پانی پیئے۔ کہتے ہیں کہ اس بیر کے پانی میں شفا ہے بھوک اور پیاس اور مرض کی (حیات) اور بیر غرس کی بھی زیارت کرے جو وہاں قبا کے پاس ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو فرمایا تھا اور پانی نوش فرمایا تھا۔ اپنا لعاب مبارک اس میں ڈالا تھا اور بقیہ وضو اور غسل کا اس میں ڈالا تھا۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیر غرس ایک چشمہ ہے بہشت کے چشموں کا اور یہ بات ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا کہ مجھے غسل دو اس بیر کے سات قرب پانی سے چنانچہ حیات میں غسل دیا گیا اور ابن النجاری نے تاریخ مدینہ میں کہا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد وفات کے اس بیر کے پانی سے غسل دیا گیا۔ ملا رحمۃ اللہ نے منسک کبیر میں یہ لکھا ہے کہ بعد وفات بیر اریس سے غسل دیا گیا دونوں روایتوں میں جمع ممکن ہے کہ دونوں کنوؤں سے پانی لایا گیا ہو (حیات) اور بیر غرس مسجد قبا سے مشرق کی طرف نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے (غنیہ)۔

مدینہ طیبہ سے رُخصت ہونے کا طریقہ

جب رُخصت ہو تو دو رکعت مسجد نبویؐ میں پڑھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو اور جس طرح مذکور ہو چکا سلام کرے اور پھر رخصت ہو کر آئے (زبدہ) قبر مطہرہ کے پاس رخصت کرنے کے وقت اللہ تعالےٰ سے دعا مانگے کہ بسلامت اپنے اہل وعیال میں پہنچا دے اور ہر آسیب دارین سے محفوظ رکھے اور کہے:۔

اللھم لا تجعل ھذا آخر العھد بنبیّک ومسجدہ وحرمہ ویسر لی العود الیہ والعکوف لدیہ وارزقنی العفو والعافیۃ فی الدنیا والاٰخرۃ وردنا الیٰ اھلنا سالمین غانمین آمنین بفضلک وکرمک یارب العلمین و برحمتک یاارحم الراحمین۔

مسئلہ۔ اور رخصت کے وقت کوشش کرکے آنکھوں سے پانی بہائے کہ یہ قبولیت کی علامت ہے پھر روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت سے حسرت کھاتا ہوا روانہ ہو (حیات) **مسئلہ**۔ اور مدینہ طیبہ سے نکلتے وقت حتی المقدور مساکین کو کچھ صدقہ دے کہ بہتر ہے۔ (حیات) اپنے وطن آنے سے پہلے اقربا اور عزیزوں کو آنے کی اطلاع بھیجے اور وطن میں دن کے پہلے وقت داخل ہونا بہتر ہے اگر ممکن ہو ورنہ بعد ظہر اور ناچاری میں رات کو بھی جائز ہے (حیات) **مسئلہ**۔ وطن میں پہنچتے ہی پہلے محلہ کی مسجد میں جا کر دو رکعت نفل نماز پڑھے اور دُعا خیر کی مانگے اس نفل میں نیت کرے تحیۃ المسجد کی یا سُنّت وطن میں آنے کی۔ (حیات) اور جب اندر گھر میں جائے تو اس منزل اندازی کی تحیۃ میں دو رکعت نفلیں پڑھے (حیات) **مسئلہ**۔ حج کرنے کے بعد کار خیر میں کوشش کرتا رہے اور گناہوں سے بچتا رہے۔ کیونکہ حج کے قبول ہونے کی علامت یہی ہے کہ

اچھے کاموں میں مشغول ہو جیسا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا ہے۔

علامة الحج المبرور ان يرجع زاهدًا فى الدنيا راغبًا فى العقبى واللہ اعلم (حیات)

مسئلہ۔ حج کے بعد جب وطن میں پہنچے تو غربا، فقرا، اعزا، اور پڑوس والوں کے لیے طعام تیار کر کے کھلا دے۔

(ولیمۃ الحج) یستحب للحاج بعد قدومه ان ينحر بدنة اولقرة اوما يستطيع ويطعم اصحابه وجيرانه ولاسيما الفقراء لحديث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینة نحر جزورا اولقرة اخرجه البخاری والبیہقی ارشاد الناسک۔ الی اعمال المناسک ص۳۶۵ تالیف صاحب الفضیلة الاستاذ الجلیل السید امین محمود خطاب من علماء الازهر ومدرس المعاهد الدینیة مالکی

(اور بھی سب مذاہب کے احکام بیان کرتے ہیں)

لیکن چاہیئے کہ حدود سے نہ بڑھے اور نہ نمود کی نیّت ہو۔ محض شکر نعمت کے حصول سمجھ کر حتی الوسع کھلا دے اور قرض بھی نہ اٹھا وے۔ (ناقل)۔

واللہ اعلم وعلمه اتم واحکم الحمد للہ رب العٰلمین
والصلوٰة والسلام علی حبیبه سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین
وعلی جمیع الملائکة والانبیاء والمرسلین
ربنا تقبل منا وارزقنا رضاك حیا ومیتًا۔ یارب العٰلمین

زبدۃ المناسک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اہم مسئلہ کی تصحیح اور تتمہ

قرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین (پہلی اشاعت) کے صـ ۳۱۶ پر "بغیر طہارت، طواف کرنے کی جنایت کے بیان کا تیسرا مسئلہ جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے (مسئلہ۔ اگر عمرہ کے طواف کے کچھ اشواط چھوڑے اور کچھ کیے) میں نے حیات القلوب مصنفہ مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر دیا تھا۔ اور مخدوم صاحب نے اللباب اور اس کی شرح علامہ ملا علی قاری سے بعینہ نقل کیا ہے۔ نقل کے وقت تو اس مسئلہ پر غور والتفات نہ کر سکا۔ مگر جب اس پر نظر ثانی کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ ارشاد الساری میں جو مناسک ملا علی قاری پر حاشیہ ابھی حال ہی میں لکھا گیا ہے۔ اس مسئلہ کو غیر صحیح سمجھ کر تعاقب کیا گیا ہے۔ اس لیے اس تعاقب کو دیکھ کر اس پر غور کیا گیا اور وہ مقام اور بھی بہت سے علماء کی خدمت میں پیش کر کے استصواب کیا گیا تو ان صاحبوں نے یہی فرمایا کہ صاحب ارشاد الساری کا کہنا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لباب اور شرح اللباب کی وہ عبارت یہ ہے:-

(ولو طاف للعمرۃ بعضہ ای وترک بعض اشواط ولا فرق بین القلیل والکثیر فی المتروک ثم طاف للزیارۃ) ای کاملا (یکمل طواف العمرۃ من الزیارۃ" لباب منا۔ فصل نیت الطواف"

اس پر صاحب ارشاد الساری لکھتے ہیں:-

قولہ ولا فرق بین القلیل والکثیر فی المتروک اقول سیاتی فی شرائط صحۃ القرآن انہ لو طاف للعمرۃ اقلہ ثم وقف بعرفۃ ارتفضت عمرتہ فلو تکمیل طواف

العمرة من الزيارة اذا كان المتروك منها الاكثر بل ترتفض بالكلية والله اعلم ثم انی رایت الشیخ حنیف الدین المرشدی تعقب کلام الشارح بما ذکرته فلله الحمد والمنة اھ (جاب) ارشاد الساری صنہ

اس لیے صاحب ارشاد الساری اور دیگر علماء پر اعتماد کر کے اس مسئلہ کو قرۃ العینین میں بعینہٖ حیات القلوب کی عبارت کا ترجمہ کر کے لکھ دیا گیا تھا۔ اب اس مسئلہ کو قران کا مسئلہ سمجھ کر اس کی تصحیح یوں کر دی گئی :۔

مسئلہ۔ اگر قارن نے عمرہ کے طواف کے کچھ شوط چھوڑے اور کچھ کیے (اگرچہ متروک کل ہوں یا تھوڑے یا اکثر) اس کے بعد طواف (قدوم) کے سات شوط کیے تو اس سے طواف عمرہ کی کمی کو پورا کیا جائے گا (اور اگر) طواف عمرہ کے چار شوط تو کر لیے اور تین شوط چھوڑ دیئے اور اس کے بعد طواف قدوم نہ کیا بلکہ جا کر وقوف عرفات بعد زوال کر لیا تو قران درست رہا۔ اور عمرہ کے تین شوط جو رہ گئے ہیں ان کو طوافِ زیارت سے پورا کر دیا جائیگا۔ اور چونکہ عمرہ کے چار شوط وقوف عرفات سے پہلے کر چکا تھا تو قران صحیح رہا باقی تین شوط عمرہ کی تکمیل طواف زیارت سے کرنی ہوگی۔ اس لیے کہ قارن پر افعال عمرہ کی تقدیم ترتیب حج کے افعال پر بوجہ اقترانِ احرام کے لازم ہے خوب سمجھ لو (صـ ۳) اور اگر قارن طواف عمرہ کے ایک یا دو یا تین شوط تک تو کر لیے۔ مگر چار یا اکثر شوط چھوڑ دیئے یا سارا ہی طواف عمرہ چھوڑ دیا اور طواف قدوم بھی عرفات کے وقوف سے پہلے نہ کیا بلکہ جا کر وقوف ہی کر لیا تو وہ عمرہ مرتفض ہو گیا۔ اب حج مفرد ہوگا اور قران باطل ہو گیا اور دم قران بھی ساقط ہو جائیگا اور اس عمرہ مرفوضہ کی قضاء بعد ایامِ تشریق کے کرنی ہوگی۔ اور دم رفض بھی حرم میں ذبح کرنا پڑیگا (غنیۃ الناسک، کبیر) ۔

(فائدہ) یہ تو اس مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ اب آگے قران کی دو صورتیں قارن

کے متعلق مزید نفع کے لیے لکھی جاتی ہیں :۔

مسئلہ۔ اگر قارن نے طواف عمرہ تو کر لیا لیکن سعی عمرہ کے کل یا بعض اشواط چھوڑ دیئے تو طواف زیارت کے بعد حج کی سعی سے اس کی تکمیل کی جائے گی فقہاء لکھتے ہیں :۔

(۱) ولو طاف القارن لعمرة ثلثة اشواط ثم طاف القدوم كذالك فما طاف القدوم محسوب من طواف العمرة فبقى عليه للعمرة شوط فيكمله وكذا لو طاف لعمرة اولحجة وسعى ينوى ان يكون بحجة كان سعيه لعمرة كما فى الهندية عن المحيط (غنیہ ص۵)

(۲) ولو طاف القارن للعمرة اكثره ثم طاف زيارة يكمل طواف العمرة من الزيارة لان العزيمة فى الاحرام حصلت للافعال على الترتيب الذى شرع فبطلت نيته (غنیہ ص) ايضا فى الكبير و لو طاف لعمرة اربعة اشواط ولم يسع لها ثم طاف يوم النحر للزيارة وسعى فات ثلثة اشواط من طواف تحول لعمرة وكذا سعيه (کبیر ص)

(۳) ولو لم يطف لعمرة وطاف لها اقله ولو بعذر لحيض مثلا حتى وقف بعرفة ارتفضت عمرته وان لم ينو الرفض لانه تعذر عليه اداؤها بعد الوقوف لصار بانيا افعال العمرة على افعال الحج وهو عكس المشروع ويبطل قرانه وسقط عنه دمه وتضاؤها بعد ايام التشريق ودم لرفضها ولو اتى باربعة اشواط ولو بقصد القدوم او التطوع ثم وقف لم تبطل ويتمها يوم النحر قبل طواف الزيارة (غنیہ ص)

(۴) وفى الكبير ولو طاف القارن لعمرة ولم يسع لها ثم سعى يوم النحر لحجته فان سعيه يكون عن العمرة (غنیہ ص)

ان مسائل کے متعلق تفصیل قرۃ العینین حصہ دوم کا بیان "بغیر طہارت طواف کرنے اور شوطوں کو چھوڑنے کی جنایات" میں دیکھا جاوے۔ (ص ۷۴ تا ۸۳)۔

(انتباہ) بہت مدت تک یہ بات دل میں کھٹکتی رہی ادھر تو شرائط صحت قران کے بیان میں صاف صاف لکھا ہے کہ اگر قارن نے طواف عمرہ کے کل یا اکثر اشواط کو ترک کر دیا اس کے بعد عرفات کو وقوف کیا تو عمرہ مرتفض ہو جائیگا اور قران باطل ہو جائیگا اور ادھر متنازعہ مسئلہ کہ اللباب اور شرح ص۱۰۱ پر تصریح منقول ہے :-

ولو طاف للعمرة بعضه) اے و ترك بعض اشواط - ولا فرق بين القليل والكثير فى المتروك (ثم طاف للزيارة) اے كاملا يكمل طواف العمرة من زيارة) اے لاستحقاق طواف العمرة اولا فهوا قوى من طواف الزيارة من هذه الحيثية الخ

اور حضرت مخدوم صاحب نے بھی بعینہ یہی مضمون فارسی میں ترجمہ کر کے لکھا ہے اور وہی میں نے لکھ دیا تو دل میں یہ بات کھٹکی کہ صاحب اللباب و الکبیر علامہ رحمۃ اللہ سندھیؒ اور شارح لباب علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اور محدث و فقیہ و محقق علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ بڑے پایہ کے لوگ ہیں وہ تو کچھ اور لکھ رہے ہیں جسے میں نے بھی نقل کر دیا مگر غور و تدبر کرنے سے یہ بات کھٹکی کہ اگر یہ مسئلہ عمرہ قران کا ہوتا تو یہ حضرات علماء اسے قران کے مسائل کے ذیل میں لکھتے اور صاف صاف یوں لکھتے کہ اگر کسی قارن نے عمرہ کا طواف کیا الخ مگر ان حضرات نے تو اس مسئلہ کو نیت طواف کے مسائل میں لکھا ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کو نیت طواف کے ذیل میں لکھا کیوں نہ قران کے مسائل کے تحت میں لکھا یہ بات تو مسلم تھی کہ اگر کسی نیک حج یا عمرہ کے کچھ افعال کسی قارن کے ذمہ باقی رہ گئے ہوں اس کے بعد اس نے مثلاً عمرہ کا احرام

باندھ لیا تو اب جو بھی طواف وہ پہلے کریگا وہ اس جدید احرام اور اس نئی نیت ہی کا نسک مانا جائیگا۔ اس کے اشواط پہلے نسک کے بقیہ اشواط میں محسوب نہ ہوں گے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے تو اس کی بھی تصریح کردی کہ اگر اس جدید احرام کے طواف سے بعض اشواط کو چھوڑ کر پہلے نسک مثلاً زیارت کا طواف کرلیگا تو اس جدید نسک کے متروکہ اشواط کی (خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر) تکمیل طواف زیارت سے کی جائیگی کیونکہ وہ اقوی ہے۔

اب ذرا غور کیا جاوے کہ یہاں نہ تو بحث قران کی ہے نہ اس کی صحت کے شرائط کا بیان ہے بلکہ یہاں تو صرف نیت طواف کے مسائل بیان ہو رہے ہیں کہ جس نسک کی نیت کریگا تو جو طواف پہلے کریگا وہ اسی جدید نیت کا مانا جائے گا۔ اگرچہ کسی اور نیت سے کرے۔ تو نیت کے مسئلہ کو قران کا اور وہ بھی پیچیدہ مسئلہ سمجھ لینا ایک ذہنی ٹھوکر اور چوک کے سوا کیا ہے۔

اس مقام پر اور کتابوں میں بھی اور خود لباب میں بھی عمرہ کی ایک مشروعہ صورت مثال میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے طواف زیارت کے اکثر اشواط کیے اور کچھ شوط چھوڑ دیئے یا طواف صدر (وداع) کے کل یا بعض اشواط چھوڑ دیئے اور وطن کو چلا گیا۔ پھر میقات سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ آیا تو واپس آکر پہلے جو طواف کریگا وہ اس جدید نسک ہی سے واقع ہوگا۔ طواف زیارت کے متروکہ اشواط میں محسوب نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ متروکہ اشواط کی نیت کرے کیونکہ نیت کا اعتبار نہیں جیسے رمضان کے روزوں کا حکم ہے۔ بلکہ اگر وہ اس جدید احرام کے طواف سے بعض اشواط متروکہ نسک (مثل طواف زیارت یا صدر) کے اشواط کو پورا کرنا بھی چاہے گا تو بھی وہ اشواط اس جدید نسک کے طواف کیے متروکہ اشواط طواف زیارت و صدر کی طرف منتقل نہ ہونگے۔ خوب سمجھ لو۔ اس جگہ شارح نے غیر مشروعہ صورت بھی لکھ دی ہے۔ غیر مشروعہ صورت کا احرام باندھنا اگرچہ منع ہے بلکہ

اس کے رفض کا حکم ہے یعنی اس احرام کو چھوڑ دینا اور اس کی نیت کا توڑ دینا ضروری ہے۔ اگر رفض نہ کیا اس کو باقی رکھا اور مُضی کیا تو حکم یہ ہے کہ پہلے اس جدید نسک کو ادا کرے اگر کسی اور نسک کی نیت کریگا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا جیسے کوئی طواف زیارت کے کل یا اکثر اشواط چھوڑ کر وطن چلا گیا پھر واپس ہوا اور میقات سے احرام عمرہ باندھ کر آیا یا وقوف عرفات کے بعد مگر طواف زیارت سے قبل عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ تو اگرچہ اس احرام عمرہ کے رفض کا حکم ہے لیکن اگر اس نے عمرہ نہ چھوڑا بلکہ مضی کیا اور عمرہ کے افعال شروع کر دیئے تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو شارحؒ نے فرمایا (دیکھو قرۃ العینین حصہ اول ۲۰۱ کا آخری مسئلہ اور حصہ دوم ص ۳۵ پر جمع احرامین کے بیان میں حج پر احرام عمرہ باندھنا اور حصہ دوم ص ۲۲، تا ۸۳ کا حاشیہ اور خصوصاً غنیہ کی عبارت اور ص ۱۰ کا حاشیہ ولو لم یطف)

اب دیکھیئے خود حضرت علامہ شارحؒ کی اس عبارت کو جس پر صاحب ارشاد الساری نے تعاقب کیا ہے۔ انہوں نے اسے عمرۃ القران سمجھا ہے اور لکھا ہے کہ عمرہ کے اکثر شوط چھوڑ کر وقوف عرفات کرنا مبطل عمرہ ہے حالانکہ یہاں نہ عمرہ مفرد کا ذکر ہے نہ عمرۃ القران کا جو وقوف عرفہ کے بعد کیا گیا ہے۔ اطمینان کے لیے اُوپر کی صورتوں کو ذرا ایک بار پھر ملاحظہ کرلیں اور ذرا غور کیجئے کہ یہاں نہ قران کا تذکرہ کیا جارہا ہے بلکہ علامہ تو اس عبارت کے بعد ایک دوسری صورت قارن اور قران کی تصریح کے ساتھ خود ہی یہ لکھ رہے ہیں:-

۱ ـ اما القارن اذا لم یدخل مکۃ ووقف بعرفۃ فعلیہ دم لرفض العمرۃ وعلیہ قضاؤھا کذا ذکر الشمنی ولعل ھذا وجہ تقیید ببعضہ الخ۔ (شرح اللباب ص ۲۵۱)

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ عمرۃ القران نہیں ورنہ ماتن علیہ الرحمۃ بعض

کی قید نہ لگاتے اور یہ بات تو محض تمثیل کے لیے کہہ دی گئی ہے کہ جس نسک کا احرام باندھا گیا ہے۔ احرام کے بعد کا ہر فعل اسی نسک میں شمار ہوگا۔

اب آئیے اس غیر مشروعہ صورت کو سمجھیے کہ اگر بعد وقوف عرفہ مگر قبل طواف زیارت عمرہ کا احرام باندھ کر طواف کیا جائے۔ مثلاً کوئی مفرد حج کر کے وقوف عرفہ کے بعد (رمی، حلق اور طواف زیارت وغیرہ سے بھی قبل) عمرہ کا احرام باندھ لے تو اس کے متعلق فرماتے ہیں :۔

(وان ادخلها بعد الوقوف) اے بعرفة (لم یکن قارنًا) لکن یلزمه العمرة ویلزم رفضها اتفاقا وعلیه دم رفضها اولا) لکن ان رفضها یجب دم لرفضها وعمرة مکانها. فان مضى فیها اجزاه وعلیه دم جبر (وعلیه رفضها حتما سواء احرم بها قبل الحلق او بعده ولو فی ایام التشریق) وکذا قبل طواف الزیارة" (لباب وشرح ص۲۳۱)

(فصل فیما لا یشترط فیه)

دوسری صورت غیر مشروعہ :۔

اگر قارن نے اکثر شواط طواف عمرہ کے چھوڑ دیئے اس کے بعد طواف قدوم یا کوئی نفلی طواف بھی نہ کیا اور بعد زوال وقوف عرفہ کر لیا تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا پھر بعد وقوف کے خیال کیا کہ مجھ پر اس عمرہ کی قضا لازم ہے لاؤ افعال حج کے رہتے ہوئے بھی پہلے عمرہ کر لوں جیسا اللباب میں لکھا ہے تو یہ اس قارن یا مفرد بحج کے حکم میں یکساں ہے۔ یعنی امر رفض وغیرہ میں۔ مگر مُضی کرنے سے یہ عمرہ اس قارن کے باطل شدہ عمرہ کی قضا کے طور پر صحیح ہو جائیگا اور مفرد کا تو شروع ہی سے صحیح ہے۔ پس اگر وہ صورت متنازعہ پیش آگئی تو وہی حکم ہوگا جو شارح علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔ یعنی جو لباب ص۱۰۰ کی

عبارت زیر بحث میں گزرا۔ اور خود علامہ شارح رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بحث کے تحت میں فرماتے ہیں کہ "یہ تقیید احکام مذکورہ کی طواف کے ساتھ خاص ہے۔ سعی کے ساتھ یہ حکم جاری نہیں ہے"۔ عربی عبارت یہ ہے :۔

ثم تقييد الاحكام المذكورة بالطواف يفيد ان حكم السعي ليس كذالك فمن بقي عليه سعي الحج واحرم لعمرة وطاف وسعى للعمرة لم ينتقل سعيها الى سعيه مع تقدم سببه وقوة مرتبته" منا

غور کیجئے قران کے عمرہ کی سعی اگر کل یا بعض ترک ہوا اور وہ حج کی سعی اگرچہ حج کی نیت سے کرے تو بھی وہ قران ہی کے عمرہ کی متروکہ سعی سے محسوب ہوگی یہ تصریح خود اسکی دلیل ہے کہ یہ قران کا عمرہ نہیں ہے اور اس صورت میں نہ تو سعی منتقل ہوتی ہے نہ طواف کیونکہ جدید احرام عمرہ باندھنے سے عمرہ ہی کا نسک بسبب اقوی ہونے کے مقدم رہے گا۔

القصہ اس مسئلہ کا مقصود یہ ہے کہ اگر قارن نے آتے ہی بلا تعین نیت کے طواف مطلق نیت سے کر لیے تو پہلے سات شوط عمرہ کے شمار ہوں گے اور پچھلے سات شوط طواف قدوم میں شمار ہونگے اور اگر وقوف عرفات کے بعد یوم النحر میں اسی طرح دو طواف کر لیے تو پہلا طواف زیارت کا ہی سمجھا جائیگا اور دوسرا طواف طوافِ صدر محسوب ہوگا۔ ایسے ہی قارن اگر وقوف عرفات سے پہلے مطلق نیت سے دو سعی کر لے تو پہلے سات شوط عمرہ کی سعی سمجھے جائیں گے اور پچھلے سات حج کی سعی میں شمار ہونگے

(۲) اگر طواف زیارت کے چار شوط کیے مگر تین یا اس سے کم چھوڑ دیئے یا طواف صدر کل یا بعض کو چھوڑ کر وطن کو چلا گیا اور پھر واپس آتے ہوئے میقات سے عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر آیا ہے تو اگر معتمر ہے تو پہلا طواف عمرہ کا ہوگا اور اگر حج کا احرام باندھ کر آیا ہے تو پہلا طواف، طواف قدوم ہوگا اور اگرچہ اس میں متروکہ طواف زیارت یا طوافِ صدر

کی نیت کر لے۔ یہ اس لیے کہ یہ شخص جدید احرام سے محرم ہو کر آیا ہے۔ تو اس وقت یہی جدید نسک مقدم اور اقویٰ ہے یہ تو مشروعہ صورت ہوئی۔ لیکن اگر غیر مشروعہ نسک کے احرام سے آئیگا اور باوجود امر رفض کے بھی اگر مُضی کریگا تب بھی اسی طریقہ سے ادا ہوگا۔

پس صاف معلوم ہُوا کہ حضرت علامہ شارح علیہ الرحمہ نے جو صورت غیر مشروعہ بیان فرمائی ہے اس میں "عمرہ مفرد بعد وقوف عرفہ قبل طواف زیارت" مراد ہے نہ کہ "عمرۃ القرآن قبل وقوف عرفہ" صاحب ارشاد الساری نے غلطی سے اس کو عمرۃ القران قبل الوقوف سمجھا ہے اسی لیے تعاقب کیا ہے اور یہی غلطی ان کی اتباع میں مجھ سے بھی ہو گئی لیکن اب صحیح حکم یہ ہے کہ وہ عمرہ مفردہ ہے نہ کہ عمرۃ القران۔ وہ بعد وقوف عرفہ کا عمرہ ہے نہ کہ قبل وقوف عرفہ۔

اب ایک اور مفید بات بھی قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ یہ انتقال اشواط، صرف طواف کے ساتھ مخصوص ہے سعی کے ساتھ نہیں۔ علامہ شارح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

— "ثم تقییدہ الاحکام المذکورۃ بالطواف یفید ان حکم السعی لیس کذالک (شرح لباب صنا) اور مثال میں فرماتے ہیں:

"فمن بقی علیہ سعی الحج واحرم بعمرۃ وطاف وسعی للعمرۃ لم ینتقل سعیھا الی سعیہ مع تقدم مرتبتہ ولعل وجہ الفرق ھو ان الطواف متکرر فی الحج بخلاف السعی الخ"۔

اور یہ مثال جو دی گئی کہ جس کے ذمہ حج کی سعی باقی ہو اور پھر بھی وہ عمرہ کا احرام باندھ کر طواف عمرہ اور اسکی سعی کرے تو یہ سعی عمرہ حج کی متروکہ سعی نہ بن سکے گی۔ کیونکہ یہ جدید احرام باندھ کر آیا ہے تو اس وقت اسی جدید عمرہ کا حق مقدم ہے اس لیے نہ تو اس کا طواف کسی دُوسرے نسک کا طواف بن سکتا ہے اور نہ اس کی سعی کسی دوسرے نسک کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں طواف اور سعی دونوں ہی کسی دوسرے نسک

کی طرف منتقل نہیں ہوتے۔ اگرچہ حج کا طوافِ زیارت ہی متروک ہُوا ہو۔ البتہ اگر اس جگہ مثال میں یہ صورت بیان کی جاتی کہ "اگر کسی نے طواف زیارت سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر طواف عمرہ سے بعض اشواط (کثیر یا قلیل) چھوڑ دیئے اس کے بعد طواف زیارت کیا تو طوافِ زیارت سے تو طواف عمرہ کی تکمیل کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر اس عمرہ کی سعی ترک ہو جائے اور بعد طواف زیارت حج کی سعی کرنا تو یہ حج کی سعی، عمرہ کی متروک سعی نہیں بن سکتی۔ بخلاف طواف کے" تو زیادہ موزوں ہوتا اور اس صورت میں قول مذکور " انَّ حکم السعی لیس کذالک " زیادہ چسپاں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

یتبین انہٗ کان علیہ طواف الحج و طاف للعمرۃ لم ینتقل طوافہا الیہ مع انہٗ احق لکونہٖ اسبق (شرح اللباب ص)

یعنی اگر کسی پر طواف حج باقی ہو اور اس نے اس کو ادا کرنے سے پہلے عمرہ کا طواف کر لیا تو یہ عمرہ کا طواف حج کی طرف منتقل نہ ہو گا۔

یہ اسی عمرہ کے حق میں فرما رہے ہیں جس کو صاحب ارشاد الساری نے بسبب عدم تدبرہ "طواف عمرۃ القران" سمجھ کر تعاقب کیا تھا۔ شارح کے اس اشارہ سے بھی یہ نہیں معلوم کر سکا کہ یہ عمرہ قران کا نہیں ہے بلکہ قبل طواف زیارت عمرہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اب پھر اس کا حکم واضح فرما رہے ہیں کہ طواف حج کے باقی رہتے ہوئے طواف عمرہ کیا تو یہ طواف حج کا نہ ہو گا بلکہ اگر اس عمرہ کے طواف سے بعض اشواط متروک ہونگے اور اس کے بعد طواف زیارت کرے گا تو طواف زیارت سے اس طواف عمرہ کی تکمیل کی جائے گی جس کی بحث اوپر گزری۔ پھر صاحب ارشاد الساری اس پر بھی حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

(قوله و لهذا يتبين الخ. ينبغي ان يتامل فيه يقتضى ان لا

ينتقل طواف الحج اليها فتدبر" له ـــ (اللباب صفحہ) ـــــــ

یعنی اس صورت میں حج کا طواف بھی عمرہ کی طرف نہ منتقل ہونا چاہیئے ۔

اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ جس نسک کا انعقاد احرام سے ہوا ہے۔ پس جو طواف بھی وہ پہلے کریگا وہ اسی نسک میں محسوب ہوگا۔ طواف میں مطلق نیت شرط ہے۔ تعیین شرط نہیں۔ جیسے رمضان کے روزوں کا حکم ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں :-

" (ولو نوى اصل الطواف جاز) اے لحصول اصل النية (ولو طاف طوافاً فى وقته) اے فى زمانه الذى عين اشارع وقوعه فيه (وقع عنه) اے بعد ان نيوى اصل الطواف لكونه معياراً له كما فى صوم اداء رمضان (نواه بعينه اولا) اے اوما نواه بعينه بل اطلقه (او نوى طوافاً آخر) وهذا كله مبنى على ان التعيين ليس بشرط فى نية الطواف والحاصل انه اذا نوى طوافاً آخر يكون للاول ـــ وان نوى الثانى فلا يعمل النية فى ـــ تقديم ذلك عليه ولا تاخيره عنه كما سياتى الخ صفحہ ۹۹ باب ۔

خلاصہ ان عبارات کا اوپر گزر چکا ہے۔ اب یہ عرض کرنا ہے کہ علامہ شارحؒ نے اس نیت طواف کے بعد مثال دی ہے کہ جس پر حج کا طواف باقی ہو اور اس نے اس سے پہلے عمرہ کا طواف کر لیا اور اس کے بعض اشواط چھوڑ دیئے۔ پھر اسکے بعد طواف زیارت کیا تو اس سے طواف عمرہ کی تکمیل کیجائیگی کہ اس صورت میں یہ اقویٰ ہے۔ لیکن یہ طواف عمرہ جو طواف زیارت سے پہلے کیا گیا ہے طواف زیارت کیطرف منتقل نہ ہوگا۔" اس سے صاف معلوم ہوا کہ صاحب ارشاد الساری کا نے ایک تو غلطی سے اس عمرہ مفردہ قبل طواف زیارت کو طواف عمرۃ القران

سمجھ لیا اور دوسرے طواف زیارت کو طواف عمرہ کی طرف منتقل نہ ہونے کا اشارہ بھی فرمایا کہ اس عمرہ کی طرف طواف زیارت کو بھی منتقل نہ ہونا چاہیئے۔ حالانکہ شارح علیہ الرحمتہ نے اُوپر نیت طواف میں تشریح کردی کہ جس نسک کا (انعقاد احرام کی وجہ سے) لزوم ہوگیا تو پہلے اسی کا حق مقدم ہے۔ اس پر یہ صورتیں تحریر فرمائیں کہ جب عمرہ کا احرام قبل طواف زیارت ہوا تو پہلے اس کی ادا مقدم ہوگی۔ یہ طواف عمرہ طواف زیارت کی طرف سے محسوب نہ ہوگا اور پہلی صورت میں اگر طواف عمرہ سے بعض اشواط متروک ہوگئے تو اس کی تکمیل طواف زیارت سے کرنی پڑیگی۔ بلکہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اگر طواف زیارت ہی کی نیت سے طواف شروع کیا جاتا تب بھی وہ عمرہ ہی کا طواف شمار ہوتا اور نیت لغو ہوجاتی لکھتے ہیں :-

"والحاصل ان کل من علیہ طواف فرض او واجب او سنۃ اذا طاف یقع عما یستحقہ الوقت وھو الذی انعقد علیہ الاحرام دون غیرہ لانہ الاحق فیبدأ بہ الخ" (غنیہ ص۸۰)

ان مجموعہ معروضات سے معلوم ہوگیا کہ شارح علیہ الرحمہ کی عبارتیں اور ان کا مطلب اور مراد صحیح ہے اور صاحب ارشاد الساری کا یہ تعاقب اور یہ تامل وتدبر کرنے کی تاکید فرمانا صحیح نہیں بلکہ خود ان کے عدم تدبر کی دلیل ہے۔

اب چند صورتیں پیش کرتا ہوں :-

۱۔ اگر طواف زیارت کل یا بعض ترک کیا تو اس کمی کو طواف صدر سے مکمل کیا جائے گا۔

۲۔ اگر طواف زیارت یا صدر کے کل یا بعض اشواط ترک ہوئے اس کے بعد وطن سے واپسی میں عمرہ یا حج کا احرام باندھکر آیا ہے تو پہلے اس جدید عمرہ یا حج کے اعمال کرنے

ہو گئے اگر ان میں متروکہ طواف زیارت یا صدر کی نیت بھی کریں گے تو نیت لغو ہوگی۔ یہ طواف اسی نسک کا ہوگا جس کا احرام باندھا ہے نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

لو ترك طواف الزيارة كله او بعضه او طواف الصدر كذالك ثم عاد باحرام عمرة او حجة يبدأ بطواف العمرة او القدوم ولا ينتقل الى طواف الزيارة او الصدر ولا يكمل منه وكذا لو ترك سعى الحج وعاد باحرام عمرة او حجة يبدأ بطواف ما احرم به ويسعى ولا ينتقل سعيه الى سعى الحج (غنيه ص۱۰۸)

۳ - اگر کوئی مفرد حج کا احرام باندھ کر آیا اور بعض اشواط طواف قدوم کے کیے بلکہ کل طواف قدوم کر چکا اس کے بعد اس پر عمرہ کا احرام باندھ لیا تو قارن ہو گیا۔ مگر یہ بھی قاعدہ ہے کہ انعقاد قران سے عمرہ ہی کے افعال کی تقدیم و ترتیب لازم ہو جاتی ہے اگرچہ تعاقب کی صورت میں احرام عمرہ مؤخر ہی ہو۔

۴ - اگر کوئی عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور ایک یا دو یا تین شوط طواف عمرہ کے کیے۔ اس کے بعد حج کا احرام باندھ لیا تو بھی قارن ہو گیا اور قران درست ہو گیا۔

۵ - اگر اشہر حج سے پہلے احرام عمرہ باندھ کر قبل اشہر حج عمرہ کے طواف کے اکثر اشواط بھی کر لیے پھر اسکے بعد حج کا احرام باندھ لیا تو نہ قارن ہوا اور نہ متمتع بس اب اعمال حج پورا کرنے کے بعد عمرہ کے طواف کے بقیہ تین شوط پورے کر لیے جائیں۔ بلکہ اگر قبل وقوف عرفہ بھی وہ تین شوط طواف پورے کر لیگا تو بھی کچھ حرج نہیں۔ چنانچہ غنیہ میں ہے :-

ان احرم بالحج قبل طواف العمرة كله او اكثره فلو احرم به بعد اكثر طوافها لم يكن قارنا بل يكون متمتعا وان طاف فى اشهر الحج فلو قبلها لا يكون قارنا ولا متمتعا بل هو مفرد بهما۔
(فتح غنیہ ص۱۰۸)

پس قران منعقد ہونے کی صورت میں ترتیب میں عمرہ ہی کی تقدیم حسًّا لازم ہوتی ہے اور عدم انعقاد کی صورت میں اگر اشہر حج میں ہے تو متمتع ہوگا اور اگر قبل اشہر حج ہو تو شرعًا عمرہ اور حج دونوں مفردہ ہیں پس جس صورت میں نہ تو قران منعقد ہو نہ تمتع تو دو حج یا عمرہ مفردہ ہی ہوں گے۔ جب طواف عمرہ کے اکثر اشواط قبل اشہر حج کر لیے تو عمرہ بھی مفرد ہو گیا۔ اسکے بقیہ اشواط اور سعی کی قضا اس کے ذمہ رہی جسے اعمال حج کے بعد قضا کرے۔ البتہ ترک کی صورت میں جزا دینی پڑے گی۔

۶۔ کسی نے عمرہ کے اکثر اشواط تو اشہر حج سے پہلے کر لیے اس کے بعد حج کا احرام باندھ لیا تو اسکو پہلے حج کے اعمال شروع کرنے ہونگے۔ پس اب جو طواف بھی وہ پہلے کریگا چاہے وہ مطلق نیت سے کرے اور چاہے معین نیت سے کرے وہ حج کے طوافِ قدوم ہی کے نام سے محسوب ہوگا۔ یہ اوپر والے متروکہ اشواط عمرہ کے طواف میں شمار نہ ہونگے اور منتقل بھی نہ ہونگے۔ بہرحال تجدید احرام کی صورت میں جو بھی افعال وہ کریگا وہ اسی جدید احرام کے محسوب ہونگے اگرچہ کسی دوسرے احرام کی نیت سے کرے اسلئے وہ عمرہ جو قبل طواف زیارت کیا گیا تھا اور جسکے بعض اشواط ترک کیے تھے اور اسکے بعد طواف زیارت کیا تھا تو اس عمرہ کے طواف کی تکمیل طواف زیارت سے کرنی ہوگی اور طواف زیارت سے پہلے جو جدید احرام عمرہ کا باندھ کر طواف عمرہ کیا ہے تو وہ طواف زیارت کی طرف منتقل نہ ہوگا۔ ہاں بغیر تجدید احرام اور کوئی طواف بہ نیت نفل یا نذر وغیرہ کرتا تو وہ زیارت میں محسوب ہوتا۔ فقہاء لکھتے ہیں:۔

لو ترك طواف الزيارة كله او بعضه او طواف الصدر كذالك ثم عاد باحرام عمرة او حجة يبدأ بطواف العمرة او القدوم ولا ينتقل الى طواف الزيارة او الصدر ولا يكمل منه وكذا لو ترك سعى الحج وعاد باحرام عمرة او حجة يبدا الطواف لما احرم به ويسعى ولا ينتقل سعيه الى سعى الحج ۔(غنیہ ص۹۵)

یہ عبارت اُوپر بھی گزر چکی ہے بہر حال ان معروضات سے معلوم ہو گیا کہ قبل طواف زیارت کے جو عمرہ کیا گیا تھا اور اس پر اعتراض جو تعاقب کیا گیا تھا تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ اس کو صاحب ارشاد الساری نے غلطی سے عمرۃ القرآن سمجھ لیا تھا وہ تو بالکل صحیح نہیں۔ اور دُوسرا قیاس جو فرمایا کہ اس عمرہ کا طواف جب طواف زیارت کی طرف منتقل نہیں ہوتا تو اس عمرہ کے متروکہ اشواط کی طرف طواف زیارت کو بھی منتقل نہ ہونا چاہیئے۔ یہ قیاس بھی اس لیے صحیح نہیں کہ وہ عمرہ باحرام جدید منعقد ہونے کی وجہ سے تقدیم کا مستحق ہوا لیکن طواف زیارت کا وقت تا بہ عمر باقی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ناقل شبیر محمّد

ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ عشرہ اخیرہ بحاضری

مدینہ طیّبہ

قبلہ نُما

نماز کے لیے قبلہ جاننا ضروری ہے اور خاص کر سفر حجاز میں اس کی نہایت احتیاج ہوتی ہے ۔اس لیے بقدر ضرورت کتابوں سے تحقیق کر کے لکھا ہے ۔ واضح ہو کہ صحیح قطب نما کو سفر میں اپنے ساتھ لے لیں ۔ اس سے سمت صحیح معلوم کر کے اس دائرہ قبلہ نما سے جہت قبلہ دریافت فرمالیں ۔ یہ دائرہ قبلہ نما بتیس ۳۲ حصّوں میں مساوی منقسم ہے ۔ ہر حصّہ کو "خن" کہتے ہیں ۔ آٹھ خن کا ربع دائرہ ہوا ۔ ان خنوں کے نقطوں کے مقابل جو ستارہ طلوع یا غروب ہوتا ہے ۔ وہ خن اسی ستارہ کا مطلع یا مغیب ہے ۔ سہل طریقہ یہ ہے کہ مسافر اپنے مقام کے قبلہ کو ان لفظوں سے ملالے کہ کس نقطہ پر واقع ہے اور خوب اچھی طرح سے ضبط کرے ۔ پھر راہ میں اس جہت کی طرف نماز پڑھے چند منزلیں اسی طرح کرے پھر جب دوسرے مقام کو پہنچے تو اس کی معتمد مسجد کے محراب پر قبلہ کی جہت حاصل کر کے اس پر عمل کرے ۔ مثلاً مدراس کا قبلہ مغیب ثریا کی داہنی طرف تھوڑا میل رکھتا ہے ۔ خط مغیب سے اسکی شمالی جہت کی طرف اور بمبئی کا قبلہ خط مغیب پر ہے لیکن اس کی شمالی جہت کی طرف تھوڑا میل رکھتا ہے اور کراچی کا قبلہ خط مغیب سے نصف خن جنوب کی طرف مائل ہے ۔ پس بمبئی خواہ کراچی سے عدن تک تھوڑا تھوڑا داہنی طرف مائل ہوتا جائے پھر عدن کا قبلہ مغیب نعش پر ہے ۔ پھر وہاں آگے تھوڑا داہنی طرف میل کرنا جائیے ۔ تاکہ باب سکندر (باب المندب) تک پہنچے ۔ باب سکندر کا قبلہ مغیب فرقد پر ہے ۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا داہنی طرف میل کرتا ہوا سعدیہ یعنی شعب المحرم کہ جہاں سے حجاج احرام باندھتے ہیں پہنچے ، شعب المحرم کا قبلہ مطلع فرقد پر ہے ۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا داہنی طرف

میل کرتے ہوئے جدہ پہنچے اور جدہ کا قبلہ مطلع نقطۂ مشرق پر واقع ہے۔ جدہ شریف سے مکۂ مکرمہ و معظمہ تک کے اس راستہ سے قبلہ دہی ہے۔

مقام	قبلہ
منیٰ میں مسجد خیف اور مزدلفہ میں مسجد مشعر الحرام اور عرفات پر مسجد نمرہ اور مسجد صخرہ موقف النبی صلے اللہ علیہ وسلّم کا قبلہ۔	مغیب سماک پر ہے۔ ——
منیٰ سے واپسی کے وقت محصب جس میں توقف سنت ہے اس کا قبلہ	مغیب جوزا پر ہے
ینبع رابغ صفرا وادی بئیر عباس رَدحا بیر قریش جحفہ کا قبلہ	مطلع سہیل ہے
سوئز مصر کا قبلہ	مطلع عقرب پر ہے

ایسا ہی آگے سمجھنا چاہیئے۔

— پس جو مسافر جس مقام میں نماز پڑھے وہ قبلہ نما دائرہ کے بیچ میں قطب نما رکھ کر اُس ستارہ کو جو کہ اس کے قبلہ کے محاذی ہے اپنے سامنے رکھ کر اسکی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھے۔

مقام		قبلہ
مدینۃ المنورہ	——————	قطب جنوبی مائل بہ طرف مطلع
خیبر	——————	″ ″ ″ مغیب
اسکندریہ مصر فقہ الشام	——————	مطلع حمارین ″ ″ مطلع
یافہ	——————	مطلع سہیل ″ ″ قطب جنوبی

مقام	قبلہ
بیت المقدس	مطلع سلبار مائل بہ طرف مطلع
بیروت	مطلع سلبار
طرابلس	″
اسکندرونہ	قطب جنوبی مائل بہ طرف مطلع
قسطنطنیہ	مطلع سہیل ″ ″ قطب جنوبی
تونس	مطلع عقرب
یمن	مطلع فرقد
کامران	مغیب فرقد مائل بہ طرف مغیب
مکلا	مغیب عیوق
عمان راس الحد	مغیب مائل بہ طرف قطب شمالی
مسقط	مغیب جوزا ″ ″ جنوب
بحرین	مغیب تیر
کویت	مغیب عقرب مائل قلیل بقطب جنوبی
بصرہ	مغیب عقرب مائل نصف خن بقطب جنوبی
بغداد	مغیب سہیل مائل بہ طرف قطب جنوبی
بندر عباس	مغیب تیر ″ ″ مغیب
الوشہر	اکلیل
شیراز	مغیب حارین
اصفہان	مغیب عقرب
طہران	مغیب حمارین
کراچی	مغیب

بمبئی ——————— مغیب ربع خن طرف قطب شمالی

بربرہ ——————— مغیب نعش

سوڈان ——————— مطلع واقع

لندن ——————— مطلع حارین

کلکتہ ——————— مغیب ربع خن طرف قطب جنوبی

یہ بھی یاد رہے کہ یہ جو ریاضی دانوں نے سمت قبلہ نکالی ہے۔ یہ عین قبلہ کی جہت بتلاتی ہے اور شرع میں محض جہت کافی ہے۔ اس لیے جن مقامات میں قدیم مسجدیں بنی ہوئی ہیں وہ صحیح ہیں۔ البتہ جن مقامات میں سمت صحیح کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ان قبلہ نما دائرہ سے منطبق کرکے متوجہ قبلہ ہولیں۔ اس تھوڑے فرق ثمن و نصف و ربع کا حرج نہیں ہے۔

مسافت حدودِ حرم

مکہ مکرمہ سے ثنیہ لبن کی طرف	۷ میل	یلملم کی طرف
〃 〃 تنعیم تک	۳ 〃	
〃 〃 حدیبیہ تک	۱۰ 〃	بطرف جدہ
〃 〃 عرفات مسجد نمرہ تک	۷ 〃	
〃 ثنیۃ المقطع تک	۷ 〃	بطرف ذات عرق
〃 〃 عبداللہ بن خالد	۹ 〃	بطرف جعرانہ

مسافت حدودِ حل

تنعیم سے ذوالحلیفہ تک تقریباً	۱۹۵ میل
〃 جحفہ درابغ تک 〃	۱۱۲ 〃
حدیبیہ سے بحرہ اور جدہ سے کچھ جنوب کی طرف	۳۶
اور ثنیہ سے یلملم تک	۲۶ 〃
عرفات سے قرن المنازل تک اور عبداللہ بن خالد سے ذات عرق تک	〃 〃

تمت بالخیر

رہبرِ حجّاج

حج، عمرہ اور زیارت مدینہ منورہ کے احکام و مسائلِ
ضروریہ کی تشریح اور اُن کی ادائیگی کا آسان طریقہ

پسند فرمودہ
عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

مؤلفہ
جناب الحاج کریم الدین صاحب (ریٹائرڈ انجینئر)
حال مقیم جدہ (سعودی عرب)

معینِ عمرہ

عمرہ کرنے کے سلسلے میں احکامِ شریعت، دعائیں
(مع ترجمہ) اور ضروری معلومات پر
مشتمل ایک مفید رسالہ

(شائع کردہ)
فاروقی بک ڈپو | ۳۹۷۲ گلی خانخاناں جامع مسجد دہلی ۶

مکتبہ اشرفیہ بمبئی کی اہم مطبوعات ایک نظر میں
اصلاح النساء
حیات المسلمین
تعلیم الدین
زاد السعید
شوقِ وطن
نشر الطیب
حقانیتِ اسلام
سال بھر کے مسنون اعمال
آداب المعاشرت
سنت و بدعت
جزاء الاعمال
سیرت خاتم الانبیاء
آداب النبی صلعم
علامات قیامت
اغلاط العوام
اعمالِ قرآنی بامع یکجا
تالیفاتِ اشرفیہ ۲ جلدیں
تلاوتِ قرآن
نسبت صوفیہ
دعیتہ الاخلاص
" " اخلاق
" " احسان
احکام میت
اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
بہشتی ثمر اول دوم
روح کی بیماریاں اور اس کا علاج
رسول ؐ کی سنتیں
دنیا کی حقیقت
ایک منٹ کا مدرسہ
مواعظ اختر مجلہ
فضائل توبہ
تبلیغ دین
تعلق مع اللہ
علاج کبر
تسلیم و رضا
استغفار کے ثمرات
علاج الغضب
خوشگوار ازدواجی زندگی
حقوق الاسلام
بدنظری اور اس کا علاج
قرآن و حدیث کے انمول موتی
بدگمانی اور غیبت اس کا علاج
معارفِ مثنوی
محبوب دعائیں
محبوب خدا کی محبوب دعائیں
برکات زمزم
محاسن اسلام
احسان الایمان
مکتبہ اشرفیہ ۲۶ محمد علی روڈ بمبئی ۳